دُرِ نایاب
املتاس خان

ابتدائے ملنگی :

ناران،وادی کاغان مانسہرہ:

روئے ارض پر شاہکارِ مصوّرِئے خداوندی۔۔۔ہمارے باکمال،باجمال و بے مثال محبوب وطن پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع مانسہرہ کی جنت کدہ وادی کاغان کے دلنشین علاقے ناران میں دریائے کُنہار کے شفاف نیلگوں پانیوں میں ڈوبتے آفتاب کے چرخ پر من موہنے منظرِ شفق کا عکس اس ارمغانِ فطرت کے دلکش مناظر سے اپنے پیاسے نین سیراب کرنے آئے ہوئے سیاحوں کی دلوں کو عجب سرمستی بخش رہا تھا۔۔۔۔۔۔

خیبر پختونخواہ سمیت پاکستان کے رئیس ترین ، انتہائی اثر و رسوخ کے حامل ، جاگیردار یوسفزئی قبیلے کے وادی کاغان مانسہرہ میں بسنے والے ایک معزز پٹھان خاندان کے سربراہ مودود خان یوسفزئی اس وقت اپنے بڑے بھائی ممدوح خان یوسفزئی ، چھوٹے بھائی حمود خان یوسفزئی،اپنے گہرے دیرینہ لنگوٹیے یار کزن سالے اور سمدھی اوغوز خان خٹک اور اپنے دیگر کزنز سمیت اپنے پورے خاندان کے ہمراہ ناران وادی کی سیر کو نکلے تھے۔۔۔۔

کاغان وادی کے باشندے ہونے کے سبب مودود خان یوسفزئی اور انکے کنبے کیلئے یہ جگہ بیحد اپنی اور بار ہا کی دیکھی بالی تھی لیکن انکے دوسرے بھائی،کزن اور دوست چونکے مہینوں بعد ان سے ملنے آیا کرتے۔۔۔۔اسلئے وہ اس بہشتی ٹکڑے کے حُسن سے خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔۔۔۔

مودود خان مانسہرہ کے بے تاج بادشاہ جیسی حیثیت رکھتے تو دوسری جانب انکے بھائی ممدوح خان اور کزئی ایجنسی،حمود خان کرم ایجنسی اور انکے دیگر کزنز باقی قبائلی ایجنسیوں کے صاحبِ ثروت،جاگیر دار اور انتہائی بااثر خاندانوں کے سربراہ تھے۔۔۔۔

اوغوز خان خٹک انتہائی ذہین،زیرک اور اعلٰی تعلیم یافتہ معزز ،بااثر اور صاحبِ ثروت خاندان کے اکلوتے چشم و چراغ تھے جو قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر تھے۔۔۔

پہلے اُنکی بہن بدر عالم خان خٹک کی شادی مودود خان سے ہوئی اور پھر اُنکی لاڈلی اکلوتی بیٹی مہرالنسا٦ خان خٹک کی شادی ممدود خان کے دوسرے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر مہابت خان یوسفزئی سے ہوئی۔۔۔

مہرالنسا٦ خان ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ میں پروفیسر تھیں جبکہ مہابت خان پاکستان کے نامور قابل ترین سرجنز میں سے ایک اور ایوب ٹیچنگ ہاسپٹل ایبٹ آباد کے ہیڈ انچارج تھے اور زیادہ تر ایبٹ آباد

میں ہی ہوا کرتے تھے۔۔۔۔۔آجکل اپنے بڑے بھائی ضاد خان یوسفزئی کے بڑے دو بیٹوں کی شادی میں آئے ہوئے تھے۔۔۔

مہابت خان کے دونوں بھائی ضاد خان اور خالد خان انکی بنسبت زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے مگر بھی اعلٰی پائے کے بزنس مین تھے۔۔۔۔

جبکہ مہرالنسا٦ خان کے اکلوتے بڑے بھائی اورہان خان خٹک اسلام آباد انٹرنیشنل یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔۔۔۔

مودود خان کی دوسری شادی مہابت خان کی نوعمری میں سوات کی ایک جاگیردار نوجوان بیوہ دوشیزہ قدسیہ خان سے ہوئی تھی جن سے اُنکی ایک ہی بیٹی ارجمند خان تھیں جسکے سبب یہ تینوں بیٹے اور بدر عالم ان سے خفا بھی تھے مگر انکے رعب و دبدبے کے سبب خاموش تھے۔۔۔۔

ارجمند خان کی شادی بھی کافی نوعمری میں ہی اورہان خان سے ہوئی تھی جن سے ان کے تین بیٹے تھے۔۔۔۔

ایک ہفتے بعد ضاد خان کے بڑے دو بیٹوں عمر خان اور ہشام خان کی شادی تھی۔۔۔۔۔

یوسفزئی پیلیس جو کہ اپنے کروفر اور طرزِ تعمیر میں واقعی محل ہی تھا۔۔۔۔دراصل سات کنال کے وسیع رقبے کے احاطے کے اندر تین پورشنز میں ایک مینشن دو کنال جبکہ باقی دو مینشنز ایک ایک کنال کے خوبصورت کلاسیکل اور ٹریڈیشنل انداز میں اس طرز پر بنوائے گئے تھے کہ تینوں لگژری گھر ٹیرس اور گراؤنڈ فلور دونوں اطراف کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اور گھروں کے مکین بنا دقت ایک دوسرے کے ہاں آ جا سکتے تھے۔۔۔

یوسفزئی پیلس کے قریب ہی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مہابت خان کے کزنز کے بنگلے بنے ہوئے تھے۔۔۔۔

خواتین تو یوسفزئی پیلیس میں اکٹھی ہوئی ہیں شادی کی تیاریوں میں مگن تھیں ،بچے اپنی مستیوں اور شغل میں ارد گرد سے بے خبر تھے جبکہ مرد یوسفزئی پیلیس کے قریب ہی بہتے دریائے کنہار کی سیر کو آئے ہوئے تھے۔۔۔۔

شام کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر سب واپس جانے کیلئے روانہ ہو گئے تھے۔۔۔

مہابت خان ،اورہان خان اور ان دونوں کے گہرے دیرینہ دوست اور قدسیہ خان کے بھتیجے منصور خان ابھی دریا کے کنارے سے ہٹ کر واپس اپنی لینڈ کروزر کی طرف جانے ہی والے تھے کہ دریا

کے پُرزور پانی میں بہتے سفید کُرتا شلوار میں ملبوس ایک معصوم سے وجود کو دیکھ کر پہلے تو شدید حیرت کا شکار ہوئے اور پھر تیزی سے دریا کے پانی میں موجود ٹورسٹ واٹر بوٹ میں موجود ملّاح کو چیخ کر پکارا۔۔۔

وہ انکی تیز آواز پر متوجہ ہوا تو انہوں نے پانی کی جانب اشارہ کیا اور بوٹ مین نے پانی میں بہتے وجود کو دیکھ کر فوراً ہی بوٹ اُسکی جانب روانہ کردی۔۔۔

بوٹ اُس سے ذرا فاصلے پر روک کر ملّاح نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور جیسے ہی سفید لباس میں لپٹا وہ وجود پانی کے تُند و تیز بہاؤ کیساتھ اس تک پہنچا تو اُسنے فوراً ہاتھ بڑھا کر وجود میں لپٹے کم سن چار سالہ بیہوش زخمی بچے کا ہاتھ پھرتی سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اُسے بوٹ میں ڈال دیا۔۔۔

"اِدھر ہماری طرف۔۔۔۔"مہابت خان نے فوراً پکار کر اُسے بچے کو اپنے پاس لیکر آنے کا اشارہ کیا۔۔۔

بوٹ مین انہیں جانتا تھا اسلیے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بوٹ پانی میں چلاتے انکے قریب پہنچ کر بوٹ کنارے پر روکتے ہوئے بچے کو گود میں لیے انکے پاس آیا تو اورہان نے تیزی سے بچے کو اسکی گود سے لے لیا۔۔۔

"بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔خدا کا شکر ہے کہ تم موجود تھے ورنہ یہ معصوم بچ نا پاتا۔۔۔۔"
منصور خان نے ممنون انداز میں بوٹ مین کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

" معصوم سی جان۔۔۔۔۔اللہ جانے کیسے اس تند و تیز پانی کی زد میں آگ ئی۔۔۔۔خدا اسکا حامی و ناصر ہو۔۔۔"
بوٹ مین نے پانی میں بُری طرح بھیگے بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

"یہ تو شدید زخمی ہے۔۔۔۔۔"اورہان خان نے فکرمندی سے کہا۔۔۔

"ہاں اسکے زخم کافی گہرے ہیں۔۔۔۔اسے فوراً ہاسپٹل لیکر جانا ہو گا۔۔۔۔"
مہابت خان نے کہتے ساتھ بچے کی نبض چیک کی تو وہ اُٹھتی گرتی معلوم ہورہی تھی۔۔۔

ہاسپٹل لے جانے سے پہلے ان تینوں نے بچے کو ایک بینچ پر لٹا کر اسکے پیٹ پر ک ئی بار ہاتھوں کا ہلکا دباؤ ڈالا تو بالاآخر اُسکا جسم اُچھل کر پھر سے بینچ پر گرا جبکہ چھوٹے سے منہ سے پانی کا فوّارہ سا نکلا تھا۔۔۔

بچے کو گنگ عبداللہ ٹیچنگ ہاسپٹل لے جایا گیا جہاں اسکے جسم سے سارا پانی نکال لینے کے بعد اب آئی سی یو میں رکھا گیا تھا۔۔۔

مودود خان اور اوغوز خان بھی ہاسپٹل پہنچ گ ئے تھے اور اب آئی سی یو کے باہر موجود ان تینوں سے بچے کے متعلق گفتگو کررہے تھے۔۔۔

"بچے کے ورثا٦ کا کچھ پتہ چلا؟"
اوغوز خان نے مہابت خان سے پوچھا۔۔۔

"نہیں ماموں۔۔۔۔ہاسپٹل پہنچنے کے فوراً بعد ہی میں نے ٹورزم اتھارٹی اور دیگر انتظامیہ وغیرہ کو فون کرکے کسی بچے کی گمشدگی کی شکایت کا پوچھا مگر کہیں سے بھی تسلّی بخش جواب نہیں ملا۔۔۔۔فلحال ہم اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں پھر آرام سے اسکے والدین کو ڈھونڈ لیں گے ابھی تو معصوم کی حالت نازک ہے۔۔۔"
مہابت خان نے رسان سے کہتے ہوئے ساتھ میں تجویز دی تو باقی چاروں بھی متفق نظر آئے۔۔۔

اسی اثنا میں مہابت خان کو مہرالنسا٦ خان کی کال موصول ہوئی تو وہ اُن سے بات کرنے چلے گ ئے۔۔۔

جبکہ اورہان خان آئی سی یو سے نکلتے ہوئے ڈاکٹر کی جانب بڑھ کر اب اُس سے بچے کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔۔۔

رات گزر گئی تھی صبح جب وہ سب قریبی مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد واپس ہاسپٹل آئے تو ایک ڈاکٹر مہابت خان کو آئی سی یو میں بچے کے پاس لے گیا جو اب ہوش میں آتے ہوئے بدقت پلکیں اُٹھا کر دھیرے دھیرے آنکھیں کھول رہا تھا۔۔۔

"سر پر گہری چوٹ لگ جانے کے سبب خدشہ ہے کہ اسکی میموری متاثر ہوگئی ہو شائد اسی لئے فلحال اس سے کچھ پوچھ گچھ کرنا مناسب نہیں رہے گا۔۔۔دوسری بات بچہ بہت معصوم اور چھوٹا صرف چار سال کا ہے تو ایسے میں اگر ہم اس سے سوالات کریں گے تو کہیں گھبرا نا جائیں۔۔۔۔۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے دارالامان میں چھوڑ دیں یا پھر کسی ڈے کئیر سنٹر میں تب تک دوسرے بچوں کساتھ گھل مل کر تھوڑا سنبھل جائے گا تو پھر مناسب طریقے سے اسے ہینڈل کرلیں گے۔۔۔"

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں ان سے کہا۔۔۔

"اسکی ضرورت نہیں ہم اسے اپنے ساتھ لیکر جارہے ہیں گھر میں بچوں کیساتھ یہ بہتر محسوس کرے گا۔۔۔۔اپنے والدین تک بھی یہ ان شاء اللہ جلد پہنچ جائے گا۔۔۔۔"

بچے کے نرم سلکی گولدن بال دھیرے سے سہلاتے ہوئے مہابت خان بولے۔۔۔

بچہ اب اپنی پوری آنکھیں کھول چکا تھا۔۔۔۔مہابت خان اُسکی دُنیا میں بیحد کم پائے جانی والی نایاب اور انتہائی منفرد انوکھے سلور گرے رنگ کی بڑی بڑی نہایت خوبصورت آنکھیں جو گھنی پلکوں کی جھالروں سے مزین پُراسرار اور ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑا دینے والی چمک کی حامل تھیں،دیکھ کر کافی وقت تک اشتیاق سے اُسے دیکھتے ہی جارہے تھے۔۔۔۔

گرے ، بلیو اور گرین رنگ کی آنکھیں انکے خاندان میں عام تھیں مگر ایسی آنکھیں اُنہوں نے پہلی دفعہ دیکھی تھیں۔۔۔۔یا یوں کہہ لیں کہ اس بچے کی نایاب آنکھیں دُنیا بھر کی ایک فیصد سے بھی کم افراد کے چہروں کا حُسن تھیں۔۔۔

اس بچے کی صرف آنکھیں ہی نہیں بلکہ دیگر نقوش،قد کاٹھ،وجود ہر چیز ہی الگ تھی۔۔۔۔بلاشبہ وہ بے انتہا خوبصورت،منفرد ،الگ اور نایاب بچہ تھا۔۔۔۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اُتر جانے والے اس بچے کو دیکھ کر انکے دل میں ٹھیس بھری ہوک سی اُٹھی تھی۔۔۔

انکی اور مہرالنسا٦ خان کی شادی کو آٹھ سال ہوگئے تھے مگر ابھی تک وہ اولاد کیلئے ترس رہے تھے۔۔۔

اس من موہنے بیحد پُرکشش بچے کو دیکھ کر مہابت خان کا دل شدت سے چاہا کہ وہ کہیں دور نا جائے بلکہ اُنکے پاس اُنکے دل کی ٹھنڈک اور انکھیوں کا نور انکا بیٹا بن جائے۔۔۔مگر دوسری طرف اسکے والدین کا خیال آتے ہی اُنہوں نے اپنے دل کو ڈپٹ کر خاموش کروایا تھا۔۔۔

بچہ خاموشی سے اپنی بڑی بڑی آنکھیں مہابت خان کے سُرخ و سفید خوبصورت چہرے پر ٹکائے انہیں تک رہا تھا۔۔۔۔

"با۔۔با۔۔"اس کے منہ سے کچھ ٹوٹے الفاظ ادا ہوئے اور مہابت خان گویا کرنٹ کھا کر فوراً اُسکی طرف جھکے۔۔۔

اُنہیں لگا اوپر والے نے دل کی فریاد سُن لی ہو جیسے۔۔۔۔

"بولو بچے۔۔۔۔"وہ بے تابی سے اسکا سر تھپکتے ہوئے بول رہے تھے مگر اب وہ بچہ پھر سے خاموش انہیں تک رہا تھا۔۔۔

"لگتا ہے معصوم ڈسٹرب ہے ابھی بھی۔۔۔اگر آپ اسے لیجانا چاہتے ہیں تو ہم اسے جنرل روم میں شفٹ کر دیتے ہیں شام تک طبیعت میں کچھ بہتری آنے کے بعد اسے ڈسچارج کر دیا جائے گا تو پھر لے جائیں اپنے ساتھ۔۔۔میرے خیال سے گھر کے ماحول میں اسکی طبیعت جلدی سنبھل جائیگی۔۔۔"
ڈاکٹر نے نرمی سے کہا تو مہابت خان نے ہلکا سا سر اثبات میں ہلایا اور اک نرم سی مسکراہٹ سے بچے کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر کے ہمراہ آئی سی یو سے باہر نکل آئے۔۔

باہر منتظر کھڑے مودود خان اور اوغوز خان انکی جانب بڑھے تو مہابت خان ہلکا سا سر کو خم دے کر انہیں خفیف سا اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کیساتھ ضروری کاغذات وغیرہ پر دستخط کرنے چلے گئے۔۔۔

کچھ دیر بعد واپس آئے تو اپنے والد اور ماموں سمیت اپنے دونوں کزنز کو بھی اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو وہ بھی رضامند ہوگئے۔۔۔

شام تک بچے کی طبیعت میں ذرا بہتری ہوئی تو اسے ڈسچارج کر دیا گیا اور مہابت خان اُسے گھر لے آئے۔۔۔

بچے بڑے سب اس پیارے بچے کو اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔۔۔جبکہ وہ مہابت خان کی گود میں موجود اس اجنبی ماحول میں انجانے لوگوں کو دیکھ کر خاموشی سے بغور ہر اک کو دیکھ رہا تھا۔۔۔شائد کسی اپنے چہرے کو تلاشنے کی کھوج میں تھا۔۔۔

اُسے یاد تھا تو بس اتنا کہ وہ اس خاندان سے تعلق نہیں رکھتا۔۔۔لیکن کہاں سے تعلق رکھتا ہے،کون ہے،نام کیا ہے۔۔۔۔یہ سب یاد کرنے کے چکر میں اسکا ننھا سا معصوم ذہن تھکن سے نڈھال ہوگیا تھا مگر بے سود ہی رہا۔۔۔

اسکے چہرے پر اُلجھے تاثرات دیکھ کر مہرالنسا٦ خان اسکے پاس آئیں اور بانہیں مسکرا کر اسکی طرف پھیلائیں تو وہ چُپ چاپ انکی بانہوں میں سما گیا۔۔۔

وہ اسے اپنے ساتھ لے گئیں،کھانا کھلایا اور کندھے پر لٹاکر تھپکتے ہوئے سُلانے کے بعد واپس مہابت خان کے پاس آئیں۔۔۔

مہابت خان سے انکے دل کا حال بھی جدا نا تھا۔۔

نظروں کا تبادلہ ہوا تو دونوں ہی اک دوسرے کے دل میں پنہاں آرزو جان گ ئے تھے مگر خاموش ہی رہے۔۔۔۔

یوسفزئی پیلیس میں ہلا گلا،شوخیاں مستیاں، مسکراہٹیں اور کھکھلاہٹیں ہنوز اپنے جوبن پر تھیں۔۔۔۔

پرسوں ڈھولکی،مایوں وغیرہ پھر مہندی،بارات اور ولیمہ تھا۔۔

مہرالنسا٦ خان نے بچے کو اپنی پھپھو اور ساس بدر عالم کے پاس شور والی جگہ سے دور بیڈروم میں لٹادیا۔۔۔

دن گزرنے کے ساتھ بچے کی حالت بہتر ہوتی رہی ساتھ ہی مہابت خان اسکے والدین کو ڈھونڈنے کیل ئے بھی ہر جتن کرچکے تھے مگر کچھ معلوم نا ہوسکا۔۔۔

مہرالنسا٦ خان نے بچے کیل ئے گہرے اور ہلکے کلر کے کُرتے شلوار وغیرہ بھی خرید لیے تھے جو اسکے گورے چٹے سُرخ و سفید رنگت پر بیحد جچتے تھے۔۔۔

بدر عالم خان نے اسکی کلائی میں ایک کالا دھاگہ بھی دم کرکے بندھوا دیا تھا تاکہ وہ نظرِ بد سے محفوظ رہے۔۔۔۔

بچوں اور گھر کے دیگر افراد سمیت مہمانوں کیساتھ گھل مل جانے کے باوجود بھی وہ بس ضرورت کے حد تک بات کیا کرتا تھا۔۔۔۔دھیمے مزاج کا یہ ریزرو سا سوبر اور سُلجھا ہوا بچہ ہر گزرتے دن کیساتھ ان سب کیلئے بیحد اھم اور خاص ہوتا جارہا تھا۔۔۔۔

یوں جیسے سب کو اسکی عادت لگ گئی تھی۔۔۔۔
جہاں مہابت خان اور مہرالنساء خان اب اسے دیکھ دیکھ کر جی رہے تھے وہیں وہ مودود خان ،بدرعالم اور قدسیہ خان سمیت ہر فرد کی آنکھوں کا تارا تھا۔۔۔۔

مودود خان اور مہابت خان نے مل کر اسکا نام شیر شاہ خان رکھ دیا تھا۔۔۔بلاشبہ یہ نام اس پر بلا کا جچتا تھا۔۔۔۔
بچہ تھا مگر ابھی سے کافی دلیر،نڈر،جی دار،باکردار اور خوبصورت ہونے کیساتھ خوب سیرت بھی تھا۔۔۔۔

شادی کی تقریبات زور شور سے جاری تھیں۔۔۔شیر شاہ خان ہر تقریب میں مہرالنسا٦ خان کیساتھ ساتھ رہتا ہر مشتاق نگاہ کا محور تھا۔۔۔۔

شادی کے تقریباً ایک ہفتے بعد جب بالا آخر یوسفزئی خاندان اسکے پیرنٹس کو دربدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا تو مودود خان اور اوغوز خان نے مہابت خان کے دل میں شدت سے پنپتے آرمان کو گویا زباں دیدی اور انہیں شیر شاہ کو ایڈاپٹ کرنے کا کہا۔۔۔۔

شیر شاہ بھی ان دونوں اور خاندان کے دیگر افراد سے ازحد مانوس ہوچکا تھا۔۔۔۔مہابت خان اسے لیکر اسلام آباد چلے گ ئے اور لا٦ اینڈ شریعہ کے ایک لائ ق سین ئ ر ، مخلص اور سچے وکیل کے ذریعے عدالتی کارروائی پوری کرکے شیر شاہ کو باقاعدہ اپنا بیٹا بنا لیا مگر دل میں کہیں اک انجانا سا خوف کھنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ کہیں وہ چند پل انکی پیاسی باپتا اور انکی مہر کی سونی گود کو ٹھنڈک بخش کر پھر انہیں چھوڑ کے چلا گیا تو؟

واپس ایبٹ آباد جاتے ہوئے مہابت خان شیر شاہ کو بھی ساتھ لے گ ئے اور اُسے آرمی برن ہال کالج کے بورڈنگ سکول میں داخل کردیا تاکہ ابتدائی عمر سے ہی اسکی حیات بامقصد بن جائے۔۔۔۔۔

* * * * * * * * * * *

(سوز درد)

7years later:

وادی نیلم ، آزاد کشمیر

گلزارِ یوسفزئی:

جنت نظیر وادی آزاد کشمیر کی بے نظیر حُسن کی حامل وادی نیلم میں دریائے نیلم کے قریب ہی ایک سرسبز اونچی پہاڑی جگہ پر خوبصورت پتھروں اور خوبصورت مضبوط لکڑی کے امتزاج سے منفرد طرز پہ تعمیر شدہ گیارہ کنال کا بیحد خوبصوت فارم ہاؤس "گلزارِ یوسفزئی" مہابت خان یوسفزئی کی ملکیت تھا۔۔۔

مہابت خان اکثر مہرالنسا٦ خان ، شیر شاہ اور دیگر فیملی ممبرز کیساتھ یہاں آکر بہترین وقت گزارا کرتے تھے۔۔۔

شیر شاہ اور مہابت خان چھٹیوں پر ایبٹ آباد سے واپس آئے تو مہابت خان مہرالنسا٦ اور شیر شاہ کو لیکر وادی نیلم چلے آئے۔۔۔

مودود خان اور دیگر اپنے اُمور میں مصروف تھے اسلیے وہ نا آ پائے۔۔۔جبکہ اوغوز خان کو مہابت خان نے کہلوا بھیجا کہ وہ گھر والوں کیساتھ انکے پاس نیلم چلے آئیں تاکہ مہرالنسا٦ خان کو بہتر محسوس ہو۔۔۔

مہرالنسا٦ خان جو اپنی شادی کے پندرہ سال بعد اُمید سے تھیں، انکی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی۔۔۔ اپنے والدین،بھائی بھابھی ، بھتیجوں اور خاص کر اپنے نور عین شیر شاہ کی اپنے پاس ہونے پر کافی بہتر محسوس کررہی تھیں۔۔۔

شام کے پہر وادی نیلم کا آسمان ابر آلود تھا۔۔۔کالی گھٹاؤں نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا۔۔۔ بارش کی بڑی بڑی بوندیں آسمان سے گرتی بڑا سُہانا منظر پیش کررہی تھیں۔۔۔

دس سالہ شیر شاہ جو اپنے قد کاٹھ اور جسمانی ساخت سے دس سالہ بچے کے بجائے پندرہ سال کا نو آموز کڑیل جوان معلوم ہوتا تھا، فارم ہاؤس میں اپنے خوبصورت اورانتہائی الگ طرز پر بنے روم کی بالکنی میں خاموش کھڑا فارم ہاؤس کے قریب ہی نیچے بہتے دکھائے دیتے پُرزور نیلگوں پانیوں والے دریائے نیلم کا شور سُن رہا تھا۔۔۔

روم ڈارک گرے رنگ کے تراشیدہ پتھروں سے بنا تھا۔۔۔
لکڑی کا خوبصورت منقش فرنیچر اسکی زینت تھا۔۔۔ایک سائیڈ پر سیڑھیاں بھی نیچے کی جانب گامزن ہوئی تھیں جو اس بڑے کمرے کا دوسرا پورشن تھا۔۔۔

دریائے نیلم کا یہ واویلا شیر شاہ کے دماغ پر ہتھوڑے برسارہا تھا۔۔۔چونکہ شیر شاہ کا آئی کیو لیول عام انسانوں سے کئی گنا زیادہ اور نایاب لوگوں میں شمار تھا۔۔۔
اُسکے زہن میں وہ چار سال کی عمر والے مناظر ،وہ دریا کا شور ،وہ پس منظر میں گونجتی آوازیں سب قید تھیں۔۔۔۔
جب چار سالہ شیر شاہ کو دریا میں پھینکا گیا تھا۔۔۔تبھی سے یہ شور اسکے تخیل میں نقش ہوگیا تھا اور پچھلے سات سالوں سے اسے پانی کا شور یونہی ناقابلِ اذیت میں مبتلا کردیا کرتا تھا۔۔۔

"شیرو۔۔۔۔آکر کھانا کھالو۔۔۔سب منتظر ہے تمہارے۔۔۔"
اورہان خان کا بڑا بیٹا حمزہ جو شیر شاہ کا ہم عمر تھا،اسکے روم کی سیڑھیاں چڑھتا اوپر اسکے پاس آکر بولا۔۔۔

"آپ لوگ کھائیں مجھے بھوک نہیں ہے ابھی۔۔۔۔بعد میں کھا لونگا"

شیر شاہ آہستگی سے بنا مڑے بولا۔۔۔وہ ایسا ہی تھا۔۔ہمیشہ الگ تھلگ رہنے والا،بہت کم گو،ریزرو ،سوبر منفرد اور جدا گانہ شخصیت کا گہرے سمندر جیسا۔۔۔

صرف مہرالنساء اور مہابت خان کی خاطر وہ تھوڑا بہت گھل مل جایا کرتا مگر کبھی کوئی اسکے گرد بنے گہرے خول اور ہالے میں داخل نا ہوسکا تھا۔۔

"شیرو۔۔۔پتہ ہے نا آنی کی طبیعت خراب ہے اور تیرے بغیر کھانا انکے تو کیا ماموں بلکہ کسی کے بھی حلق سے نہیں اُترے گا۔۔۔کیوں ہے ایسا تُو؟ کیوں سب سے اتنا الگ تھلگ ہے کہ کھانا تک تنہا کھاتا ہے؟"
حمزہ نے کہتے ہوئے آخر میں خفیف سا شکوہ کیا۔۔۔حمزہ اُس سے کافی بے تکلف بلکہ انتہائی اچھا اور مخلص جانثار دوست ہی تھا۔

شیر شاہ کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر اسکے کندھے پر بازو رکھ کر اسکے ساتھ سیڑھیوں پر نیچے جانے لگا۔۔۔

شائد ان سوالات کا جواب خود وہ چاہ کر بھی نہیں دے پاتا تھا۔۔

وہ حمزہ کیساتھ نیچے آیا تو جاکر مہرالنسا٦ خان کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔
آج اسکا فیورٹ کابلی پلاؤ اور دُنبے کے گوشت کے لزیز تکے بنے تھے۔۔۔

کھانے کے بعد وہ حمزہ،اوغوز خان،مہابت خان اور اورہان خان کیساتھ باہر ہونے والی بوندا باندی میں چہل قدمی کرنے چلے گ ئے۔۔۔

چہل قدمی کے بعد وہ سیدھا قریبی مسجد میں عشا٦ کی نماز پڑھ کر ہی واپس آئے تھے۔۔۔

واپس آئے تو شیر شاہ حسبِ عادت اپنے روم میں چلا گیا جبکہ باقی سب اسکے ل ئے سرپرائ ز کی تیاری کرنے لگ گ ئے۔۔۔
ٹھیک رات کے گیارہ بج کر ستاون منٹ پر حمزہ شیر شاہ کو پچھلے لان کیساتھ بنے چھوٹے سے باغیچے میں لے آیا۔۔۔

لائ ٹس آف ہونے کی وجہ سے گھوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔۔
بارہ بجتے ہی پہلے مدھم اور پھر دھیرے دھیرے تیز ہوتی روشنیوں میں گلزارِ یوسفزئی کے عقبی جانب بنے باغیچے کے پیڑ،پھل اور پھول نہا کر اب شیر شاہ کو گیارھویں سالگرہ کی مبارکباد دے رہے تھے۔۔۔

Happy Birth day to our beloved Sher Shah Khan.....Our prince ,our "

"lion....our universe..our pearl

سب اکٹھے اُسے وِش کررہے تھے۔۔۔۔

شیر شاہ مبہم سا مسکرا کر مہرالنسا٦ کے پاس آیا تو انہوں نے اُسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر مسکراتے ہوئے اسکی پیشانی چومی جبکہ انکے پاس کھڑے مہابت خان نے زور سے اسے خود میں بھینچا۔۔

اوغوز خان اور انکی اہلیہ بخت بلند خان نے بھی شیر شاہ کو سر پر ہاتھ پھیر کر دُعائیں دیں۔۔

اورہانے خان نے بھی گلے لگایا جبکہ ارجمند خان نے پیار سے بھتیجے کے بگاڑ کر اسکا گال کھینچا۔

حمزہ نے بھی بے تکلفی سے اسکا ہاتھ کھینچ کر اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔۔

باغیچے میں خوبصورت لکڑیوں جن پر سبز پھولدار ٹہنیاں بکھری ،کناروں سے لٹک رہی تھیں،سے بنے سائبان کے نیچے خوبصورت ماربل سے بنے فرش پر رکھے جھولے کے آگے رکھی آبنوسی میز پر بلیک فورسٹ ڈیزرٹ کیک رکھا گیا تھا جس پر دو موم بتیاں نمبر گیارہ کی شکل میں روشن تھیں۔۔۔

کیک پر خوش نویسی سے شیر شاہ لکھا گیا تھا۔۔۔

شیر شاہ نے تالیوں اور کھکھلاہٹوں کے شور میں کیک کاٹا۔۔۔

اسکی برتھ ڈے ہر سال نہایت دھوم دھام سے مانسہرہ میں منائی جاتی تھی۔۔۔اس بار چونکہ باقی سب نہیں تھے اور کچھ مہرالنسا٦ کی طبیعت بھی بہتر نہیں تھی مگر پھر بھی اسکی سالگرہ بہترین انداز میں منائی گ ئی۔۔۔

شیر شاہ لاکھ اپنی ذات میں ک ئی محازوں سے برسرِ پیکار تھا مگر پھر بھی اپنے ل ئے ان بیحد اہم لوگوں پر کبھی آشکارا نہیں ہوتا تھا۔۔۔
انکے ل ئے وہ ہمیشہ جھک جایا کرتا تھا۔۔۔درد سے پھٹتے دل کیساتھ بھی وہ انکی خاطر مسکرا دیتا تھا۔۔۔

شیر شاہ حمزہ کو لیکر اپنے روم میں چلا گیا جبکہ باقی سب بھی رات کے قریباً ساڑھے بارہ بجے سونے چلے گ ئے۔۔۔

صبح فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد ہی مہرالنسا٦ کی طبیعت خراب ہونا شروع ہوگ ئی تو مہابت خان اور اورہان خان ارجمند خان کیساتھ انہیں فوراً مظفر آباد سی ایم ایچ لے گ ئے۔۔۔

بخت بلند خان گھر پر ہی حمزہ اور شیر شاہ کیساتھ رہ گئی یں۔۔۔۔

شیر شاہ اور حمزہ دونوں حافظ القرآن تھے۔۔۔۔۔وہ دل ہی دل میں قرآنی آیات کا وِرد کرتے مہرالنسا٦ کے لئے دُعا گو تھے۔۔۔۔

شیر شاہ کا تو جیسے دل رُک سا گیا تھا۔۔۔۔وہ دوسری بار ماں سے بچھڑنا نہیں سہہ سکتا تھا۔۔۔

اپنی سگی ماں کا دُھندلا سا عکس زہن پر ہر وقت طاری رہتا تھا لیکن مہرالنسا٦ گویا اس عکس کا چلتا پھرتا وجود تھیں۔۔۔۔
انکی اور مہابت خان کی خود سے اٹوٹ اور اُلوہی محبت نے اسے ٹوٹ جانے سے بچا رکھا تھا۔۔۔۔

دوسری جانب مظفر آباد آزاد کشمیر سی ایم ایچ میں تین گھنٹے کے صبر آزما سی سیکشن سرجری کے بعد آزانِ مغرب کی پہلی صدا "اللہ اکبر اللہ اکبر" کیساتھ ہی دُرِّ نایابِ عدن یوسفزئی نے ایک مدھم سی چیخ کیساتھ دُنیا میں اپنی پہلی سانس بھری تھی۔۔۔۔

عین اُسی وقت ہی شیر شاہ کی ذات پر چھائے گرہن اور دل و دماغ کیساتھ رُوح پر چھائی دُھند اک دم سے چھٹ گ ئے تھی۔۔۔۔

دل جو اک عرصے سے اک نامعلوم پنہاں رنج و ازیت کے لپیٹ میں تھا۔۔۔۔گویا پھر سے جی اُٹھا تھا۔۔۔۔

اس پہر شیر شاہ عجیب و غریب احساسات کی زد میں تھا۔۔۔جسکا اُسے خود بھی اندازہ تھا۔۔۔

مہابت خان تو گویا اپنے آپ میں نا سما رہے تھے۔۔۔خوشی سے اُنکی آنکھیں بار بار نم ہورہی تھیں۔۔۔اورہان خان اور ارجمند بھی بے انتہا خوش تھے۔۔۔

بچی اپنی پیدائ ش کے مقررہ دن سے پورے سترہ دن پہلے یعنی پری میچیور پیدا ہوئی تھی مگر پھر بھی صحتمند تھی۔۔۔

اُسے فلحال انکیوبیٹر میں رکھا گیا تھا۔۔۔

مہرالنسا٦ خان کو بھی عشا٦ کی نماز کے بعد رات دیر گ ئے کسی پہر ہوش آیا تھا۔۔۔

انہیں ابھی تک آئی سی یو میں ہی رکھا گیا تھا۔۔۔

صبح انہیں جنرل روم میں شفٹ کر دیا گیا تو مہابت خان نازک سی گڑیا کو سنبھالے انکے پاس آئے۔۔۔ مہرالنسا٦ خان نے فوراً لاڈلی بیٹی کو گود میں لیکر دل سے لگایا۔۔۔

مہابت خان نے بیٹی کے نرم گداز قدرتی نایاب ایش ریڈ بلونڈ سلکی مگر گھنگریالے بالوں پر ہاتھ پھیر کر مہرالنسا٦ خان کے سر پر اپنے لب رکھے۔۔۔

اوغوز خان جو نواسی کی پیدائش کی اطلاع ملتے ہی فوراً راتوں رات ہی مظفر آباد پہنچے تھے۔۔۔اس وقت روم میں داخل ہوئے تو مہابت خان فوراً انکی طرف بڑھے اور انہیں مہر کے پاس لے آئے۔۔۔

اوغوز خان نے مہرالنسا٦ کی بانہوں سے نواسی کو گود میں لیا تو وہ ہلکا سا کسمسائی اور آہستگی سے اپنی راؤنڈ اور بادامی ساخت کی بڑی بڑی آنکھیں کھولی تو اک لمحے کو اوغوز خان پزل سے ہوگئے۔۔۔

اس کی بیحد پیاری آنکھیں بھی شیر شاہ کی طرح بیحد نایاب تھیں۔۔۔
اپنی پُراسرار فیروزی (Turquoise) کلر آنکھیں جو مقابل کو ہپناٹائز کر دیا کرتی تھیں، اوغوز خان کے خوبصورت روحانی چہرے پر ٹکائے وہ ستر نگی سی بچی ہولے سے مسکرائی تو وہ جیسے کسی قید سے آزاد ہوئے تھے۔۔۔

وہ ایش ریڈ گندمی اور چینی مٹی کے برتن جیسی رنگت کی مالک طاقتور کشش کے حامل نقوش کی بچی تھی۔۔۔۔۔۔

"دُرِّ نایابِ عدن۔۔۔"اوغوز خان نے بیٹی اور داماد کو دیکھ کر کہا تو ان دونوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا۔۔۔۔

اوغوز خان نے اسکے کان میں بار بار اسکا نام دُہرانے کے بعد ایک کان میں آزان اور دوسرے کان میں اقامت کہی۔۔۔بچی کا ماتھا چوما اور مہرالنسا٦ کے حوالے کیا۔۔

دُرِّ نایاب عدن۔۔۔۔واقعی انکے لئے جنت سے آیا ہوا نایاب موتی ہی تو تھی۔۔۔۔

قریباً ایک ہفتے تک ایڈ مٹ رہنے کے بعد مہرالنسا٦ خان اور مہابت خان وادی نیلم واپس آگئے تو وہاں سے پھر مانسہرہ چلے گئے۔۔۔۔

دُرّے نایاب عدن کا عقیقہ نہایت دھوم دھام سے بڑے پیمانے پر منایا گیا تھا۔۔۔
شیر شاہ نے جب پہلی بار اس بچی کو دیکھا تو ساکت سا ہوگیا۔۔۔۔

اور جب پھر سے اپنے ٹرانس سے باہر آیا تو خاموشی سے بنا اُسے دیکھے ہجوم سے ہٹ گیا جو اس انوکھے بالوں،نایاب آنکھوں اور غیر معمولی رنگت والی بچی کو دیکھنے اکٹھا ہوا تھا۔۔۔

اسکی پیدائش کے چند دن بعد ہی شیر شاہ ایبٹ آباد واپس چلا گیا تھا۔۔۔

وہ خود کو دُرّے سے دور رکھ رہا تھا۔۔۔وہ اسکا عادی نہیں بننا چاہتا تھا حالانکہ دُرِّ نایاب عدن خان یوسفزئی اپنے پیدا ہوتے ہی اسکی روح میں بس چکی تھی مگر۔۔۔وہ اپنا اصل جانتا تھا۔۔۔۔

✿✿✿✿✿✿

....Years later 4

پندرہ سالہ شیر شاہ خان اپنے فائنل ایگزامز کے بعد مہابت خان کیساتھ ایبٹ آباد سے واپس یوسفزئی پیلس آیا تو سُرخ رنگ کا اونی فراک پہنے ننھی دُرّے گرتی پڑتی لڑکھڑاتی بابا بابا پکارتی مہرالنسا٦ خان کی گود سے زبردستی اُترتی مہابت خان کی جانب دوڑی۔۔۔

"بس آگئے محترمہ کے بابا جان تو اب ہمیں لفٹ ہی نا کرائے۔۔۔"

مہرالنسا٦ خان ہنستے ہوئے بولی۔۔۔

"شیرو۔۔۔۔مما کی گود سے ہی اُترے ہو تم صرف۔۔۔۔دل میں ہمیشہ رہوگے۔۔۔۔اتنی دور کیوں کھڑے ہو یا تم بھی صرف بابا کے ہی ہوکر رہ گ ئے؟"

مہرالنسا٦ خان نے خاموش سے کھڑے شیر شاہ کو دیکھ کر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے انکے پاس آیا اور انہوں نے حسبِ دستور اسکا ماتھا چوم کر بالوں پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

انتہائی باحیا ہونے کے باعث وہ مہرالنسا٦ خان سے بھی بلاوجہ بے تکلف نا ہوتا اور وہ بھی اسکے مزاج سے واقف تھیں۔۔۔۔

دُرِّے تو گویا بابا کو دیکھ کر ارد گرد کی ہر چیز فراموش ہی کر بیٹھی تھی۔۔شیر شاہ بھی مہابت خان سے بیحد اٹیچڈ تھا۔۔۔مگر اپنے لاڈ وہ کبھی نہیں اُٹھواتا تھا۔۔۔

سچ کہتے ہیں کہ بیٹی کی پہلی محبت اسکے بابا ہی ہوتے ہیں مگر یہ ننھی بڑی بی کچھ زیادہ ہی تیز تھی۔۔۔

معصومیت بھرے اشتیاق کیساتھ وہ مہرالنسا٦ کے پاس کھڑے ان سے باتیں کرتے شیر شاہ کو یک ٹک تکے جارہی تھی۔۔۔

"آپ دونوں جاکر فریش ہوجائیں اور ریسٹ کریں لنچ سب اکٹھے کرینگے لالا (ضاد خان) کے گھر۔۔۔بابا جان نے خصوصی فرمان جاری کیا تھا۔۔۔"

شیر شاہ کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتی مہرالنسا٦ خان نے مہابت خان سے کہا تو وہ دُرّے کو گود میں اُٹھائے اثبات میں سر ہلاتے اپنے بیڈ روم میں جانے لگے۔۔۔

"شفق۔۔۔۔ادھر بیٹھو بابا بس پانچ منٹ میں آتے ہیں ٹھیک۔۔۔"

دُرّے کو اندر لے جاکر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے وہ بولے اور خود واشروم کی طرف بڑھ گئے۔۔۔

دُرِّ نایاب کو پہلی مرتبہ مہابت خان نے شفق کہہ دیا تھا اور پھر یہی نام اسکی پہچان بنا۔۔۔صبح اسکا ملیح چہرہ دودھیا سا،دوپہر کو ایش ریڈ کلر سا اور پھر سہہ پہر سے شام ڈھلتے یوں معلوم ہوتا جیسے اسکے چہرے کے فلک پر شفق پھیلا ہوا ہو۔۔۔اسکے ملائم گال جن میں گہرے ڈمپلز پڑتے تھے، شفق کی لالی میں ڈھلے معلوم ہوتے اور باقی وجود گندمی رنگت میں نہا جاتا۔۔۔

اسکی اسی سترنگی پن کے سبب سب اسے شفق کہہ کر بلایا کرتے تھے۔۔۔

خود اب اس تین فٹ کی میڈم کے دل میں گدگدی ہونے لگی تھی۔۔۔

وہ بیڈ سے نیچے اُتری اور اترتے ہوئے اسکے بازو پر رگڑ کھانے کی وجہ سے ہلکی سی خراشیں آئی تھیں۔۔۔

وہ بیڈروم کے اَدھ کھلے دروازے سے باہر نکلی تو دالان میں ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوچکی تھی۔۔۔
آسمان پر چھائی کالی گھٹائیں کچھ دیر بعد برف پاری ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔۔۔

اور دُرّے میڈم جو کہ مورنی تھی پوری۔۔۔بارش کی دیوانی۔۔۔۔ریمپ واک کرتی دالان میں بنے وسیع مٹی کے احاطے کے گرد لگی پھولوں کی کیاریوں سے چھیڑ خانیاں کرنے پہنچ گ ئی۔۔۔

اور پھر گیلی مٹی میں لوٹ پوٹ ہوکر مستیاں کرنے لگی۔۔۔
برف کے ہلکے ہلکے گالے گرنا شروع ہوچکے تھے۔۔۔۔

شیر شاہ جو فریش ہونے کے بعد سیڑھیوں پر اُتر کر نیچے آرہا تھا،سیڑھیوں سے ہی نیچے نظر آتا یہ نظارہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا اور پھر تیزی سے دو دو سیڑھیاں پھلانگتا دوڑ کر اسکے پاس آیا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔۔"شیر شاہ نے اسے پکارا۔۔شیر شاہ اسے ازل سے رابیل ہی کہا کرتا تھا۔۔ہاں وہ اسکی شیرنی تھی۔۔وہ چاہتا بھی یہی تھا کہ اسکی دُرّے ایسی نڈر اور مضبوط شیرنی ہو جسے کوئی نظر اُٹھا کر دیکھنے کی ہمت کرنے کی جرّات نا کر سکے۔۔۔۔

"شیرو۔۔۔۔۔"ننھی مٹی سے لتھڑی ہتھیلیاں اسکی طرف پھیلا کر وہ جوش سے چیخی۔۔۔

اسکے منہ سے اپنا نام سن کر وہ پل بھر کو تھم سا گیا تھا مگر اگلے ہی پل وہ مہرالنسا٦ کو آوازیں دے رہا تھا۔۔۔

"مما۔۔۔۔ادھر آئیں پلیز۔۔۔۔"وہ بہت کم ہی اس طرح انہیں پکارتا تھا۔۔۔

مہرالنسا٦ اپنے کندھوں کے گرد شال برابر کرتی کچن سے باہر نکلی تو دُرّے کو دیکھ کر سر پکڑ لیا۔۔۔

یہ لڑکی کبھی بھی ایک جگہ ٹک کر بیٹھ ہی نہیں سکتی تھی۔۔۔
پچھلے تین سالوں سے۔۔۔۔جب سے دُرّے نایاب کے حواس کام کرنا شروع ہوگئے تھے،اس نے کبھی مہر کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا تھا۔۔۔

اور جب سے اس نے چلنا شروع کیا تھا۔۔۔تو بس تب سے تو مہر کو پاگل کرکے ہی چھوڑنے کے مشن پر نکل چلی تھی۔۔۔

کبھی کپڑوں کے واشنگ مشین میں گھسنے کی کوشش، کبھی سلائی مشین میں رکھے دھاگے اُلجھانا، کچن میں رکھی ہری مرچوں سے بھری ٹوکری سے مرچ اٹھاکر اپنے اَدھے سے بھی کم نکلے دانتوں سے چبانے کی کوشش، کبھی اگر شومئی قسمت کانچ کی کوئی چیز ہاتھ لگ جائے تو لازمی اس سے والی بال کھیلنا بھلے ہی اپنے ہاتھ زخمی ہوجائے۔۔۔

کبھی سیڑھیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بس گرنے کو ہوتی کہ مہر فوراً پورے گھر میں اسکے پیچھے بھاگتی دوڑتی آکر اسے بروقت سنبھال لیتی۔۔۔
رات کو سوتے وقت بھی انہیں دُرِّے کے چاروں طرف تکیوں سے مضبوط بندھ باندھنے پڑتے ورنہ تو کئی بار وہ نیند میں بھی ہاتھ پیر چلاتے بیڈ سے گرتے گرتے اور اپنی ہڈیاں تڑوانے سے بال بال بچی تھی۔۔۔لیکن کبھی بھی۔۔وہ اپنی کسی چوٹ پر روئی نہیں تھی۔۔۔نا کبھی بھوک لگنے کی شکایت کا واویلا مچایا۔۔۔ہر وقت مسکرانا اور کھکھلانا اسکی عادت تھی۔۔۔

یہ تو مودود خان اور خالد خان تھے جو اکثر آکر اس آفت کی پڑیا کو ساتھ گھمانے لے جاتے تو مہر کو سکھ کا سانس نصیب ہوتا۔۔۔

بدر عالم خان بھی اکثر اسے اپنے پاس بٹھا کر کہانیاں سنایا کرتی جو اگرچہ اسکے کچھ خاص پلّے نا پڑتی مگر پھر بھی وہ غور سے سنتی تھی۔۔۔

"شفق۔۔۔ٹھنڈ لگ جائی یگی نا بچے " مہرالنسا٦ خان خفگی سے اسکے پاس آکر اسے گود میں اٹھائے ساتھ شیر شاہ کو بھی اپنے ساتھ لگاتی آتشدان کے سبب کچن کے نرم گرم ماحول میں لے گ ئی۔۔۔

"شیرو! اتنا بھی کیا ڈرنا اس ننھی چڑیل سے ؟مانا کہ شریر ویمپ ہے مگر بندے کو زندہ نگل جانے کیل ئے ابھی اسکا منہ بہت چھوٹا ہے"
مہرالنسا٦ ہمیشہ کی طرح شیر شاہ کی جھجھک محسوس کرکے ہنستے ہوئے بولی تو وہ جھینپ سا گیا۔۔۔

"ارے اس کے تو سارے کپڑے گیلے ہوگ ئے ہیں۔۔۔اک تو اسکا گلا بھی ہر چند منٹ بعد خراب ہونے کو تیار بیٹھا ہوتا ہے اور اوپر سے بخار کو بھی مانو بس موقعہ چاہیے ہوتا ہے اس پر پیار لٹانے کا۔۔۔"
مہرالنسا٦ اپنے ہی دُھن میں شیر شاہ سے کہہ رہی تھیں اور وہ جو خاموشی سے سن رہا تھا یہ سوچ کر ہی کہ دُرّے کا گلا دُکھے یا بخار سے اسکا وجود جلے،وہ مضطرب ہوگیا۔۔۔

مہر دُرّے کے کپڑے بدلوا کر پھر سے جدید اور ٹریڈیشنل طرز کے امتزاج پر بنے کچن میں لے آئی اور شیر شاہ کے قریب نرم منقش خوبصورت کور والی درّی پر بٹھادیا۔۔۔

دو زانوں ہوکر چہرہ جھکائے بیٹھے داہنے ہاتھ کی شہادت والی انگی درّی کے بیل بوٹوں پر پھیرتے خاموش شیر شاہ کا روم روم دُرّے کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا جبکہ وہ ننھی سی باتونی بچی اشتیاق سے اس خاموش اور ریزرو سے لڑکے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

شیر شاہ کا نام مہرالنسا٦ سے پہلی دفعہ سُن کر ہی اسکے زہن میں نقش ہوگیا تھا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔باہر کافی سردی ہے تم دونوں یہیں بیٹھو اور تب تک یہ حلوہ کھاؤ اور اس سیماب(بے چین) کو بھی کھلا کر مشغول رکھو۔۔۔لنچ کا وقت ہونے پر پھر بڑے بابا کے ہاں جائینگے۔۔۔ صحیح۔۔"

مہرالنسا٦ نرمی سے اسے ھدایت کرتی گاجر کے تازہ گرم حلوے کا باؤل اسکے سامنے دسترخوان پر رکھ کر کچن سے باہر اب مہابت خان کے پاس جانے لگی۔۔۔

حلوہ کی خوشبو محسوس کرتے ہی دُرّے اسے گرم گرم ہی ہڑپ کر جانے کیلئے آستین چڑھانے لگی تھی کہ شیر شاہ نے اسکا ارادہ بھانپ کر باؤل میں رکھے چمچ میں تھوڑا سا نکال کر اچھی طرح ٹھنڈا کرتے ہوئے ہاتھ اسکے چھوٹے سے منہ کی طرف بڑھایا تو وہ کھکھلا کر ہنسی اور پوری چمچ نگل گئی۔۔

شیر شاہ جو اسکی خوبصورت شریر ہنسی پر خود بھی مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا اب مصیبت میں پھنس گیا کیونکہ دُرّے چمچ منہ میں دبائے اسکی جان چھوڑنے کو تو بلکل تیار نہیں تھی۔۔۔

یہ تو خیر اُسے اچھو لگا اور چمچ خود بخود ہی منہ کے کھل جانے کے سبب قید سے آزاد ہوا تھا۔۔شیر شاہ جو بے بسی سے اُسے دیکھ رہا تھا اسکے بری طرح کھانسنے پر پریشان سا ہوکر جلدی سے اُٹھا اور کچن میں لگے نل سے گلاس میں پانی بھر کر واپس آتے ہوئے دُرّے کے لبوں سے لگاتے ہوئے اسے آرام سے پانی پلایا۔۔

وہ تھوڑی سنبھلی تو پھر سے شیر شاہ کو دیکھ کر معصومیت بھری شرارت سے مسکرانے لگی۔۔۔

مگر اسکا گلا ٹھیک ٹھاک خراب ہوچکا تھا اور بخار لگ جانے کے سبب اسکا ننھا سا چہرہ بھی سرخ ہورہا تھا۔۔

وہ آکر بے تکلفی سے شیر شاہ کی گود میں بیٹھی اور باؤل ہاتھوں میں اُٹھاتے ہوئے ایک چمچ بھر کر اب شیر شاہ کو کھلانے کے لئے اسکے منہ کی طرف بڑھایا۔۔۔

اسکے یوں اپنے پاس آجانے پر شیر شاہ گڑبڑا گیا۔۔چمچ اسکے ہاتھ سے لیکر دھیرے سے بنا اسے محسوس کروائے اپنی گود سے اتار کر اپنے قریب بٹھایا اور باؤل اسکی گود میں رکھ دیا۔۔۔
چمچ بھی اسکے ہاتھ میں دے دیا جسے وہ باؤل میں چلانے لگی۔۔۔

"مجھے یوں آزمایا مت کرو رابیل۔۔۔۔دور رہا کرو مجھ سے۔۔۔۔"
وہ پندرہ سالہ نو عمر لڑکا اس وقت مدھم آواز میں اس سے کہتے ہوئے ایک سو پچاس سال کا زیرک انسان لگ رہا تھا جسے بخوبی اندازہ تھا کہ لاکھ یہ گھرانہ اسکا بیحد اپنا اور اس پر جان چھڑکتا تھا۔۔کچھ لوگ تو دُرّے نایاب کو اسکی بہن کہتے تھے مگر یہ تو حقیقت تھی نا کہ وہ اسکی بہن نہیں تھی۔۔۔۔
شیر شاہ واقعی اپنے اس نایاب موتی کو کئی دبیز پردوں میں پوشیدہ رکھ کر ہر غیر نگاہ سے اوجھل رکھنا چاہتا تھا بھلے ہی وہ نگاہیں اسکی ہی کیوں نا ہوں۔۔۔

اُسے دُرِّ نایاب کے عقیقے والے دن اسکی چچی اور خالد خان کی اہلیہ صدف خان کی بات آج بھی اچھی طرح یاد تھی جو وہ شائد بدرِ عالم سے کچھ عجیب سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔۔۔

"مہابت خان لالا کے گھر برسوں بعد رحمت تو آگ ئی ہے مگر کہیں کسی معمولی ضرب سے اس آبگینے میں پڑی دراڑ اس پورے خاندان کیلئے ازیت بھری زحمت نا بن جائے۔۔۔"

شیر شاہ کو پتہ تھا کہ صدف کا اشارہ اسکی طرف تھا۔۔۔

"ہمیں اپنے شیرو پر انتہا کا بھروسہ ہے۔۔۔وہ تو بچپن سے ہی اتنا کھرا،نیک سیرت،سچا،باکردار اور باحیا ہے وہ کبھی بھی اس آبگینے پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دے گا اور کبھی اگر کوئی اور ایسا کرنے کی جرّات کا سوچے بھی تو مجھے یقین ہے کہ ہمارا نڈر شیر اسے نسلوں تک یاد رہنے والے انجام تک پہنچادے گا۔۔۔"

یہ بدرِ عالم کے مان بھرے الفاظ تھے۔۔۔

صدف خان۔۔۔دُرّے کی چچی۔۔۔۔جو خود برسوں پہلے سوات میں ہونے والے کسی پرانی خاندانی دُشمنی کی جھڑپ کے زد میں آئے کسی نوجوان کی زندگی کے بازی ہار جانے کے بعد دونوں گروہوں میں صلح کی غرض سے وَنی کے طور پر بیاہ کر یوسفزئی پیلیس آئی تھی۔۔۔۔بُری نہیں تھیں مگر غم و غصے اور بغاوت نے انکا رویّہ منفی بنادیا تھا جسے وہ کبھی کبھار اپنے برتاؤ سے ظاہر کردیا کرتی تھیں حالانکہ ویسے انکا بھی شیر شاہ کیساتھ دوستانہ اور اپنائیت والا رویّہ تھا۔۔۔

کچھ مہابت خان کے چند کزنز بھی کسی ٹیڑھی کھیر جیسی شخصیت کے مالک تھے اسی لئے شیر شاہ کی ذات میں ڈھکی چھپی مداخلت وہ موقعہ ملنے پر لازمی کیا کرتے تھے۔۔۔

کھلے عام وہ کبھی زبان نا کھول پائے کیونکہ ایک طرف مودود خان کی دہشت تھی تو دوسری جانب مہابت خان کا رعب اور دبدبہ۔۔۔

سوچتے سوچتے شیر شاہ کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ کب مہر کچن میں داخل ہوکر دُرّے کو گود میں لیے اب خود میں گم شیر شاہ کے سر پر ہاتھ رکھے اسے آوازیں دے رہی تھیں۔۔۔

"شیرو۔۔۔کیا ہوا بچے طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟اتنے گم سم کیوں؟"
وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں مما۔۔۔چلیں" وہ دھیرے سے بول کر اپنی جگہ سے اُٹھا اور انکے ساتھ ہولیا۔۔۔

ضاد خان کے گھر پر بھی دُرِّے کی اپنی ہم عمر بھتیجی الہام کیساتھ مستیاں جاری تھیں جبکہ شیر شاہ بار بار اسکی خبر گیری کرنے ایک ذرا سی نظر اس کے آس پاس ڈال جاتا کہ کہیں چوٹ نا لگ جائے۔۔۔

مودود خان بھی کافی دیر تک شیر شاہ سے باتیں کرتے رہے۔۔۔شیر شاہ اور دُرّے دونوں ہی انکے بیحد لاڈلے تھے۔۔۔

لنچ اور پھر ڈنر وہیں کرنے کے بعد وہ چاروں واپس آئے تو اس ننھی شریر ویمپ کی کھوجتی نظروں میں سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھتا شیر شاہ آچکا تھا۔۔۔

مہرالنسا٦ اسے بیڈ پر اپنے ساتھ لٹا کر سُلانے لگی۔۔۔کافی پاپڑ بیل کر اسے سلانے میں کامیاب ہوجانے کے بعد وہ اب شیر شاہ کو دیکھنے چلی گ ئی یں۔۔۔

اسکے روم میں جاکر دیکھا تو وہ اور مہابت خان بالکنی میں کھڑے تھوڑا دور نظر آتے رات کے خاموش پُرسکون سے ماحول میں اپنی دُھن میں بہتے دریائے کنہار کو دیکھتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔۔۔

یوسفزئی پیلیس اونچائی پر واقع تھا اور شیر شاہ کا روم بھی ٹاپ فلور پر تھا جس کی وسیع خوبصورت بالکنی سے ناران کا منظر اور دریائے کنہار واضح طور پر نظر آتا تھا۔۔۔

دونوں کو گپ شپ میں مگن پاکر وہ مطمئن ہوتی دھیرے سے واپس اپنے بیڈروم میں آگئی اور دُرّے کو سوتا پاکر سکون کا سانس لیتے ہوئے اسکے قریب بیڈ پر لیٹ گئی۔۔۔

رات کے قریباً تیسرے پہر اچانک دُرّے جاگی تو کمرے میں چھائے ملگجے اندھیرے کو کچھ دیر تک تکتے رہنے کے بعد یونہی بستر سے اترنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے ایک جانب سوئے مہابت خان کے سینے پر چڑھی اور آہستگی بیڈ سے نیچے اُتر گئی بلکہ پھسل گئی۔۔۔

یونہی خوابیدہ سی دُرّے روم میں مدہوش سے لڑکھڑاتی مٹر گشت کرتی کمرے کا دروازہ خاصی دقت کیساتھ کھول کر باہر آئی تو برفیلی خنک ہوا نے اسکا استقبال کیا۔۔۔

اسکے سر میں درد کی شدید ٹھیسیں اُٹھیں تھیں جنہیں وہ نظر انداز کرکے باہر آئی تو باہر کھلے آسمان تلے ہر چیز برف کی چادر اوڑھ چکی تھی۔۔۔

یونہی اسکا دھیان شیر شاہ کے روم کی طرف جاتی سیڑھیوں کی جانب گیا تو وہ قدم قدم چلتی سیڑھیوں کے پاس گئی اور بنا آہٹ پیدا کیے اوپر چلی گئی۔۔۔۔

اوپر لمبی چوڑی راہداری کے اختتام پر بنے لکڑی کے سلائی ڈنگ ڈور جو کہ ٹیرس میں کھلتا تھا، کے پار اسے ٹیرس پر جائے نماز بچھائے انتہائی سکون سے نماز پڑھتا ہوا شیر شاہ نظر آیا تو وہ مبہوت سی ہوکر اسے دیکھنے لگی۔۔۔

یونہی کسی کا قول ہے کہ اگر کسی مرد کا حُسن دیکھنا ہو تو اُسے اس وقت دیکھو جب وہ نماز پڑھ رہا ہو۔۔۔

اور دُرّے نایاب تو جب چند مہینوں کی تھی تب سے ہی اس خاموش پُراسرار سے انسان کی شیدائی تھی۔۔۔ہمیشہ اسکے پاس آنے کی کوشش کرتی مگر وہ اس سے دور رہتا تھا۔۔۔

اس پل اسے نماز پڑھتے دیکھ کر وہ معصوم بچی اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ عشق کے بے رحم نظروں میں آکر اب اس کے مجنوں بناکر روح جلاتی آندھی کے لپیٹ میں آچکی ہے۔۔۔۔

عشق و محبت کی بھول بھلیوں سے انجان وہ بس انجانی سی کشش میں بندھی شیر شاہ کی جانب کینچھ رہی تھی۔۔۔۔

شیر شاہ۔۔۔اسکے تو دل و دماغ ،روح اور جسم کے رواں رواں اور ریشے ریشے پر اس سنہرے سُرخ گھنگریالے بالوں اور فیروزی آنکھوں والی لڑکی کی حکمرانی تھی۔۔۔

خاموش تنہائی یوں نے شیر شاہ کو اپنے رب اور اسکے محبوب اپنے پیارے نبی حضرت مُحمّدؐ ﷺ کے بیحد قریب اور انکے عشق میں مجذوب و مجنوں رکھا تھا۔۔۔
دل جو اس یکتا و بے نظیر ذات کا گھر تھا۔۔۔بھلا اسکی رضا کے بغیر ایک مٹی کے پتلے کا بن سکتا تھا؟۔۔۔یہ اسی کے حکمت کے اسرار تھے جو دلوں کو جہاں مرضی چاہے پھیر دے۔۔۔

وہ تہجد پڑھ کر اب جائے نماز پر دوزانوں بیٹھا تسبیح پر وِرد کررہا تھا۔۔۔اور دُرِّ نایاب منجمد سی کھڑی اسے تک رہی تھی۔۔۔۔

"اللہ اَکبر اللہ اَکبر " جیسے ہی آذانِ فجر کی پہلی صدا بلند ہوئی تو اس پر چھایا کہر پگھلا تھا۔۔۔

وہ خاموشی سے پھر نیچے اُتری اور برآمدے کے ایک جانب بنے واشروم جاکر وضو کیا۔۔۔وہ اکثر مہرالنساء اور بدرِ عالم کو وضو کرتے دیکھتی تو خود بھی انکے ساتھ وضو کرتی اور پھر انکے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھتی۔۔۔

وضو کے بعد وہ پھر سے اوپر گ ئی تو شیر شاہ موجود نہیں تھا۔۔۔وہ اور مہابت خان مسجد میں نماز پڑھنے گ ئے تھے۔۔۔

ٹیرس پر شیر شاہ کا جائے نماز اَدھ مڑا ہوا بچھا تھا۔۔ٹیرس میں ایک طرف رکھے گ ئے لکڑی کے جھولے پر اسکی تسبیح بھی پڑی تھی۔۔۔

دُرِّے نے نماز پڑھی اور پھر جھولے سے تسبیح اُٹھا کر جائے نماز پر ننھی ٹانگیں موڑتی دوزانوں ہو کر بیٹھی اور تسبیح ہاتھ میں لیکر مہر اور مہابت خان کا سکھایا ہوا پہلا کلمہ طیّبہ وِرد کرنے لگی۔۔۔

وہ شریر ضرور تھی مگر دوسرے بچوں کی طرح لااُبالی نہیں تھی۔۔۔انتہائی گہری شخصیت کی مالک وہ بہت جلد سمجھدار ہورہی تھی۔۔۔
تسبیح پڑھتے پڑھتے وہ جائے نماز پر پھر سے سو گ ئی تھی۔۔۔

شیر شاہ مسجد سے واپس آکر اپنی جائے نماز واپس لپیٹ کر اپنی جگہ پر رکھنے وہاں آیا تو جائے نماز پر چہرے کے گرد ننھا دوپٹہ آڑھا ترچھا لپیٹے سوتی دُرّے کو دیکھ کر ششدر سا رہ گیا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"پنجوں کے بل اسکے قریب بیٹھ کر شیر شاہ نے اسے دھیرے سے پکارا تو وہ کسمسا کر جاگتے ہوئے جائے نماز پر سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔۔۔

"یہاں کیوں سو رہی تھی؟ گلا بھی خراب ہے بخار بھی ہے ایسے سردی میں باہر مت نکلا کرو نا رابی۔۔۔"

وہ دھیرے سے بنا اسے دیکھے بولا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"دُرّے نے اسے پکارا۔۔۔وہ متوجہ تو ویسے بھی تھا مگر اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔۔۔

"کیا آپ ہم سے خفا ہیں؟" معصوم سادگی سے پوچھا گیا تو شیر شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔اس غیر متعلقہ سوال اور پھر دُرّے کے منہ سے سننے کی تو اسے بلکل توقع نہیں تھی۔۔۔

"نہیں تو۔۔۔۔میں کیوں خفا ہونے لگا؟" اسنے بھی تعجب سے کہا۔۔۔

"تو پھر آپ ہم سے دور کیوں رہتے ہیں؟۔۔۔اگر ہم نے بدتمیزی کی ہو کبھی تو پکّا والا سوری کرتے ہیں۔۔۔"

دُرّے نے کہتے ہوئے ساتھ میں کان پکڑ لیے۔۔۔

"رابیل۔۔۔اونہوں ایسا کچھ نہیں ہے۔چلو اُٹھو شاباش مما کے پاس جاؤ میڈیسن لو تاکہ ٹھیک ہو جاؤ فٹا فٹ۔۔۔"

نفی میں سر جھٹکتے وہ بولا۔۔۔

تو پھر آپ ہمارے بیسٹ فرینڈ بنیں گے؟ اک اُمید سے پوچھا گیا۔۔۔

"اک شرط پر۔۔۔مجھے شیر شاہ نہیں کہو گی تم۔۔۔"

خاموشی سے چند پل اسے دیکھتے رہنے کے بعد شیر شاہ نے کہا۔۔۔

"تو پھر کیا کہیں گے؟" حیرت سے پوچھا گیا۔

"لالا۔۔۔۔کہو گی۔۔۔"اور شیر شاہ کی فرمائش پہ دُرّے نے غیر دانستہ طور پر بے ساختہ اسے گھورا۔۔جائے نماز لپیٹ کر جھولے پر رکھا اور ٹیرس کے ریلنگ کے قریب کھڑی ہو گئی۔۔۔

برفیلی ہوائیں اسکے چہرے سے ٹکرانے لگیں تو سر کا درد مزید بڑھ گیا۔۔۔

بیچ میں دو تین بار وہ کھانسی بھی اور دل شیر شاہ کا کٹا تھا۔۔۔

وہ دھیرے سے اسکے پاس گیا اور اسکے ساتھ کھڑا ہو گیا۔۔۔

قد میں وہ اس سے کافی لمبا تھا اتنا کہ وہ بمشکل اسکی ٹانگ برابر تھی۔۔۔

"آپ کو ہم اچھے نہیں لگتے نا کیونکہ پہلے مما بابا صرف آپ سے پیار کرتے تھے اور اب ہم دونوں سے۔۔۔"
اسکے عجیب سے لاجک پر شیر شاہ ذرا کی ذرا مسکرایا تھا۔۔۔

"ہم آپکو اکثر تنگ کرتے رہتے ہیں، کبھی پڑھنے نہیں دیتے کبھی کھانے میں پریشان کرتے ہیں۔۔۔آپ ہم سے خفا ہے تو ہم سے فرینڈ شپ نہیں کرنا چاہتے"
وہ شکوہ کر رہی تھی۔۔۔

"میں نے کب کہا میں فرینڈ شپ نہیں کر رہا؟ تم لالا کہو تو پھر دوست بنیں گے"

"حمزہ لالا بھی تو آپکے دوست ہیں۔۔۔اور پھر ارحم لالا وغیرہ سب تو کیا وہ آپکو لالا کہتے ہیں؟ نہیں نا تو پھر میں کیوں کہوں۔۔۔ویسے بھی آپ میرے لالا نہیں ہو۔۔۔"

اسکی آخری بات پر شیر شاہ کا دل درد میں پرو گیا تھا۔۔۔کیا وہ اسکا اصل جانتی تھی؟کیا وہ اسے غیر سمجھتی تھی؟

"وہ سب میرے ہم عمر ہیں اسلیے اور میں لالا نہیں تو پھر کیا ہوں آپکا؟"
خاموش سے خفا انداز میں پوچھا گیا تو دُرّے نے اسے اشارے سے اپنی طرف جھکنے کا اشارہ کیا۔۔۔

وہ جھکنے کے بجائے پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا تو دُرّے نے اچانک سے اسکے گلے میں بانہیں حمائل کیں۔۔۔چند ساعت اسکے گلے لگے رہنے کے بعد وہ الگ ہوئی۔۔۔

"بس آپ ہمارے لالا نہیں ہیں۔۔۔"اسکے چوڑے مضبوط ہاتھ پکڑ کر کہتی وہ بھلے ہی اپنے تئیں اپنی بات اسے سمجھا نہیں پائی تھی مگر شیر شاہ اسکے اس معصوم سے انداز میں چھپے گہرے مفہوم کو محسوس کر چکا تھا۔۔۔۔۔۔

"اوکے آج سے ہم بیسٹ فرینڈز۔۔۔اب جاؤ مما کے پاس میڈیسن لو ریسٹ کرو تاکہ ٹھیک ہو جاؤ ورنہ پھر میں سچ مچ خفا ہو جاؤ نگا۔۔۔۔"
آہستگی سے اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا تو سر اثبات میں ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔

پیچھے وہ ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گیا۔۔اور آسمان کو دیکھا۔۔۔

یہ کیا ہوتا جارہا تھا اسکے ساتھ؟ شباب میں قدم رکھتا وہ کڑیل جوان آخر اتنا بے بس کیوں ہوجاتا تھا اس بچی کے سامنے؟

یہ بچی دن بدن، لمحہ بہ لمحہ اسکی دیوانگی،اسکا جنون بنتی جارہی تھی۔۔۔۔۔

"اللہ۔۔۔۔۔۔"اک تکلیف بھری مدھم سی پکار اسکے لبوں سے ادا ہوئی تھی۔۔۔

****

(مانِ دلبری)

جھیل سیف الملوک، ناران:

دُرّے نایاب اور شیر شاہ دیگر خاندان کے افراد کے ساتھ سیف الملوک جھیل کی سیر کو آئے تھے۔۔۔

شیر شاہ اور حمزہ جھیل کے کنارے کھڑے باتیں کر رہے تھے جبکہ دُرّے انکے پاس کھڑے مہابت خان کی گود میں موجود تھی۔۔۔

"بابا ہمیں رائیڈ لینی ہے " جھیل کے کنارے قطار در قطار چلتے گھوڑوں کو دیکھ کر دُرّے نے فوراً فرمائش داغی۔۔۔

"شفق گر جاؤ گی بچے۔۔۔۔۔"مہابت خان نرمی سے بولے۔۔۔

"نو بابا نہیں گرینگے پلیز۔۔۔۔۔"وہ منمنائی۔۔۔۔

"ٹھیک ہے جیسے ہماری گڑیا چاہے لیکن بس کچھ وقت کیلئے۔۔۔"
مہابت خان ہار مان کر بولے۔۔۔

دُرّے کو ایک خوبصورت بھورے ریشمی بالوں والے گھوڑے پر بٹھایا گیا۔۔۔اور گھوڑے کی لگام تھام کر مہابت خان اسکے ساتھ چلنے لگے۔۔۔

شیر شاہ اور حمزہ بھی گھوڑے کی دوسری جانب چل رہے تھے۔۔۔

"مہابت خان۔۔۔۔"اچانک سے مہابت خان کو ایک شناسا مسرّت بھری آواز سُنائی دی تو وہ چونک کر پیچھے مڑے۔۔۔

پیچھے انکے دیرینہ دوست اور کلاس فیلو گلریز تھے جو شائد اپنی فیملی کیساتھ ناران کی سیر کو آئے تھے اور کافی وقت بعد اپنے دوست کو دیکھ کر حیرت و انبساط سے انکی جانب بڑھ رہے تھے۔۔۔

"مہابت خان۔۔۔بھئی تم نے تو راہیں بلکل ہی الگ کرلیں نظر ہی نہیں آتے اب ایبٹ آباد کے ہوجانے کے بعد۔۔۔"
گلریز انکے پاس آکر انہیں خود میں بھینچتے ہوئے ہنس کر بولے۔۔۔

"ایسا بھی نہیں ہے ابھی پچھلے مہینے تو اسلام آباد میں ملے تھے نا ایویں تم۔۔۔یہاں آئے ہو اور مجھے خبر بھی نہیں اکیلے ہو؟"

مہابت خان انکا کندھا بے تکلفی سے ٹوک کر بولے۔۔۔

"نہیں بھئی گھر والے ساتھ ہیں۔۔۔اکیلے آسکتا ہوں بھلا؟ قتل ہی نا ہوجاؤں"

گلریز ہنستے ہوئے بولا۔۔۔۔

"بڑے عرصے بعد نظر آئے ہو ہمارے غریب خانے پر۔۔۔بھابھی بچوں کیساتھ باقی دنوں کا قیام ہمارے ہاں ہے تیرا آیا نا سمجھ میں۔۔۔۔"

مہابت خان دھونس جما کر بولے۔۔۔۔

"میں صدقے اپنے اتنے سخی یار نوں۔۔۔۔ضرور آؤ نگا۔ارے تُو اپنی ہی کہے جارہا ہے یہ پری کون ہے؟"

گلریز دُرّے کو دیکھ کر بولے۔۔۔

"یہ دُرِّ نایاب عدن۔۔۔۔ہماری بیٹی،ہمارا بیش قیمت موتی"

مہابت خان پیار سے بیٹی کا گال کھینچ کر بولے۔۔۔

گلریز نے بھی پیار سے دُرّے کے گھنگھریالے ایش ریڈ بلونڈ بال بگاڑ کر اسے پیار کیا۔۔

"ارے شیرو۔۔۔۔آ جا نا لالے چاچو کے پاس"
گلریز کی نظر شیر شاہ پر پڑی تو مسکرا کر بانہیں پھیلا دیں۔۔

وہ مسکراتے ہوئے آکر انکے گلے لگ گیا۔۔۔
گلریز حمزہ سے بھی گلے ملے۔۔۔

"یار یہ دونوں تو دنوں میں ہی تگڑا قد نکال کر ہم سے اونچے ہوگئے ہیں ابھی کل ہی تو ہماری گود میں کھیلا کرتے تھے"
گلریز ان پندرہ سالہ لمبے کڑیل جوانوں کو خوشی اور حیرت سے دیکھ کر کہہ رہے تھے۔۔۔

"ہمارے لئے تو آج بھی یہ دونوں وہی چھوٹے چھوٹے گڈے ہیں۔۔۔گود سے اُترے ہیں دل سے نہیں"
مہابت خان پیار سے بیٹے اور بھانجے کو دیکھ کر بولے۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔"دُرّے نے گردن لمبی کرکے اپنے گھوڑے کے قریب کھڑے شیر شاہ کے کان میں سرگوشی کی تو وہ سر پیچھے موڑ کر اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔۔

"بابا تو اپنے بڈی کیساتھ مشغول ہوگ ئے نا اور پھر کہیں گے کہ گھوڑے سے اُترو ٹائم از آف۔۔۔آپ ہمارے بڈی ہو نا پلیز ہمیں اچھی سی رائیڈ دے دیں۔۔۔پھر مما نہیں بیٹھنے دیں گی" وہ معصوم لحاجت سے بولی۔۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔ابھی دے دیں گے نا رائیڈ تھوڑا سا ویٹ کرلو"
شیر شاہ نے اسے ٹالا۔۔۔

"سوچ لیں اگر ہماری رائیڈ ادھوری رہ گ ئی تو پھر آپ کو ہمارے ل ئے گھوڑا بننا پڑے گا رائیڈ دینے کیل ئے۔۔۔پھر کوئی نہیں بہانے چلنے والے۔۔۔۔"
وہ اسے خفیف سی دھمکی دے رہی تھی اور شیر شاہ.... وہ لب بھینچ کر مہابت خان کی طرف مڑا۔۔۔

"بابا آپ دونوں بیٹھیں رابیل کو ہم رائیڈ کروادینگے"
شیر شاہ کی تجویز پر مہابت خان نے دُرّے کو دیکھا تو اسنے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

مہابت خان گھوڑے کی لگام شیر شاہ کو تھما کر گلریز کیساتھ وہاں سے مودود خان کے پاس چلے گ ئے جو ان سے زرا فاصلے پر اوغوز خان کے ہمراہ کھڑے تھے۔۔۔

"ویسے ماننا پڑے گا شیر و شفق کی پاور کو۔۔۔تمہاری تو ایک بھی نہیں چلتی اس کے سامنے۔۔۔۔۔۔" حمزہ نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

"حمزہ۔۔۔۔بچی ہے۔۔۔۔اب ڈانٹ ڈپٹ تو نہیں کرسکتے نا اسکے ساتھ۔۔۔۔ویسے بھی روز روز تو نہیں آتے نا ہم اچھا ہے اسکی وِش پوری ہوجائے رائیڈ لینے کی"
شیر شاہ دھیرے سے بولا۔۔۔

رائیڈ کے دوران گھوڑا پتھریلے راستے پر چلتے ہوئے پیر کے نیچے کوئی سخت نوکیلا پتھر آنے پر لڑکھڑایا تو دُرّے اسکی پشت سے گرنے ہی والی تھی کہ شیر شاہ نے فوراً اسے تھاما۔۔۔

وہ پہلے تو بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیلائے اسے دیکھنے لگی اور پھر کھکھلا کر ہنس دی۔۔۔

محترمہ کو فرق ہی نہیں پڑا تھا اور شیر شاہ کی جان نکل گ ئی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔بس اُتریں نیچے " وہ تو اسے مر کر بھی نہیں ڈانٹ سکتا تھا۔۔بس ذرا سنجیدگی سے کہا۔۔۔

اتنی سی عمر میں بھی دُرّے اسکے مزاج کے بدلتے موسموں کو سمجھنے لگی تھی۔۔۔بنا اصرار کیے اسنے اپنے بازو شیر شاہ کی جانب پھیلائے تو وہ ہلکا سا پیچھے ہٹا اور حمزہ کو اشارہ کیا کہ آکر اسے نیچے اُتارے۔۔۔

حمزہ نے دُرّے کو نیچے اُتارا تو وہ اک خفا سی نظر شیر شاہ پر ڈال کر چہرہ جھکائے مودود خان کے پاس چلی گ ئی۔۔۔

شیر شاہ اسکے چہرے کا بجھ جانا دیکھ کر بے چین ہوا تھا مگر وہ خود پر قابو رکھتے ہوئے خود کو لاپرواہ سا ظاہر کرتے حمزہ کیساتھ کھڑا ہو گیا۔۔۔

دُرّے اب مودود خان کیساتھ جھیل کے کنارے بیٹھی تھی۔۔۔حمزہ اور شیر شاہ بھی کچھ لمحے قبل آکر انکے ساتھ بیٹھ گ ئے تھے۔۔۔خالد خان کا بیٹا اور شیر شاہ کا ہم عمر میران خان بھی انکے ساتھ بیٹھا تھا۔۔۔

میران ابتدا ہی سے دُرّے کو پسند کرتا تھا مگر وہ شیر شاہ کے علاوہ کسی کو لفٹ ہی نہیں کراتی تھی جو اکثر میران کو غصّہ دلا جایا کرتی۔۔۔

مودود خان انہیں شہزادے سیف الملوک اور پری بدرِ جمال کی کہانی سُنا رہے تھے۔۔۔
دُرّے کہانی غور سے سنتے ہوئے گاہے بگاہے شیر شاہ کو بھی دیکھ لیا کرتی تھی۔۔

گھر واپس آنے کے بعد دُرّے شیر شاہ کے ساتھ ہال میں بیٹھی اسکے لیپ ٹاپ پر ٹِنکر بیل کارٹون دیکھ رہی تھی۔۔۔

"شیرو! آپ نے کبھی پریاں دیکھیں ہیں؟" اسنے اچانک خود سے زرا دور صوفے پر بیٹھے بُک پڑھتے شیر شاہ سے پوچھا۔۔۔تو وہ ایک نظر اس پر ڈال کر واپس بک پڑھنے میں مگن ہو گیا۔۔۔

"پریاں نہیں دیکھیں مگر اک چڑیل ضرور دیکھتا ہوں روزانہ"
وہ مسکراہٹ دباکر سنجیدگی سے بولا۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔کون ہے کہاں پر نظر آتی ہے؟"

وہ جوش اور اشتیاق سے اُچھلی۔۔۔۔

"فلحال تو لیپ ٹاپ پر کارٹون دیکھتی نظر آ رہی ہے۔۔۔۔"کتاب کا صفحہ اُلٹتے ہوئے وہ بڑبڑایا مگر دُرّے سُن چکی تھی۔۔۔صوفے کا کشن اُٹھا کر اسنے شیر شاہ کو دے مارا۔۔۔

"خود بھی کونسا انسان ہیں آپ۔۔۔۔بھوت نا ہو تو"

وہ منہ بنا کر بولی تو وہ ہنس پڑا۔۔۔

"شفق آجاؤ بچے بس سوجاؤ۔۔۔۔۔صبح جلدی اُٹھنا ہے نا"

مہرالنسا٦ نے اُسے آواز دی تو وہ لیپ ٹاپ کے سامنے سے اُٹھ کر جاتے ہوئے دوسرا کشن بھی شیر شاہ پر پھینکنا نہیں بھولی تھی۔۔۔

مہابت خان مہرالنسا٦ اور شیر شاہ کو لیکر اسلام آباد کچھ مخصوص قسم کی ویکسینیشن کروانے چلے گۓ تھے جو اس وقت ہر اک پر حکومت کی جانب سے لازمی تھی کیونکہ اک وبائی بخار کے بڑے پیمانے پر پھیلنے کا خدشہ تھا۔۔۔

باقی لوگوں نے چونکہ پہلے کروالی تھی اور مہابت خان ابھی ابھی اپنی مصروفیات سے فارغ ہوئے تھے لہذا مہر ،شیر و اور دُرّے کو لیکر اسلام آباد چلے گ ئے۔۔۔

ویکسینیشن کروانے کے بعد وہ چاروں ایک ریسٹ ہاؤ س میں چلے گ ئے۔۔۔۔
شام کو وہ اسلام آباد گھومنے نکل پڑے۔۔۔۔

مہابت خان چونکہ سال کے ک ئی مہینے گھر سے دور رہتے اسل ئے جب بھی کبھی انہیں موقع ملتا تو گھر والوں کیساتھ بھر پور وقت گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔۔۔۔

دُرّے نایاب عدن جو کہ پہلے بھی فیصل مسجد دیکھ چکی تھی مگر تب وہ بہت چھوٹی تھی۔۔۔۔آج چار سالہ دُرّے کے قدم زمین پر ٹکنے کو تیار نہیں تھے۔۔۔۔

حسبِ دستور شیر شاہ کا ہاتھ تھامے وہ مہر اور مہابت خان سے آگے آگے ننگے پیر مسجد کے فرش پر چل رہی تھی۔۔۔

گرے رنگ کی جینز کیساتھ نیوی بلیو کلر کی لانگ شرٹ کے ہمراہ ایک گرے رنگ کا ہی چھوٹا سا سکارف تھا جو اسکے معصوم سے چہرے کے گرد لپٹا ہوا تھا۔۔۔۔

جب سے وہ خود بولنے اور حرکت کرنے کے قابل ہوگئی تھی تب سے ہی لڑکیوں کے کسی بھی چیز سے اسکی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔۔

وہ ایک ٹام بوائے سی لڑکی تھی جسکے اگر ایش ریڈ بلونڈ گھنگریالے بال جو کہ اب کندھوں تک سٹریٹ اور پھر نیچے نفیس ٹہنیوں کی طرح گھنگریالے ہوکر اسکی کمر پر گرے رہتے،بدرِ عالم نا کٹوانے دیتی تو آج وہ بوائے کٹ میں گھوم رہی ہوتی۔۔۔۔

صبح ہی صبح گھر سے نکلنے سے پہلے وہ شیر شاہ کے پاس آئی تو اس نے ہی وہ سکارف اسے پہنایا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا وہ کسی غیر نگاہ میں آئے۔۔۔

گھر میں بھی اکثر وہ اسے اپنا گلے میں ڈالا چھوٹا سا سٹالر پہنن لینے کی تاکید کرتا رہتا جسے وہ موڈ ہونے پر مان جاتی نہیں تو اَن سُنی کردیتی۔۔۔۔

شیر شاہ کیساتھ چلتے اچانک اُسے کیا سوجھی کہ ہاتھ چھڑا کر ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی نکل بھاگی۔۔۔

شیر شاہ جو ویسے بھی انتہائی تیز رفتار تھا۔۔۔۔اسکے پیچھے بھاگا۔۔۔جبکہ مہر اور مہابت خان ہنستے رہے۔۔۔۔

"یہ دونوں ایک دوسرے کیساتھ کتنے خوش رہتے ہیں نا۔۔۔۔اللہ بد نظروں سے آمان میں رکھے"
مہر نظروں ہی نظروں میں دونوں کی نظر اُتار رہی تھیں۔۔۔۔

"آمین لیکن مہر۔۔۔۔۔۔ڈر لگتا ہے کہ انکی یہ بے پناہ اُنسیت معاشرے کی تنگ نظری کے سبب داغدار نا ہوجائے۔۔۔"
مہابت خان کے لہجے میں خدشات بول رہے تھے۔۔۔

"کیا آپ بھی وہی سوچ رہے ہیں جسکا ڈر میرے دل میں ہے؟"
مہر نے انکی آنکھوں میں دیکھ کر استفسار کیا۔۔۔

"شائد سوچ کی رو اس طرف نا جاتی اگر بار بار احساس نا دلایا جاتا۔۔۔۔تایا جان(ممدوح خان جنکا مودود خان اور انکے گھرانے میں کافی عمل دخل تھا) اور اکثر عارف (مودود خان کے بھتیجے جو اکثر و بیشتر ڈھکے چھپے انداز میں شیر شاہ کی ذات چھیڑا کرتے تھے) باتوں باتوں میں یہ احساس دلا جاتے ہیں کہ شیر شاہ اب بڑا ہوگیا ہے اُسے یوں بے شفق کیساتھ بے تکلف نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔"

مہابت خان دھیرے سے بولے۔۔۔

"صدف بھابھی بھی اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں مگر شفق کے علاوہ تو وہ کسی اور کیا میرے ساتھ بھی بے تکلف نہیں ہوتا، بچپن سے اپنے ایک مضبوط خول میں بند ہے جسکی سخت کھواڑ صرف شفق کھولنا جانتی ہے۔۔۔۔لوگ چاہیں جو بھی کہیں ہمیں اپنے شیرو پر بھروسہ ہے"
مہر کے لہجے میں مان کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔۔۔

دوسری طرف اگر شیر شاہ پھرتیلا تھا تو دُرّے بھی کم نا تھی۔۔۔ تتلی کی طرح قابو میں آتے آتے پھر ریت کی طرح پھسل جاتی۔۔۔

دوڑتے دوڑتے دُرّے مسجد کے احاطے میں گروپ کی شکل میں کھڑے فوٹو سیشن کرواتے لڑکوں میں گھسی اور انکے ساتھ اسکی بھی فوٹو کھنچھ گ ئی۔۔۔

وہ لڑکے اس معصوم بیحد پیاری بچی کو دیکھ کر پہلے حیران ہوئے مگر پھر ہنس پڑے۔۔۔

"رابیل نو۔۔۔۔۔اِدھر آؤ شاباش" شیر شاہ نے اُسے پکارا۔۔۔

شیر شاہ کی آواز پر گروپ ہی میں سے ایک لڑکے نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔۔۔۔

شیر شاہ کے نقوش اُسے بیحد اپنے لگے تھے۔۔۔وہ ہوبہو اسکے بابا کی طرح تھا۔۔۔تو کیا شیر شاہ اسکا برسوں پہلے کھویا ہوا بھائی تھا؟۔۔وہ اُلجھ گیا مگر جلد ہی اس ننھی سی ہرنی کی کھکھلاہٹ پر اپنے ٹرانس سے باہر آیا۔۔۔

اسنے دُرّے کو بازؤوں میں تھام کر اُٹھاتے ہوئے شیر شاہ کو پکڑایا تو شیر شاہ نے بھی قدرے چونک کر اُسے دیکھا،ذہن پر کچھ یاد آنے کا بوجھ پڑا تو سر میں درد کی ٹھیسیں اُٹھیں تھیں۔۔۔

اس لڑکے کو اسنے آرمی برن ہال کالج ایبٹ آباد میں خود سے ایک سال جونئر بیچ میں دیکھا تھا۔۔۔

وہ دُرّے کے اپنا ہاتھ پکڑ کر ہلانے پر اسکی جانب متوجہ ہوا تو سر جھٹک کر لڑکوں کی جانب مسکراہٹ اُچھالتے دُرّے کو اپنے ساتھ لے گیا۔۔۔

فیصل مسجد کے بعد وہ چاروں شاپنگ کرنے نکل گ ئے۔۔۔ایک ہفتے بعد پاڑا چنار میں حمود خان یوسفزئی کے دو پوتوں کی شادی تھی اور انہوں نے سخت تاکید کیساتھ سب کو شرکت کرنے کی دعوت دی تھی۔۔۔۔

دُرّے جسے مہر زبردستی ہاتھ پکڑے مال کے ایک شاپ میں لے گ ئی تاکہ شادی کیل ئے اسکے کچھ کپڑے خرید لیں جس میں دُرّے کو قطعی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔۔۔

اسکی نظر تو دُلہے کیل ئے تیار شیر وانی پر اٹک گ ئی۔۔۔۔۔اب شیر وانی پہننے سے تو رہی اسی ل ئے شیر وانی کیساتھ موجود طرّہ اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ دی۔۔۔

مہر کا اپنا سر پیٹنے کو دل کیا۔۔۔اُنہوں نے دُرّے کو گھورا تو وہ مسکراہٹ دبا کر شیر شاہ کو دیکھنے لگی ۔۔۔

شیر شاہ نے نرمی سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اُسے اپنی شرارتوں سے باز رہنے کی تنبیہہ کی اور اسکے سر سے دستار اُتار کر واپس اپنی جگہ پر رکھا۔۔۔

مہر کو پتہ تھا کہ دُرّے شیر شاہ کی بات آسانی سے مان جاتی ہے اسی لۓ اسکی شاپنگ کی ذمہ داری شیر شاہ کو سونپ دی۔۔۔۔

دُرّے جسکا شادی پر بھی جینز اور لانگ شرٹس پہننے کا تہیّہ تھا۔۔۔۔
شیر شاہ نے اُسکے لۓ گرے اور نیوی بلیو رنگ کے گھیر دار گاؤن سٹائل لہنگے کیساتھ نیوی بلیو رنگ کا نیٹ والا دوپٹہ جسکے کناروں پر خوبصورت گھوٹا لگا ہوا تھا۔۔۔۔مہندی کے فنکشن کیلۓ بھی ڈارک گرین شرٹ کیساتھ بلیک کلر لہنگا جس پر مختلف رنگوں سے دستکاری کی گئی تھی اور تیسرا پیازی رنگ اور بلیک کلر کی لانگ سکرٹ لے لی۔۔۔۔

جوتوں میں بھی اسکے لۓ وتج والے خوبصورت سادہ آرام دہ اور مہندی کے لۓ کھسے خریدے جبکہ جیولری کے نام سے بھی جو لڑکی بھاگتی تھی شیر شاہ کے اپنے لۓ پھولوں والی ہلکی جیولری لینے پر خوشی سے جھوم رہی تھی۔۔۔

مہرالنسا٦ خان نے اپنے شیرو کو شاباشی دی کہ جو کام وہ سارا دن گزر جانے پر بھی کرنے سے قاصر رہتی وہ شیر شاہ نے پندرہ منٹ میں کر دیا۔۔۔۔

واپسی پر وہ چاروں اوغوز خان کے بیحد اصرار پر پشاور میں انکے گھر چلے گۓ۔۔۔۔

دُرّے بہت پُرجوش ہوکر ارجمند یعنی اپنی اکلوتی پھپھو جن سے وہ بیحد اٹیچڈ اور بے تکلف تھی شیر شاہ کے اپنے لئے کی گئی شاپنگ دکھارہی تھی۔۔۔۔اور وہ ہنستے ہوئے شیرو کی بہترین چوائس کو داد بھی دیتی جارہی تھیں۔۔۔۔

حمزہ اور دُرّے سے ایک سال چھوٹا اسکا بھائی ارتضٰی بھی دُرّے کی موج مستیوں میں شریک تھے۔۔۔۔

جبکہ شیر شاہ بُرد بارخاموش سے اس تتلی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔
اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ لاکھ اسکے خود کو دُرّے سے دور رکھنے کے ہزار جتن کرنے کے باوجود وہ کیسے چند دنوں میں ہی اس سے بے انتہا بے تکلف ہوگئی تھی۔۔۔شیر شاہ کے علاوہ وہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی تھی۔۔۔
اور شیر شاہ۔۔۔۔اسے تو تب سے ہی اس کی گویا جان لیوا لت لگ گئی تھی جب وہ محض چند دنوں کی تھی۔۔۔

وہ دونوں اب واقعی بے تکلف دوست بن گئے تھے کیونکہ دونوں ہی ایک دوسرے کے سوا کسی اور کو اپنی ذات میں مداخلت کی کوشش نہیں کرنے دیتے تھے۔۔۔

دُرّے جو بچپن سے اکثر بدرِ عالم اور مودود خان سے رحمان بابا کی شاعری اور انکے قصّے سنا کرتی،رحمان بابا اسکے پسندیدہ شخصیت بن چکے تھے۔۔۔۔

اوغوز خان سے ضد کرکے رحمان بابا کے مزار پر انکے ساتھ چلی گ ئی۔۔۔۔
یہاں آکر اس جگہ کی خاموشی اور تقدس میں اسے بیحد سکون ملا تھا۔۔۔۔

دیواروں پر رحمان بابا کی شاعری کندہ تھی۔۔۔۔۔

دہ رحمان پہ عاشق ئی کے سترگے اُشوے
(رحمان کو عاشقی میں آنکھیں مل گئیں)
سوک چہ وائی عاشق ڑوندي ھغہ خوار شہ
(جو عاشق کو اندھا کہے وہ خوار ہوجائے)"
رحمان بابا

دُرّے کی نظر ایک دیوار پر کندہ شعر پر نظر پڑی تو اٹک سی گ ئی۔۔۔۔ننھے سے ذہن کو اس گہرے شعر کا مطلب تو سمجھ نا آیا مگر وہ شعر اُسے بیحد بھا گیا تھا۔۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"مزار کی خاموشی کے ادب سے دُرّے نے شیر شاہ کو سرگوشی میں پکارا تو وہ متوجہ ہوا۔۔

"ہمیں سمجھادیں یہ جو بابا صاحب نے کہا ہے" دیوار پر کندہ شعر کی جانب اشارہ کرکے دُرّے نے اُس سے کہا۔شیر شاہ نے شعر پر نظر ڈالی تو ساکت سا ہوگیا۔۔یہ شعر تو خود اسکا بھی پسندیدہ تھا تو کیا دُرّے کے دل کو بھی یہ شعر بھا گیا تھا؟ اگر بھایا تو کیوں؟۔۔۔کیا وہ کسی سے مانوس ہورہی تھی؟ کیا وہ شیر شاہ تھا؟

وہ پھر سے بے چین ہوگیا۔۔۔نہیں وہ خود کو اس سے دور رکھے گا بھلے ہی وہ بچی تھی مگر اسکے لئے نا محرم تھی۔۔۔اور زمانے کی تو ہر چیز پر عقابی نظر ہوتی ہے۔۔۔اگر اس کی بے رحم روایات میں اسکی معصوم شیرنی آجاتی تو وہ کیسے سہہ پاتا۔۔۔۔

اسکے اندر کا جنون،وحشت اور دیوانگی اس پورے جہاں کو نظرِ آتش کردیتی گر کوئی اسکے موتی پر اُنگلی اُٹھاتا۔۔۔۔

وہ پھر سے اپنی ذات کو اس سے دور لے جارہا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔بابا صاحب جو کہتے ہیں نا وہ سمجھا نہیں جاتا محسوس کیا جاتا ہے تب جب وہی کیفیت ہم پر وارِد ہوتی ہے۔۔۔ابھی تمہارا دل و دماغ اور روح اس کیفیت کی دُرشتی سہہ جانے کیلئے بہت نازک ہیں۔۔۔۔"

وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔۔۔

جس کیفیت کی وہ بات کررہا تھا وہ تو برسوں قبل دُرّے کی پیدائش سے بھی پہلے اُس پر وارِد ہوچکی تھی اور آج تک اسکی روح کو جلا رہی تھی۔۔۔

"آپ نے کبھی وہ کیفیت محسوس کی؟" دُرّے نے اشتیاق سے پوچھا تو شیر شاہ نے اک کھوئی سی نظر اُس پر ڈال کر کندھے اُچکادیے۔۔۔

وہ اکثر یونہی اسے آزمائش میں ڈال دیا کرتی تھی اور وہ بے بس ہوجاتا۔۔۔۔

"چلیں اب لنچ کیلئے دیر ہورہی ہے" اوغوز خان کی آواز پر وہ دونوں انکی طرف مڑے اور انکے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔۔

پاڑا چنار، کرم ایجنسی:

پاڑا چنار کے خوبصورت علاقے میں واقع مودود خان کے چھوٹے بھائی اور کرم ایجنسی کے سربراہ حمود خان کی حویلی پر جہاں خاندان بھر کے افراد شادی میں شرکت کرنے آئے تھے وہیں حویلی سے باہر وسیع احاطے میں پاڑا چنار کے باشندوں کیلئے کھانے اور لوازمات کے بھر پور انتظامات کیے گئے تھے۔۔۔

دُرِّ نایاب خواتین کے ہجوم اور روایتی پٹھان گیتوں پر رقص سے حسبِ دستور چڑتی اب باہر ہجرے کی طرف شیر شاہ کی تلاش میں بڑھ رہی تھی جب سامنے سے مہابت خان کا بھتیجا اور حمود خان کا پوتا فہد آتا نظر آیا تو وہ فوراً بدک کر واپس جانے لگی۔۔۔

صبح صبح کا منظر نظروں کے سامنے لہرایا جب حمود خان کے بیٹے اور فہد کے تایا جان نصراللہ خان ہمیشہ کی طرح ہنستے ہوئے دُرّے سے کہہ رہے تھے۔۔۔

"شفق تمہیں فہد پسند ہے؟ ہم مہابت خان سے اسکی لاڈلی گڑیا فہد کیلئے اپنے گھر لیکر آئینگے منظور ہے نا؟"

یہ بات صرف نصراللہ خان ہی نہیں فہد کی اکلوتی بہن نیلم ،اسکی کزن صفا اور ہر فرد ہی دُرّے سے کہا کرتا تھا جس سے وہ سخت چڑتی تھی اور جہاں کہیں بھی فہد یا ایسی بات کرنے والا خصوصاً نصراللہ خان نظر آتے تو وہ فوراً راہ بدل لیتی۔۔۔

"شفق تُم یہاں ؟" فہد اُسے دیکھ چکا تھا اسلیے فوراً بولا۔۔۔

اسے بھی گھر والوں کی بات معلوم تھی اور خود اسے بھی دُرّے بہت پسند تھی مگر پھر بھی وہ بیحد نرمی سے اسے بچوں ہی کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔۔۔

"آپ سے مطلب؟" وہ تنک کر بولی تو فہد ہمیشہ کی طرح اسکے خود سے چڑنے پر مسکراہٹ دبا گیا۔۔۔

"مجھے لگا تمہیں کچھ چاہیے تھا۔۔۔۔بتاؤ ابھی لا دیتا ہوں"
وہ خوشدلی سے بولا۔۔۔

"فلحال میں آپکا یہاں سے چلے جانا چاہتی ہوں۔۔۔جائینگے پلیز؟"
رکھائی سے کہا گیا۔۔۔

"یار شفق ہر وقت تو تمہیں مجھ پر غصّہ آیا رہتا ہے۔۔۔بتاؤ میری کوئی بات بری لگی ہے کبھی میں نے ڈانٹا ہے تمہیں؟"

"اس وقت تو مجھے اپنا یہاں آنا ہی بُرا لگ رہا ہے۔۔۔میں جانا چاہو نگی"
وہ تڑخ کر کہتی واپس مڑی۔۔۔۔

عجلت میں ہجرے سے حویلی کی جانب جاتے ہوئے راستے پر بارش کی وجہ سے جمی کیچڑ میں اسکا جوتا پھس گیا تو وہ تپ کر رہ گ ئی۔۔۔

"اک منٹ ہلو مت گر جاؤ گی۔۔۔۔۔میں آزاد کرادیتا ہوں پیر"
اسے اپنے پیر کو کیچڑ سے نکالنے کے جتن دیکھ کر فہد جلدی سے بول کر اسکی طرف بڑھا تھا مگر دُرّے نے سختی سے زور لگا کر اپنا پیر آزاد کیا اور پیر پٹختی وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔

پیچھے فہد ہنستا ہی چلا گیا۔۔۔۔

گھر آکر وہ اپنا جوتا دھونے کے بعد مہرالنسا٦ کے پاس جانے لگی تو صفا اور نیلم نے اُسے جالیا۔۔۔

یوں تو وہ دونوں اس سے یونہی گپ شپ لگا رہی تھیں مگر نیلم پھر بھی بار بار شرارت سے فہد کا ذکر بیچ میں چھیڑ دیتی تھی۔۔۔۔

"نیلو بس چھیڑو نہیں ہماری گڑیا کو ویسے بھی فہد کی بات دادی جان نوراں(کزن) سے طے کر چکی ہیں۔۔۔۔"
اور اس بات پر تو دُرّے نے اک مطمئن سانس لی تھی۔۔

"تو کیا ہوا ہمیں تو شفق پسند ہے ہم اسے فہد کی دوسری دُلہنیا بناکر لے آئی نگے"
نیلم اب اسے چھیڑ رہی تھی۔۔۔

" آپ کروا دینگی اپنے شوہر کی دوسری شادی جو ہم فہد کی دوسری دُلہن بن جائیں؟" دُرّے نے آبرو اُٹھا کر نیلم سے پوچھا۔۔۔

"ہاں شوق سے" وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آرہی تھی۔۔۔

"نیلو تنگ مت کرو نا یار۔۔۔"صفا نے اُسے منع کیا تو نیلم نے ہنستے ہوئے پیار سے دُرّے کو اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

دُرّے جسکی صرف شیر شاہ سے بنتی تھی۔۔۔اسکی نظر اسے ہجوم میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہلکان ہوگئی تھی مگر وہ تو باہر مردان خانے میں حمزہ کیساتھ تھا۔۔۔

جب وہ سات سال کا ہوا تبھی سے وہ حویلی کے اندر آنے سے رُک گیا تھا۔۔
مہندی کی شام کو دُرّے اپنا ڈریس اور جیولری پہنے بال کھولے حویلی کی چھت پر الہام اور اپنی ہم عمر دیگر کزنز کیساتھ ہجرے کے وسیع دالان میں خوبصورت روایتی پٹھان رقص دیکھنے میں مشغول تھی۔۔۔

باقی سب رقص دیکھنے اور وہ شیر شاہ کو تلاشنے میں محو تھی جب وہ اسے ہجرے میں ہی حمزہ ،فہد اور میران وغیرہ کیساتھ نظر آیا۔۔۔

شیر شاہ کی اپنی جانب متوجہ ہونے پر وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلانے لگی۔۔۔

میران کے اوپر یہ منظر دیکھنا ازحد بھاری تھا۔۔جبکہ فہد اسکی معصومیت پر ہنس رہا تھا۔۔

شیر شاہ کو جونہی اندازہ ہوا کہ کچھ دیگر لڑکے بھی اسکے فیروزی آنکھوں والے موتی کو دیکھ رہے ہیں تو اسے سخت برا لگا۔۔۔

اشارے سے اسنے دُرّے کو کندھے پر لٹکایا دوپٹہ سر پر لینے کا کہہ کر وہاں سے ہٹ جانے کا کہا۔۔تو وہ اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے ہٹ گ ئی۔۔۔

مہندی کے بعد بارات میں بھی شیر شاہ کی نظر چار سالہ دُرّے پر پڑی تو ہٹنا بھول گ ئی۔۔۔۔
گرے اور نیوی بلیو رنگ کے گھیر دار گاؤن سٹائل لہنگے کیساتھ اسنے سفید گلابوں والی ماتھا پٹی،کانوں میں سفید گلابوں کے جھمکے،گلے میں بھی گلابوں ہی کی مالا اور ہاتھوں میں گلابوں کے گجرے پہنے شیر شاہ کی ھدایت کے مطابق سر پر نیٹ کا نیوی بلیو آنچل ڈالے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔۔۔

حویلی کے قد آدم دروازے میں کھڑی دُرّے نے باہر شیر شاہ کو دیکھا تو اسکے لئے باہر آنے لگی مگر شیر شاہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور خود اسکے پاس آیا۔۔

"شیر شاہ آپ کہاں چلے گئے ہیں ہمیں چھوڑ کر۔۔۔ہمیں آپکے ساتھ رہنا ہے بس"

وہ ضدی انداز میں بولی۔۔۔

"رابیل ابھی نہیں گڑیا جب سب مہمان چلے جائیں تو پھر۔۔۔ابھی باہر ہجوم ہے چوٹ لگ سکتی ہے نا"

وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔۔۔

"آپ کے ساتھ ہوتے ہوئے ہمیں کبھی چوٹ لگی ہے؟۔۔۔آپ لگنے ہی نہیں دیتے"

اسکے معصوم سے انداز پر وہ مسکرادیا۔۔۔

اور وہ اسے زخم کھانے سے ہی تو بچانا چاہتا تھا مگر اسے کیسے سمجھاتا۔۔۔

"رابیل۔۔۔ابھی جاؤ اندر مما کے پاس جب مہمان چلے جائینگے نا تو پھر ہم بابا کے ساتھ پاڑا چنار گھومیں گے ٹھیک۔۔۔۔"

وہ اسے بہلانے لگا۔۔۔

"پکّا؟" وہ مشکوک ہوئی تو شیر شاہ نے اسکے سر سے ڈھلکتا دوپٹہ پھر سے سر پر جما کر سر ہلادیا اور وہ مسکراتے ہوئے حویلی کے اندر چلی گ ئی۔۔۔

مہرالنسا٦ نے بڑی مشکل سے اُسے کھانا کھلایا تھا کیونکہ اب تو وہ شیر شاہ کے ہاتھ سے کھانا کھانے کی عادی ہوچکی تھی۔۔۔

بارات کے بعد ولیمہ بھی دھوم دھام سے منایا گیا اور یوں ایک ہفتے تک چلنے والی شادی کی تقریبات اپنے اختتام کو پہنچی۔۔۔

کل مودود خان اور انکی فیملی واپس جارہی تھی۔۔۔حمود خان اپنے بھائیوں ،بیٹوں اور بھتیجوں وغیرہ کیساتھ کرم ایجنسی کے بلند پہاڑیوں کی سیر کو نکل پڑے تو مہابت خان اور شیر شاہ کیساتھ دُرِّے اور الہام بھی چلی گ ئی۔۔۔۔

مردوں کے کاروان میں یوں لڑکیوں کا ہونا کچھ حضرات کو ناگوار تو گزرا مگر خاموش رہے۔۔۔

ایک اونچے پہاڑی ٹیلے پر چڑھ کر شادی کے خوشی میں ہوائی فائرنگ ہونے لگی تو مہابت خان نے بچوں کو اپنے ساتھ لگایا کہ کہیں انہیں چوٹ نا لگ جائے۔۔۔

"شیر شاہ ہمیں سکھادیں نا گنز چلانا۔۔۔۔"دُرّے کو بھاری گنز،گھڑ سواری،سوئی منگ اور ڈرائی یونگ وغیرہ ہی بیحد اچھا لگتا تھا۔۔۔

شیر شاہ ان سارے فنون میں ملکہ رکھتا تھا۔۔۔دُرّے نے اسے یہ سب کرتے دیکھا تھا اور وہ ہمیشہ اس سے یہی فرمائش کرتی تھی کہ وہ اسے بھی یہ سب سکھا دے۔۔۔

"رابیل پہلے بڑی ہوجاؤ تاکہ گن تو اُٹھا سکو پھر سکھا دونگا۔۔۔۔"

شیر شاہ نے ہمیشہ کی طرح اُسے شرطیہ ٹالا۔۔۔

"بڑے ہونے پر پھر آپ ہم سے پردہ کریں گے نا جیسے ابھی کرتے ہیں باقی سب سے۔۔۔۔۔پھر تو ہم گھر سے باہر نہیں نکل سکیں گے پھر کیسے سیکھیں گے؟"

وہ جھٹ سے بولی تو پردے والی بات پر شیر شاہ کا منہ ہی کھل گیا۔۔۔

اک ہلکی سی چپت اسکے سر پر رسید کرکے شیر شاہ نے اسے خاموش رہنے کا کہا تو وہ اسے گھور کر چپ ہوگئی۔۔۔

وہاں سے وہ لوگ سخی احمد شاہ ٹاؤن میں موجود دریائے کرم دیکھنے گئے۔۔۔

شیر شاہ کو ہمیشہ کی طرح دریا کا شور پریشان کررہا تھا۔۔وہ دوسروں سے الگ ہوکر دریا سے ذرا دور کھڑا ہوگیا مگر دریا کا شور پھر بھی سر پر سوار رہا۔۔۔

سر میں اُٹھتی شدید ٹھیسوں کے سبب وہ پنجوں کے بل اونچی جگہ پر بیٹھا اور اپنی کنپٹیوں پر انگلیاں رکھ کر دبانے لگا۔۔۔

دریا کے پانی میں ہاتھ چلاتی دُرّے کی نظر اُس پر پڑی تو ٹھٹک کر اسکے پاس آئی۔۔۔

"شیرو کیا ہوا سر میں درد ہے؟ " اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے وہ فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں تم جاؤ بابا کے پاس " وہ دھیرے سے بولا۔۔۔

لیکن اسکی صبیح پیشانی کی پھولتی رگیں دُرّے کے قدم جھکڑے ہوئی تھی۔۔۔
اسنے شیر شاہ کے ہاتھ ہٹا کر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا پورا زور اسکا سر دبانے پہ لگادیا۔۔۔

"رابیل۔۔۔میں ٹھیک ہوں جاؤ تم" ماتھے پر اسکے ہاتھوں کا لمس محسوس کرکے وہ کرنٹ کھاتا پیچھے ہوا اور اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے گھمبیر سنجیدگی سے دُرّے کو بنا دیکھے کہا۔۔۔

وہ کچھ لمحے اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر نم ہوتی آنکھوں سے دوبارہ ٹیلے پر اُتر کر اپنے بابا کے پاس چلی گ ئی۔۔۔

بنا اُسے دیکھے بھی اسکا مغموم ہونا محسوس کرکے شیر شاہ کا دل ڈوبا تھا۔۔۔

کچھ وقت پہلے جو دُرّے ہنستے ہوئے چہک رہی تھی اب بابا کی گود میں انکے کندھے پر سر رکھے خاموش تھی۔۔۔
چار سالہ معصوم دُرّے کا معصوم ذہن سمجھنے سے قاصر تھا کہ شیر شاہ کے رویّے کے پیچھے کیا سبب ہے۔۔۔
کبھی پاس ہوتا ہے اور کبھی صرف ساتھ ہوتا ہے۔۔۔

یہ منظر مودود خان کے بڑے بھائی ممدوح خان، ایک دور اندیش انسان جو کہ زمانے کے دستور و رواج پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے،عارف اور اسکے بھائیوں سمیت کچھ کزنز کی نگاہوں میں کھٹکا تھا۔۔۔

واپس حویلی آجانے کے بعد مودود خان اور انکی فیملی کیلئے الوداعی دعوت کا اہتمام کیا جارہا تھا۔۔۔

دُرِّے خاموش سی یونہی بے دھیانی میں حویلی میں گھومتی عقبی جانب بنے باورچی خانے میں آگ ئی تھی جہاں بڑے بڑے پتیلے اور پریشر کوکر چولہوں پر رکھے ان میں گوشت اور پُلاؤ چڑھایا گیا تھا۔۔

باورچی خانے کا ایک دروازہ سامنے تھا جو کہ حویلی کے برآمدے سے آتی راہداری میں کھلتا تھا جبکہ دوسرا دروازہ عقبی جانب تھا جسکے آگے کھلے احاطے میں چمن بنا ہوا تھا اور اسکے اختتام پر ایک طرف بھینسوں کا باڑا تھا جبکہ دوسری طرف لکڑی کا بڑا دروازہ ہجرے میں کھلتا تھا۔

دُرّے پہلے دروازے سے داخل ہوکر باورچی خانے کے درمیان سے گزرتے دوسرے دروازے کے راستے باہر جارہی تھی کہ اسکے پیچھے شیر شاہ بھی ہجرے میں جانے کیلئے پہلے دروازے سے وہاں داخل ہوا۔۔۔

خواتین ساری حویلی کے دالان میں چارپائیاں بچھائے خوش گپیوں میں مصروف تھیں جبکہ اس طرف کوئی نا تھا۔۔

ابھی شیر شاہ نے دُرّے کو نہیں دیکھا تھا جب اسکی نظر پریشر کوکر پر پڑی جسکی سیٹھی بس باہر نکلنے ہی لگی تھی۔۔

دوسری نظر دُرّے پر پڑتے ہی اسکا دل پاتال میں گرا تھا کیونکہ دُرّے پریشر کوکر سے بس چند قدم کے فاصلے پر ہی آگے بڑھ رہی تھی۔۔

"رابیل۔۔۔۔"وہ چیخ کر اسکی طرف دوڑا اور اسے اپنے داہنے بازو میں سمیٹ کر اُٹھاتے ہوئے کچن کے عقبی جانب والے دروازے سے نکل ہی رہا تھا کہ دو پریشر کوکر ایک ساتھ پھٹے تھے۔۔۔

شیر شاہ جس نے دُرّے کو خود میں چھپا رکھا تھا۔۔۔پریشر کوکر ہوا میں اُڑتے اسکے سر اور کمر پر لگے جبکہ باورچی خانے کے ایک کھڑکی کا شیشہ بھی ٹوٹ کر اس پر آگرا۔۔۔

دُرّے تو بچ گ ئی مگر اسکا بے حال سا خون آلود وجود چہرے کے بل کچی فرش پر گرا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔"دُرّے نے وحشت زدہ سا ہوکر اسے پکارا اور فوراً اسکی جانب بڑھ کر اسے سیدھا کرتے ہوئے اسکا سر اپنی گود میں رکھا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔مما بابا " اسکا چہرہ تھپتپاتے ہوئے وہ چیخنے لگی۔۔۔

شیر شاہ کے کندھوں کے درمیان سے خون بہہ کر اسکی سفید قمیض رنگ چکا تھا۔۔۔

دُرّے نے گلے میں پہنا اپنا دوپٹہ اتارا اور شیر شاہ کی قمیض کے اوپر اسکا زخم باندھا۔۔۔

دھماکے کی تیز آواز کیساتھ اسکی مسلسل چیخ و پکار اور رونے پر جہاں حویلی کے خواتین حواس باختگی سے اس طرف دوڑ کر آئی یں تھیں وہیں ہجرے کا دروازہ بھی تڑاخ سے کھل کر مہابت خان اور عارف وغیرہ اس طرف آئے تھے۔۔۔

" مما بابا شیرو۔۔۔۔"دُرّے نایاب عدن رو رہی تھی۔۔۔

مہابت خان نے جلدی سے شیر شاہ کو اُٹھایا اور حویلی کے اندر لے گ ئے۔۔۔۔
مہرالنسا٦ بھی حواس باختہ سی ہوکر انکے پیچھے گ ئی تھی جبکہ روتی دُرّے کو ارجمند گود میں اُٹھا کر بہلانے لگی۔۔۔

شکر تھا کہ شیر شاہ کو گہری چوٹیں نہیں آئی تھیں اور وہ اگلے دن تک بہتر ہوگیا تھا۔۔۔

شیر شاہ کیل ئے دُرّے کا بلکنا کچھ نظروں سے چھپا نا رہ سکا تھا۔۔۔

پاڑا چنار سے واپس آنے کے بعد دبے لفظوں میں مہابت خان اور مودود خان کو باور کروایا جاچکا تھا کہ شیر شاہ کو اب اپنے اور دُرّے کے بیچ ایک حد رکھنی چاہیے۔۔۔

اوغوز خان خٹک اپنے دوست مودود خان اور بہن بدرِ عالم سمیت سب کو پھر زبردستی اپنے ساتھ پشاور لے گئے کیونکہ جانتے تھے کہ اب کے یہ لوگ گئے تو اک عرصے بعد ہی ملاقات کی کوئی سبیل بن سکتی ہے۔۔۔

مہابت خان جو کہ عارف اور ممدوح خان وغیرہ کی باتوں سے ڈسٹرب تھے۔۔۔اوغوز خان نے بھانجے کی اُلجھن محسوس کرکے اُسے اپنے پاس بٹھا کر پریشانی پوچھی تو انہوں نے اور مہرالنسا٦ نے واضح احوال کہہ سنایا۔۔۔

اوغوز خان نے ایک نظر بدرِ عالم اور قدسیہ خان کے برابر میں بیٹھے مودود خان پر ڈالی تو وہ انکی آنکھوں کے تاثر میں پوشیدہ مفہوم سمجھ گئے تھے کیونکہ خود انکی بھی یہی خواہش تھی۔۔۔

"بیٹے۔۔۔شیر شاہ اور شفق دونوں ہی ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں اور ہمیں بہت عزیز ہیں۔۔۔یہ دونوں ہی اگر نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو ہماری جان سینے میں اٹکنے لگتی ہے۔۔۔دونوں ایک دوسرے سے بیحد مانوس بھی ہیں اور پھر شیر شاہ ہمارے سامنے ایک نایاب ہیرا ہے۔۔۔یقیناً تم دونوں اپنا موتی ایسے ہی کمیاب ہیرے کے سپرد کردینے کے خواہشمند ہونگے تو وہ نادر ہیرا شیر شاہ کیوں نہیں ہوسکتا مہر اور مہابت خان؟"

ماموں کی بات پر مہابت خان نے چونک کر انہیں دیکھا۔۔۔

"ابّا جان صحیح کہہ رہے ہیں۔۔۔شیر شاہ سے بڑھ کر کوئی بھی ہمارے موتی کی قدر نہیں کر سکتا۔۔۔مجھے یقین ہے وہ شفق کے معاملے میں آپ دونوں سے بھی آگے بڑھ جائیگا"
اورہان خان نے بھی والد کی تائید کی۔۔۔

"وہ دونوں ابھی بچے ہیں۔۔۔۔انکا ذہن ان روایات کو کہاں سمجھ سکتا ہے۔۔۔ایسے میں ہم یوں ابھی سے انہیں ان روایات کی پاسداری کی زنجیروں میں بندھ کر مجبور ہوتے ہوئے اس رشتے میں باندھ دے جسے سنبھالنے کیلئے قوت اور صلاحیت کیساتھ خرد کی بھی اشد ضرورت ہے تو دونوں کہیں متاثر نا ہوجائیں"
مہابت خان نے کہا۔۔۔

"شیرو سمجھدار ہے ہم بات کریں گے اس سے اور اگر وہ راضی نہیں ہے تو ہم کوئی پیش رفت نہیں کرینگے اور اگر وہ راضی ہوا تو پھر نیک کام میں دھیری کیسی؟"
مودود خان نے جواب دیا۔۔۔

شیر شاہ جو حمزہ کیساتھ تھا،اوغوز خان اسے اپنے ساتھ لے گ ئے اور انتہائی بہترین انداز میں اس سے اسکی رائے پوچھی۔۔۔

شیر شاہ کچھ وقت خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا،پھر ایک نظر شفق رنگ میں ڈھلتے فلک کو دیکھ کر آنکھوں کے اشارے سے ہاں کردی۔۔۔

دوسری طرف ارجمند نے دُرّے سے باتوں باتوں میں شیر شاہ کے متعلق پوچھا تو وہ یہ جان کر حیران ہی رہ گ ئی کہ وہ چار سالہ ننھی بچی کتنی عقیدت رکھتی تھی شیر شاہ سے۔۔۔

وہ تو الٹا خوشی سے اچھلنے کودنے لگی کہ وہ شیر شاہ کی دُلہن بنے گی۔۔۔

اسی دن مغرب کی نماز کے بعد پشاور کے مہابت خان مسجد میں شیر شاہ اور دُرِّ نایاب عدن کا نکاح ہوگیا تھا۔۔۔

* * * * * * * * * * *

(من روگی)

ناران، مانسہرہ:

بہار کا موسم اپنے جوبن پر تھا۔۔۔ناران کی سرسبز وادی پر برف کی سفید چادر قریباً سِرکتی جارہی تھی۔۔۔

یوسفزئی پیلیس میں دُرّے کی مہر کے ساتھ پکڑم پکڑائی جاری تھی۔۔۔نا خود چین سے بیٹھ رہی تھی نا مہر کو بیٹھنے دے رہی تھی۔۔۔

شیر شاہ اور مہابت خان جو نمازِ فجر کے بعد باہر چہل قدمی کرنے نکلے تھے،گھر کے اندر داخل ہوئے تو مہر سے بھاگتی دُرّے بڑے زوردار انداز میں شیر شاہ سے ٹکرا کر لڑکھڑائی۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔آرام سے چلا کرو نا۔۔۔"شیر شاہ نے اُسے ہلکا سا بازو سے پکڑ کر سنبھالتے ہوئے کہا تو دُرّے نے ایک خاموش سی نظر اُس پر ڈالی۔۔۔

وہ اب جانے کیوں اُس سے جھجھکتی تھی۔۔۔شائد بدرِ عالم کی نصیحتوں کا اثر تھا۔۔۔

پہلے جیسے وہ اُچھلتی کودتی چہکتی مہابت خان کے پاس جاتے ہوئے ساتھ میں شیر شاہ کا منہ چھڑایا کرتی،اب کسی بے آواز ہوا کی طرح اُسکے پاس سے گزر کر مہابت خان کی طرف بڑھی تو انہوں نے اپنی ننھی گڑیا کو گود میں اُٹھا کر ماتھے پر پیار کیا۔۔۔

شیر شاہ مبہم سا مسکراتا مہرالنسا٦ کی طرف بڑھا اور اسکے ساتھ کچن میں جاکر ناشتہ کرنے کیلئے ٹیبل کے دائیں جانب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔

مہابت خان دُرّے کو گود میں اُٹھائے ٹیبل کے سامنے والی سربراہی کرسی پر بیٹھے،ساتھ ہی دُرّے کو بھی گود میں بٹھایا۔۔۔۔

مہر ناشتہ ٹیبل پر سجا کر انکے ساتھ بیٹھی۔۔۔

مہر اور مہابت خان ناشتہ کرنے لگ گئے تھے جبکہ دُرّے یونہی ناشتے کو تکتی رہی۔۔۔

"ادھر آؤ تم ناشتہ ٹھیک سے نہیں کروگی تو پورا دن کیسے گزرے گا۔۔۔۔جاتے ہوئے اپنے ساتھ کچھ سنیکس بھی لے جانا۔۔"

مہرالنسا٦ کی دُرّے پر نظر پڑی تو ذرا خفگی سے کہتے ہوئے مہابت خان کی گود میں بیٹھی دُرّے کی جانب ہاتھ بڑھائے۔۔۔

انہیں دکھانے کیلئے دُرّے نے یونہی گلاس کی جانب ہاتھ بڑھایا تو شیر شاہ نے اس سے پہلے ہی وہ گلاس اُٹھا کر ٹیبل پر پڑے جگ سے اس میں جوس انڈیلا اور دُرّے کی طرف بڑھایا۔۔

بنا کچھ کہے چُپ چاپ دُرّے نے گلاس اسکے ہاتھ سے لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو شیر شاہ نے اسے پلکوں کے اشارے سے اپنے پاس آنے کا کہا۔۔

وہ جانتا تھا کہ دُرّے کو اسکے ہاتھ سے کھانے کی عادت ہے۔۔۔اب وہ اس سے کچھ کہہ نہیں پارہی تھی لیکن شیر شاہ تو ہمیشہ اسکے بغیر کہے ہر چیز سمجھ جاتا تھا۔۔

"شیرو کھلادو اسے اپنے ہاتھ سے ورنہ بھوک ہڑتال کیے بیٹھی رہے گی۔۔۔ایسے نہیں ہوتا نا بیٹا اب آپ ہاسٹل جارہی ہیں اور وہاں ہر کام خود کرتے ہیں۔۔۔"
مہرالنسا٦ نے دُرّے کی مشکل آسان کرتے ہوئے ساتھ ہی نرمی سے سمجھایا۔۔

"شفق بابا کے ہاتھ سے بھی نہیں کھاؤ گی بچے؟"

مہابت خان نے پیار سے اسے خود میں بھینچ کر کہا اور اپنے ہاتھ سے بریڈ پر بٹر لگا کر اسے کھلانے لگے۔۔۔

بریڈ کا بائیٹ لیتے ہوئے اسنے شیر شاہ کو دیکھا تو وہ مسکرادیا۔۔۔

مہابت خان کے ہاتھ سے تھوڑا سا ناشتہ کرکے وہ آہستگی سے انکی گود سے اُتری اور شیر شاہ کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔

شیر شاہ جو خود بس حسبِ ضرورت کھانے کا عادی تھا اپنا ناشتہ ختم کرچکا تھا اسلیے بریڈ اُٹھاکر اس پر بٹر لگایا اور ساتھ میں ٹیبل پر دُرّے کیلئے خصوصی رکھا گیا دودھ کا گلاس بھی اُٹھایا، دُرّے کی طرف مڑا اور اُسے بریڈ کے چھوٹے چھوٹے بائیٹس کھلانے کیساتھ درمیان میں دودھ کا گلاس بھی اس کے لبوں سے لگاتا۔۔۔

شیر شاہ پر اسکی خاموشیاں بہت شاق گزر رہی تھی۔۔۔وہ تو اسے چین سے ایک جگہ بیٹھنے نہیں دیتی تھی اور اب یوں یہ چار سالہ بچی نکاح کے بعد اتنی جلدی سمجھدار ہورہی تھی۔۔۔۔

ناشتے کے بعد مہرالنسا٦ نے خاص تاکید کیساتھ سنیکس کا اک بڑا ٹفن باکس شیر شاہ کے حوالے کیا کہ وہ اور دُرّے لازمی راستے میں کھا لیں۔۔۔

مہرالنسا٦ کے گلے لگ کر دُرّے اب خاموشی سے شیر شاہ کیساتھ جیپ میں بیٹھی تھی۔۔۔۔۔

جیپ قریباً چار گھنٹے بعد ایبٹ آباد کے حدود میں داخل ہوگئی تھی۔۔۔

ایبٹ آباد میں بھی مہابت خان کا گھر موجود تھا۔۔گاڑی گھر پہنچ کر پورچ میں کھڑی ہوئی۔۔۔دُرّے اس سے شائد غنودگی میں جاکر شیر شاہ کے کندھے پر سر رکھے سورہی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔۔۔"شیر شاہ نے دھیرے سے اُسے پکارا مگر وہ شائد اسکی نیند گہری ہوچکی تھی۔۔۔

اب وہ شش و پنج میں پڑگیا تھا۔۔۔۔

"شیرو۔۔۔۔شفق آؤ نا بچے۔۔۔"مہابت خان نے جو جیپ سے اُترے انکے منتظر تھے ،انکی تاخیر پر دونوں کو آواز دی۔۔۔پھر انکی سائیڈ پر آکر دیکھا تو انہیں ہنسی آگئی۔۔۔

شیر شاہ گویا سانس روکے بیٹھا تھا۔۔۔

مہابت خان نے ہاتھ بڑھا کر دُرّے کو گود میں اُٹھا کر اسکا سر اپنے کندھے پر رکھا تب ہی شیر شاہ کی سانس ذرا بحال ہوئی۔۔۔

مہابت خان دُرّے کو لیے شیر شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھے گھر کے اندر چلے گ ئے۔۔۔۔

اگلے دن شیر شاہ آرمی برن ہال کالج کے بوائز سیکشن میں چلا گیا جبکہ دُرّے کا ایڈمشن آرمی برن ہال گرلز کالج ایبٹ آباد میں کردیا گیا۔۔۔

✿✿✿✿

3 years later:

رمضان کا مہینہ چل رہا تھا۔۔۔دُرّے اور شیر شاہ مہابت خان کیساتھ مانسہرہ آئے ہوئے تھے۔۔۔

دنیوی تعلیم کیساتھ دُرّے کو دینی تعلیم بھی بخوبی دی جارہی تھی۔۔۔
گو کہ سب روزے سے تھے مگر سبھی تیاریوں میں مصروف تھے کیونکہ آج نا صرف دُرّے قرآن پاک مکمل ختم کرنے جارہی تھی بلکہ آج اسکی ساتویں سالگرہ بھی تھی۔۔۔

دُرّے سارا دن بدرِ عالم کے ساتھ کبھی نوافل تو کبھی تسبیح پڑھتی رہتی۔۔۔۔
لانگ میرون اور ڈارگ گرین سکرٹ کیساتھ گرین نیٹ کا دوپٹہ اسنے شیر شاہ کے ہاتھوں اپنے معصوم سے چہرے کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔۔۔

شام کو افطاری کے بعد جب ڈیڑھ گھنٹے بعد تراویح پڑھائی گ ئی تو ساتھ ہی دُرّے کے ختم القرآن کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جسکی خوشی میں مہابت خان نے پورے علاقے کے لوگوں کیلئے افطاری اور دیگر لوازمات کا اہتمام کیا تھا۔۔۔

دُرّے کے ختم القرآن کے بعد گھر میں مہابت خان اُسے گود میں اُٹھائے اسے پیار کررہے تھے اور وہ بھی انکے گلے میں بانہیں ڈالے پیار بٹور رہی تھی۔۔۔

اُسکا پسندیدہ بلیک فورسٹ ڈیزرٹ کیک بھی منگوا کر کٹوایا گیا تھا۔۔۔

دُرّے یوسفزئی پیلیس کے ٹیرس پر کھڑی آسمان کی وسعتوں میں مسکراتے ہلال کو دیکھ رہی تھی۔۔۔جب شیر شاہ جو اپنے روم کی طرف آرہا تھا اُس پر نظر پڑتے ہی اسکی طرف آیا۔۔۔
شائد زندگی میں پہلی دفعہ وہ اسکے پاس آیا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔۔۔"شیر شاہ نے مدھم آواز میں اُسے پکارا۔۔۔

"جی۔۔۔"متانت سے جواب آیا تھا۔۔۔۔

اسکی شوخیاں اب شیر شاہ کے سامنے مؤدب ہی رہا کرتی تھیں۔۔۔

"تمہارے لئے میرے پاس ایک تحفہ ہے۔۔۔۔"شیر شاہ نے کچھ توقف کے بعد کہا تو اسنے سوالیہ نظروں سے شیر شاہ کو دیکھا۔۔۔

شیر شاہ نے اپنی جیکٹ کے اندرونی جیب سے ایک سیاہ لمبا پتلا سا باکس نکال کر اسکے سامنے کیا تو دُرّے نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے باکس لیا۔۔۔

"کھول دوں؟" اجازت لینا ضروری گردانا گیا تو شیر شاہ نے ہلکا سا سر کو خم دے کر اجازت دی۔۔

دُرّے نے باکس کھولا تو اسکے اندر ایک سمپل سا پلاٹینم کی چین والا پینڈینٹ تھا جسکے آخری سِرے پر ایک چھوٹا سا حقیقی سیپ موجود تھا۔۔۔

دُرّے اشتیاق سے پینڈینٹ اُٹھا کر اسکے سیپ کو اُنگلیوں میں گھمانے لگی۔۔۔۔

دُرّے نے سیپ کھولا تو اُسکے اندر ایک سیاہ مائل سفید حقیقی موتی موجود تھا۔۔

دُرّے نے موتی دیکھ کر مڑی لمبی پلکیں اُٹھاتے ہوئے شیر شاہ کو دیکھا تو وہ مبہم سا مسکراتے ہوئے پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا اور ہتھیلی اسکے سامنے پھیلا دی تو دُرّے نے موتی چین سمیت اسکی ہتھیلی میں رکھ دیا۔۔

شیر شاہ نے موتی اُنگلیوں میں تھام کر اسے درمیان سے کھولا تو موتی کی اندرونی شفاف جلد پر چاندی کے تاروں سے "کُن فیکون" نہایت دلکشی سے لکھا گیا تھا۔۔

تحیّر و انبساط سے دُرّے منہ کھولے اسکے ہاتھ میں موتی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"بہت بہت بہت پیارا ہے یہ شیر شاہ۔۔پہنا دیں "
وہ خوشی سے چہک کر بولی تو شیر شاہ نے آبرو اُٹھا کر اُسے دیکھا۔۔۔

"خود پہن لو۔۔۔"سنجیدگی سے کہا گیا۔۔

"نہیں آپ پہنائیں۔۔۔"وہ مصر ہوئی۔۔۔

"رابیل۔۔۔زیادہ مشکل کام ہے کیا یہ؟ چلو مما یا دادو کے پاس لے جاؤ وہ پہنا دیں گی۔۔۔"

"نہیں آپ پہنائیں نہیں تو ہم جارہے ہیں۔۔۔نہیں پہننا ہمیں"
وہ خفگی سے کہہ کر جانے لگی تو شیر شاہ اک لمبی سانس کھینچ کر رہ گیا۔۔۔

"گڑیا۔۔۔آجاؤ پہنا دیتا ہوں" اسکے مان جانے پر دُرّے کی آنکھوں میں شریر جگنو چھمکے۔۔۔وہ تیزی سے پلٹ کر اسکے پاس آتے ہوئے اسکے سامنے پشت کرکے کھڑی ہوگئی۔۔۔

شیر شاہ نے سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے پینڈینٹ اسے پہنایا۔۔۔تو وہ پھر سے اسکی طرف مڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔۔

"رابیل۔۔۔جس طرح یہ موتی قیمتی ہے تو پوشیدہ ہے اُسی طرح تم بھی ایک نایاب و نادر موتی ہو۔۔۔اور موتی پوشیدہ ہی اچھے لگتے ہیں۔۔۔اسکے اندر جو نام ہے نا وہ ہمارے رب کی سب سے جدا گانہ صفت ہے یعنی وہ جسے بھی حکم دے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔۔۔زندگی میں صرف وہی اک طاقتور ذات ہی ایسی ہے جو ہماری شہہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔۔۔جب ہماری لبّیک اسکے یا عبادی کے منتظر ہوجاتی ہے نا تب اسکی کُن ہمارا مقدر بن جاتی ہے جیسے کہ اقبال نے فرمایا:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ہماری چاہ اسکی چاہ کے آگے کچھ نہیں۔۔۔لیکن جب ہماری چاہ وہ ہو جو اسکی چاہ ہے تب ہر شے ویسی ہوجاتی ہے جو ہماری چاہ ہے۔رابیل۔۔۔۔!جب بھی کبھی دل رُکتا،اُمید کا ہر در بند ہوتا،اور ذات تاریکیوں میں ڈوبتی محسوس ہو نا تب یہ موتی دل سے لگا کر کہنا ہمارا اللہ ہماری آزمائشِ ملال سے زیادہ بڑا ہے بلکہ ہر شے سے بڑا،جدا و یکتا ہے"

وہ نرمی سے کہہ رہا تھا اور وہ انہماک سے سُن رہی تھی۔۔۔

شیر شاہ اپنی بات مکمل کرکے اب اُٹھنے ہی لگا تھا کہ دُرّے اسکے گلے میں بانہیں حمائل کرکے اُس سے لپٹ گ ئی۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔ہمیں کل سہری کیلئے اُٹھادینگے ؟ اپنا پہلا روزہ رکھنا چاہتے ہیں کل"

دُرّے نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

"تو یہ مکھن سہری کیلئے اُٹھانے کے واسطے لگایا جارہا تھا؟"

شیر شاہ کے مسکراہٹ دبا کر کہنے پر وہ فوراً الگ ہوئی اور اسے گھورا۔۔۔

"رابیل تم ابھی چھوٹی ہو بہت۔۔۔بڑی ہو جاؤ گی تھوڑا سا تب رکھ لینا"

شیر شاہ نے اسے نرمی سے ٹالا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔اسی ل ئے تو باقی کسی سے بھی نہیں کہا کیونکہ وہ فوراً منع کر دیتے۔۔۔اک آپ سے ہی تو کہہ سکتے ہیں اور اب آپ بھی منع کر رہے ہیں؟۔۔۔ٹھیک ہیں نا اُٹھائیں ہم بنا سہری کے روزہ رکھ لیں گے"

وہ روہانسی ہو گئی تھی۔۔۔شیر شاہ پریشان سا ہو گیا۔۔

"رابی۔۔۔۔اِدھر دیکھو" شیر شاہ نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔۔۔دُرّے نے ذرا سی پلکیں اُٹھا کر اُسکی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

"روزہ رکھنا ہے نا یہ تو بتا دو کہ روزہ کشائی میں کیا گفٹ بٹورنا ہے مجھ سے تاکہ ابھی سے میں فرار کی کوئی ترکیب سوچوں"

شیر شاہ نے ہنسی ضبط کر کے کہا تو دُرّے نے ایک مکّا اسکے بازو پر جُڑا۔۔۔وہ الگ بات کہ اس کے فولاد جیسے مضبوط بازو پر اپنا نازک ننھا سا مکّا مارنے پر خود اسکا ہاتھ دُکھا تھا۔۔

شیر شاہ نے اسے اپنا ہاتھ دباتے دیکھا تو دھیرے سے ہاتھ اسکی طرف پھیلایا،دُرّے نے اپنا دُکھتا ہاتھ آگے بڑھایا تو شیر شاہ نے ہلکے سے اسکا ننھا سا ہاتھ اپنے چوڑے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر اپنے ہاتھوں کی گرمائی ش اُسکے ہاتھ کو بخشتے ہوئے ہلکا سا دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔۔۔

دُرّے عجیب سے انداز میں بے ترتیب ہوتے دل کیساتھ اسے مڑ مڑ کر دیکھتی واپس نیچے چلی گ ئی تو وہ بھی ٹیرس سے اپنے روم میں چلا گیا۔۔۔

سہری میں دُرّے کو دیکھ کر مہرالنساء اور مہابت خان نے اسے روزہ رکھنے سے منع کرنے کی اپنی سی کوشش کی مگر وہ مصر رہی اور اگلے دن روزہ رکھ کر ہی دم لیا۔۔۔

شام کو افطاری پر اسکے خوب لاڈ اُٹھائے گ ئے تھے۔۔۔شیر شاہ نے بھی اسے ڈھیروں تحفے لا کر دیے تھے جن میں سے ایک ڈونٹ Donut آئ س کریم کا مہینے بھر کا سٹاک بھی شامل تھا جو دُرّے کا فیورٹ تھا اور اکثر شیر شاہ اور مہر کے دُرّے سے بات منوانے میں یہ آئ س کریم انکے بہت کام آتی تھی۔۔۔

✿✿✿✿

وادی نیلم، آزاد کشمیر:

عید کے چوتھے دن مہابت خان مہر،شیر شاہ اور دُرّے سمیت یوسفزئی پیلیس کے باقی افراد کے ساتھ وادی نیلم میں واقع اپنے فارم ہاؤس گلزارِ یوسفزئی آئے ہوئے تھے۔۔۔

دن بھر وادی نیلم کے مختلف حسین علاقوں کی سیر کرنے کے بعد یوسفزئی خاندان واپس فارم ہاؤس آچکا تھا۔۔۔

مغرب اور عشا٦ کی نماز کے بعد پُرتکلف کھانوں سے لطف اُٹھایا گیا۔۔۔

شیر شاہ جو ہمیشہ ایسی فیملی گیدرنگز سے دور ہی رہتا تھا۔۔مہرالنسا٦ کو اطلاع دے کر باہر نکل گیا اور دُرّے کا تو دوست صرف شیر شاہ ہی تھا۔۔۔
حمزہ کے چھوٹے بھائی حذیفہ کیساتھ کھیل رہی تھی۔۔۔مگر دھیان شیر شاہ کی طرف ہی تھا۔۔۔

جب اُس سے رہا نا گیا تو حذیفہ کو ارجمند کے حوالے کرکے خود دبے قدموں گلزارِ یوسفزئی کے دالان میں بنے فوارے کے پاس سے گزر کر لکڑی کے بڑے دروازے کے پاس آئی تو وہ بند تھا۔۔۔

ذرا سا زور لگا کر کھواڑ کھولتے ہوئے وہ دروازے سے باہر نکل آئی تو رات کے گھمبیر سائے فلک پر پھیلے ہوئے تھے اور باریک ہلال فلک پر بادلوں سے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔۔۔

دُرّے نے پنجوں کے بل ذرا سا اونچا ہوکر نیچے دیکھا تو شیر شاہ اُسے دریائے نیلم کے کنارے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا نظر آیا۔۔۔

دُرّے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے سرسبز سی پہاڑی کو نیچے روڈ تک جانے کیلئے تراش کر بنائی گئے چڑھائی نما راستے سے نیچے آنے لگی۔۔۔

شیر شاہ کا دل و دماغ جو دُرّے کی ہلکی سی جُنبش پر ہاتھ باندھے ہمہ تن بگوش سامع بن جاتا، اس وقت یونہی اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی دُرّے اب اسکے پاس آرہی تھی۔۔۔

شیر شاہ سر نفی میں جھٹک کر اسکی جانب بڑھ ہی رہا تھا جب اُسے روڈ پر تیزی سے بے قابو ہوکر آتی سیاہ جیپ نظر آئی۔۔۔

شیر شاہ کی روح فنا ہونے لگی تھی کیونکہ دُرّے چند لمحے بعد جیپ کی زد میں آنے والی تھی۔۔۔

"رابیل ہٹو وہاں سے۔۔۔۔"شیر شاہ نے چیخ کر کہتے ہوئے اسکی طرف دوڑ لگادی۔۔۔

شیر شاہ جب گلزارِ یوسفزئی سے نکل کر پانی کے شور سے خود کو ملنے والی اذیت سے لڑ کر اُسے شکست دینے کی خاطر دریائے نیلم کے کنارے کھڑا ہونے کیل مئے پُل پر سے گزر رہا تھا تب یہ جیپ کچھ فاصلے سے روڈ پر رُکی ہوئی تھی۔۔۔

اک دو بار اسنے سر موڑ کر دیکھا تب بھی جیپ ہنوز اپنی جگہ پر موجود تھی۔۔شیر شاہ نظر انداز کرکے دوبارہ دریا کے نظارے کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔

لیکن جب اسنے تیسری بار پیچھے مڑ کر دُرّے کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا تبھی اسنے جیپ کے سٹارٹ ہونے کی آواز بھی سُنی۔۔۔

لمحوں میں ہی جیپ نے اپنی رفتار تیز کی اور کسی اندھی آندھی کی طرح آکر دُرّے کو زوردار ٹکر مارتے ہوئے اونچائی سے دریا میں گرادیا۔۔۔۔

"شیر۔۔۔ شش" دُرّے کی آخری آواز اک سسکی میں ڈھل گ ئی تھی۔۔۔
"رابیل۔۔۔۔۔۔"شیر شاہ کے حلق سے اک دلدوز چیخ برآمد ہوئی تھی۔۔۔

بلاشبہ اسکی کئی خوبیوں اور کمالِ فنون میں سے ایک بہترین تیراکی بھی تھی۔۔۔بنا سوچھے سمجھے اسنے دُرّے کے پیچھے پُل سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔۔۔

رات کے وقت پانی کا بہاؤ خاصا تیز ہوگیا تھا۔۔۔جتنا شیر شاہ دُرّے کے پاس جانے کی کوشش کرتا اُتنا ہی پانی دُرّے کو دور لے جارہا تھا۔۔۔

شیر شاہ نے اپنی ساری ہمت مجتمع کرکے بالا آخر دُرّے کی کلائی پکڑ لی اور اسے اپنی طرف کھینچا۔۔۔

دُرّے کو مضبوطی سے تھامے وہ نسبتاً کم بہاؤ والی جگہ تک خود کو پہنچانے کے بعد پانی سے گیلی کیچڑ زدہ مٹی پر پاؤں جما کر پانی میں بُری طرح بھیگا دریا سے باہر نکلا اور دُرّے کو لٹا کر اسکا چہرہ تھپتپانے لگا۔۔۔

"رابیل۔۔۔آنکھیں کھولو چندا" رابیل آج ضدی بنی آنکھیں بند کیے کوئی مومی مجسمہ لگ رہی تھی جسکا چہرہ اور گلا نیلا پڑتا جارہا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔آنکھیں کھولو پلیز بات نہیں مانوگی اپنے بیسٹ فرینڈ کی؟ مجھ سے خفا ہو کسی بات پر میں سوری کرتا ہوں پلیز ایسے ضد مت کرو گڑیا۔۔۔"

زندگی کے اٹھارہ برسوں میں ہوش سنبھالنے کے بعد شائد پہلی مرتبہ اس کڑیل،نڈر،سمندر جیسے دل اور فولادی اعصاب والے انسان کی آواز بھیگ رہی تھی۔۔۔

شیر شاہ کا دل بند ہونے لگا۔۔اسکی رابیل اس سے دور جارہی تھی۔۔۔

اسنے دُرّے کو گود میں اُٹھایا اور گھر کی جانب دوڑ لگادی۔۔۔

"مم۔۔۔مما۔۔۔بب۔۔۔۔بابا۔۔۔ددادو رابیل۔۔۔۔"زندگی میں پہلی بار شیر شاہ کو یوں حواس باختہ ہوکر چیختے ہوئے دیکھنے پر پہلے تو وہ سب حیران ہوئے تھے مگر جب اسکے بازوؤں میں بے ہوش دُرّے کو دیکھا تو سب نے دل پکڑ لیا۔۔۔

مہابت خان نے تیزی سے اسکے پاس آکر دُرّے کو اسکی گود سے لیکر دل سے لگایا۔۔۔

"شفق۔۔۔کیا ہوا ہے اسے" باقی سب بھی ہیجان میں تیزی سے دُرّے کی جانب بڑھے۔۔

شیر شاہ نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں سارا واقعہ مختصراً بیان کیا تو مودود خان کے خوبصورت سُرخ و سفید چہرے کے نقوش بگڑ کر غیض و غضب سے سُرخ ہوگ ئے تھے جبکہ بدرِ عالم خان اور قدسیہ خان کے چہرے پر ہراساں سے تاثرات نظر آئے۔۔۔

وہ جان گ ئے تھے کہ دُرّے کو مارنے کی کوشش انکے دُشمنوں نے ہی کی ہے۔۔۔

مہابت خان عجلت میں شیر شاہ ،مہر اور مودود خان کیساتھ دُرّے کو ہاسپٹل لے گ ئے تھے۔۔۔

دُرّے کے جسم سے سارا پانی نکال کر اسکے بازوؤں اور ایک پنڈلی پر لگی گہری چوٹوں کی مرہم پٹی کے بعد اُسے آئی سی یو میں رکھا گیا کیونکہ اُسکی سانسیں بار بار ٹوٹ رہی تھیں۔۔۔

بہتّر گھنٹے وینٹی لیٹر پر رہنے کے بعد دُرّے کو جنرل روم منتقل کرکے دو دن بعد ڈسچارج کر دیا گیا۔۔۔۔

✿✿✿✿

اپنی لاڈلی پوتی کو گزند پہنچانے کی جرّات کی سزا میں مودود خان اپنے دُشمنوں پر قہر بن کر ٹوٹے تھے جسکے نتیجے میں ک ئی خونریز جھڑپیں ہوئی تھیں۔۔۔

نیز دُرّے کو ٹکر مارنے والی جیپ کے ڈرائیور سمیت دیگر تین افراد کو بھی پکڑ کر مودود خان کے آدمیوں نے انکی کھال اُدھیڑ کر رکھ دی تھی اور پھر انکے زریعے انکے سرپرستوں تک پہنچ کر مودود خان نے انہیں بھی کئی ناقابلِ تلافی نقصانات پہنچائے تھے۔۔۔

انکے وہ تمام سیاسی،قبائلی اور پیشہ ورانہ مخالفین جنکی دُکھتی رگوں پر مہابت خان پیر جمائے بیٹھے تھے۔۔۔دُرّے کے قصورواروں کے جرائم مودود خان کی وساطت سے سرعام بولنے لگے تو انکے گلے گویا پھندوں میں پھنس گئے تھے۔۔۔
مودود خان کی اس جارح مزاجی پر انکے مخالفین خاصے تپے ہوئے بل کھا کر بیٹھے اگلی بار انکی کمر توڑنے کی تگ و دَو میں لگ گئے تھے۔۔۔

دُرّے بیڈ پر سیدھی لیٹی ہوئی تھی جب شیر شاہ روم کے اندر اسکے پاس آیا۔۔۔
دُرّے کے زرد چہرے پر اُسے دیکھ کر نقاہت بھری مسکراہٹ آئی تو شیر شاہ نے تکلیف سے آنکھیں میچیں تھیں۔۔۔

وہ آکر اسکے سرہانے بیٹھ گیا تو وہ خاموشی سے اسکے مغموم چہرے کو تکنے لگی۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔۔۔مجھے ڈونٹ آئی س کریم چاہیے" وہ معصومیت سے بولی تو شیر شاہ کے چہرے پر زخمی سے تاثرات اُبھرے۔۔۔

"پہلے مکمل ٹھیک ہوجاؤ پھر ڈونٹ تو کیا جو چاہیے سب لا کر دونگا"
اسکا سر تھپکتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔۔

دُرّے کیساتھ کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد وہ اُسے آرام سے سوجانے کی تاکید کرتا واپس اپنے روم میں آیا تو اسکی آنکھوں میں تیرتے سُرخ ڈوروں میں غم،غصّہ جانے کون کون سا تاثر عیاں نا تھا۔۔کنپٹیوں کی رگیں پھول کر جیسے پھٹنے کو قریب تھیں۔۔۔دل اور روح عجب سی تپش کی زد میں تھے۔۔۔

رہ رہ کر اُسے جیپ کا بیدردی سے دُرّے کو ٹکر مار کر دریا میں گرانا یاد آرہا تھا۔۔مٹھیاں بھینچے اسکے دل نے اک پکّا عزم کرلیا تھا۔۔۔

✿✿✿✿✿

7 months later:

ناران،مانسہرہ

شیر شاہ آجکل ایبٹ آباد میں اپنے بورڈ ایگزامز دینے میں مصروف تھا۔۔۔
مہابت خان بھی ایوب ٹیچنگ ہاسپٹل میں بطورِ انچارج اپنے فرائض سرانجام دینے کے سبب کافی بزی تھے اور کئی مہینوں تک گھر کا چکر نہیں لگایا تھا۔۔۔

مہرالنساء بھی ہزارہ یونیورسٹی میں ہونے والے ایگزامز کی وجہ سے بزی تھی۔۔۔

صرف دُرّے ہی تھی جو چھٹیوں پر گھر آئی ہوئی تھیں۔۔۔
شیر شاہ کے بغیر وہ بلکل اَدھوری تھی۔۔۔

اکثر بدرِ عالم کے پاس بیٹھی وہ ان سے گزری زندگی کی روداد سُنتی رہتی تھی۔۔۔جن میں سے زیادہ تر مودود خان اور انکے خاندان کے کچھ افراد سے شکوے تھے جو وہ برسوں دل میں دبائے بیٹھی تھیں اور اب پوتی کے ساتھ یہ غم بانٹ رہی تھیں۔۔۔

کبھی دُرّے کی چچا زاد زینب اور دُرّے کے کزن عمر خان کی بیٹی الہام آکر اُسے اپنے ساتھ لے جاتیں۔۔۔

انہی دنوں اوغوز خان مانسہرہ آئے تو دُرّے کو اپنے ساتھ پشاور لے گئے۔۔۔

دُرّے کو تاریخی اور قدیم مقامات دیکھنے کا جنون تھا۔۔۔
اوغوز خان چونکہ ان دنوں فری تھے اسلیے اسے لیکر پشاور کے تاریخی جگہوں کی سیر کو نکل پڑے۔۔۔

شیر شاہ کی جدائی کے سبب مغموم اور بوجھل دل ان جگہوں کے طلسم میں کھو کر کچھ بہل گیا تھا۔۔۔ قصّہ خوانی بازار اور صدر میں نانا کیساتھ پیدل گھومتے وہ بیحد خوش تھی۔۔۔

اوغوز خان ساتھ ساتھ اُسے ہر جگہ کی تاریخ بتاتے جارہے تھے جسے وہ انتہائی انہماک سے مسکراتے ہوئے سُن رہی تھی اور اسکے اس خوبصورت مسکراہٹ کے سمے صبیح چہرے کے سُرخ کشمیری گالوں میں پڑتے گہرے گڑھے اور نایاب فیروزی آنکھوں کے ساتھ کمر پر جھولتے آدھے دوپٹے میں پوشیدہ ایش ریڈ بلونڈ بال جو کندھوں سے نیچے نفیس لٹکتی ٹہنیوں کی طرح گھنگریالے ہوجاتے تھے، پر کوئی بہت بُری طرح اپنا دل و دماغ ہار گیا تھا۔۔۔

وہ دُرّے کے پاس آکر اُسے اپنے ساتھ چُرا کر لے جانا چاہتا تھا مگر جلد ہی وہ اپنے ساتھ موجود نفیس اور باوقار خوبصورت آدمی کا ہاتھ تھامے ایک سیاہ لینڈ کروزر میں بیٹھ کر چلی گ ئی اور ساتھ ہی اسکا دل بھی اپنے قبضے میں کرکے چلی گ ئی۔۔۔

راشد۔۔۔۔اس سیاہ لینڈ کروزر کے پیچھا کرو"

تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ کر اسنے اپنے ڈرائیور سے کہا تو ساتھ ہی اسکے ساتھ موجود متعدد چوکس گارڈز بھی اسکے پیچھے گاڑیوں میں سوار ہوکر اسکی جیپ کے پیچھے روانہ ہوتے ہوئے اوغوز خان کی لینڈ کروزر کا پیچھا کرنے لگے۔۔۔

اوغوز خان کی لینڈ کروزر پشاور کے ایک پوش علاقے میں واقع "خٹک وِلا "کے سامنے جا رُکی اور چند ساعتوں بعد گیٹ کھلنے پر اندر داخل ہوگ ئی۔۔۔

گیٹ بند ہونے سے پہلے اُسنے دُرّے کو گاڑی سے اُترتے دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔۔نظروں کے سامنے وہی گالوں میں پڑتے گہرے گڑھے اور فیروزی آنکھیں آئیں تو پھر سے آنکھیں کھولیں اور مسکرادیا۔۔

"چھوٹے صاحب۔۔۔اس گاڑی یا اس گھر کے کسی فرد نے آپ کو پریشان کیا ہے؟بتائیں ابھی سبق سکھا کر آتے ہیں"

اسکے خاص باڈی گارڈ مبارک خان نے آکر چابگدستی سے کہا تو اسنے اک مُرجھائی سی نظر اس پر ڈالی۔۔۔

"پریشان ہی تو کر رکھا ہے پچھلے کچھ لمحوں سے کسی نے دل کو۔۔۔"

وہ خود سے بڑبڑایا۔۔۔

"جی چھوٹے صاحب؟" مبارک خان سُن نا پایا اسلئے شیشے کے تھوڑا نزدیک آکر پوچھنے لگا۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔پپا فری ہونگے؟مجھے ابھی اسی وقت ان سے ملنا ہے"

اسنے عجلت میں سوال نظر انداز کرکے پوچھا۔۔۔

"چھوٹے صاحب آپ کیلئے تو وہ ہر وقت فری ہوتے ہیں"

مبارک خان سعادتمندی سے دانت نکال کر بولا۔۔۔

"تو پھر ابھی کے ابھی انکی پشاور آمد کا انتظام کرواؤ اور کہنا کچھ پوچھیں نہیں بس ارسلان نے کہا ہے کہ جلد از جلد یہاں پہنچیں"

ملک ارسلان عبّاسی نے تحکم سے کہا تو مبارک خان ادب سے سر ہلا کر ہٹ گیا۔۔۔

"فارم ہاؤس پر چلو" راشد کو بھی حکم ملا تو وہ گاڑی سٹارٹ کرکے فراٹے بھرتی رفتار کیساتھ وہاں سے لے گیا۔

وادئ کمراٹ، دیر:

شیر شاہ کے بورڈ ایگزامز ختم ہونے کے ایک ہفتے بعد جب وہ واپس مانسہرہ آیا تو یوسفزئی فیملی اپنے دوسرے گھر وادی سوات کے علاقے مرغزار چلی گ ئی۔۔۔۔

مودود خان سوات میں بھی سب سے زیادہ جاگیروں کے مالک ہونے کے سبب یہاں بھی اپنا الگ سواگ رکھتے تھے۔۔۔

"مرغزار" میں انکا اپنا سات ایکڑ رقبے پر پھیلا فارم ہاؤس تھا جسے "دبستانِ یوسفزئی" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔۔

مرغزار میں اپنے ایک ہفتے کے قیام کے دوران سب لوگ سوات کے بے نظیر حسین علاقوں کی سیاحت اور روایتی کھانوں سے لطف اندوز ہوئے۔۔۔۔
جسکے بعد اپر دیر میں واقع حسین وادئ کمراٹ کا رُخ کیا گیا۔۔۔

سب ٹولیوں کی شکل میں کمراٹ کے حسین دیودار کے پیڑوں سے بھرے جنگل میں پھر رہے تھے۔۔۔۔

ملک ارسلان عباسی کئی دنوں تک دُرّے کا پیچھا کرتے رہنے کے بعد اب اسکے پیچھے کمراٹ بھی پہنچ گیا تھا۔۔۔۔

ان سے کچھ فاصلے پر خاکی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سیاہ لیدر کی جیکٹ کے کالر چہرے تک اوپر کیے وہ شیر شاہ کے ساتھ چلتی دُرّے سے کچھ فاصلے پر چلتا اسے تکے جارہا تھا۔۔۔

شیر شاہ نے بار ہا اسکی دُرّے کی جانب توجہ محسوس کرکے نظر انداز کی تھی۔۔۔

دُرّے کو اپنی دوسری سائیڈ پر کرکے شیر شاہ خود ارسلان کے سامنے اس طرح چلنے لگا کہ اسکے وجود کے پیچھے دُرّے چھپ گ ئی تھی۔۔۔

ارسلان کے دل میں اک ہوک سی اُٹھی تھی۔۔۔

دیودار کے جنگل میں گھومتے گھومتے اب سب دریائے پنجکوڑہ کے حسین شفاف نیلگوں پانیوں والے دریا کا نظارہ کرنے لگے تھے۔۔۔

اپنے اپنے ذوقِ طبع افراد کیساتھ دریا کے کنارے بیٹھ کر گپ شپ لگائی جانے لگی۔۔۔

شیر شاہ حمزہ کیساتھ بیٹھا تو دُرّے بھی انکے پاس بیٹھ گ ئی۔۔۔
دور کہیں سے ارسلان یہ منظر دیکھ کر دُکھی سا ہوا تھا مگر فلحال تک وہ ان دونوں کو دُرّے کے بھائی ہی سمجھ رہا تھا۔۔۔

"شیرو تم دونوں بیٹھو میں کچھ کھانے کیلئے لے آتا ہوں صیحح"
حمزہ کہہ کر ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔

"رابیل تم مما کے پاس جاؤ میں ذرا دا جان کی بات سُن کر آتا ہوں"
شیر شاہ کو مودود خان نے آواز دی تو اسنے دُرّے کو اُٹھ کر مہر کے پاس جانے کا کہا۔۔۔

"نہیں آپ جائیں ہم یہاں انتظار کرلیں گے"
دریا کے پانی کو دیکھتی وہ مسکرا کر بولی۔۔۔

شیر شاہ کچھ دیر تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد ایک عقابی نگاہ تفصیل سے چاروں طرف ڈال کر مودود خان کے پاس چلا گیا۔۔۔

دُرّے کو اکیلے دیکھ کر ارسلان آہستہ چال چلتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

وہ بس اک بار اُسے براہ راست دیکھ کر اسکی آواز سُننا چاہتا تھا۔۔۔

دریا کے کنارے اُس سے ذرا فاصلے پر کھڑے ہوکر وہ ہمت مجتمع کرنے لگا کہ کیسے اس ننھی سی پری سے بات کرے جس کے پیچھے وہ کئی دن تک خوار ہوتا رہا۔۔۔

نا کھانے پینے کا ہوش،نا سونے جاگنے کا نا کسی سے کوئی بات کرنے نا سُننے کا۔۔۔ارسلان کے والد ملک آصف خان عبّاسی اور اسکے باقی گھر والے اسکی اس جنونیت پر حیران تھے۔۔۔۔

اپنے گھر کا وہ انتہائی لاڈلا بچہ تھا کیونکہ پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔۔۔۔
اسکا باپ پنجاب کی ایک بڑی شخصیت اور ایک وسیع مافیا نیٹ ورک کا سربراہ اک سخت گیر،مغرور سا شخص تھا مگر اپنے بیٹے میں اسکی جان بستی تھی۔۔۔

بہنوں اور والدہ کا بھی وہ آنکھوں کا تارا تھا۔۔۔اتنے لاڈ پیار کے باوجود وہ تھوڑا سا ضدی ضرور تھا مگر خودسر اور بگھڑا ہوا نہیں تھا۔۔۔۔

اپنی بیس برس کی عمر میں طرح طرح کا حُسن اسکی نگاہوں سے گزرا تھا مگر کسی نے بھی یوسفزئی خاندان کے اس نایاب موتی کی طرح بے دھڑک دل میں داخل ہوکر یوں طلاطم برپا نہیں کیا تھا۔۔۔۔

بہت حوصلہ کرکے وہ دُرّے کی جانب مڑا تو پھر سے ہار گیا۔۔۔وہ دریا کے پانی کو دیکھتی کھلاکھلا کر ہنستے ہوئے جوش سے اُچھل رہی تھی۔۔۔۔

"گڑیا۔۔۔۔"اسے اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔۔۔دُرّے کی جلترنگ سی ہنسی اسکی پکار پر تھمی تو اس نے ارسلان کو دیکھا۔۔۔

وہ چند قدم اسکے پاس آکر پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔۔۔

"میں ایک عرصے سے انجانے روگ میں مبتلا ہوں۔کیا دیکھا ہے آپ نے پانی میں مجھے بھی دکھائیں میں دیکھ کر تھوڑا سا ہنس کر اپنے غم کو دبانا چاہتا ہوں"
ارسلان کو خود سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اس ننھی بچی سے کیا کہہ رہا ہے جو حیرت سے اسکی اُلجھی باتیں سُن رہی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"شیر شاہ اسی پل وہاں آیا اور جو ارسلان کو یوں دُرّے کیساتھ دیکھا تو اسکے ماتھے پر بل پڑ گئے۔۔۔

دُرّے اسکی آواز سن کر فوراً چہچہاتی ہوئی اُٹھ کر اسکے پاس گئی۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔آپ دیکھیں ذرا انہیں انکی طبیعت خراب ہے شائد"
شیر شاہ کی شال کا کونا کھینچ کر وہ اسے اس اجنبی کے بارے میں بتا رہی تھی۔۔۔

"آپ جائیں مما کے پاس میں پوچھتا ہوں" دُرّے کے سر سے سرکتے چھوٹے دوپٹے کو اسکے بالوں پر برابر کرتے شیر شاہ نے نرمی سے کہہ کر اُسے مہر کے پاس بھیجا اور پھر کڑے تیوروں کے ساتھ ارسلان کو دیکھا۔۔۔

"جی کہیے ہم آپکی کیا مدد کرسکتے ہیں؟" انداز بے لچک سا تھا۔۔
خود پر گھڑیں شیر شاہ کی سلور گرے آنکھوں کی پُراسرار سے تاثر نے ارسلان کے ریڑھ کی ہڈی میں جانے کیوں اک سنسنی سی دوڑادی۔۔۔

"نہیں بس طبیعت کچھ بوجھل ہورہی تھی یہاں اکیلا ہوں کیا آپ مجھے کمپنی دے سکتے ہیں کچھ وقت کیلئے۔۔۔۔"
ارسلان نے کہا تو شیر شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبائے سر کو اثبات میں ہلکا سا خم دیا۔۔

ارسلان کو پورا وقت بہترین کمپنی دینے کے بعد واپسی میں وہ لوگ اپنے ساتھ مرغزار لے گئے ۔۔۔اسی دوران جب بھی دُرّے شیر شاہ کے پاس آتی تو وہ اسے نرمی سے واپس بھیج دیتا اور وہ منہ بنا کر چلی جاتی۔۔۔

تیسرے دن ارسلان اجازت لیکر واپس لاہور کیلئے روانہ ہوا تھا۔۔

مرغزار میں رہتے انہیں قریباً ایک مہینہ ہوچکا تھا جب ایک دن شام کو ملک آصف عباسی اپنے کچھ دوستوں،دامادوں اور اہلیہ سمیت دو بیٹیوں کیساتھ لاہور سے "دبستانِ یوسفزئی " میں مودود خان سے ملنے آئے۔۔۔

ملک آصف عباسی کی اہلیہ صہبا ملک عباسی بھی مہرالنسا٦ خان سے ملنے آئی تھیں۔۔۔۔
انکی بیٹیاں مشعل ملک اور عشال ملک بھی انکے ہمراہ تھیں۔۔۔

وہ سب دراصل دُرِّ نایاب عدن کو ارسلان کیلئے مانگنے آئے تھے۔۔۔۔

"دیکھیے ہم آپکی خواہش کا احترام کرتے ہیں لیکن دراصل دُرّے کا نکاح بچپن میں ہوچکا ہے۔۔۔۔مزید ابھی وہ صرف سات سال کی ہے اور ہماری اکلوتی بیٹی ہے۔۔۔ہم اسکے بارے میں بیحد حساس ہیں"
مہرالنسا٦ خان نے متانت سے انکو انکار کردیا۔۔۔

صہبا ملک تو خیر پھر بھی مہذب انداز میں بات کو کسی نا کسی طرح منوانے کیلئے جتن کرنے لگیں مگر باہر ہجرے میں براجمان ملک آصف عباسی جنکی اصل شہرت سے مودود خان اچھی طرح واقف تھے۔۔۔اپنے گھمنڈ اور خودسری میں کچھ ایسے آگے نکلے کہ مودود خان کے واضح انکار کرنے پر انکے منہ پر کہا۔۔۔

"ہمارا بیٹا ہمارے دل کا ٹکڑا ہے۔۔۔آپکی پوتی اسے پسند آگئی ہے اور اسے جو بھی پسند آجائے ہم اسکے کہے بغیر اسکے لئے حاضر کردیتے ہیں۔۔۔جلد از جلد اپنی بچی کا ہمارے بیٹے کی منگ بنانے کا انتظام کیجیے ورنہ ہم پھر اسے اپنے طریقے سے ساتھ لے جائینگے"

ملک آصف عباسی شائد مودود خان اور مہابت خان کی شخصیات سے اتنے واقف نا تھے اسی لئے یوں دھڑلے سے یہ بات کہہ دی۔۔۔

مودود خان نے گھما کر ایک زوردار چماٹ انکے منہ پر رسید کرتے ہوئے سُرخ آنکھیں ان پر گاڑھ دیں۔۔۔

"آئندہ تم،تمہارا بیٹا یا تمہارا کوئی بھی آدمی ہماری بیٹی کے ارد گرد نظر آئے تو ایسی جگہ زمین میں زندہ گاڑھ دینگے کہ ڈھونڈنے سے بھی نشان نہیں ملیں گے"

مہابت خان تڑخ کر بولے اور اس عزت افزائی پر تو ملک آصف کے تن بدن میں آگ لگ گ ئی۔۔۔

وہ تن فن کرتا اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے واپس چلا گیا۔۔۔۔

✿✿✿✿

مہابت خان اپنے کچھ ضروری کاموں کی وجہ سے بونیر جارہے تھے اس ل ئے دُرّے،مہر اور شیر شاہ کو بھی ساتھ لے گ ئے۔۔۔

؟

جاتے ہوئے مودود خان نے جدید گنز انکے حوالے کیں اور ک ئی گارڈز انکے ہمراہ روانہ کرکے ضروری ہدایات جن میں ہر پل محتاط رہنے اور اپنا بیحد خیال رکھنے کی تلقین کیساتھ مودود خان اور بدرِ عالم سمیت باقی سب نے بھی انہیں الوداع کہا۔۔۔

بونیر پہنچ کر وہاں کچھ دن گزار کر گھومنے پھرنے اور اپنے کام نبٹا کر واپسی کا سفر شروع کیا گیا۔۔۔

مغرب کی نماز کے کچھ ساعتوں بعد انکی جیپ "درہ کڑاکڑ" پہنچی۔۔۔۔
دُرّے شیر شاہ کے کندھے پر سر رکھے تھکن کے سبب سورہی تھی۔۔۔

دفعتاً شیر شاہ کی چھٹی حس کچھ خطرہ محسوس کر چکی تھی۔۔۔
کچھ اپنی ہائی بیکس کی پچھلی نشستوں پر چوکس بیٹھے اپنے ساتھ موجود متعدد گارڈز کی رائی فلز لوڈ کرنے کی آواز نے بھی اسے مزید چوکنا کر دیا۔۔۔
اپنے سامنے گاڑی کے فرنٹ مِرر سے اسے اپنے پیچھے مسلّح افراد سے بھری تین گاڑیاں آتی نظر آئیں۔۔۔۔

"صاحب جی وہ سامنے۔۔۔۔"ڈرائیور بہادر خان کی تشویش سے بھری آواز سن کر مہابت خان متوجہ ہوئے تو سامنے بھی دو گاڑیوں نے انکا راستہ روک رکھا تھا۔۔۔

اپنی لوڈڈ گنز پر گرفت مضبوط کرکے شیر شاہ،مہابت خان اور بہادر خان گاڑی سے اُترے اور جیپ کے دروازے لاکڈ کر دیے۔۔۔۔
گارڈز نے بھی چاروں طرف سے انہیں اپنے حصار میں لے لیا تھا۔۔۔

"شرافت سے لڑکی ہمارے حوالے کردو ورنہ اِدھر ہی تم سب کو بھون کر اسے لے جائینگے"
ایک نقاب پوش نے کرخت آواز میں مہابت خان کو مخاطب کیا تو انکے نقوش تن گ ئے۔۔۔۔

"میری بیٹی کو ہاتھ لگانے کی ہمت کی تو ہاتھ پیر کٹے ہوئے جائی نگے تمہارے باس کے پاس"
مہابت خان بھی پھنکارے تھے۔۔۔۔

شیر شاہ نے جب اک آدمی کو مہابت خان کی طرف گن تانتے ہوئے دیکھا تو اپنے دونوں ہاتھوں میں گنز پکڑیں اور گارڈز کے حصار کے دائی رے سے بے خوف نکلتے ہوئے چن چن کر اپنے سامنے موجود مخالف آدمیوں کو مفلوج کرنا شروع کر دیا۔۔۔

ہر طرح کی گنز چلانا وہ بچپن سے ہی مودود خان اور مہابت خان سے سیکھتے سیکھتے اب ایک ماہر شارپ شوٹر بن چکا تھا۔۔۔

دوسری جانب مہابت خان اور بہادر خان سمیت گارڈز اور مخالفین کے درمیان بھی فائی رنگ کا تبادلہ ہونے لگا۔۔۔

مہر دُرّے کو اپنے ساتھ لگائے ڈری سہمی بیٹھیں تھیں۔۔۔

لیکن آج شائی د تقدیر کے ارادے کچھ اور تھے۔۔۔

کڑاکڑ درّے کے اوپر موجود سنائی پر والے آدمی نے بے خوف آگے بڑھ کر گولیاں برساتے نڈر شیر شاہ کو نشانہ بنا کر بیک وقت ک ئی گولیاں اسکے جسم میں اُتار دیں۔۔۔

زہریلا سا درد روم روم میں پھیلا تو اپنے سامنے جیپ کے شیشے کے پار پتھرائی نظروں سے خود کو دیکھتی دُرّے پر ایک مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بند ہوتی آنکھیں ٹکائے وہ زمین پر گر کر لھڑکتے ہوئے درّے کی پہاڑی سے نیچے گر گیا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔میرے بچے۔۔۔"مہر چیخی تھیں۔۔۔

شیر شاہ کو گرتے دیکھ گویا مہابت خان کی سانس رُک گ ئی اور اسی نازک لمحے کا فائدہ اُٹھا کر مخالف جانب سے انہیں اور بہادر خان کو گولیوں کا نشانہ بنا کر زمین پر بے سُدھ کر دیا گیا۔۔۔

گارڈز کا درّے کے اوپر موجود آدمیوں نے بیدردی سے گولیاں مار کر گرایا جبکہ جیپ کے شیشے بندوق کی بٹ سے توڑ کر زبردستی لاک توڑے گ ئے۔مہر اور دُرّے کے سر پر بندوق کی زور دار ضرب لگا کر بیہوش کرتے ہوئے انکے ساتھ مہابت خان کو بھی اپنی گاڑیوں میں ڈال کر لے جایا گیا۔۔۔

ابھی ان لوگوں کو گ ئے بمشکل دو منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ مقامی لوگوں سے علاقے میں بھگدڑ کی اطلاع ملنے پر آرمی کی گاڑیاں چشمِ زدن میں وہاں پہنچی تھیں۔۔۔۔

فوجی جوان درّے اور آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے زخمی بہادر خان اور گارڈز کو گاڑیوں میں ڈال کر بہم طبی امداد کیل ئے لے جانے لگے۔کچھ گاڑیاں ان مجرموں کی تلاش میں نکلی تھیں مگر وہ ایسے غائب ہوئے تھے کہ گویا زمین نگل گ ئی یا آسمان کھا گیا تھا۔۔۔۔

* * * * * * * * * *

(تپش)

3 years later:

Raeesani mansion,Bhurban

مری کے خوبصورت علاقے بھوربن میں واقع لگژری اور جدید طرزِ تعمیر والا پانچ ایکڑ کے رقبے پر پھیلا "رئیسانی مینشن" اپنے پورے کروفر کے ساتھ سر اُٹھائے کھڑا اس وقت صبح کے نو بجے بارش کی رِم جھم میں بھیگتا سر مست سا تھا۔۔۔
اس مینشن کو آج تک لوگوں نے رشک بھری نظروں سے صرف باہر ہی سے دیکھا تھا۔۔۔
اندر سے دیکھنے کا آرمان آج تک ہر کوئی دل میں لیے بیٹھا تھا۔۔۔

یورپی انداز اور انفرادیت کا حامل یہ شاہکار فارن انٹیرئر ڈیزائنرز اور انجینئرز کا اک جداگانہ فن پارہ تھا۔۔۔

یہ مینشن جن کی ملکیت تھی انکا شمار صرف ملکی نہیں بلکہ عالمی سطح پر بااثر،معزز اور غیر معمولی شخصیات میں ہوتا تھا۔۔۔

بھوربن میں واقع یہ شاہکار بلوچستان کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے معزز اور مشہور بلوچ رئیسانی قبیلے سے تعلق رکھنے والے انتہائی اثر و رسوخ والے خاندان کے سربراہ نوابزادہ میر عبّاس خان رئیسانی کے بیٹے نوابزادہ میر حیدر کرار خان رئیسانی کی ملکیت تھا جو پاکستان آرمی میں بریگیڈئیر تھے۔۔۔

خاندانی رئیس ہونے کے سبب انکی ملک بھر سمیت بیرون ممالک میں بھی مہنگی اور قیمتی جائیدادیں تھیں مگر پیدائشی طور پر سادگی پسند اور کچھ آرمی کی ٹف لائف کی وجہ سے حیدر رئیسانی ہمیشہ سادگی اپنائے رکھتے تھے۔۔۔
فطرتاً صوفی منش اور درویش سے عبادت گزار بے ضرر اور نایاب شخصیت کے مالک انسان تھے مگر ان کی اس خاموشی سے جانے کتنی طاقتور اور اختیارِ کُل اپنی جاگیر سمجھنے والی ملکی و عالمی شخصیات کتنی دہشت اور رعب میں رہتی تھیں یہ بس گنتی کے چند افراد کو ہی خبر تھی۔۔۔

یوں تو ہر نوع کی تخلیق اس بے مثال یکتا و لاشریک خالق کی لازوال قدرت کا چلتا پھرتا منہ بولتا ثبوت ہے مگر قدرت کے کچھ فن پارے اسکی کبریائی کی عظمت کے نشاں کچھ ایسے انمٹ انداز میں روح پر چھوڑ جاتی ہیں کہ روم روم جسکے اعتراف و ادراک میں اس رب کی مدح سرائی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔۔۔

مصّوری کے انہی فن پاروں میں سے کچھ اشرف المخلوقات یعنی انسان واقعی اس درجے پر پورا اُترتے ہیں۔۔۔۔۔

یہ پُراسرار بندے زمین پر اللہ تعالٰی کی ربوبیت اور قدرت کی طاقت کے جیتے جاگتے عکس بہت کم کسی کے سمجھ میں آتے ہیں اور حیدر کرار سمیت انکی کُل کائنات انکی محبوب شریکِ حیات سیدہ امیرہ زارا حیدر اور دو کڑیل خوبرو بیٹے نوابزادہ میر جبروت خان رئیسانی ،نوابزادہ میر ضبور خان رئیسانی، انکی بھتیجی اور ضبور رئیسانی کی منکوحہ امیرہ ردا خان رئیسانی انہی بندوں میں سے تھے۔۔۔۔

اس وقت مینشن کے اندر صبح صبح ہی تمام ملازمین سٹاف چوکس پھرتی اپنے اپنے اُمور کی سر انجام دہی میں خاصے مگن تھے۔۔۔

مینشن کے ٹاپ فلور پر بنے ماسٹر لگژری بیڈروم میں وہ اس وقت کھڑا بالکنی سے برستے ساون کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

سیاہ شلوار قمیض پر بادامی رنگ کی مردانہ شال نفاست سے کندھوں پر ڈالے،دودھیا بے داغ شفاف پیروں میں پشاوری چپل پہنے ،سینے پر ہاتھ باندھے وہ بے انتہا مردانہ وجاہت کا حامل شخص سپاٹ نظروں سے سامنے سیاہ گھٹاؤں سے بھرے فلک کو گھور رہا تھا۔۔۔

آنکھوں میں سرد زخمی سے تاثرات تھے۔۔۔خوبصورت نقوش تنے ہوئے تھے۔۔۔

اپنے بیڈروم کا دروازہ کھلنے اور کسی کا اندر داخل ہونا محسوس کرکے بھی وہ نہیں مڑا تھا۔۔۔
ضبور خان اپنے بڑے بھائی اور اپنے کُل جہان جبروت رئیسانی کے روم میں داخل ہوا تو حسبِ دستور اسے بارش کو بے تاثر نگاہوں سے تکتے ہوئے پایا۔۔۔

ستمبر کے مہینے میں بھورپن میں بارشیں اکثر زور پکڑ لیا کرتی تھیں۔۔۔۔یہ خاموش اور گہرے سمندر جیسا انسان ہمیشہ ہی ان برستی بوندوں کو دیکھ کر یونہی بے آرام ہوجایا کرتا تھا۔۔۔

ضبور آہستگی سے چلتا اسکے پاس آیا اور بالکنی میں کھلنے والے سلائیڈنگ گلاس ڈور سے ٹیک لگا کر بازو سینے پر باندھتے ہوئے اپنے بھائی کے چہرے پر غیر محسوس مگر انتہا کا کرب دیکھنے لگا۔۔۔

"جاہ۔۔۔۔مام اور بابا جان ویٹ کررہے ہیں۔۔۔آکر بریک فاسٹ کرلو۔۔۔کیوں دیکھتے ہو یہ بارشیں گر جو اتنی اذیت ملتی ہے تو؟"
ضبور نے اسکے چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔۔۔جبروت نے کچھ لمحے اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپتپایا اور اسکے ساتھ روم سے باہر جانے کیلئے دروازے کی جانب بڑھا۔۔۔

✿✿✿✿

:Colombo,Sri lanka

سری لنکا کے دار لحکومت کولمبو میں واقع ایک لگژری مینشن کے ایک وسیع بیڈروم میں اس وقت ملک آصف عبّاسی اور صہبا عبّاسی بیڈ پر سوئے ارسلان کے سرہانے کھڑے تھے۔۔۔

صہبا عبّاسی کے چہرے پر اکلوتے بیٹے کی تکلیف کی وجہ سے تفکّر کے اثرات تھے۔۔۔جبکہ آصف عبّاسی کے چہرے پر نخوت اور غصّہ تھا۔۔۔اُس لڑکی کے لئے جس کے پیچھے ارسلان اتنا دیوانہ ہو چلا تھا کہ اسکے غم نے ارسلان کے دل میں برسوں سے خاموش روگ کو ایک بار پھر چیخ و پکار پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

ارسلان عبّاسی کے دل میں پیدائی شی طور پر سوراخ تھے۔۔۔بہتیریں علاج و معالجہ نے ہی اسے اتنا سنبھال رکھا تھا اور پھر اسنے دُرّے نایاب عدن کو دیکھا تو اپنی اذیت بھول کر پھر سے جینے لگا تھا۔۔۔

تین سال پہلے مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان کی گاڑی پر حملہ،شیر شاہ کو گولیاں مار کر مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان کو غائب کروانے اور دُرّے کو اغوا کرنے میں اگر چہ متعدد شخصیات کا ہاتھ تھا جن میں سے ایک ملک آصف عبّاسی بھی تھے۔۔۔۔

دُرّے کے ذریعے وہ جہاں مودود خان کو توڑ دینا چاہتے تھے اور دُرّے کو زبردستی اپنے بیٹے کی جھولی میں ڈال دینے کے خواہاں تھے وہیں اندر کہیں گہرائیوں میں اس بچی نے انکا دل بھی کہی بے چین کیا تھا۔۔۔

صرف وہ ہی نہیں انکے داماد بھی دُرّے کو دیکھ کر دل ہارے تھے۔۔۔۔
واحد ارسلان تھا جو صرف دُرّے کے اغوا اور اسکی سری لنکا منتقلی کے پورے ایک مہینے بعد اسکے پاس آیا تھا۔۔۔۔

دُرّے کو ملک آصف عبّاسی نے اس مینشن کے ہی ایک انڈر گراؤنڈ غار نما بیسمنٹ میں رکھا ہوا تھا جو خود اک چھوٹے سے گھر کے مثل تھا۔۔۔

دُرّے اسی غار نما تہہ خانے کے ایک فرنشڈ اور نفاست سے سجے گہرے ماحول والے بیڈروم میں تھی۔۔۔۔

کمرے میں ہمہ وقت بس انہی ملگجی تاریکیوں کا بسیرا ہوا کرتا تھا۔۔۔

روشندان بھی کہیں بہت اونچی جگہ تھا جہاں سے صرف برائے نام مدھم روشنی اندر آتی اس کمرے کو روشن کرنے میں ناکام رہتی تھی۔۔۔۔

ارسلان کو ایک مہینے تک اس سارے معاملے سے بے خبر رکھا گیا تھا اور جب اسنے صہبا اور آصف کو اس بارے میں بات کرتے ہوئے سنا تو فوراً دُرّے کی نگرانی پر مامور خصوصی ملازمین سے اسکا پوچھ کر اسکے پاس آیا تھا۔۔۔

اپنے باپ کا یوں اس بچی کیساتھ زبردستی کرنا اسے سخت ناگوار گزرا۔۔

وہ جب دُرّے سے ملنے آرہا تھا تو اک نہایت سُریلی مگر رنج و اذیت سے بھرپور پُرسوز آواز میں اک اجنبی زبان جو کہ اسکی سمجھ میں نہیں آرہی تھی،کی ایک غزل نے اسکے قدم جھکڑ لیے۔۔۔

وہ اپنی جگہ ساکت و جامد سا کھڑا تھا جب انکی ایک پُرانی ملازمہ امینہ بی بی جو دُرّے کو کھانا دینے آتی تھی، کھانے سے سجی ٹرے تھامے اس طرف آئی تو ارسلان کو ایسے دیکھ کر کچھ پریشان سی اس کے پاس آئی۔۔

"چھوٹے صاحب آپ یہاں؟" کچھ ڈرتے ڈرتے اسنے پوچھا۔۔۔

"یہ آواز اس پری کی ہے نا؟یہ کوئی ل کیا کہہ رہی ہے مجھے سمجھادیں پلیز"
ارسلان بے خود سا امینہ بی بی سے کہہ رہا تھا۔۔۔
امینہ بی بی قبائی لی پٹھان تھی اور پشتو بول اور سمجھ سکتی تھی۔۔۔

جو غزل دُرّے گارہی تھی۔۔۔اسکی آواز کا درد محسوس کرکے امینہ بی بی کی آنکھیں بے اختیار چھلکنے لگیں۔۔۔

"چھوٹے صاحب یہ پشتو کی ایک غزل گارہی ہے۔۔۔۔"
امینہ بی بی کی آواز بھرا گئی تھی۔۔۔۔

" زہ چی کلہ مڑ شمہ تورے جامے واغوندہ
(جب میں مرجاؤں تو کالے کپڑے پہن لینا)

راشہ پہ سلگوں سلگوں آخری دیدن بہ وی
(ہچکیوں کے ساتھ آنا آخری دیدار ہوگا)

سر تہ راسرہ کینہ خپل می پہ مرگون باندے
(میری سرہانے بیٹھ میری موت کے وقت)

بیا بہ می او نہ وینے ٹول عمر جوندون باندے
(پھر مجھے نہیں دیکھ پاؤ گے ساری عمر جیون میں)

سوک بہ مخ او سر وہی سوک ولاڑ غمژن بہ وی
(کوئی چہرہ اور سر پیٹے گا کوئی غمگین کھڑا ہو گا)

ٹول بہ وی یاران یاران زہ بہ پکے نا یمہ
(سارے یار دوست ہونگے میں نہیں ہوں گا)

کور بہ وی لحد زما ھلتہ بہ اودہ یمہ
(لحد میرا گھر ہو گا وہاں سویا ہوں گا)

زہ بہ تری نہ لاڑ شمہ دا کلے وطن بہ وی

(میں چلا جاؤں گا یہی گاؤں یہی وطن ہو گا)

راشہ دا وفا پہ خیال تا پسے ژڑی گمہ
(آجاؤ وفا کے خیال سے تمہارے لئے رورہا ہوں)

پس دہ مرگہ بیا بہ سہ تاتہ زہ یادیگمہ
(بعد از مرگ پھر کہاں تمہیں یاد آؤں گا)

بیا بہ عمر چرتہ وی خاورو کے دفن بہ وی
(پھر زندگی اور عمر کہاں ہوگی،مٹی میں دفن ہوگی)

راشہ پہ سلگوں سلگوں آخری دیدن بہ وی
(آجاؤ ہچکیوں کے ساتھ آخری دیدار ہو گا)"

اور دُرِّ نایاب عدن واقعی ہچکیاں لیتے ساتھ میں باہر کھڑی امینہ بی بی کو بھی رُلا گئی تھی۔۔۔۔

ارسلان ساکت سا کھڑا تھا۔۔۔امینہ بی بی اندر جانے لگیں تو ارسلان اشارے سے روکتے ہوئے ٹرے اسکے ہاتھ سے لیکر خود اندر داخل ہوا۔۔۔

"آنٹی۔۔۔۔لے جائیں واپس جو بھی لیکر آئی ہیں۔۔۔۔حرام کھانے کے بجائے ہم بھوک سے جان دینا پسند کرینگے"
دُرّے تلخی سے بولی تو لفظ "حرام" پر ارسلان کا دل زخمی سا ہوا تھا۔۔۔

حرام ہی تو تھا یہ سب جو ملک آصف عبّاسی نے معصوم انسانوں کا خون نچوڑ کر حاصل کیا تھا۔۔۔ اب اسی مال و دولت اور پوزیشن کی بدولت دشمنوں کی ایک بڑی تعداد ہمہ وقت اس خاندان کے افراد کی گردن مروڑنے کو تیار بیٹھی رہتی تھی اور انکی پشت پناہی میں بہت سے خاندان کے افراد بھی ملوث تھے۔۔۔

"گڑیا۔۔۔کھا لیں پلیز تھوڑا سا ورنہ طبیعت بگڑ جائیگی۔۔۔مجبوری میں تو جائز ہے نا آپکا یہ "حرام" کھانا کھالینا۔۔"
آخری بات پر زور دیتے ہوئے ارسلان کا دل دُکھ سے بھر گیا تھا۔۔۔

"ہم ایسی لاچار و محکوم زندگی پر غیرت مند اور آزاد موت کو چُنیں گے۔۔۔۔لے جائیں یہاں سے یہ"

دُرّے جھٹکے سے مڑ کر دُرشتی سے بولی۔۔۔آواز شدید غم و غصّے سے رُندھ گئی تھی جو پہلے ہی گلا خراب ہونے کی وجہ سے ٹھیک نہیں تھی۔۔۔

جن آنکھوں میں ارسلان کا پورا جہاں آباد تھا۔۔۔وہ آنکھیں سُرخ بھیگی دیکھ کر وہ تڑپتے ہوئے سیدھا جاکر ٹرے بیڈ پر رکھتے ہوئے پنجوں کے بل دُرّے کے سامنے بیٹھا۔۔۔

"گڑیا پلیز روئیں مت میں التجا کرتا ہوں۔۔۔"لرزتے لہجے میں کہتے ارسلان نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اُسکے چہرے پر بہتے گرم آنسو چُنے اور اگلے ہی پل دُرّے نے ایک زور دار تھپڑ اُسے رسید کر دیا۔۔۔

"دور رہیں ہم سے۔۔۔۔آئندہ ہاتھ لگانے کی کوشش مت کیجیے گا۔۔۔"

وہ تڑخ کر کہتے ہوئے پیچھے ہٹی۔۔۔

ارسلان بے حس و حرکت سا اُسے دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے اُٹھ کر واپس جانے لگا۔۔۔

"کھانا کھا لیجیے گا۔۔۔پپا سے کہہ کر آپکو واپس آپکے گھر بھجوادونگا"

آہستگی سے کہہ کر وہ باہر نکل گیا اور دُرّے بکھرتی ہوئی ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گ ئی۔۔۔

ارسلان جونہی وہاں سے نکل کر ابھی اپنے روم کی طرف جا ہی رہا تھا کہ سینے میں شدید درد کی ٹھیسیں اُٹھیں اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔۔

صہبا نے جو لاڈلے بیٹے کو یوں چہرے کے بل پورے قد سے گرتے دیکھا تو چیخ مار کر اسکی طرف بڑھی اور اسکا سر گود میں رکھ کر جھنجھوڑنے لگی۔۔۔

"شان۔۔۔۔۔بچے آنکھیں کھولو بیٹا کیا ہوا ہے؟"

اسی وقت انکا سب سے بڑا داماد اور مشعل عباسی کا شوہر افراسیاب سہگل بھی تیزی سے اس طرف آیا اور ارسلان کو سہارا دیکر اُٹھاتے ہوئے فوراً ہاسپٹل لے گیا جہاں ڈاکٹرز نے اسے فوراً آپریشن تھیٹر منتقل کر دیا گیا کیونکہ اسے شدید ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔۔۔

دو ہفتے تک انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رہنے کے بعد اسے جنرل روم اور پھر گھر منتقل ہو گیا تھا مگر اسے ہوش نہیں آیا اور وہ کوما میں چلا گیا۔۔۔

ڈھائی سال سے وہ کوما میں تھا اور اسکا غصّہ آصف عبّاسی نے دُرّے پر اُتارا۔۔۔

صہبا عبّاسی نے بمشکل اپنے شوہر کو بس اس بچی کی جان لینے سے ہی روک رکھا تھا ورنہ تو وہ یہ بھی کر گزرتا۔۔۔

کچھ مودود خان نے بھی اپنے بیٹے ،بہو،شیر شاہ اور دُرّے کا بدلہ لینے کیلئے انتقاماً آصف عبّاسی اور ان سمیت اپنے کئی کٹر مخالفین کا جینا حرام کرکے رکھا تھا۔۔۔

مودود خان کے حصّے کا غصّہ بھی دُرّے ہی پر نکلتا تھا۔۔۔ان تین سالوں میں اپنی فلپائنی تگڑی باڈی بلڈر قسم کی قوی الجثہ خاتون کیٹی سے انہوں نے جانے کتنی دفعہ دُرّے پر تشدد نہیں کروایا تھا۔۔۔

اپنے بیٹے کی ابتر حالت سے مایوس ہوکر صہبا روتی روتی یونہی بے دھیانی میں اس انڈر گراؤنڈ پورشن میں دُرّے کے پاس آئی تھی۔۔۔

صہبا فطرتاً نرم دل اور اچھی خاتون تھیں۔۔۔دُرّے کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے جائے نماز پر بیٹھے نماز پڑھتے دیکھ کر دل رو دیا تھا۔۔۔

مارپیٹ کے سبب اب وہ معصوم کھڑے ہوکر نماز بھی نہیں پڑ سکتی تھی۔۔۔۔
صہبا نے محسوس کیا وہ قدرے اونچی آواز میں نماز پڑھ رہی تھی۔۔۔۔
بار بار اسکی نماز ٹوٹتی،بار بار وہ ذرا سا آگے جاکر پچھلی قرآءت بھول جاتی تو پھر سے نماز کی نیت باندھ لیتی۔۔۔۔

کبھی خاموش ہوکر کسی کشمکش اور اُلجھن میں پڑ جاتی۔۔۔
تین سال تک اس نیم سے بھی زیادہ اندھیر ماحول،تشدد،غم اور تکلیف نے اس کے ذہن اور یادداشت پر کتنا برا اثر ڈالا تھا یہ اندازہ کرکے ہی صہبا کا دل خشیّت سے کانپ اُٹھا تھا۔۔۔

دھیرے سے چلتی بیڈ پر بیٹھ کر وہ دُرّے کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔۔۔
جب اسکی نماز ختم ہوئی اور وہ دُعا کے بعد بدقت اُٹھ کر جائے نماز رکھ دینے کے بعد پلٹی تو صہبا کو دیکھ کر اپنی جگہ رُک گ‌ئی۔۔۔

اسکے چہرے پر کسی قسم کے خوف و ہراس کے بجائے نڈر اطمینان تھا۔۔۔

صہبا بیڈ سے اُٹھ کر اسکے سامنے آتے ہوئے بے اختیار گھٹنوں کے بل گر کر زمین پر بیٹھی اور دُرّے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رونے لگی۔۔۔

"بیٹے میں تمہارے ساتھ ہوئے ظلم کا ازالہ کرنے سے قاصر ہوں مگر بڑی آس لیکر تم سے معافی مانگنے آئی ہوں۔ہمیں معاف کردو بچے تاکہ اللہ بھی ہمیں معاف کردیں۔۔چندا اک بار بس میرے ساتھ چلو شان کے پاس۔۔۔وہ مر رہا ہے۔اسکی ٹوٹتی سانسیں کی ڈور تمہارے ہاتھ میں دی گ ئی ہے۔۔۔بس اک بار چلو میرے ساتھ"

دُرّے جو بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی،دھیرے سے آگے بڑھ کر اسکے جوڑے ہاتھ تھامے اور نفی میں سر جھٹکا۔۔۔

امینہ بی بی سے وہ ارسلان کا احوال اور اس سارے معاملے میں اسکی بے گناہی اور بے خبری کی روداد سُن چکی تھی۔۔۔اندر ہی اندر دل اسے تھپڑ مارنے پر دُکھا ضرور تھا مگر وہ کیا کرتی۔۔۔دُرّے پر حق تو صرف اُسی "ایک" کا تھا۔۔۔

"چلیں" صہبا کو اسکی آواز میں گویا اپنے بیٹے کیل ئے ایک ن ئی زندگی نوید دکھائی دی تھی۔۔۔

دُرّے کو اپنے ساتھ لگا کر وہ وِلا کے اندر ارسلان کے بیڈروم میں لے آئی تو وہاں عشال اور مشعل پہلے سے موجود تھیں۔۔۔۔

یہ دونوں بہنیں آج کل یہیں تھیں جبکہ باقی تینوں آتی جاتی رہتی تھیں۔۔۔

دُرّے کے وہاں آنے پر مشعل کے تاثرات کچھ خوشگوار معلوم نہیں ہورہے تھے جبکہ عشال نے ذرا سا مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔۔۔

"تم دونوں باہر جاؤ فلحال " صہبا نے کہا تو مشعل کچھ برا مان کر جبکہ عشال اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔۔البتہ مشعل پھر بھی دروازے میں کھڑی رہی۔۔۔

"بیٹے ہمیں معاف کردوگی اور اسے دُعا دے دوگی تو ہماری سزا کم ہوجائے گی چندا"

دُرّے کا زخمی چہرہ تھپتپاتے ہوئے وہ آزردگی سے بولی۔۔۔

دُرّے نے ایک خاموش نظر بیڈ پر بے سُدھ پڑے ارسلان پر ڈال کر آنکھیں ذرا سا موندتے ہوئے اپنے گلے میں موجود شیر شاہ کا دیا ہوا پینڈینٹ مٹھی میں جھکڑا۔۔۔

"اللہ یہ بے گناہ ہیں۔۔۔آپ تو سب کچھ کرسکتے ہیں نا۔۔۔اپنے کُن سے ان کو مکمل ٹھیک کردیجیے"

"ہمیں آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔۔۔اللہ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائیں"
دُرّے نے ہموار لہجے میں کہا۔۔۔

"ہمارا اکلوتا بیٹا ہے ارسلان۔۔۔اسکے دل میں روگ ہے کاش ہم اتنے بے بس نا ہوتے۔کاش اگر ہم اپنی پوری ہستی لٹا کر اسے ٹھیک کرسکتے تو بنا جھجھک کردیتے۔۔۔"
انکے لہجے میں حسرت تھی۔۔۔

"روگ انکے دل میں ہے مگر کردار میں نقص نہیں۔۔۔کوشش کیجیے گا کہ انکی سیرت داغدار نا ہوں۔۔۔انکے ارد گرد ہیں کچھ لوگ جو شائد انکی اچھائی کو گرہن لگادیں۔۔۔ان سے دور رکھیے گا انہیں۔۔۔اللہ نے چاہا یہ جلد صحتیاب ہونگے"
دُرّے نرمی سے کہہ رہی تھی اور صہبا کو یہ دس سالہ بچی اس وقت کوئی سو سالہ دور اندیش خاتون معلوم ہورہی تھی۔۔۔

"یہ ارد گرد ایسے کون ہیں ہمارے لالے کے جو اسکی سیرت داغدار کردیں گے؟ کہنا کیا چاہتی ہو ہاں صاف صاف کہو"
مشعل فوراً اسکے پاس آکر تیکھے لہجے بولی۔۔۔

"مشعل۔۔۔۔آرام سے بات کرو" صہبا نے تنبیہی انداز میں بیٹی کو ٹوکا۔۔۔

"ماما یہ لڑکی۔۔۔۔"وہ دانت پیستی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر صہبا نے بیچ میں ہی روک دیا۔۔۔

"امینہ بی بی گڑیا کو لے جائیں یہاں سے" صہبا کی آواز پر امینہ بی بی فوراً آکر دُرّے کو اپنے ساتھ لے گئی۔۔۔

اسی دن رات کے کسی پہر جب صہبا ارسلان کے سرہانے بیٹھی غنودگی کی حالت میں تھیں۔۔۔۔انہیں محسوس ہوا جیسے ارسلان انہیں آواز دے رہا ہو۔۔۔

وہ فوراً جاگی تو واقعی ارسلان آہستگی سے آنکھیں کھول رہا تھا۔۔۔۔اسکا بازو بھی ہلکا سا ہلا تھا۔۔۔

صہبا خوشی سے دیوانی ہوتی اسکا ماتھا چومنے لگیں۔۔۔
بھاگم بھاگ جاکر آصف،مشعل،عشال اور افراسیاب کو بلایا۔۔۔

سب بے انتہا خوش تھے سوائے افراسیاب کے۔۔۔۔اسکے دل میں کھوٹ تھا۔۔۔

صہبا اسی وقت آصف کے سر ہوگئی کہ وہ دُرّے کو اس قید خانے سے نکال لے۔۔۔

آصف چونکہ ان سے بہت محبت کرتے تھے اسی لئے دُرّے کو تین سال بعد ان اندھیروں سے نجات ملی تھی۔۔۔

قریباً ایک ہفتے کے اندر اندر ارسلان اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا۔۔
اسنے اپنے باپ سے لاہور واپس جانے کی ضد کی۔۔۔۔

آصف عباسی اسکی کوئی ضد رد کہاں کرتے لیکن دراصل وہ سری لنکا میں روپوش تھے۔۔۔۔واپس پاکستان جاتے تو شدید خطرہ تھا۔۔۔۔

مگر بیٹے کی خاطر اپنے اثر و رسوخ استعمال کرکے اپنے پشت پناہوں کی ضمانت پر خاندان کے ہمراہ واپس پاکستان آگئے۔۔۔

لاہور میں "عباسی پیلیس" بھی دُرّے کیلئے ایک قسم کا تہہ خانہ تھا کیونکہ گھر کے اندر بھی اسے ایک دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور جانے کی اجازت نا تھی۔۔۔۔

اس دن ارسلان نے بہت جھجھکتے ہوئے اسے اپنے ساتھ گھر کے ٹیرس پر جانے کی ریکویسٹ کی جو دُرّے نے بلا تردد مان لی۔۔۔

عباسی پیلیس ولا کی ٹیرس سے نظر آتے مسجد وزیر خان کو دیکھ کر ان تین سالوں میں پہلی دفعہ دُرّے مسکرائی تھی۔۔۔اور ارسلان کو جیسے دُنیا جہاں کی شادمانیاں حاصل ہوگئی تھیں۔۔۔

دُرّے سے باتیں کرتے ہوئے وہ اپنی ہر اذیت اور رنج بھلا چکا تھا۔۔۔
لیکن اسی دن شام کو اچانک ملک آصف عباسی اور افراسیاب سہگل بنا کسی کو کچھ بتائے دُرّے کو اپنے ساتھ لے گئے۔۔۔۔

✿✿✿✿

بہاولپور، پنجاب:

شام کے نیلگوں سائے گہرے پڑتے جارہے تھے۔۔۔نم آلود گرم ہوا بہاولپور کی سڑکوں پر پورے سفیڈ سے دوڑتی سیاہ ہائی یلکس میں ڈرائی یونگ سیٹ پر موجود خوبرو نوجوان کے بالوں کو چھیڑے جارہی تھی۔۔۔

اسکے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی جبکہ اسکے برابر میں بیٹھے دوسرے نوجوان کے چہرے پر قدرے تفکر سا نمایاں تھا۔۔۔

انکی ہائی لیکس کے پیچھے تین مزید جیپ مسلّح افراد سے بھری تھیں۔۔۔۔

"باہی۔۔۔لوکیشن ٹریس کرو ہمیں رات سے پہلے پہنچنا ہے"
ڈرائی یونگ کرتے نوجوان کے لہجے میں واضح بے صبری تھی۔۔۔
دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔۔۔

"Jaah.....location is Darawar port in Cholistan deseart"
کچھ توقف کے بعد باہی نے کہا تو گاڑی کو تقریباً اُڑاتے ہوئے وہ لوگ "قلعۂ دراوڑ" پہنچے تھے۔۔۔۔

✿✿✿✿

صحرائے چولستان:

ملک آصف عبّاسی اور افراسیاب کو وارننگ ملی تھی کہ وہ جلد از جلد کسی ایسی جگہ جائیں جہاں کسی کو انکی موجودگی کا ذرّہ برابر یقین نا ہو۔۔۔انکا خیال تھا کہ انکی تلاش بڑے شہروں میں جاری ہوگی تو

اس صحرا میں کون انہیں دیکھنے آئے گا اسی لئے وہ دُرّے کو چولستان کے وسیع صحرا میں لیکر آئے تھے۔۔۔

لیکن شائد انکو اندازہ نا تھا کہ جو انکے پیچھے ہے اسکی سوچ تک پہنچنا ہی ناممکن سا تھا۔۔۔

جبروت رئیسانی انکی تاک میں بیٹھا تھا اور جونہی عباسی خاندان پاکستان میں داخل ہوا تب سے وہ انکے پیچھے پڑا آصف اور اسکے رائیٹ ہینڈ افراسیاب کے لئے زمین تنگ کررہا تھا۔۔۔

صحرائے چولستان میں موجود سیاحوں کی نگاہ کا مرکز ""قلعہ دراوڑ "اس وقت رات کے پہر خالی تھا۔۔۔آصف عباسی نے جو ایک طاقتور مافیا کے سربراہ تھے اور پنجاب اور سندھ کی عوام سمیت بڑے بڑے سیاستدان اور بڑے بزنس مین ان سے دبے رہتے تھے۔۔۔اپنے اجر و رسوخ کے ذریعے قلعہ کے اندر دُرّے کے ہاتھوں کو زنجیروں کی ہتھکڑیاں لگا کر دیوار سے سے باندھ دیا تھا۔۔۔

اندر ہی اندر آصف اور افراسیاب اس نڈر شیرنی سے خوفزدہ تھے جس نے تین سالوں سے انہیں بہت خوار کروایا تھا۔۔۔

وہ لاکھ اسکو ڈراتے دھمکاتے مگر اس پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔۔۔

جرّات سے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ بات کرتی تھی۔۔۔

آصف،افراسیاب اور دیگر آدمی کے قلعے کے اندر اور کچھ باہر کھڑے پہرہ داری کررہے تھے۔۔۔

کچھ افراد قلعے کے دیگر حصّوں میں ہنگامی صورتحال سے نبٹنے کو تیار چھپے بیٹھے تھے۔۔۔

شام اب رات میں مدغم ہوچکی تھی۔۔۔افراسیاب دُرّے کے انتہائی قریب کھڑا اسے عجیب نظروں سے تک رہا تھا جس سے وہ سخت کوفت کا شکار ہورہی تھی۔۔۔

"یہ لیں صاحب" ایک مسلّح آدمی نے چھوٹے سے ٹرے میں لسّی سے بھری گلاس لاکر افراسیاب کے حوالے کی۔۔۔

افراسیاب کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ اُبھری اور اس آدمی کو جانے کا اشارہ کرکے گلاس ٹرے سے اُٹھا کر ہاتھ میں گھمانے لگا۔۔۔

"سنو لڑکی۔۔۔یہ لو پی لو انوکھا سُرور ملے گا یہ پھولوں کے گجرے پہن کر"
افراسیاب تمسخر سے اسکے زنجیروں میں جھکڑے ہاتھوں کو دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

دُرّے نے ایک کٹیلی نظر اس پر ڈالی تھی۔۔۔

"ارے یہ کیا ہے تمہارے گلے میں ؟" افراسیاب کی نظر اچانک اسکے گلے میں موجود پینڈینٹ پر گ ئی تو ہاتھ بڑھا کر پینڈینٹ چھونا چاہا۔۔۔

دُرّے نے اسی پل اپنا گھٹنا موڑ کر زور سے اسکے پیٹ میں رسید کیا اور افراسیاب کہرا کر لڑکھڑایا تھا۔۔۔

"تمہاری اتنی جرّات۔۔۔"افراسیاب نے طیش میں اسکے بال مٹھی میں جھکڑے۔۔۔

"اور آپ آئندہ ہمارے قریب آنے یا ہمیں چھونے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔۔۔خاص کر اس پینڈینٹ کو ہاتھ لگایا تو زندہ جلا دیں گے"
وہ بے خوفی سے بولی۔۔۔

"ایسی بھی کیا خاص بات ہے اس پینڈینٹ میں۔۔۔کہیں تمہارے اس مرحوم ہونے والے شوہر نے تو نہیں دیا تھا ہاں۔۔۔"
وہ کمینگی سے مسکرایا اور اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر دُرّے کے گلے سے پینڈینٹ جھٹکے سے کھینچا۔۔۔

دُرّے کو لگا کسی نے اسکا دل ہی خنجر میں پرو کر پسلیوں سے کھینچ کر باہر نکالا ہے۔۔۔

"واپس دیجیے ہمارا پینڈینٹ۔۔۔۔۔"وہ دُرشتی سے بولی۔۔

"اری چھوڑ اسے وہ تو اب مٹی کے ساتھ مٹی ہوچکا ہوگا۔۔۔ارسلان کے پاس آجاؤ۔۔۔۔ہمارے گھر کی رانی بنوگی نا تو رشک کرینگے لوگ تم پر۔۔۔مان جاؤ واپس چلیں گے اس ملک سے کہیں دور۔۔۔۔۔قدموں کے نیچے پھولوں کے قالین بچھیں گے کیوں اپنی ننھی سی جان پر ظلم کررہی ہو" افراسیاب اسکی گھنگریالی لٹ چھیڑ کر بولا۔۔۔

"ارسلان کیلئے یا آپ کیلئے اور انکے پپا کیلئے آجائیں۔۔۔۔انکی آڑ میں خود کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی آپ دونوں کو۔۔۔۔بیمار ہیں وہ۔۔۔۔وہ کیا جانیں آپ دونوں کتنی غلیظ سوچ والے ہیں"

دُرّے نے لفظوں کی زور دار چماٹ جو اسکے منہ پر ماری تو افراسیاب کے چہرے پر ہوائیاں سی اُڑنے لگی۔۔غصّے میں افراسیاب نے اسکے چہرے پر تمانچہ رسید کردیا۔۔۔

خیمے کے اندر داخل ہوتے آصف عبّاسی نے داماد کو یوں دُرّے کے اتنے قریب دیکھا اور پھر جو دُرّے نے انکی نیتوں کا فتور انکے ماتحتوں کے سامنے انکے منہ پر مارا تو تن فن کرتے وہ دُرّے کے سامنے آئے اور اسے دھمکانے لگے۔۔۔

"دیکھ لڑکی شرافت سے خاموش کھڑی رہ ادھر۔۔۔زیادہ بک بک کی تو زبان گدی سے کھینچ لونگا۔۔۔تمہیں ابھی میں نے اپنی دہشت سے دور رکھا ہے تو غنیمت سمجھ۔"
وہ چبا چبا کر بولے تو وہ تمسخر سے ہنس دی۔۔۔

"ہم جانتے ہیں کتنی غیرت ہے آپ میں۔۔۔ایک لڑکی سے اتنے خوفزہ ہے کہ اسے لوہے میں جھکڑ رکھا ہے۔۔۔بزدلوں کی طرح سامنے کے بجائے پیچھے سے وار کرنے والے آپ جیسے بے غیرت آدمی کی دہشت چیز ہی کیا ہے جس سے ہم ڈریں"
وہ تلخی سے بولی تو آصف عباسی نے ایک تھپڑ اسے رسید کردیا۔۔۔

"نیاز۔۔۔۔بندوبست کرو اسکی مہمان نوازی کا ذرا۔۔۔اس طرّم خانی کو بھی ذرا لطف اندوز کرائیں۔"
آصف عباسی نے کرخت انداز میں اپنے ماتحت کو آواز دی۔۔۔

"صاحب جی۔۔۔۔"آصف عباسی کا خاص آدمی مبارک خان ہانپتے ہوئے اسکے پاس آیا۔۔

"کیا ہے؟" آصف بیزاری سے بولے۔۔۔

"وہ آدمی۔۔۔۔"ابھی مبارک خان کچھ بول ہی رہا تھا جب دُرّے کے چہرے پر عجب سا اطمینان دیکھ کر آصف نے اُسے بولنے سے روک کر اپنے ساتھ باہر آنے کا کہا۔۔۔
ایک طنزیہ مسکراہٹ نے دُرّے کے سوجھے ہوئے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔۔

"صاحب جی۔۔۔۔لگتا ہے کسی خوفناک بلا نے ہمارا رستہ روک دیا ہے۔۔۔کچھ پتا نہیں اسکے وجود کا کہ کون ہے کہاں ہے اور کیوں ہے مگر ہمارے آدمی دھڑا دھڑ گرفتار ہورہے ہیں۔۔۔اندیشہ ہے کہ اگر ہم تک بھی پہنچ گیا تو رحم نہیں کھائے گا"
مبارک خان ہراساں سا تھا۔۔۔۔آصف عباسی کا ماتھا ٹھنکا۔۔۔

"کہیں وہ خان تو؟" انکے ذہن میں مودود خان کا خیال آیا۔۔۔

"افراسیاب۔۔۔۔"آصف نے اونچی آواز میں پکارا تو افراسیاب جو دُرّے سے بے تکلف ہونے کیلئے پر تول رہا تھا بدمزہ سا ہوکر باہر نکلتے ہوئے اسکے پاس حاضر ہوا۔۔۔

"افراسیاب۔۔۔فوراً لڑکی کو لیکر عمر کوٹ کیلئے نکلو ابھی۔۔۔وہ تمہارے چنگل سے نکل نا پائے۔۔۔عمر کوٹ میں ہم اپنے یار وڈیرے عادل سائیں کو خبر کردیں گے۔۔۔عمر کوٹ کے قلعے میں تب تک رہنا جب تک میں اگلا قدم نا اُٹھادوں۔۔۔ہمیں کل تک نکلنا ہے ملک سے"
آصف عباسی تحکم سے بولے تو افراسیاب کے لبوں پر کمینی سی مسکان رینگی۔۔۔
سعادتمندی سے سر ہلا کر وہ دُرّے کو اپنے ساتھ عمر کوٹ لے گیا۔۔۔

تین دن تک آصف عباسی بہاولپور میں ہی رہے لیکن جب وہ وہاں سے نکل کر ملک سے باہر جانے کا سوچ ہی رہے تھے ابھی کہ جاہ اور باہی اپنے آدمیوں کیساتھ اسکے سر پر آ پہنچے۔۔۔

آصف عباسی کے غنڈوں نے ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے ہی وہ خفیہ جگہوں سے ان پر دھاوا بول کر انہیں دھر کر لے گئے۔۔۔

آصف عباسی جس نے دو دُہائیوں تک نصف پاکستان کو دبا رکھا تھا،آج جاہ کے ہاتھوں بے بس و لاچار اسیر ہوکر جارہا تھا۔۔۔

جبکہ افراسیاب نے دُرّے کو عمر کوٹ لے جاکر عمر کوٹ کے قلعے میں بند کردیا تھا۔۔۔

سندھ کے کئی وڈھیرے آصف عباسی کے پکّے یار تھے جن میں سے ایک عادل تالپور بھی تھے۔۔۔ اور انکا عمر کوٹ کے قلعے میں بہت عمل دخل تھا۔۔۔

افراسیاب کو آصف عباسی نے گرفتاری سے پہلے خفیہ طور پر کسی طرح پیغام پہنچایا تھا کہ وہ دُرّے کو عبرت کا نشان بنا کر مودود خان اور اس غیر مرئی مخلوق سے انکا بدلہ سود سمیت لے جنہوں نے انکا شیرازہ تہس نہس کر دیا تھا۔۔۔

افراسیاب تو خود دُرّے سے انتہائی حد تک بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر گیارہ سال کی کم سن بچی ہونے کے باوجود دُرّے نے اسے خود سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔۔۔

تین سال تک انکی اسیری میں رہ کر بھی اسنے ثابت کر دیا تھا کہ شیر شاہ یونہی اُسے رابیل (شیرنی) نہیں کہا کرتا تھا۔۔۔

جاہ اور باہی رات دن ایک کیے اسکی تلاش میں اب عمر کوٹ بھی پہنچ گئے تھے۔۔۔

افراسیاب اسکے ساتھ زبردستی کر رہا تھا کہ اسکا خصوصی آدمی کبیر حواس باختہ سا ہو کر اسکے پاس آیا۔۔۔

"سائی یں۔۔۔جلد یہاں سے نکلیں۔۔۔ورنہ ساری زندگی پچھتائی یں گے"
وہ ہانپتا کانپتا ہوا بولا تو افراسیاب نے بدمزہ سا ہوکر اسے دیکھا اور اسکے ساتھ باہر نکل آیا۔۔۔

"میرے خیال سے تو اب تجھے یوں بیچ میں مکھی کی طرح آ گرنے پر ساری زندگی پچھتاوا ہو گا"
وہ نخوت سے بولا مگر اس سے پہلے کہ کبیر کچھ کہتا، تین جیپ قلعے میں داخل ہوتے نظر آئے تو کبیر جھٹ افراسیاب کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا عقبی جانب دوڑتے ہوئے قلعے سے نکالنے لگا۔۔۔
قلعے میں داخل ہوا تھا جبکہ باہی اور دیگر ساتھی باہر افراسیاب کے آدمیوں سے نبٹنے لگے۔۔۔

ارسلان جو دُرّے کے اچانک غائب ہوجانے پر غصّے سے پاگل ہوا تھا۔۔۔اسکی تلاش میں نکلا زبردستی افراسیاب کے آدمیوں سے اُگلوا کر عمر کوٹ پہنچ گیا تھا۔۔۔

جاہ کی نظر دُرّے پر پڑی تو ساکت ہوگئی۔۔۔اُس انتہائی حسین بچی کا جسم زخموں سے چور تھا۔۔ہتھیلیاں جو پہلے ہی جلائی گئی تھی،ان سے خون رس رہا تھا۔۔۔

کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے،خوبصورت گھنے گھنگریالے بال بے ترتیبی سے چہرے پر بکھرے جانے کیا حالت کردی تھی بچی کی۔۔۔

عمر کوٹ کا قلعہ جہاں برسوں پہلے صحرائے تھر کے حُسن یعنی ماروی کو قید کر دیا گیا تھا، آج اس خوبصورت بچی پر نظر پڑتے ہی جاہ کو لگا، یہ قلعہ ایک بار پھر حُسن کا زندان بنایا گیا تھا۔۔۔

جاہ کے دل پر گھونسہ پڑا۔۔۔زخم خوردہ سی نگاہ اس پر ڈال کر جھکی نگاہوں سے اسکے پاس گیا اور اسکے ہاتھ پیر زنجیروں سے آزاد کرکے اپنی شال اُتار کر اُسے اوڑھا دی اور باہر لے آیا۔۔۔

باہر باہی اور اسکے ساتھیوں نے افراسیاب کے کئی آدمی گرفتار کرلیے تھے جبکہ کچھ جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔۔۔

دُرّے کے جاہ کیساتھ باہر نکلنے پر دیگر آدمی ادھر اُدھر ہوگئے جبکہ باہی اسکی زبوں حالی دیکھ کر شدید دُکھی ہوا تھا۔۔۔

اسی اثنا میں ارسلان بھی وہاں آکر تیزی اسکی طرف بڑھ رہا تھا کہ باہی نے اسے کالر سے جھکڑ کر روکا۔۔۔

"نہیں۔۔۔انہیں کچھ مت کہیں انکا کوئی قصور نہیں"

باہی ارسلان کو بری طرح پیٹنے ہی والا تھا کہ دُرّے نے فوراً نقاہت بھرے لہجے میں کہا۔۔۔

"انہیں جانے دیں۔۔۔شان پلیز آپ چلیں جائیں یہاں سے"

دُرّے کہتے ہوئے ہانپنے لگ گ ئی تھی۔۔۔

دُرّے کا اپنی حمایت میں بولنا ارسلان کے سارے روگ مٹا گیا تھا۔۔۔

اسکے منہ سے فکرمند سے حمایتی انداز میں اپنا نام سُن کر اک آسودہ مسکان ارسلان کے اُداس لبوں پر پھیلی اور وہ اک مرجھائی سی زخم خوردہ نظر دُرّے پر ڈال کر واپس چلا گیا۔۔۔

جاہ اور باہی دُرّے کو لیکر اپنی سیاہ ہائی یلکس کی جانب بڑھے۔۔۔

باہی ڈرائی یونگ سیٹ کی جانب بڑھا جبکہ جاہ نے دُرّے کیلئے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور خود تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔۔۔

دُرّے ابھی گاڑی میں بیٹھنے لگی تھی کہ اسکی نظر قلعے کے پاس موجود کچھ آدمیوں کو جاہ کی طرف بندوق تانے دیکھا تو وحشت زدہ سی ہو کر فوراً اسکی طرف بڑھی اور اسے دھکا دے دیا مگر خود گولیوں کی زد میں آگ ئی۔۔۔

جاہ جو فوراً سنبھل چکا تھا پھرتی سے اُٹھا اور ٹانگ سے بندھی بندوق تیزی سے نکال کر ان پر فائر کھول دیا۔۔۔

تینوں آدمی گولیاں لگتے ہی تڑپ کر ریتیلی زمین پر گرے تو جاہ کے آدمی انکی جانب دوڑے اور انہیں گردنوں سے دبوچ کر اپنی گاڑیوں میں ڈال دیا۔۔۔

جاہ فوراً خون میں نہائی دُرّے کی جانب بڑھا تو اسکی آنکھیں بند ہورہی تھی۔۔۔
جاہ نے فوراً اسکے پھسلتے وجود کو بانہوں میں بھر کر گاڑی کی پچھلی سیٹ میں لٹایا اور اسکے پاس پیچھے بیٹھ گیا جبکہ باہی گاڑی کو تقریباً اُڑاتا ہوا ہاسپٹل لے گیا۔۔۔

دُرّے کو فوراً آپریشن تھیٹر منتقل کردیا گیا جبکہ جاہ اور باہی بے چینی سے باہر انتظار کرنے لگے۔۔۔۔

شدید غم و غصّے سے جاہ کی کنپٹیوں کی رگیں گویا پھول پر پھٹ رہی تھیں۔۔۔۔

کیسے اسکی جان بچاتے ہوئے وہ پھول شعلوں کی نظر ہوگیا؟سب کچھ کتنا اچانک ہوا تھا اور وہ کچھ نہیں کرسکا تھا۔۔۔
وہ بچی جو پہلے سے ہی زخموں سے چور تھی اسکے وجہ سے اک اور روگ کھا بیٹھی۔۔۔

باہی اسکے بے چینی بھانپ چکا تھا۔۔۔

دھیرے سے آکر اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے تسلّی دی۔۔۔

"وہ ٹھیک ہوجائے گی ان شاء اللہ"

"میں اس بے غیرت آدمی کو زندہ جلا دونگا کسی دن"
وہ دبی دبی غرّاہٹ کے ساتھ بولا۔۔۔

"جاہ۔۔۔وہ اپنے انجام کو ضرور پہنچے گا اور اللہ کسی کا ایثار ضائع نہیں کرتا۔۔۔گڑیا بلکل بھلی چھنگی ہوجائے گی جلد"
باہی نے اسکا طیش کم کرنا چاہا۔۔۔

اسی سمے باہی کو اپنے بابا حیدر کی کال موصول ہوئی تو وہ کال ریسیو کرتے ہوئے ذرا سائیڈ پر ہوا۔۔۔

کافی دیر بعد سرجن او ٹی سے باہر نکلے تو جاہ نے بے صبری سے آگے بڑھ کر ان سے دُرّے کی حالت پوچھی۔۔۔

"زخم بہت گہرے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ گولیاں نازک اعضا٦ تک نہیں پہنچی۔۔۔بچی کا جسم زخموں سے بھرا ہوا ہے۔۔۔خون بھی کافی ضائع ہوچکا ہے۔۔۔اگلے چوبیس گھنٹے اہم ہے۔۔۔اُمید ہے کہ انہیں جلد ہوش آجائے گا پھر آپ ان سے مل سکتے ہیں"
ایک سرجن پیشہ ورانہ لہجے میں کہتے وہاں سے چلے گ ئے۔۔۔۔

دُرّے کو اب آئی سی یو میں شفٹ کردیا گیا تھا۔۔۔

اگلی صبح جاہ اسکے قریب کھڑا اس مومی گڑیا کو دیکھ رہا تھا جب اسکا بازو اور پٹھیوں میں جھکڑے ہاتھ کی انگلیاں ذرا سی ہلی،بوجھل پلکیں بھی کچھ لرزی تھیں۔۔۔

جاہ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر آئی سی یو سے باہر نکلا تو باہی اسکی طرف بڑھا۔۔

"اندر چلے جاؤ انکے پاس۔۔۔وہ جاگنے لگی ہیں شائی د"
آواز انتہائی مدھم تھی۔۔۔

"گھامڑ آدمی جاگنے لگی ہے تو تُو باہر کیوں آیا؟" باہی نے اسے لتاڑا۔۔۔

جاہ نے اک خاموش سی نظر اس پر ڈالی۔۔۔۔

"?Jaah! are you still guilty"

باہی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پوچھا۔۔۔

"I am burning alive junior"

جاہ کرب سے بول کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

باہی سر جھٹک کر آئی سی یو میں داخل ہوا تو دُرّے نیم غنودگی کی سی حالت میں تھی۔۔۔اسکے لب ہل رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو گرتے تکیے میں جذب ہورہے تھے۔۔۔۔

باہی اسکے قریب گیا تو وہ بیحد مدھم آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔

"مما۔۔۔بابا۔۔۔شیر شاہ۔۔۔۔بب۔۔۔بہت درد ہورہا ہے"

باہینے اسکی سرگوشی سن کر بمشکل اپنی آنکھیں نم ہونے سے روکی تھیں۔۔۔

"گڑیا۔۔۔بلکل ٹھیک ہوجائی نگی آپ بچے....آپ تو میری بہادر بہن ہیں نا بس کچھ دن ہوگی تھوڑی سی تکلیف پھر درد نہیں ہوگا"
باہی نے دھیرے سے اسکے کان کے قریب کہا۔۔۔
اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ باہر نکل آیا۔۔۔اس سے دُرّے کی حالت دیکھی نہیں جارہی تھی۔۔۔

ایک ہفتے تک دُرّے کی حالت ذرا سی سنبھلی تو جاہ اور باہی اسے عمر کوٹ سے پنڈی سی ایم ایچ لے آئے۔۔۔۔

وہاں قریباً نصف مہینے تک اسکی نگہداشت ہوتی رہی۔۔۔جب وہ کافی حد تک ٹھیک ہوگئی تب جاہ اسے پشاور میں اوغوز خان کے گھر لے آیا۔۔۔۔

دیکھا تو خٹک وِلا کے باہر لوگوں کا جھمگٹھا لگا ہوا تھا۔۔۔سب کے چہروں پر حزن و ملال چھایا ہوا تھا۔۔۔

جاہ گاڑی سے اُتر کر دُرّے کی جانب آیا اور اسکی طرف کا دروازہ کھول دیا۔۔۔

حسبِ عادت وہ بنا اسے نظر اُٹھا کر دیکھے گاڑی سے اُتری اور خٹک وِلا کے اندر جانے لگی۔۔۔وہ اپنی گاڑی کے پاس تب تک کھڑا رہا جب تک وہ اندر داخل نہیں ہوگئی تھی۔۔۔

اسکے اندر جاتے ہی وہ دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔آصف عبّاسی کا دماغ ٹھکانے لگانا تھا۔۔۔

دُرّے اندر داخل ہوئی تو باہر کرسیوں پر اوغوز خان اور اورہان خان کچھ مردوں کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے تھے۔۔۔۔

"شفق؟" اچانک تعزیت کیلئے آنے والے لوگوں سے ملتے حمزہ کی نظر اُس پر پڑی جسکا قد اب بڑھ گیا تھا، تو فوراً بے یقینی سے اسکی طرف بڑھا۔۔۔

"لالا۔۔۔۔۔یہ سب یہاں کیوں آئے ہیں؟کیا ہوا ہے؟" دُرّے کی چھٹی حِس نے اسے کچھ باور کروایا تھا۔۔۔

اپنے ماں باپ کو اپنے سامنے زد و کوب اور پھر لاپتہ ہوتے دیکھ چکی تھی اور اب مزید ڈر اسکے معصوم دل کو ستانے لگے تھے۔۔۔

"اندر چلو۔۔۔"حمزہ اسے اندر لے جانے لگا تو اورہان اور اوغوز خان کی نظر پر بھی اس پر پڑی تو وہ بھی بے یقینی سے اُٹھ کر اسکے پاس آئے۔۔۔۔

وہ اندر گ ئی تو خواتین جنازے کی چارپائی کے ساتھ بیٹھی رو رہی تھیں۔۔۔۔ارجمند، قدسیہ سب روتے روتے بار بار بدرِ عالم کا نام لے رہے تھے اور دُرّے سناٹے میں چلی گ ئی۔۔۔

بلکل ساکت و جامد سی بیٹھی اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اسکی دادو کا جنازہ اُٹھا کر لے جایا گیا۔۔۔

ارجمند اسے دیکھ کر بے قراری سے اسکے پاس آئی اور اسے سینے سے لگا کر بلک بلک کر رو دی۔۔۔۔

مودود خان بھی اسے اپنی گود میں بٹھائے کچھ کہہ رہے تھے مگر اسکی سماعتیں جواب دے گ ئی یں تھیں۔۔۔

بدرِ عالم کے چہلم میں ہی اسے پتہ چلا کہ بدرِ عالم تین سال پہلے کا سانحہ واقع ہوتے ہی بیمار پڑ کر بستر سے لگ گ ئی یں تھیں اور اپنے انتقال کی صبح جب مودود خان کو افراسیاب کی جانب سے دُرّے کی

ارسلان اور اپنے ساتھ کچھ تصاویر موصول ہوئی جنہیں دراصل فوٹو شاپ کے ذریعے کچھ غیر مناسب انداز میں دکھانے کی کوشش کی گئی تھی۔۔۔

اسکے نتیجے میں کافی بڑا ہنگامہ ہوا اور بدرِ عالم خان کو دل کا شدید دورہ پڑا جس سے وہ جانبر نا ہو سکیں۔۔۔

دُرّے کے اعصاب پہلے ہی شل ہورہے تھے اور اس پر ست یہ کہ بدرِ عالم کے چالیسویں پر عارف اور خالد خان کی بلوچ قبیلے بزنجو سے تعلق رکھنے والے محمود بزنجو جو کہ حیدر رئیسانی کے سگے ماموں تھے،ان سے اور انکے بیٹے ندیم بزنجو سے شدید تکرار ہوگئی تھی کیونکہ پنچائیت میں اُڑتی خبریں آگئی تھیں کہ مودود خان کی پوتی کے کسی سے تعلقات ہیں اور یہ الزام سیدھا جبروت پر لگایا گیا تھا کیونکہ وہ ہی بدرِ عالم کی وفات والے دن اسے خٹک وِلا چھوڑنے آیا تھا۔۔۔
جبروت پر یہ الزام افراسیاب نے سازش کرکے لگوایاتھا اور اسے ہوا مودود خان کے ہی کچھ رشتداروں نے اس وقت دی جب جبروت ،حیدر، محمود اور ندیم اس معاملے کو سُلجھانے جرگے کے سربراہ کے پاس آئے تھے۔۔۔

تکرار اور بحث نے ایسا طول پکڑا کہ بات خون خرابے تک پہنچ گئی۔۔۔

اب یہ معمہ بن گیا تھا کہ اگر یوسفزئی خاندان کے افراد نے بزنجو خاندان کے اہم فرد محمود کے بیٹے ندیم پر گولیاں چلائی یں تھیں تو اسکی باڈی غائب کہاں ہوگئی تھی۔۔۔

حیدر اور جبروت محمود اور ندیم کے بات سدھارنے کے بجائے بگاڑنے والی طبیعت سے بخوبی آگاہ تھے اور انہیں اپنے ساتھ نہیں لانا چاہتے تھے مگر محمود چونکہ حیدر رئیسانی کی والدہ امیرہ ساحرہ جمال رئیسانی کے چہیتے بھائی تھے جو کافی رعبدار اور کروفر والی خاتون تھیں۔۔۔ تبھی حیدر انکے تحکمانہ اصرار پر ماموں اور کزن کو ساتھ پشاور لے آئے مگر جس بات کا انہیں اندازہ تھا وہیں ہوا۔۔۔

ساحرہ جمال رئیسانی جو بڑے بڑے مردوں کو جھک جانے پر مجبور کردیا کرتی تھیں۔۔۔انہوں نے اب مودود خان سے قصاص کا مطالبہ کردیا۔۔۔

جرگے کی بیٹھک کئی دن تک ہوتی رہی اور پھر آخر منطقی فیصلہ یہ ہوا کہ دُرّے کا نکاح جاہ سے کروا دیا جائے۔۔۔

مودود خان کو مہابت خان،مہر النساء اور شیر شاہ کی وہ مسخ شدہ لاشیں بھولتی نہیں تھیں۔۔۔۔وہ تصاویر آج بھی انکے پاس تھیں اور انہوں نے اپنے اپنوں کے گنہگاروں کو تگڑا سبق سکھانے کا پکّا

ارادہ کیا تھا لیکن اس وقت ایک سربراہ ہونے کے ناطے انہیں اپنے خاندان کے افراد کا خون بچانا تھا۔۔۔

ارجمند کے ذریعے انہوں نے اپنی شکستہ درخواست دُرّے تک پہنچائی کہ وہ اس نکاح کیلئے مان جائے۔۔۔

اور وہ چُپ چاپ راضی ہوگئی تھی۔۔۔مہابت خان مسجد میں اسکا ایک نکاح شیر شاہ سے ہوا تھا اور آج پھر اسی مسجد میں اسکا نکاح نوابزادہ میر جبروت خان رئیسانی سے کروادیا گیا۔۔۔

جبروت نے جرگے کے سربراہ کے فیصلے پر اسکے سامنے کہا تھا۔۔

"مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ جیسے بڑے انصاف کی آڑ میں اس معصوم پر اتنا بڑا ظلم کررہے ہیں۔۔۔وہ تو معصوم بچی ہے اُسے کیا پتہ زمانہ کردار کی شفافیت کی سند دینے کا ٹھیکیدار بنا بیٹھا ہے۔۔۔جس خبیث نے آپ کو یہ غلیظ بات پہنچائی ہے کہ اس لڑکی کا دامن داغدار ہے وہ آکر میرا سامنا کرے۔۔۔آپ لوگوں کو اسکا زخم خوردہ وجود نظر نہیں آتا؟کیوں اندھے بن گئے ہیں؟کیا ثبوت ہے آپکے پاس کہ اسکے کردار میں کھوٹ ہے؟ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو شرم سے ڈوب مریں۔۔۔آپ کریں گے اب جرگے کے فیصلے؟

میں اس کی پاکدامنی کا گواہ ہوں۔۔۔میں اُسے وَنی نہیں بلکہ بھر پور عزت و احترام سے اپنی بیوی بناکر لے جارہا ہوں اور اگر کسی کو تکلیف ہورہی ہے تو وہ بلا جھجھک آکر میرا سامنا کرے۔۔۔" ایک کٹیلی نظر سب پر ڈال کر جبروت برہمی سے وہاں سے چلا گیا۔۔۔

دُرّے کو جبروت واقعی بھر پور احترام کیساتھ بہترین انداز میں بھوربن لے گیا تھا۔۔۔

وہاں اسکا استقبال جبروت اور ضبور کی والدہ سیدہ زارا حیدر رئیسانی اور ضبور کی منکوحہ امیرہ ردا رئیسانی نے گرمجوشی سے کیا تھا۔۔۔

شام تک دُرّے کو جبروت کے روم میں لے جایا گیا۔۔۔

عشا٦ کی نماز کے بعد جبروت گھر آکر اپنے روم میں آیا جب روم تو وہ عشا٦ کی نماز پڑھ رہی تھی۔۔۔وہی مضطرب،بے ترتیب سی نماز۔۔۔

جبروت دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتا اسکے پاس آیا اور گھٹنوں کے بل اسکے ایک طرف بیٹھ گیا۔۔۔

نماز بدقت مکمل کرنے کے بعد اب وہ روتے ہوئے دُعا میں بس ایک ہی آیت پڑھے جارہی تھی۔۔۔

"ترجمہ: میرے رب میں بے بس ہوں،پس مدد کر"

اُسے ڈرایا ،دبایا گیا تھا کہ اب وہ ایک طرح سے اسیر ہوکر جارہی ہے۔۔۔

دُعا ختم کرکے جائے نماز کا کونا موڑ کر اس نے یونہی گلے پر ہاتھ پھیرا تو پینڈنٹ غائب تھا۔۔

دل کسی طوفانی تپش کی زد میں آیا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"اچانک ایک بیحد شناسا آواز پر اُسنے کرنٹ کھا کر اپنے بائیں جانب دیکھا۔۔۔

وہ جسکے ساتھ اسکا نکاح ہوا تھا،کوئی اور نہیں بلکہ اسکا شیر شاہ تھا جسکا اصل نام جبروت تھا۔۔۔وہ اسے بھلا کیسے پہچانتی؟وہ بہت بدل گیا تھا۔۔۔اور دُرّے نے بھی تو سارے وقت میں اسے نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔۔

اسے دیکھ کر مبہم سا مسکراتے ہوئے جبروت نے اپنی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی تو پینڈیٹ اسکی چوڑی ہتھیلی پر جگمگا رہا تھا۔۔۔

دُرّے کی آنکھوں سے آنسو بھل بھل گرنے لگے تو جبروت کا دل جلنے لگا۔۔۔۔

ہاتھ بڑھا کر اسنے اپنی رابیل کے آنسو اُنگلیوں کے پوروں پر چُنے تو وہ خاموشی سے آکر اسکے فراخ سینے میں چھپ گ ئی۔۔۔۔۔

* * * * * * * * * * *

(آغازِ جستجو)

رئی یسانی مینشن، بھوربن:

دُرّے جبروت کے گلے سے لگی برسوں سے دل پر دھرا کوہِ گراں سِرکانے کے بعد اُس سے الگ ہوئی تو اسکی شدّتِ گریہ سے لہو چھلکاتے فیروزی نین دیکھ کر جبروت کا دل آریوں سے کٹا تھا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔آآآپ۔۔۔کک۔۔۔کہاں۔۔۔چلے۔۔۔۔گگ۔۔۔۔گ ئے تھے؟آآپ کو گولیاں مار کر گرادیا۔۔۔۔مم۔۔۔ماما۔۔۔بب۔۔۔بابا کو بھی مم۔۔۔مار رہے تھے۔۔۔۔۔"
وہ ہچکیوں میں اٹک اٹک کر اس سے فریاد کررہی تھی اور جبروت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ افراسیاب اور آصف عباسی کو زندہ جلا دے۔۔۔۔

رابیل۔۔۔۔۔بس چُپ رونا نہیں۔۔۔۔جس نے بھی یہ گھٹیا حرکت کی ہے نا ایک دن وہ اپنے انجام تک پہنچ جائے گا۔۔۔یاد نہیں دادو کہتی تھیں کہ ظلم چاہے جتنا بھی سر چھڑ کر بولتا ہو،انجام اسکا زوال و رسوائی ہے"
اسکا نیم سوجھا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھامے نرمی سے دلاسا دے رہا تھا اور وہ روتی جارہی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔بس چپ۔۔۔ڈیم بنوانے کا ارادہ ہے کیا تمہارا؟یہ پہنو اپنا پینڈینٹ کب سے تمہیں مِس کررہا ہے۔"

جبروت نے سنجیدگی بھری شرارت سے کہتے ہوئے پینڈینٹ اسکے ہاتھ میں رکھا تو روتی ہوئی دُرّے نے اُسے گھور کر پینڈینٹ پہن لیا۔۔

"چلو کچھ دکھانا ہے تمہیں۔۔۔"جبروت اسے بازو سے تھام کر گود میں اُٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔

"کہاں جانا ہے؟اُتاریں ہمیں ہم خود چلے جائیں گے"

وہ گڑبڑا کر اسکی گود سے اُترنے لگی۔۔۔

"پیر زخمی ہے تمہارے۔۔۔خود چلو گی تو زخم خراب ہوجائینگے۔۔۔تمہیں تو خیر فرق نہیں پڑتا مگر میں خوار ہوتا ہوں۔۔اچھا نہیں پہلے سے بچت ہوجائے میری۔۔۔"

وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔۔۔

یہ ٹانگ برابر لڑکی جو قد میں بمشکل اسکی کمر تک ہی پہنچ سکتی تھی۔۔۔وہ جو بے تکلفی سے آکر اسکی گود میں بیٹھ جاتی تھی۔۔۔اب اتنی سی عمر میں اتنی میچیور ہوگئی تھی کہ اپنے شیر شاہ سے شرمانے لگی تھی۔۔۔

"نہیں ہونگے آپ خوار ہم خود اپنے بینڈیج کرلیں گے اُتاریں ہمیں۔۔۔۔"

وہ مان ہی نہیں رہی تھی۔۔۔جبروت اسکی بات اَن سُنی کرتا اسے گود میں اُٹھائے دروازے کی جانب بڑھ کر روم سے باہر نکلا اور سیڑھیوں پر نیچے اُترتے ہوئے مینشن کے پچھلی جانب موجود سوئمنگ پول کے پاس آیا۔۔۔

گھپ اندھیرے میں دُرّے نے بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیلا کر دیکھنے کی کوشش کی مگر نا کچھ نظر آیا اور نا کچھ سمجھ آیا۔۔۔

"Happy Birthday to Rabail & Sher Shah"

اچانک ڈھیر ساری چہکتی آوازیں دُرّے کے کان میں پڑتے ہی ڈھیر ساری رنگ برنگی موم بتیاں روشن ہوئی تھیں۔۔۔

موم بتیوں کی ملگجی خوابناک سی روشنی میں دُرّے نے سوئی منگ پول کے کنارے ایک بڑی سی ٹیبل کو سالگرہ کے لوازمات سے نہایت نفاست سے سجے دیکھا۔۔۔

ٹیبل کے پاس ہی ایک جانب حیدر،زارا،ضبور اور ردا کھڑے مسکراتے ہوئے حیران سی دُرّے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔

جبروت اسی گود میں اُٹھائے ٹیبل کی جانب آیا اور اسکے لئے رکھی گئی کرسی پر بٹھا کر خود کرسی کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے ہلکا سا دُرّے کی جانب جھکا اور ٹیبل پر کیک کیساتھ رکھی چھری اُٹھا کر دُرّے کے ہاتھ میں پکڑانے کے بعد خود بھی اسکا ننھا سا ہاتھ پکڑ کر اسکے ساتھ کیک کاٹنے لگا۔۔۔

جبروت اور دُرِّ نایاب عدن کی سالگرہ ایک ہی دن ہوتی تھی۔۔۔آج دُرّے گیارہ جبکہ جبروت بائیس سال کا ہوگیا تھا۔۔۔

کیک کٹنے کے بعد دُرّے کے پسندیدہ فرنچ پرائیز،ڈونٹ آئس کریم اور سپرینگ رولز وغیرہ سے بھری ٹرالی گھسیٹتی رئیسانی مینشن کی خاندانی ادھیڑ عمر باوقار اور خوبصورت دو ملازمائیں جنہیں گھر کے معزز بزرگوں کی طرح ٹریٹ کیا جاتا تھا، گلستان خانم اور دبستان خانم اس طرف آئیں۔۔۔۔

"ہماری کیوٹ سی بھابھی جان کو برتھ ڈے کی ڈھیر ساری مبارکباد کے ساتھ رئیسانی مینشن میں تہہ دل سے خوش آمدید۔۔۔۔"

ضبور نے شرارت سے کہا تو دُرّے کے زرد چہرے پر اسکے بھابھی کہنے سے دھنک رنگ بکھرے تھے۔۔۔۔

"جاہ بچے گڑیا کو روم میں لے جاؤ اب تاکہ آرام کرکے تازہ دم ہوجائے۔۔۔"

زارا نے جبروت سے کہا تو اسنے اثبات میں سر ہلا کر دُرّے کو دیکھا اور وہ فوراً کرسی سے اُٹھی تھی۔۔۔

جبروت کو ہنسی آگئی۔۔۔۔اس لڑکی کو ہو کیا گیا تھا آخر؟

وہ جلدی میں اُٹھ تو گئی تھی مگر پیروں کے زخم میں ٹھیسیں اُٹھنے کے سبب اسکا آنکھیں میچ لینا جبروت دیکھ چکا تھا۔۔۔

جبروت نے حیدر کو دیکھا تو انہوں نے اشارے سے سب کو وہاں سے جانے کا کہا۔۔۔اور خود بھی دُرّے کو بنا محسوس کرائے وہاں سے چلے گئے۔۔۔

وہ اپنی دُھن میں چلنے کی کوشش کرتے ہوئے جارہی تھی کہ جبروت نے اُسے بازوؤں میں اُٹھا لیا۔۔۔

"شیر شاہ اُتاریں پلیز ہم جارہے ہیں نا خود" وہ منمنائی مگر جبروت کو شائد سنائی ہی نہیں دیا۔۔۔

جبروت نے اُسے روم میں لاکر اُتارنے کے بجائے بیڈ پر بٹھایا۔۔اور نفاست سے بیڈ پر تہہ کیا ہوا کمبل کھینچ کر اسکے اوپر برابر کیا۔۔۔۔

دُرّے خفگی سے منہ پھلائے رُخ موڑ کر بیٹھ گ ئی۔۔۔

"اِدھر دیکھو۔۔۔"جبروت نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی پکڑتے ہوئے چہرہ اپنی جانب کیا۔۔

"رابیل۔۔۔۔کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟ہم بیسٹ فرینڈز ہیں نا تو پھر تم مجھ سے بھاگنے کیوں لگی ہو؟"
اسکی ناراض آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔۔۔

"ہم اب بڑے ہوگ ئے ہیں شیر شاہ۔۔۔۔"اپنی جھجھک کا سبب بس اتنا ہی بیان کیا گیا۔۔۔

خود اُسے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے جو اُسے جبروت کے سامنے یوں مؤدب رکھتی ہے۔۔۔

"اچھا۔۔۔کتنی بڑی ہوگئی ہو، دو فٹ؟" جبروت نے آبرو اُٹھا کر دلچسپی سے پوچھا۔۔۔

"آپ سے مطلب؟جتنے بھی بڑے ہوگئے ہوں مگر خود چل سکتے ہیں۔۔۔"
نروٹھے انداز میں کہا گیا تو جبروت زیر لب مسکرادیا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"مدھم بھاری آواز میں جبروت نے اُسے پکارا اور اسکے تخاطب پر شائد زندگی میں پہلی بار اپنے دل کی بے ترتیب دھڑک پر وہ حیران ہوئی تھی۔۔۔۔

جبروت کی جانب کھنچھنا اُسے بس وہ مانوسیت لگتی تھی جسکی وجہ نا اس نے کبھی جاننے کی کوشش کی نا کبھی اسے پتہ چلی۔۔۔

اسنے پلکیں اُٹھا کر جبروت کو دیکھا جو جانے کیوں بھاری ہوکر اُٹھنے سے انکاری تھیں۔۔۔

"میرے لئے تم آج بھی وہی ہو جسے میں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا شائد تب تمہاری عمر فقط چند گھنٹے بھی ہی تھی۔۔۔میرے لئے تم کبھی بڑی نہیں ہوگی رابیل۔۔۔میں جانتا ہوں تم سے کہا گیا ہوگا

کہ تم صلح کے طور پر جارہی ہو تو زبان بند رکھنا،اُف بھی نہیں کرنی وغیرہ لیکن ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔میں صرف اپنی امانت اپنی واحد گہری ، بہترین اور رازدار دوست اور بیوی کو لینے آیا تھا۔۔۔وَنی شریعت سے ثابت نہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ وہ مجھ پر اور میری شیرنی پر زبردستی یہ فرسودہ رسم تھوپے۔۔۔اپنی دونوں ماؤں کے بعد تمہارے سوا میں کبھی کسی سے بے تکلف نہیں ہوا نا کبھی ہوسکا۔۔۔میں بھلے ہی ایک بلوچ جاگیردار رئیس زادہ جانے ،بھلے ہی میں جبروت رئیسانی کہلایا جاؤں یا بلکل ہی بے نام و گمنام ہوجاؤں مگر تمہارے لئے میں آج بھی وہی شیر شاہ ہوں رابیل۔۔۔یوں مجھ سے اجنبیت برت کر بے جان مت کرو۔۔۔"

وہ دھیمے لہجے میں رسان سے بولا تو اسکے آخری جملے پر دُرّے نے دہل کر اُسے دیکھا۔۔۔

ذہن کے پردے پر تین سال پہلے کا وہ منظر لہرایا تھا جب اسکے سامنے شیر شاہ یعنی جبروت کو گولیاں مار کر کڑاکڑ کے درّے سے نیچے گرادیا گیا تھا۔۔۔

دُرّے کا گلا رُندھ سا گیا اور آنکھیں نمی کی تپش سے جلنے لگی۔۔۔

Rabail...You are my real lioness.From now you won't cry helplessly like " this but will smile while helping others over their grief,disappointment & hurting wounds of either soul ,heart or body.....because serving the creature is worship,worship creates peace wthin soul & this peace bring a pleased

smile on lips...Probably my Rabail's smile is the most favourite thing of mine....."

دُرّے کے زخمی ہاتھ اپنے مضبوط چوڑے ہاتھوں میں تھام کر وہ عزم سے بولا۔۔۔ساتھ ہی تائید بھری نظروں سے اُسے دیکھا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔۔۔

"چلو سو جاؤ اب لیٹ نائیٹ تک نہیں جاگتے۔۔۔۔"

اسکے بالوں میں اُنگلیاں پھیر کر جبروت نے کہا تو اسنے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کی۔۔۔جبروت نے نرم کمبل اس پر برابر کیا اور اسکا سر تھپتپاتے ہوئے بیڈ سے اُٹھا،لائیٹ آف کی اور بالکنی میں آ کھڑا ہوا۔۔۔

تاریک آسمان پر کالی گھٹائیں پھیلی تیز بارش کی آمد کی پیشگوئی کررہی تھیں۔۔۔

دل اور روح تو آج بھی جل رہے تھے مگر فرق یہ تھا کہ آج روگوں کا مرہم،اسکی رابیل اسکے پاس تھی۔۔۔۔

وہ رابیل جسے لگی ہلکی سی خراش پر اسکا دل رُک سا جاتا،جسم سے جان نکلنے لگتی،اسکی اتنی لاڈلی شیرنی کے جسم کو کس بے رحمی سے داغا گیا تھا۔۔۔جبروت نے شدت طیش سے ایک مٹھی بھینچ کر بالکنی کی ریلینگ پر ماری۔۔

دُرّے کی خوبصورت آنکھوں تلے گہرے حلقے، کبھی پھولے پھولے کشمیری سیبوں جیسے سُرخ و سفید گال زرد پڑ کر اندر کو دھنسے ،گھنے گھنگریالے گھٹنوں تک پہنچتے لمبے بال اب روکھے ،بے جان جھڑتے ہوئے اور چہرے پر چھائے ملالی حُسن نے جبروت کا دل کھائی میں گرادیا تھا۔۔۔

اوپر سے جس موتی کو وہ ہمیشہ کئی پردوں میں پوشیدہ رکھا کرتا تھا،اسکی پاکدامنی اور حیا کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے افراسیاب کو جب سے اسنے دیکھا تھا۔۔۔تب سے دماغ اُبل رہا تھا۔۔۔

وہ ہنوز ایسے ہی بارش کی بوچھاڑ کو گھورتا رہا۔۔۔۔
وہ تمام مناظر کسی فلم کی طرح ذہن پر چلنے لگے۔۔۔

جب وہ درّے سے نیچے گرا تھا۔۔۔سرچ آپریشن کے باوجود وہ آرمی کے ریسکیو اہلکاروں کو نہیں مل سکا تھا۔۔۔

چار دن اس پر یونہی گزر گئے تھے پھر جاکر وہ ریسکیو اہلکاروں کو ملا تو اُسے فوراً ہاسپٹل پہنچایا گیا۔۔۔

جسم میں لہو کی بس کچھ مقدار بچی تھی مگر پھر بھی وہ معجزانہ طور پر بچ گیا تھا۔۔قدرت کو شائد برسوں سے اسکے ہجر میں تڑپتے والدین اور اپنوں کے بلکنے پر رحم آگیا تھا تبھی بریگیڈئیر نوابزادہ میر حیدر کرّار رئیسانی جو اس واقعے کی تحقیقاتی ٹیم کیساتھ بونیر کا دورہ کرنے آئے تھے۔۔۔انہوں نے جب جبروت کو دیکھا تو اپنے سامنے بیٹے کی شکل میں اپنا مکمل عکس دیکھ کر یوں لگا جیسے کوئی شفاف آئینہ دیکھ رہے ہوں۔۔۔

بنا کسی کو کچھ بتائے انہوں نے اپنا اور جبروت کا ڈی این اے ٹیسٹ کروایا تو وہ مثبت نکلا۔۔فرطِ جذبات سے بے قابو ہوکر انہوں نے ضبور اور زارا کو بھی فوراً بونیر پہنچنے کا کہا۔۔۔

جب وہ دونوں بھی یہاں آئے تو زارا اپنے بچھڑے سپوت کو دیکھ کر خوشی سے رونے لگیں۔۔۔ضبور نے بھی حیدر اور زارا کو فیصل مسجد اسلام آباد والا واقعہ کہہ سُنایا کہ کیسے جب ننھی دُرّے انکے فوٹو سیشن کے درمیان آئی تھی اور اسے جبروت کے حوالے کرتے ہوئے ضبور چونکا تھا کیونکہ جبروت ہو بہو اپنے والد حیدر کی کاربن کاپی تھا۔۔سوائے آنکھوں کے رنگ کے کچھ بھی تو مختلف نہیں تھا۔۔۔

حیدر رئیسانی اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور اسکی گہری نگہداشت اپنی نگرانی میں شروع کروادی۔۔۔

سات ماہ تک بستر پر وہ بے حس و حرکت پڑا رہا۔۔۔۔

جب بستر سے اُٹھنے اور مکمل طور پر ہلے جُلنے کے قابل ہوا تب اپنے اپنوں کو سامنے دیکھ کر پل بھر کو کچھ بول ہی نہیں سکا۔۔۔

یہ وہ چہرے تھے جو اُسے ہمیشہ سے یاد رہے تھے۔۔۔جنکی یاد اُسے ہمہ وقت تڑپاتی رہتی مگر وہ خاموش رہتا تھا۔۔۔آج اسکے بچھڑے اپنے اُسے مل گئے تھے لیکن۔۔۔۔اسکے وہ اپنے جن کے پاس وہ اتنے برس رہا تھا۔۔۔۔

مہر اور مہابت خان کو آخری دفعہ بند ہوتی آنکھوں سے تب دیکھا تھا جب ایک مسلّح نقاب پوش گاڑی میں بیٹھی مہر کی جانب کا شیشہ بندوق کی بِٹ سے توڑ رہا تھا اور دوسرا آدمی خون میں لت پت نڈھال سے مہابت خان کو بازوؤں سے جھکڑے گھسیٹ کر گاڑی کی طرف لارہا تھا۔۔۔۔
اور رابیل۔۔۔۔آخری دفعہ اُسے سہمی وحشت زدہ نگاہوں سے خود کو دیکھتے ہوئے دیکھ کر وہ درّے میں جاگرا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔۔۔"وہ جبروت جو ایک ٹھہرے سمندر جیسا گہرا اور مضبوط انسان تھا۔۔دُرِّ نایاب عدن کے خیال سے اچانک شدید پینک ہوکر بیڈ سے اُٹھنے لگا۔۔۔

"Jaah!my lion cool down son....."

حیدر اُسے بازؤوں میں بھینچتے ہوئے بولے مگر بپھرے وہ ہوئے سمندر کی طرح کہاں رُک رہا تھا۔۔۔

" I'll kill them.....How did they dare to touch my life....my Angel,my lioness....I'll make life hell for them.I'll burn them alive"

وہ شدّت رنج و طیش سے دھاڑا تھا۔۔۔دماغ گویا پھٹ رہا تھا۔۔۔

"جاہ میرے بچے ،میری جان پلیز۔۔۔۔"زارا حیدر فوراً بیقراری سے اُسکے پاس آئیں اور اُسے اپنی مہربان بانہوں میں چھپایا۔۔۔

ماں کی مہربان ممتا بھری پناہوں کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں نے یکدم اس اُبلتے لاوے پر ٹھنڈی سی پھوار برسادی تھی۔۔۔

وہ سُرخ نم آنکھوں سے زارا اور حیدر کو دیکھنے لگا۔۔۔زارا اسے اپنے سینے سے لگائے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔۔

Get well soon my angry young lion....soon these monsters will badly regret "
"...for thier evils

بیٹے کا کندھا تھپتپاکر عزم سے کہتے ہوئے انہوں نے براہ راست اسکی خوبصورت آنکھوں میں دیکھ کر ایک پوشیدہ پیغام دیا تھا جسے وہ سمجھ کر دھیرے سے مسکرادیا۔۔۔

"لیجیے اماں جان آپکی تو بہو ڈھونڈنے کی فکر اُڑن چھو منتر۔۔۔صاحبزادے پہلے سے ہی مضبوط کھونٹے سے لٹکے اب من ہی من میں سُہانی یادیں تازہ کرکے مسکرائے جارہے ہیں ہاں۔۔۔"
نٹ کھٹ ضبور رئیسانی نے اسکے مسکرانے پر شرارت سے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔۔۔

جبروت جہاں صورت میں باپ جیسا تھا،سیرت بھی ہوبہو اُنہی کا پرتو تھی اور شائد جستجوئے حیات بھی اُنہی سے منسوب۔۔۔

ضبور حیدر صورت و سیرت میں ہوبہو زارا حیدر کا عکس تھا۔۔۔

ان تین سالوں میں ممکنات سے بھی یک گام پہل کرکے جبروت نے دُرِّنایاب عدن کو دیوانوں کی طرح جگہ جگہ تلاشا تھا۔۔۔اسکے اس جنون میں اسکے والدین،بھائی اور سگی بہن سے بڑھ کر محبوب کزن اور بھابھی معصوم اور ننھی رِدا نے بھی اسکا بھرپور ساتھ نبھایا تھا۔۔۔

جونہی آصف عباسی کی تین سالہ گمنام روپوشی کے بعد پاکستان واپسی ہوئی تو اسکے لئے زمین تنگ ہونی شروع ہوگئی۔۔۔اس مشن میں صرف آصف عباسی ہی ٹارگٹ نہیں تھے بلکہ وسیع پیمانے پر اس معاملے سے جڑے اور بھی کئی راز پنہاں تھے اسلیے اُسے گرفتار کرنے کیلئے باقاعدہ ٹیم تشکیل دی گئی تھی۔۔۔

اور کامیابی سے اس بے رحم طاقتور اور انتہائی بااثر مافیا کنٹرولر کو اسکی اپنی ایک چھوٹی سی بیوقوفی کی وجہ سے پکڑ لیا گیا تھا جسکا خیال تھا کہ سیاحت کیلئے وفق حکومتی ثقافتی وِرثے یعنی قلعہ دراوڑ اور قلعہ عمرکوٹ کو اپنے رسوخ کے ذریعے حکومتی وزرا٦١ سے حاصل کرکے اُن میں چھپ کر وہ ایجنسی والوں کی نظروں سے اوجھل ہوجائے گا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔"اچانک دُرّے کی سہمی سی پکار پر وہ اپنے خیالوں سے باہر آکر اسکے پاس آیا تھا جو گھبرائی سی بیڈ پر سیدھی ہوکر بیٹھی تھی۔۔۔

"رابیل کیا ہوا ہے میں یہی ہوں ڈرو مت" لائیٹ آن کرکے وہ بیڈ پر اسکے پاس بیڈ کر اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے بولا۔۔۔

بھوربن کے سرد موسم میں بھی دُرّے پسینے سے شرابور تھی،حلق سوکھ کر کانٹا ہورہا تھا اور چہرہ ہراساں تھا۔۔۔

"رابیل کیا ہوا ہے بتاؤ۔۔۔ڈرو مت سب ٹھیک ہے"

"شش شیر ششاہ۔۔۔آآپ مت جائیں ہمیں ڈڈ ڈرر لگ رہا وو وہ۔وہ پھر سے آرہے ہیں۔وہ بہت برے ہیں بار بار ہمارے ساتھ غلط۔۔۔۔"
وہ جملہ مکمل نا کرپائی۔۔۔کہتے ہوئے جسم بُری طرح کپکپارہا تھا۔۔۔
جبروت کے نقوش میں بے پناہ سختی در آئی تھی لیکن دُرّے کے سامنے وہ خود پر قابو رکھ رہا تھا۔۔۔

"رابیل اللہ تعالٰی ہے نا،اُنکے ہوتے ہوئے کسی کی مجال نہیں تمہیں ذرا سی گزند پہنچائے۔۔۔نہیں آسکتا کوئی بھی اب۔۔۔سوجاؤ میں یہی ہوں تمہارے پاس"
دُرّے کو تسلّی دیتے ہوئے بیڈ پر پھر سے لٹا کر گرم کمبل اسکے اوپر برابر کرتے ہوئے وہ اسکے سرہانے بیٹھا اور اسکے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگا۔۔۔

اسکا ایک ہاتھ دُرّے مضبوطی سے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچے سو رہی تھی۔۔۔

دُرّے کی نیند گہری ہوئی تو وہ آہستگی سے اپنا ہاتھ آزاد کرکے اُٹھا اور واشروم جاکر وضو کرنے کے بعد واپس آکر جائے نماز بچھاتے ہوئے تہجد پڑھنے لگا۔۔۔

تہجد کے نوافل پڑھنے کے بعد اُسنے طویل دُعا مانگی اور آذانِ فجر کے انتظار میں تسبیح پڑھنے لگا۔۔۔

آذان ہوجانے پر اسنے پہلے خود نماز پڑھی اور پھر دُرّے کو اُٹھا کر وضو کروانے کے بعد اپنی نگرانی میں نماز پڑھوائی۔۔۔

دُرّے کی ابتر حالت اسکے ذہن پر نقش تھی۔۔۔اسنے ایک فیصلہ کرلیا تھا اور وہ تھا اپنی رابیل کو حقیقی معنوں میں شیرنی بنا دینے کا۔۔۔۔

نماز کے بعد سُورج طلوع ہونے پر وہ اسے اپنے ساتھ مینشن کے لان میں چہل قدمی کروانے لے گیا تو خوشگوار خنک موسم نے دُرّے کی بوجھل طبیعت پر کافی کارگر اور بہترین اثر ڈالا تھا۔۔۔

چہل قدمی کے بعد وہ اسکا ہاتھ پکڑے مینشن کے اندرونی حصّے میں داخل ہوا تو لاؤنج میں ہی حیدر کرار بیٹھے سامنے لگی ایل ای ڈی پر نیشنل جیوگرافک چینل لگائے بیٹھے تھے۔۔۔
ضبور، زارا اور خانساں ماں کیساتھ کچن میں موجود گپیں ہانک رہا تھا۔۔۔

گیارہ سالہ رِدا اپنے بال کیچر میں مقید کرتی سیڑھیوں پر اُتر رہی تھی جب اسکی نظر اپنی ہم عمر دُرِّ نایاب پر پڑی تو آنکھوں میں شوخ چمک لہرائی اور اگلے ہی لمحے وہ قریباً اُڑتی ہوئی آکر دُرّے کے گلے لگی تھی۔۔۔۔

"?How are you now my turquoise fairy sisso"
رِدا چہکتی ہوئی بولی تو جبروت مسکرادیا۔۔۔

دُرّے نے استفہامیہ نظروں سے جبروت کو دیکھ کر رِدا کا تعارف پوچھا۔۔۔

"بہن ہے گڑیا ہے میری امیرہ رِدا رئیسانی۔۔۔"جبروت نے پیار سے اسکا تعارف کروایا تو دُرّے نے اپنی جانب اشتیاق سے دیکھتی اس بیحد پیاری لڑکی کا اپنی طرف بڑھا دوستانہ ہاتھ مضبوطی سے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تو رِدا کھکھلادی۔۔۔

"بچے بابا کے پاس نہیں آئی ینگی؟" مخملیں صوفے پر بیٹھے حیدر نے لاڈ سے اُسے پکارا تو دُرّے نے پہلے انہیں اور پھر جبروت کو دیکھا۔۔۔

جبروت اسکا ہاتھ پکڑ کر حیدر کے پاس لے جاتے ہوئے صوفے پر انکے پاس بٹھا کر خود دوسرے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم " دُرّے نے جھجھکتے ہوئے سلام کیا تو حیدر شفقت سے مسکرادیے۔۔۔

"وَعَلَیکُم السَّلَام میرا بچہ میرا گُڈا۔۔۔کیسی طبیعت ہے اب۔۔۔اجنبیت تو محسوس نہیں ہورہی نا اور اس گھامڑ نے تنگ تو نہیں کیا؟"
وہ بیحد نرمی سے پوچھ رہے تھے۔۔۔

"رابیل۔۔۔بابا جان" جبروت نے دُرّے کے اُلجھن محسوس کرکے حیدر کا تعارف کروایا تو وہ جواباً کچھ وقت خاموشی سے انہیں تکنے لگی۔۔۔

بے اختیار اسے مہابت خان یاد آئے تھے۔۔۔

"جی ہم بہت بہتر ہیں بابا جان اب۔۔۔آپ سب بہت اچھے بہت پیارے ہیں۔۔۔"
وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تو حیدر نے اسکا سر تھپکا۔۔۔

زارا اور ضبور بھی کچن سے نکل کر انکے پاس آئے تھے۔۔۔

دُرّے کے پاس بیٹھ کر زارا نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی ممتا سے چور محبت بھری بانہوں میں بھر کر خود میں بھینچا تو مہرالنسا٦ کیلئے بلکتا دل اک اُلوہی سکون پاکر اب قرار پاگیا تھا۔۔۔

ضبور نے بھی اپنی شوخ اور نٹ کھٹ طبیعت کے سبب جلد ہی دُرّے سے پکّی دوستی بھی کرلی تھی۔۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد رِدا تو لمحے کی دیر لگائے بغیر دُرّے کو اپنے ساتھ لے گئی اور جبروت جو لاؤنج میں کھڑا اسے دیکھ کر زیر لب مسکرارہا تھا۔۔زارا کے خود کو خاموشی سے تکنے پر غیر محسوس انداز میں چہرہ انکی طرف گھمایا تو وہ ہلکا سا جھینپ کر مسکرادی۔۔۔
مگر انکے تاثرات میں فکرمند سی سنجیدگی دیکھ کر وہ آہستگی سے انکے پاس آیا۔۔۔

"?Maam! Is everything ok"

انکے سامنے کھڑا وہ دھیمے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔۔۔

"مجھے تمہاری اس پیاری سی مسکراہٹ کے درد و الم کی افسردگی میں ڈھلنے سے ڈر لگ رہا ہے"
زارا نے اپنا خدشہ بیٹے سے شئیر کیا۔۔۔

"مام آپ پریشان نا ہوں۔۔۔۔میں سنبھال لونگا"
جبروت نے انکا ہاتھ تھام کر کہا۔۔۔

"جاہ۔۔۔۔"حیدر نے اسے پکارا تو ماں کا ہاتھ تھپتپاتے ہوئے آنکھوں سے تسلّی دے کر وہ اب حیدر کے پاس چلا گیا جبکہ زارا دُرّے کو دیکھنے چلی گئی۔۔۔

✿✿✿✿

سہہ پہر کے وقت جبروت اس وقت مینشن کے وسیع ٹیرس سے نظر آتے بھوربن کے خوبصورت منظر کو دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں تھا۔۔۔۔
اسکے پاس زیادہ وقت نہیں تھا اور جتنا تھا وہ اسے مکمل طور پر دُرِّ نایاب کو دینا تھا۔۔۔
اپنے جانے سے پہلے وہ اپنے وہ تمام وسیع علم و ہنر اسے سکھادینا چاہتا تھا جو صرف اُسی کا خاصا تھے۔۔۔

جانتا تھا کہ شائد آنے والا وقت اس کی بے انتہا لاڈلی انسان کے کڑے امتحان لے۔۔۔
ان امتحانوں پر پورا اُترنے کیلئے وہ اسے کامل کر دینا چاہتا تھا۔۔۔

دُرِّ نایاب عدن جو سارا دن زارا،رِدا اور ضبور کے ساتھ رہی اب اپنے شیر شاہ کو ڈھونڈتی گلستان خانم سے جبروت کی ٹیرس پر موجودگی پتہ کرکے وہ اسکے پاس آئی تو وہ سینے پر ہاتھ باندھے کسی سوچ میں گم نظر آیا جو کہ درحقیقت گُم تو بلکل نہیں تھا۔۔۔

وہ دبے قدموں اسکے پاس آئی اور خاموشی سے اسکے برابر میں کھڑی ہوگئی۔۔۔۔
ٹیرس کی ریلنگ کافی اونچی تھی اسلیے وہ ایڑھیوں پر کھڑی ہوکر باہر کا حسین منظر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی مگر بے سود۔۔۔

جبروت نے سر جھٹک کر ذرا سا مسکراتے ہوئے اسکی طرف جھک کر اسے بازؤوں میں اُٹھایا تو وہ گڑبڑا گئی۔۔۔

"محترمہ! اپنی ایڑھیوں کا بیڑا غرق کرنے سے بہتر نہیں تھا ذرا سا حکم مجھے دے دیتی۔۔۔آپ کو کب سے غلام پر ترس آنے لگا ویسے تو ہر وقت فرمان جاری و ساری رہتے ہیں آپکے"

وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تو دُرّے نے اسے گھورا۔۔۔

"ہم نے کب حکم چلائے آپ پر؟ آپ ہی ہیں جو ہر وقت رابیل یہ مت کرو یہاں، مت جاؤ ،یہ مت کھاؤ ،یہ کرو وہ کرو کہتے نہیں تھکتے۔۔۔۔اور ہاں غلام ولام کچھ نہیں ہوتا دادو کہتی تھیں کہ عقلمند عورت اپنے ہزبنڈ کو بادشاہ بنا کر خود اسکی ملکہ بنتی ہے جبکہ بیوقوف عورت اپنے ہزبنڈ کو غلام بنا کر خود غلام کی بیوی بن جاتی ہے۔۔۔۔"

اسکی بڑے سیانے انداز میں کہنے پر جبروت کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔

"تو؟ وہ ہزبنڈ کے بارے میں کہتی تھی نا میں۔۔۔۔"

وہ مسکراہٹ دبا کر کہہ رہا تھا کہ دُرّے نے بیچ میں ٹوکا۔۔۔

"ہاں تو ہم بھی ہزبنڈ کے بارے میں ہی کہہ رہے ہیں کونسا اپنے "کسی لالا " کا ذکر کررہے ہیں" گردن اکڑا کر کہتے ہوئے" کسی لالا" پر خاصا زور دیتے ہوئے دُرّے نے اُسے بڑے تگڑے انداز میں جو کچھ بھی جتایا تھا،جبروت ہنسی بمشکل ضبط کرگیا۔۔۔

"لیکن ہم تو ایک دوسرے کے اکلوتے بیسٹ فرینڈز نہیں تھے؟"

وہ دلچسپی سے اسے گود میں اٹھائے اسکی فیروزی آنکھوں میں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔۔۔

"تھے سے کیا مطلب؟ اب نہیں ہیں کیا؟"

آبرو اچکا کر پوچھا گیا۔۔۔

جبروت نے اس سوال پر براہِ راست یوں دیکھا کہ ان سلور گرے رنگت کی آنکھوں کے تاثر سے وہ جھرجھری سی لیکر نگاہیں دوسری طرف پھیر گئی۔۔۔

"You are my everything....everything means I have tied every knot with you whether it is friendship,loyality,love,trust,joy,grief,pain or anything else I feel consciously or unconsciously ever since you have born"

جبروت دل میں کہتے ہوئے اپنی ناقابلِ بیان کیفیات کا محور اُس بے خبر دشمنِ جاں کے ہوا سے اُڑتی گھنگریالی لٹوں کو دیکھ رہا تھا جن میں وہ ہمیشہ بُری طرح اُلجھ جایا کرتا تھا۔۔۔

"دُرِّ نایاب۔۔۔"جبروت کی اس یکسر غیر متوقع تخاطب پر دُرّے نے پہلے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اسکی پیشانی شکن آلود ہوئی۔۔۔جبروت نے زندگی میں کبھی بھی اسے اسکے نام سے نہیں پکارا تھا۔۔

"رابیل۔۔۔"اسکے کڑے انداز میں تصحیح کرنے پر جبروت ہنس دیا۔۔

"پتہ ہے رابیل کے کیا معن ہیں؟"

"Yes!Brave,lioness,Courageous"

دُرّے نے جواب دیا۔۔۔

جبروت کے خود کو اس نام سے پکارنے پر ایک دفعہ اسنے اوغوز خان سے اس نام کے معانی پوچھے تو انہوں نے پیار سے اس نام کے معانی بتادی۔۔۔

"جانتی ہو میں تمہیں رابیل کیوں کہتا ہوں؟" اس سوال پر وہ خاموش رہی۔۔۔

"کیونکہ تم واقعی ایک بہادر جراتمند شیرنی ہو اور میں تمہیں حقیقی معنوں میں اس نام کی زندہ جاوید و بے نظیر عکس کے طور پر دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔

"?Will you be my superwoman

جبروت نے اک مان سے پوچھا تو اسنے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مسکرا کر اسکے کندھے پر سر رکھ دیا۔۔۔

"Accepted"

وہ کھکھلا کر بولی تو جبروت کھلے دل سے مسکرایا۔۔۔

ٹھیک ایک ہفتے بعد جبروت نے اپنی خاتون کو اسکی گیارہ سالہ زندگی کے انتہائی سخت ترین دور سے گزارنے کی ابتدا ٦١ کی اور اپنا ہر ہنر و عمل اسے سکھانا شروع کردیا۔۔۔۔

اپنے جانے سے پہلے اسے اپنی سلطان کو ایک حقیقی جانباز بنانا تھا۔۔۔

دُرّے جو ہر وقت جبروت کے سر رہتی کہ وہ اسے وہ سب سکھادے جو اسکی جداگانہ صفات ہیں۔۔۔۔

اور اب جب وہ اسے وہ سب سکھارہا تھا تو باوجود گہری چوٹیں اور سخت ذہنی و جسمانی مشقت سے پُر ضربیں لگنے کے باوجود وہ بخوشی تربیت پارہی تھی۔۔۔

* * * * * * * * * * *

(آتش)

7 months later:

رئی یسانی مینشن ،بھوربن:

سات ماہ بعد اب گیارہ سالہ دُرّے ایک بہترین گنگ فو سمیت ہر طرح کے مارشل آرٹس اور دیگر ہنر و فنون سے آراستہ و پیراستہ اک بہترین فائٹر کا روپ دھار چکی تھی۔۔۔
صرف دُرّے ہی نہیں بلکہ رِدا نے بھی اسکے ہمراہ بہترین تربیت حاصل کرلی تھی۔۔۔
ساتھ ساتھ دونوں کا تعلیمی سلسلہ بھی زارا رئی یسانی نے اپنی نگرانی میں برقرار رکھا ہوا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔"دُرّے روم سے نکل رہی تھی جب پیچھے اسکا بیگ تھامے جبروت نے اُسے پکارا۔۔

"جی۔۔۔"وہ پلٹی تو وہ پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا اور بازو وا کرکے اسکی طرف دیکھا۔۔

وہ آہستگی سے چل کر اسکے پاس آئی تو جبروت کی خوبصورت آنکھوں کو شدت ضبط سے سُرخ دیکھ کر پریشان ہوگئی۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔کیا ہوا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔۔۔کل رات بھر جاگے تھے نا ہم سب شائی د اسی ل ئے"
وہ لاپرواہی سے بولا۔۔۔

"بنائی یں مت ہمیں۔۔۔اچھی طرح جانتے ہیں آپ تو سوتے ہی نہیں کبھی اور نا ہم نے کبھی آپکو سوتے دیکھا ہے۔۔۔آپ روئے ہیں؟"
وہ اسے گھور کر کہتی غور سے اسکی آنکھیں دیکھنے لگی۔۔۔

جبروت کچھ کہہ نا سکا۔۔۔کیا کہتا کہ ان کے بیچ اک لمبے عرصے کا ہجر آنے والا ہے۔۔۔

اسکے دونوں ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر جبروت نے اسے گلے سے لگایا تو وہ پہلے حیران ہوئی تھی کیونکہ وہ ایسا کبھی بھی نہیں کرتا تھا۔۔خود وہ آکر بے تکلفی سے اسکے گلے لگ جایا کرتی مگر اب تو وہ بھی جھجھکنے لگی تھی۔۔۔

"چلو جاؤ بریک فاسٹ کرلو اچھے سے۔۔۔میں آرہا ہوں دیکھنے"

اسے خود سے الگ کرنا بھی تو محال تھا مگر پھر بھی وہ خود پر قابو پاکر اسے خود سے الگ کرتے ہوئے تنبیہہ کے ساتھ بول کر اُٹھا اور بیگ کیساتھ اسکا ہاتھ پکڑ کر روم سے نکلا۔۔۔

سیڑھیوں پر دونوں کو اُترتے دیکھ کر زارا کے لبوں پر اک افسردہ سی مسکراہٹ در آئی تھی۔۔۔

لمبی سی میز پر آمنے سامنے بیٹھے ضبور اور ردا کی نوک جھونک بھی جاری تھی۔۔۔

"ہیر اب اتنا بھی کوئی خاص ہل نہیں چلانے جانا تم نے جو ہاتھ ہی نہیں رُک رہے تمہارے بریڈ ٹھونستے ٹھونستے۔۔۔اور کتنی موٹی ہونے کا ارادہ ہے؟"
ضبور مسکراہٹ دبائے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"میں نے ہل نہیں چلانا تو آپ نے کونسا پہاڑ توڑنے ہیں؟ ویلے بستر توڑتے رہے ہیں اتنا وقت اب مزہ آئے گا نا کاکول میں۔۔۔ہر وقت تو آپکا منہ چلتا رہتا ہے اور میں زیادہ کھا کر موٹی ہورہی ہوں؟ اچھا ہے میں موٹی ہوجاؤں پھر مجھے اُٹھاتے آپکے ہی ہاتھ ٹوٹیں گے ہائے "
اپنی دُھن میں ضبور کو لتاڑتی ردا آخری بات کرکے کھسیانی سی ہوکر لب دانتوں تلے دباگئی تھی کیونکہ زارا اور حیدر سر جھکائے مسکرا رہے تھے۔۔۔

ضبور آبرو اُٹھائے اپنی اس گیارہ سالہ منکوحہ کو دیکھ رہا تھا جبکہ دُرّے کی تو بڑی بڑی آنکھیں اور پھیل گ ئی تھیں۔۔۔

جبروت البتہ خاموش ہی رہا۔۔۔

"نایاب بچے آجاؤ تگڑا سا ناشتہ کرنا ہے تم نے۔۔۔۔۔بس بہت کرلیا ہوا کھانے پر گزارا"
زارا نے ہنستے ہوئے اسے اپنے پاس بُلایا تو وہ مسکرا کر انکے پاس چلی گ ئی۔۔۔

ان گزرے دنوں، لمحوں میں وہ اس گھر کے ہر فرد سے بیحد مانوس ہوچکی تھی۔۔۔

ردا اور ضبور تو باقاعدہ اسکے جگری یار جند جان بن چکے تھے۔۔۔
زارا اور حیدر نے اپنی بے پناہ محبت اور شفقت اسے کبھی والدین کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی لیکن جبروت۔۔۔۔ہاں دُرّے کو تربیت دیتے ہوئے اس میں تو چنگیز خان کی روح ہی سما گ ئی تھی۔۔۔

وہ اسے کسی بھی قسم کی رعایت نہیں دیا کرتا تھا۔۔ڈانٹتا نہیں تھا مگر اسکی اک گھوری سے ہی وہ سمجھ جایا کرتی تھی کہ کچھ تو گڑبڑ ہے۔۔۔۔

تربیت کیساتھ وہ گھر پر اسکی سٹڈیز کی بھی سختی سے خود نگرانی کرتا تھا،اسکا کھانا پینا،سونے جاگنے سمیت ہر کام اک خاص ٹائم ٹیبل کے تحت تھا۔۔۔

آج پورے سات ماہ بعد دُرّے نے اسکے فولادی برتاؤ میں موم سی نرمی محسوس کی تھی۔۔۔

ناشتہ کرتی دُرّے کو زارا،ضبور اور ردا کیساتھ مصروف دیکھ کر جبروت اپنے بابا جان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلّی دی۔۔۔

وہ دُرّے کو انکے ذمے چھوڑ کر اپنے مشن پر جارہا تھا۔۔ناشتہ کرتی دُرّے نے اک چور سی نظر اس پر ڈالی تو وہ کھوئے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

درّے نے اشارے سے اسے ناشتہ کرنے کہا تو وہ زیر لب مسکرادیا اور سامنے رکھا جوس کا گلاس اُٹھا لیا۔۔۔

دُرّے نے کبھی اسے عام انسانوں کی طرح کھاتے ،سوتے یا کوئی ایسی عام روٹین کے مطابق زندگی گزارتے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

عجب سا پُراسرار انسان تھا۔۔۔انسان بھی تھا یا نہیں۔۔۔؟وہ کبھی سمجھ نہیں پائی۔۔۔

جوس کا گلاس بھی ہاتھ میں ہی پکڑنے کیلئے اُٹھایا گیا تھا بس۔۔۔۔

ناشتے کے بعد جبروت اور ضبور پورچ میں کھڑی ہمر جیپ میں سامان رکھوانے کے بعد زارا اور حیدر کیساتھ کھڑے تھے جبکہ دُرّے اور ردا جیپ میں بیٹھ چکی تھیں۔۔۔
اپنے دونوں بیٹوں کی پیشانیاں چوم کر زارا نے نظروں ہی نظروں میں حیدر کو کچھ باور کروایا تو وہ زیرِ لب مسکرادیے۔۔۔

وہ سب جیپ میں بیٹھے تو جیپ رئیسانی مینشن سے نکل کر اب مری کے رستوں پر رواں ائیر پورٹ کی جانب محوِ سفر تھی۔۔۔
اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچ کر ضبور،جبروت اور بیگز نکال کر زارا،ردا اور دُرّے کیساتھ ائیرپورٹ کے اندر چلے گئے۔۔۔۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد انٹرنیشنل فلائیٹ کے ذریعے زارا ردا اور دُرّے کیساتھ نیوزی لینڈ چلی گئیں تھیں جبکہ ضبور،جبروت اور حیدر کو فلحال پاکستان میں ہی رہنا تھا۔۔
✿✿✿✿

:years later 7

اسلام آباد ائیر پورٹ:

"ہیر اُٹھ جا فلائی‌یٹ میں دو گھنٹے بچے ہیں صرف۔۔۔۔۔مام ویٹ کررہی ہیں یار"
دُرّے کوئی تیسری دفعہ آکر ردا کو اُٹھانے آئی تھی جو گدھے گھوڑے بیچ کر سوتی حنوط شدہ ممی بنی بیٹھی تھی۔۔۔

آخر دُرّے نے روم کے واشروم میں جاکر واش بیسن سے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں ٹھنڈا پانی لیا اور آکر ردا پر اُلٹا تو وہ ہڑبڑا کر جاگی۔۔۔۔

"نایاب۔۔۔۔۔اتنی سہانی نیند خراب کردی میری بدتمیز عورت"
ردا برا سا منہ بنا کر بولی تو دُرّے اسکی بات اَن سُنی کر کے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اُٹھانے لگی۔۔۔

"اُٹھ بھی جا سستی کی بھی حد ہوتی ہے کل تم نے اپنا بیگ بھی ہم سے پیک کروایا تھا اب کیا گود میں لیکر واشروم تک بھی ہم ہی چھوڑ آئیں؟"
دُرّے اسے کھینچتی برہمی سے بولی۔۔۔

"سُن تو میری سوہنی بہن ہے نا لیکر جا نا ہاتھ منہ دھلا دے مولا تیرا بھلا کرے۔۔۔۔۔"
ردا اب شرارت سے لب دبا کر اسے مزید تپانے لگی۔۔۔

"ہیر شرافت سے اُٹھ نہیں تو لگائی نگے ایک اُلٹے ہاتھ کا۔۔۔"
دُرّے نے اسے آنکھیں دکھائی یں۔۔۔

"بس پٹھانی پری کو چڑیل بنتے میں منٹ کی دیر نا لگے۔۔۔ذرا جو تم کبھی لحاظ کر بھی جاؤ معصوم کا۔۔۔ہائے ہمارے ادا جان کے اللہ جی ہی نگہبان"
اور ردا کی آخری بات پر نوعمر دوشیزہ دُرِّنایاب عدن کا دل تیزی سے دھڑک کر ساکت ہوا تھا۔۔۔

چہرے پر کئی رنگ آکر گزرے تھے اور پلکیں بھی جھکیں تو کشمیری گالوں میں پڑتے گڑھے واضح ہوئے تھے۔۔۔

"اوئے ہوئے میری جند جانیے کیسے شرمارہی ہے اپنے "اُن" کے ذکر پر۔۔۔۔میں صدقے میں واری ہائے کاش یہی شرم و حیا٦ کبھی مجھ میں بھی آجائے باہی کے سامنے مگر وہ نیک بخت تو ذرا جو شرمیلے پن کا مظاہرہ کرنے دیں۔۔۔۔اتنا دل جلاتے ہیں نا کہ بس دل کرتا ہے کلیجہ نکال کر بھیڑیوں کو کھلادوں۔۔۔بہت ہی بدتمیز ہزبنڈ ہیں میرے۔۔۔۔ہونہہ"

شرارت سے کہتی ردا آخر میں برا سا منہ بنا کر بولی تو دُرّے نے اسے خطرناک گھوری سے نوازا۔۔

"خبردار جو آئندہ ہمارے باہی لالا کے متعلق ایسا کچھ بھی اُلٹا سیدھا بولا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔۔"
دُرّے نے انگلی اُٹھاکر اُسے دھمکایا۔۔

"ہونہہ آئی بڑی باہی لالا کی چمچی۔۔۔اک بار مل لینے دے میکو جاہ لالا سے چُن چُن کر بدلے لونگی تجھ سے اور تیرے اُن باہی لالا سے۔۔۔"
ردا منہ بنا کر بولی۔۔۔

اتنے میں زارا کی آواز سنائی دینے پر دُرّے اسے کلائی سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے واشروم کی طرف لے گئی اور اندر دھکیلا۔۔۔

"پانچ منٹ ہے تمہارے پاس ہری اَپ۔۔۔"

جلدی جلدی منہ ہاتھ دھونے کے بعد دُرّے اسے پھر سے بستر پر اوندھے منہ گرنے کیلئے پر تولتے دیکھ کر اسے کلائی سے دبوچتی گھسیٹتی اپنے ساتھ باہر لے آئی تو زارا ان دونوں کا گتھم گتھا ہونا دیکھ کر ہنس پڑیں۔۔۔

تینوں فٹافٹ ناشتہ کرنے کے بعد جلدی جلدی ائیر پورٹ کیلئے روانہ ہوگئیں اور قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کی فلائیٹ سے واپس اسلام آباد پہنچی۔۔۔

ائیر پورٹ پر ضبور اور حیدر انکے منتظر تھے۔۔۔۔
حیدر نے مسکراتے ہوئے ردا اور دُرّے کو پیار کیا اور زارا کیساتھ پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھنے لگے جبکہ ضبور ایک ترچھی نظر ردا پر ڈال کر دُرّے کے پاس آیا اور اس سے بیگ لیکر گپیں مارتے ہوئے پارکنگ تک آنے لگا۔۔۔

ردا یوں کھلے عام نظر انداز ہونے پر تپ کر برا سا منہ بناتی لمبے لمبے ڈگ بھرتی گاڑی کے پاس آکر منہ پھلائے کھڑی ہوگئی۔۔۔۔
ضبور سامان گاڑی میں رکواتے ہوئے ساتھ ہی ایک شریر نظر اس پر بھی گاہے بگاہے ڈال جاتا تھا۔۔۔
سامان رکوانے کے بعد جب باقی سب کے گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد بھی وہ نا بیٹھی تو ضبور اسکے پاس آیا۔۔

" بیٹھ بھی جائیں محترمہ خادم کب سے دست بستہ منتظر کھڑا تھا حضور کا۔۔۔گاڑی کی سیٹ کو اپنی نشست کا شرف بخشنے کیلئے اب ریڈ کارپٹ کا انتظام کروادیں کیا۔۔؟"
ضبور نے مسکراہٹ دبا کر دھیرے سے کہا۔۔۔

"تو خادم صاحب دروازہ بھی کھول دیں اب بند دروازے میں گھس کر اندر بیٹھنے سے تو ہم رہے۔۔۔۔"
ردا بے نیازی سے کہتی پچھلی نشست والی سائیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے اسے تپا گئی تھی۔۔۔

"اوئے ڈرائیور نہیں ہوں میں تمہارا۔۔۔۔ہاں اگر نایاب کہے تو اسکا تو میں کُک،شوفر،ڈرائیور،مالی سب بن جاؤں مگر تمہارے لئے یہ گنجائش اونہوں۔۔۔۔آگے بیٹھنا ہے تو بیٹھو ورنہ ہم تو جارہے ہیں تم کیب سے آجانا۔۔"
دُرّے کو دیکھ کر آنکھ مارتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو وہ اسکا مطلب سمجھ کر مسکراہٹ دباگئی۔۔۔وہ ردا کو اپنے ساتھ آگے بٹھانا چاہتا تھا مگر مجال ہے جو سیدھی طرح یہ بات ڈائریکٹ اسے ہی بتادے۔۔۔۔

ردا تُند سے اُسے گھورنے لگی تو وہ مسکراہٹ دبا کر انگلی میں چابی گھماتا دُرّے کیلئے پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔۔

برہمی سے ردا کی آنکھیں جھلملانے لگی جسے ضبور دیکھ چکا تھا۔۔۔
غیر محسوس انداز میں واپس پلٹتے ہوئے اپنی برابر والی سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ ردا کی جانب ہلکا سا جھکا اور سینے پر ہاتھ رکھ کر مسکرادیا۔۔۔

"جانِ ضبور۔۔۔مسز امیرہ ردا ہیر رئیسانی آپکے لئے تو سینہ حاضر ہے۔۔۔قدم رکھیے اور ہمارے پہلو کو اپنی صحبت کا شرف بخشیں۔۔۔"
ضبور نے سرگوشی میں کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔۔۔

وہ بہت کم بلکہ شائد کبھی بھی ایسی باتیں نہیں کرتا تھا۔۔۔

"میجر صاحب! کچھ زیادہ ہی برا اثر ڈالا ہے آپ پر افسری کے خمار نے۔۔۔اتنی بے باکی پہلے تو کبھی حضور سے سرزد نا ہوئی۔۔۔"
وہ نمکین طنز سے بولی۔۔۔

"یونہی تو بے باک نہیں مدہوشئ قلب باہی
برسوں سے خاموش عشق سر چڑھ کر آج بولا ہے"

وہ محبت سے چور لہجے میں بولا تو ردا کے سنہرے چہرے پر دھنک رنگ بکھرتے دیکھ کر ضبور سرشار ہوا تھا۔۔۔

ردا اسکے برابر میں بیٹھی تو دُرّے نے ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے نظرِ بد سے امان کی دعا دی۔۔۔

"باہی آپ اپنی چھوٹی بہن کو ہر وقت کیوں چڑاتے رہتے ہو؟ جب چلی جائی یگی تب بہت روئے گے پھر آپ۔"
دُرّے نے کافی سال پہلے ضبور سے کہا تھا جب وہ ن ئی ن ئی رئی یسانی مینشن میں آئی تھی اور ضبور کا ہر وقت ردا کو چڑانا دیکھ کر اس سے رہا نہیں گیا تو اک دن اس سے کہہ ہی دیا۔۔۔

"ہیں میں نے کب تمہیں چڑایا اور تم نے کہا جانا ہے؟ہم جانے دینگے تب جاؤ گی نا۔۔۔"
ضبور حیرت سے بولا۔۔۔

"ہم ردا کی بات کررہے ہیں باہی۔۔۔"اور اسکی بات پر جوس پیتے ضبور کو اچھو لگا تھا۔۔۔

"کیا۔۔۔۔وہ چڑیل؟ اللہ نا کرے وہ میری بہن ہو۔۔۔"

وہ بوکھلا کر بولا۔۔۔

"باہی بہت غلط بات ہے یہ اپنی بہن کے بارے میں ایسا کہتے ہیں؟۔۔۔بہنیں تو بھائیوں کی جان ہوتی ہیں اور بھائی بھی بہنوں کا مان ہوتے ہیں۔۔۔۔"

دُرّے برا منا کر بولی۔۔۔۔

"میری پیاری بہنا۔۔۔میری گڑیا۔۔جان تو ہے وہ میری مگر بہن نہیں ہے۔۔۔کیوں غضب ڈھارہی ہو مجھ غریب پر"

وہ روہانسا ہوکر بولا۔۔۔

"بہن نہیں ہے تو کیا امّاں ہے پھر؟" دُرّے نے چڑ کر پوچھا۔۔۔

ضبور جواب دے ہی رہا تھا کہ ردا کو اپنی جانب کمر پر ہاتھ باندھے لڑاکا انداز میں آتے دیکھا۔۔۔

"سُن ری نایاب۔۔۔آرہی ہے محترمہ اُسی سے پوچھ لینا کیا لگتا ہوں میں اُسکا"

وہ لب دبا کر کہتا وہاں سے کھسک گیا۔۔۔

ردا تن فن کرتی دُرّے کے پاس آئی تھی۔۔۔۔

"تُو میری دوست ہے نا تو ہمیشہ باہی کی سائیڈ کیوں لیتی ہے۔۔۔۔اچھا خاصا میں ان کو دھر رہی تھی کیوں جانے دیا؟قصداً میرا کیک کھاگ مئے یہ اور ڈھکار بھی نا لی"

وہ تپ کر بولی تو دُرّے نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔۔۔۔

"ہیر بس غصّہ مت ہو کیک کا قحط تھوڑی پڑا ہوا تم پھر کھالینا۔۔۔۔بھائی تو پیدا ہی بہنوں کو ڈسٹرب کرنے کیل مئے ہوتے ہیں۔۔۔۔کوئی نہیں درگزر کرجاؤ"

آخری بات دُرّے نے جان بوجھ کر کہی تھی۔۔۔۔

"بھائی؟۔۔۔۔۔گھروالا ہے یہ میرا۔۔۔۔زندگی میں برابر کا ساتھی۔۔۔۔کیک تو میں بخشونگی نہیں اپنا۔۔۔۔"

اور ردا کی بات پر اسکا منہ ہی کھل گیا تھا۔۔۔۔

ماضی سے حال میں واپس آکر وہ اپنی نادانی پر مسکرا رہی تھی جب ضبور نے بیک ویو مرر میں اُسے دیکھا۔۔۔۔

"بھابھی جان یوں خیالوں ہی خیالوں میں کیونکر مسکرایا جارہا ہے خیر تو ہے؟"
وہ شرارت سے بولا تو گڑبڑاتی دُرّے کے لب فوراً سیدھے ہوئے تھے جبکہ باقی سب متبسم ہوئے تھے۔۔۔۔

جیپ اسلام آباد ائیر پورٹ سے بھوربن میں رئیسانی مینشن پہنچی تو گیٹ کھلنے پر جیپ اندر داخل ہوکر وسیع پورچ میں کھڑی ہوئی۔۔۔۔

پورے سات سال بعد اٹھارہ سالہ دوشیزہ دُرِّنایاب عدن رئیسانی نے اپنے وطن کی مہربان ہوا میں سانس لیکر اس گھر کی اپنائیت اپنے روم روم میں اُتاری تھی۔۔۔۔

سب کچھ تو مکمل تھا مگر وہ اندر سے خالی تھی۔۔۔۔اسکا شیر شاہ کہیں نا تھا۔۔۔۔سات سال پہلے یہاں سے نیوزی لینڈ جاتے ہوئے اسے اندازہ نہیں تھا کہ جس انسان کے بغیر وہ سات سیکنڈ بھی نہیں گزار سکتی تھی اسی کے بغیر سات سال اسے بنا دیکھے،بنا سُنے ،بنا محسوس تک کیے کیسے گزارے تھے یہ وہ جانتی تھی اور اسکا رب۔۔۔۔

بوجھل قدموں سے بڑے آبنوسی دروازے سے وہ زارا اور حیدر کیساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔۔ پیچھے ضبور اور ردا لڑتے جھگڑتے انکے پیچھے آئے تھے۔۔۔

دبستان خانم اور گلستان خانم نے دیگر سٹاف کیساتھ ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا تھا۔۔۔

کچھ دیر تک ستانے کے بعد سارے اپنے اپنے کاموں کی غرض سے منتشر ہوگۓ تو دُرّے بھی اُٹھ کر بوجھل قدموں سے اپنے اور جبروت کے بیڈروم کی طرف بڑھ رہی تھی جب مین لینڈ لائن پر کال آئی۔۔۔

ٹیلی فون کی آواز کانوں میں پڑی تو اسنے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی مگر ارد گرد کوئی نہیں تھا۔۔۔ بی جان(دبستان) اور بڑی جان (گلستان) کچن میں لنچ کی تیاریوں میں خانساں ماں کیساتھ مشغول تھیں۔۔۔حیدر اور ضبور لان میں چلے گۓ تھے جبکہ زارا اور ردا بھی اپنے بیڈرومز میں تازہ دم ہونے گئی تھیں۔۔۔

دُرّے کو تو ردا زبردستی ساتھ لیکر جارہی تھی مگر اسنے بمشکل ٹال کر معذرت کی۔۔۔

دُرّے نے لینڈلائن کے پاس آکر فون اُٹھاتے ہوئے کان سے لگایا مگر دوسری جانب سے خاموشی رہی۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکم۔۔۔۔۔جی کہیے کون ہیں اور کس سے بات کرنی ہے؟"

اسنے متانت سے پوچھا مگر جواب ندارد۔۔۔۔

کافی وقت تک دوسری طرف سے کوئی آواز سُنائی نا دی تو وہ فون رکھ کر مڑتے ہوئے چند قدم ہی چلی تھی کہ پھر سے گھنٹی بجی۔۔۔

اسنے پھر آکر کال ریسیو کرکے نرمی سے اتفسار کیا مگر ہنوز وہی عالم رہا۔۔۔

ہاں اس بار جانے کیوں دُرّے کے حبس زدہ سے دشتِ قلب میں ایک خنک و خوشگوار سی نسیم کا جھونکا چلا تھا۔۔۔۔

دل جانے کیوں بہت بے لگام سا ہوئے جارہا تھا۔۔۔

"دیکھیے اگر آپ کو بات نہیں کرنی تو براہِ کرم بار بار زحمت نا اُٹھائیں۔۔۔۔"

اب کی بار وہ قدرے چڑ کر بولی۔۔۔۔

چند ساعتوں کے انتظار کے بعد وہ فون رکھ کر ابھی بمشکل سیڑھیوں کے پاس ہی پہنچی تھی کہ تیسری مرتبہ گھنٹی بجنے پر صبیح پیشانی کے ہلکے سے شکن آلود ہونے پر وہ پھر سے فون کے پاس آئی اور کال ریسیو کرلی۔۔۔

"کیوں ہمیں بھی پریشان کررہے ہیں اور خود بھی زحمت فرمارہے ہیں؟ہمیں کچھ ایسا کہنے پر مجبور مت کریں کہ پھر آپکو شکوہ ہو۔۔۔آئندہ فون کیا تو لحاظ نہیں کرینگے پھر۔۔۔۔"

وہ قدرے دُرشتی سے کہتی فون رکھنے ہی لگی تھی کہ دوسری جانب سے ایک سخت آواز نے اسکے ہاتھ روک دیے۔۔۔

"میں گیتی آرا٦١ رئیسانی تُم سے اجازت لیکر فون کرونگی اپنے بھائی کے گھر ہاں؟ہو کون تم مجھ سے بدلحاظی کی جسارت کرنے والی؟۔۔۔پچھتاؤ گی تو اب تم اپنے پیدا ہونے پر۔۔۔بات کرتی ہے ہمارے زحمت اُٹھانے کی۔۔۔پردیس کیا چلی گئی پر ہی لگ گئے۔۔۔تمہیں تمہاری اوقات تو میں تمہیں بہت جلد یاد دلادونگی۔۔۔تم ہنوز ہماری دسترس میں ہو سمجھی۔۔۔۔زبان درازی کی گنجائش نہیں ہے تمہارے پاس۔۔۔فون دو زارا کو"

گیتی آرا٦١ کے کرخت انداز پر اسنے جھرجھری لیکر فون کان سے ہٹایا تو زارا جو اپنے بیڈروم سے باہر نکل کر اب سیڑھیوں پر اُترتی نیچے لاؤنج میں آرہی تھیں،دُرّے کی اپنی جانب دیکھنے پر استفہامیہ انداز میں آبرو اچکائے اسکے پاس آئیں۔۔۔

"کیا بات ہے بیٹے تم یہیں ہو ابھی تک؟اپنے روم میں جاکر فریش ہوجاؤ پھر لنچ کرتے ہیں۔۔۔"

پیار سے اسکی ٹھوڑی چھوتے ہوئے وہ نرمی سے بولی تو دُرّے نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے فون انکے حوالے کیا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی۔۔۔

زارا نے فون کان سے لگایا تو دوسری جانب سے اپنی اکلوتی نند اور حیدر کی بڑی بہن امیرہ گیتی آرا٦١ بزنجو کی غصیلی آواز سُن کر انہوں نے بے اختیار دُرّے کو دیکھا جو بلکل نارمل انداز میں سیڑھیوں پر چڑھ رہی تھی۔۔۔۔

دُرّے اپنے بیڈروم میں آئی تو روم کی مانوس فضا میں جبروت کی مہک نے دل کا اضطراب مزید سوا کر دیا۔۔۔

وہ بھاری قدموں سے واشروم جاکر شاور لینے کے بعد اب اپنی گیلی گھنی لمبی گھنگریالی گیسوؤں میں برش پھیرتی آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔

خیالوں کی چوکھٹ پر بچپن کی کسی یاد کی آمد نے لبوں پر ایک افسردہ سی مسکان بکھیر دی تھی۔۔۔

ننھی دُرّے اپنے لمبے گھنگریالے بال بدقت سنبھالتی جبروت کے روم میں اسکے پیچھے پیچھے پھر رہی تھی۔۔۔

"شیر شاہ ہمارے بال بنادیں نا۔۔۔"وہ منمنا کر بولی۔۔۔

"رابیل۔۔۔مجھے نہیں آتے بال بنانے مما یا دادو کے پاس جاؤ وہ زیادہ پیارے بال بناتی ہیں۔"
جبروت نے واضح انداز میں ٹالا۔۔۔

"نہیں آپ بنائیں گے ہمارے بال۔۔۔آپ کو سب آتا ہے۔۔۔"
وہ ضد کرنے لگی۔۔۔

"اور سب میں بال بنانا نہیں آتا کم از کم۔۔۔رابیل سیکھ جاؤ اب اپنے بال خود بنانا۔۔۔بال تمہارے ہیں اور آدھا قبیلہ انہیں تمہارے پیچھے تھامے خوار ہوا رہتا ہے"
روم میں چکر لگاتے ہوئے کہتے وہ ساتھ ٹیبل سے کتابیں اُٹھاکر اپنے بک شیلف میں رکھ رہا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے ہم نانو سے کہلوا کر کٹوادیں گے یہ بال جنکے لئے اب قبیلے بھی خوار ہونے لگے۔۔۔"
لاپرواہی سے کہہ کر سر جھٹکتے ہوئے وہ جانے لگی کہ اسکی بات پر جبروت نے کرنٹ کھا کر اُسے دیکھا۔۔۔

ان گیسوؤں میں تو اسکی بسی جان بستی تھی۔۔۔اپنی وحشت و دیوانگیوں کی پناہ گاہ ان گھنیری گیسوؤں کو وہ کیسے کٹ کر اُجڑنے دے سکتا تھا۔۔۔

"ٹھہرو۔۔ادھر آؤ بنادیتا ہوں" ہمیشہ کی طرح وہ ہار کر بولا تو ننھی دُرّے کی آنکھوں میں شریر چمک لہرائی۔۔۔

وہ آکر اسکے سامنے کھڑی ہوئی اور برش اسے پکڑادیا۔۔۔

جبروت نے اسکے بال بڑی نرمی سے سمیٹ کر ان میں برش پھیرا اور پھر ہئیر پنز کی مدد سے بال بند کرکے لمبی سی فرنچ بریڈ بنوادی۔۔۔
اک تو مصیبت یہ تھی کہ دُرّے کا ننھا سا دوپٹہ بھی اس وقت اسکے پاس نہیں تھا۔۔۔

جبروت نے لب بھینچ کر اپنی پہنی شال اتاری اور اسکے کندھوں پر برابر کی۔۔۔

"رابیل جاکر سکارف پہن لو اپنا۔۔۔"ساتھ ہی تلقین بھی گ‌ئی جسے ناک سکوڑ کر آدھا نظر انداز کیا گیا تھا۔۔۔

دُرِّنایاب عدن اپنے تخیّل سے باہر آئی تو زیرِ لب مسکراتے ہوئے برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور دوپٹہ اُٹھا کر سر پر جماتے ہوئے وہ قدم قدم چلتی اپنے روم کی وسیع و عریض بالکنی میں آکر دیوار سے منسلک لکڑی کے جھولے پر بیٹھ کر بھوربن کے ہلکے سے ابر آلود آکاش کو تکنے لگی۔۔۔۔

:years earlier 7

دُرِّنایاب عدن کی تربیت مکمل ہونے کے ٹھیک تین دن بعد امیرہ ساحرہ جمال رئیسانی، حیدر رئیسانی کی والدہ نے بڑے تگڑے انداز میں حکم بھجوادیا تھا کہ دُرِّنایاب کو زیارت بھیج دیا جائے۔۔۔

زارا اور حیدر اسکے زیارت جانے کے قطعی طور پر حق میں نہیں تھے کیونکہ وہ اپنے خاندان کے اکثر افراد کی دُرِّنایاب سے شدید نفرت اور اسکی بے پناہ مخالفت سے بخوبی آگاہ تھے۔۔۔۔
دُرّے اور ردا انکے لئے سگی بیٹیوں سے بڑھ کر تھیں۔۔۔
انکی دل آزاری وہ کسی طور بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔۔۔
مگر خاندان کی سربراہ اپنی والدہ کا حکم بھی نہیں ٹال سکتے تھے اسی لئے وہ سب بھی دُرّے کے ہمراہ زیارت میں موجود حشتم و کروفر سے بھرپور جداگانہ سی نرالی فنِ تعمیر کی حامل "میر رئیسانی حویلی" پہنچے تھے۔۔۔۔

حویلی پر باقی سب خاص کر جبروت کا استقبال بڑی گرنجوشی کیساتھ کیا گیا تھا جبکہ دُرّے کیساتھ کچھ لوگوں کا انداز خشک سا،کچھ کا بیگانگیت بھرا اور کچھ کا صریح جارحانہ سا تھا۔۔۔

ردا نے تو چھوٹتے ہی اسکا ہاتھ پکڑا اور یہ جا وہ جا ہوگئی۔۔۔

حیدر اور زارا کو ساحرہ جمال رئیسانی نے اپنے بیڈروم میں بلوالیا تھا۔۔

"کرّار۔۔۔یہ لڑکی وٹی میں آئی ہے نا۔۔۔اسکا اصل ٹھکانا یہاں تھا حویلی میں ہمارے زیرِ نگرانی۔۔۔کیوں تم دونوں نے اسے بھوربن میں روکے رکھا،پورے سات مہینے ہمارے لاکھ بلاوے کے باوجود تم نے اسے بلوچستان نہیں بھجوایا۔۔اور یہ ردا کیساتھ کیونکر یوں بے فکر پھر رہی ہے کیا اسے اپنی حیثیت نہیں پتہ؟۔۔۔یہاں تک کہ تم لوگوں نے اسے ردا کیساتھ اعلیٰ تعلیم کیلئے بھجوانے کا ارادہ بھی کرلیا اور مجھے بتانے تک کی زحمت نہیں کی کسی نے۔۔۔۔"

ساحرہ جمال گرج کر بول رہی تھیں۔۔۔

پورے خاندان میں صرف وہی تھیں جن میں حیدر رئیسانی کے سامنے یوں بلند آواز میں بات کرنے کا حوصلہ تھا ورنہ تو انکے بڑے بھائی بھی انکی ریزرو طبیعت کی رعبدار خاموشی سے خوفزدہ بات کو زیادہ طول نہیں دیا کرتے تھے۔۔۔

وہ اک نہایت منکسر المزاج،سوبر،ہنس مکھ طبیعت کے انتہائی بہترین اوصاف سے مزیّن پُراسرار سی شخصیت کے مالک تھے اور عین یہی خاصہ انکی اہلیہ،بچوں اور دونوں بہوؤں کا بھی تھا۔۔

ہاں انکی اکلوتی بڑی بہن گیتی آرا٦١ بھی انکے سامنے اونچا بول سکتی تھیں اور یہ اختیار حیدر نے نا صرف انہیں دیا تھا بلکہ اگر ان سے بڑے بھائی بھی کوئی تلخ بات کرجاتے تب بھی وہ درگزر کرجانے میں کمال کے تھے۔۔۔یہ الگ بات تھی کہ اس طرح کی دیدہ دلیری شاذ و نادر ہی ہوا کرتی تھی۔۔۔

"امّی جان! اوّل بات تو یہ کہ جو کچھ بھی ندیم کیساتھ ہوا اس میں نایاب کا قطعی کوئی قصور نہیں ،نا وَنی شریعت سے ثابت ہے اور نا ہی اس معصوم بے گناہ پر ایسی کوئی حد جاری ہوتی ہے۔۔۔پھر بھی اگر ہماری روایات اپنی یہ خود ساختہ رسم ہم پر مسلّط کررہے ہیں تو بھی میں اسی جرگے میں سب کے سامنے دُرِّنایاب عدن یوسفزئی جو اب رئیسانی خاندان کا ایک مضبوط و معظم حصّہ ہے،کو اپنی بیٹی اور جب جاہ بھی اسے بیحد احترام اور محبت کیساتھ اپنی شرعاً جائز شریکِ حیات بناکر رئیسانی مینشن لایا تھا۔۔۔جب اسکا سب سے مضبوط تعلق جاہ سے ہے تو پھر وہ وہی رہے گی جہاں جاہ رہے گا یا چاہے گا۔یہاں اسکے ساتھ جو رویّہ روا رکھا جارہا ہے اسکے تناظر میں ہمارا اسکا یہاں نا آنے دینا درست

تھا۔۔۔اور حیثیت اسکی وہی ہے جو ردا کی ہے۔۔۔وہ ہماری بیٹی ہے اور اپنی بیٹیوں کو ہر علم و ہنر کے حقیقی گہنوں سے آراستہ کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے۔۔۔جتنی دفعہ بھی آپکا پیغام آیا ہم نے ہر مرتبہ بذاتِ خود آپکو فون کرکے صورتحال واضح کی۔۔۔۔آپ ہمارے لئے بیحد اہم ہیں اور آپکو بتانا آپ سے اجازت لینا ہمارے لئے لازم لیکن امّی جان جو آپ چاہتی ہیں ایسا میری آخری سانس تک کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔۔"

حیدر رئیسانی نے مضبوط مدھم آواز میں ادب سے کہا۔۔۔

"کرّار۔۔۔بھول گئے تم وہ دُکھ جو اس لڑکی کے قوم نے ہمیں دیے ہیں؟وہ زخم جو آج بھی رستے ہیں۔وہ درد جن کی اذیت ناقابلِ بیان اور جان لیوا ہے۔۔۔اُسی پہ بس نہیں ہوا تو ان احسان فراموشوں نے پہلے میرے معصوم پاکدامن پوتے پر گھناؤنا الزام لگایا حالانکہ اس نے ان کی لڑکی کی عزت اور جان دونوں بچائی۔۔۔پھر ان آدم خوروں کے کلیجے ٹھنڈے نا ہوئے تو مجھ سے میرا بھتیجا بھی چھین لیا۔۔۔اتنے بے حس تو نہیں تھے تو تم ناایسے نا فرمان۔۔۔میرے سب سے الگ سب سے جدا میرے لعل تھے نا تم؟۔۔۔۔"

شدّت غم و طیش سے انکی آنکھیں شرارے پھینکنے لگیں۔۔۔

حیدر کو ماں کی تکلیف کا بخوبی اندازہ تھا۔۔۔وہ فوراً انکے پاس جاکر راکنگ چئیر پر انکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے انکے خوبصورت بھرے بھرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور چوم کر آنکھوں سے لگائے۔۔۔

"امّی آپ نا کیا کریں ایسی باتیں بیمار ہوجائیں گی تو ہمارا کیا بنے گا؟جو تقدیر میں ہمارے لئے لکھے گئے زخم ہمیں ملے اس میں نا اس معصوم بچی کا قصور ہے نا اسکی قوم کا۔۔۔اور قوم کیا وہ بھی تو ہماری طرح پاکستانی ہمارے بہن بھائی ہیں۔۔۔بس اک گہری سازشی ڈور میں ہم سب اُلجھ کر رہ گئے ہیں اور یہ بہتان بھی انہوں نے نہیں لگایا۔۔۔آپ بخوبی جانتی ہیں کہ ہمارے کتنے دُشمن ہیں۔۔۔ندیم کو بھی ان میں سے کسی نے نہیں مارا۔۔۔وہ تو خود حیراں و پریشاں تھے کہ آخر اسکی لاش گئی کہاں اگر کسی نے اسے قتل کیا ہے تو؟
اور میں پہلے بھی آپکا کرّار تھا میں آج بھی آپکو دیکھ دیکھ کر جیتا ہوں مگر۔۔۔میں آپکو وہ نہیں کرنے دے سکتا جس پر آخرت میں سخت بازپرس ہوگی۔۔۔امّی اللہ اپنے حقوق معاف کردیتا ہے اپنے بندوں کے نہیں کرتا جب تک وہ معاف نا کردیں۔۔۔"

وہ ہنوز نرمی اور عقیدت سے انہیں منارہا تھا مگر شائد انکے دل پر لگے زخم،انکی اذیت اور رنج و الم تاحال بیقرار اور انتقام کے شدید متمنی تھے۔۔۔

"جاؤ تم دونوں یہاں سے۔۔۔مجھے امید نہیں تھی مجھے یوں مایوسی اور ہزیمت ملے گی تم سے۔۔۔"
وہ رُخ پھیر کر تلخی سے بولیں۔۔۔

"امّی جان پلیز ایسا مت کریں ہم سے خفا نا ہوں۔۔۔جس نے بھی وہ ظلم کیا تھا اللہ ان سے حساب لے گا مگر ہم بلاوجہ بغیر کسی گناہ کے نایاب پر ظلم تو نہیں کرسکتے نا۔۔۔"
زارا نے انکے پاس بیٹھ کر انکا ہاتھ تھامتے ہوئے لجاجت سے کہا تو انہوں نے قدرے دُرشتی سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔۔۔

"تم اسلیئے اسکی حامی ہو نا کیونکہ وہ تمہاری قوم سے ہے؟ایک پٹھان ہے؟زارا تم نے تو کبھی میرے سامنے بولا تک نہیں نا کبھی میری کوئی بات بھولے سے بھی ٹالی۔۔۔لیکن اس کل کی آئی لڑکی کیلیئے تم دونوں مجھ سے بحث کررہے ہو؟"
انداز بے لچک تھا۔۔۔زارا سناٹے میں چلی گئیں۔۔۔

حیدر نے خاموش سے انداز میں انہیں دیکھ کر تسلّی دی۔۔۔

"جاؤ تم دونوں فلحال میں اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔۔۔اور اس لڑکی کے بارے میں جلد ہی کوئی فیصلہ کرونگی۔۔۔امید کرتی ہوں کہ تم دونوں اختلاف کی زحمت نہیں کروگے۔۔۔"

سپاٹ لہجے میں کہہ کر وہ ہنوز رُخ موڑے رہیں تو حیدر کچھ وقت انتظار کے بعد زارا کا ہاتھ تھام کر انکے بیڈروم سے خاموشی کیساتھ باہر نکل گ ئے۔۔۔۔

دوسری جانب ردا نایاب کو اپنے ساتھ کھینچتی باری باری اپنی کزنز سے ملوارہی تھی۔۔۔۔

بڑی کزنز نارمل انداز میں نرمی سے دُرِّے سے حال احوال پوچھتی باتیں کرتی رہیں جبکہ چھوٹی کزنز تو اس فیروزی آنکھوں اور ایش ریڈ بلونڈ گھنگریالی زلفوں والی مومی گڑیا کو اشتیاق سے دیکھتے ہوئے اسکے ارد گرد جمع تھے۔۔۔

حالانکہ اس خاندان کا ہر فرد ہی حُسن میں نرالا و منفرد تھا مگر پھر بھی دُرّے انکی نگاہوں کا محور تھی۔۔۔

گیتی آرا٦١ کی اکلوتی بیٹی ونیزہ شاہ بزنجو کو دُرّے جانے کیوں ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔۔۔

ردا اور دُرّے حویلی کی وسیع خوبصورت چھت پر دیگر کزنز کیساتھ تاروں سے بھرے کھلے آسمان تلے چارپائیوں پر دراز تھیں۔۔۔دیگر کزنز اپنی شغل مستیوں میں مگن تھیں جبکہ ردا دُرّے سے مانسہرہ اور اسکے خاندان کی باتیں دلچسپی اور لگاؤ سے سنتی بیچ بیچ میں کھلے دل سے مسکرارہی تھی۔۔۔۔

اسکی دُرّے سے بے پناہ مانوسیت، جگری یاری اور عقیدت بھری محبت ونیزہ کو شروع سے کھل رہی تھی۔۔۔

"ہیر ویسے یہ چشم پوشی کی ادائیں کچھ ایسی بے ذوق بھی نہیں۔۔۔۔"
ونیزہ طنزیہ لہجے میں بولی تو ردا نے بدمزہ سا ہوکر ایک اسے دیکھا۔۔۔
اسکیے تیکھے مزاج کے سبب ردا کی اس سے کبھی نہیں بنی تھی۔۔۔

"محترمہ تم کیا کراچی آرٹ کونسل کی ایگزیکٹیو ڈائیریکٹر لگی ہو تازی تازی جو یوں اتنے بغور اداؤں کو پرکھا جارہا ہے؟ چشم پوشی کا گُن بھلا تم سے بہتر اور کون جانے؟"
ردا نے بھی چبھتے نشتر چلائے۔۔۔

"ہیر ایسے کرتے ہیں کیا؟ بس کرو۔۔۔ونیزہ آپ بھی آئیں نا بیٹھیں ہمارے ساتھ ہماری تو آپ سے بات ہی نہیں ہوئی"
دُرّے نے ردا کو سرگوشی میں ڈپٹتے ہوئے ونیزہ کو خوش اخلاقی سے پاس بُلایا۔۔۔

"نہیں نوازش تم سے بات نہیں کر رہی نا ہی کرنے کا شوق ہے۔۔۔ردا سے کر رہی ہوں نا تو بیچ میں نا بولو"

وہ خشک لہجے میں بولی تو دُرّے بس مسکرادی البتہ ردا کی تیوری چڑھ گ ئی۔۔۔

"مطلب صحیح میں کسی بڑے عہدے کی مالکن بنی اب تو دوسروں کو پیر کی جوتی بھی نا سمجھو۔۔۔میڈم تمہارے مزاج تو ملتے ہی نہیں ہم غریبوں سے ہم اگر بات کرتے ہیں تو پھر تم ہی سیکنڈ کے ہزارھویں حصّے میں اپنی امی کے حضور پہنچی شکوے کرتی پھرتی ہو کہ بھ ئی ہیر تو منہ پھٹ ہے سیدھے منہ بات نہیں کرتی نا لفٹ کراتی ہے وغیرہ وغیرہ تو ملکہ عالیہ جو تمہارے آگے پیچھے خوشامد کرتے پھریں نا انہی کے محفل میں اپنے جلوے دکھایا کرو تو زیادہ بہتر ہو گا۔۔۔براہِ کرم پھر مداخلت کی زحمت نا ہی کرنا"

ردا کی بہترین تواضع پر ایک کٹیلی نظر دُرّے پر ڈال کر وہ تن فن کرتی سیڑھیوں پر اُتر کر نیچے چلی گ ئی۔۔۔

"ہونہہ چلی گ ئی آنی کے کان بھرنے۔۔۔خیر میری بلا سے معمول ہے اسکا"

ردا ناک چڑھا کر بولی تو دُرّے نے خفگی سے اسے دیکھا۔۔۔

"کیا؟۔۔۔اسکو ذرا سی بھی ڈھیل دے دو تو سر پر چڑھی کھوپڑی توڑ ہے یہ۔۔۔۔تم بھی اسکا لحاظ مت کرنا اگر یہ کچھ بکے تو"

ردا نے لاپرواہی سے کہا تو دُرّے نے نفی میں سر جھٹکا۔۔

اور صبح ہی صبح واقعی ردا کو گیتی آرا٦ سے اچھا خاصا لیکچر سُننے کو ملا تھا۔۔۔

"کتنی دفعہ کہا ہے بیٹا ونیزے سے نا اُلجھا کرو۔۔۔مزاج میں وہ اپنی ماں کی بھی ماں ہے خواہ مخواہ بدمزگی ہوتی ہے اور تماری دادو غصّہ ہوتی ہیں وہ پہلے ہی تم پر برہم ہیں۔۔۔۔"

ردا کی امّی ایہا رئی یسانی اسے سمجھا رہی تھیں۔۔۔

"ممی میں کہاں اُلجھتی ہوں وہ ہی ہمیشہ آکر بات بات میں ٹانگ اڑاتی ہے اور پھر اسنے میری سب سے اچھی دوست،بہن میری جان نایاب سے کتنے غیر مناسب لہجے میں بات کی۔۔۔۔کیا ہم دادو کے کچھ نہیں لگتے جو ہمیشہ آنی اور انکے بچوں کی سائیڈ لیتی ہیں؟مجھے پتہ ہے وہ اس بات پر بھی برہم ہیں کہ میں بڑے بابا جان کیساتھ کیوں رہتی ہوں،باہی سے بے تکلف کیوں ہوتی ہوں تو ممی وہ میرے دوست ہیں میری زندگی کے ساتھی بھی اور بڑے بابا مام میرے لئے بلکل آپکے اور بابا جیسے اب اس میں خفگی والی کونسی بات ہے جانا تو مجھے وہی ہے ایک دن۔۔۔۔بڑے بابا مجھے خود لیکر گئے تھے اور دادو بھی اس وقت خاموش رہی تھیں تو اب کیوں؟"

ردا نے احتجاج کیا تو ابیہا بے بسی سے اسے دیکھنے لگیں۔۔۔

دُرّے کو جبروت اپنے ساتھ حویلی کے وسیع اصطبل میں لے گیا تھا جہاں انواع رنگ و نسل کے خوبصورت تنومند گھوڑے موجود تھے۔۔۔۔

" Rabail I wanna examine your riding skill...let me know how much you have improved it"

جبروت دُرّے نایاب کا ہاتھ تھامے ایک گھوڑے کے پاس رُک کر بولا۔۔۔

دُرّے نے اسکی نظروں کے تعاقب میں ایک سنہرے لمبے بالوں والے سفید گھوڑے کو دیکھا تو جبروت کے ہاتھ سے اپنا چھڑا کر گھوڑے کے پاس آئی اور اسکی لگام تھام کر اصطبل سے باہر لے آئی۔۔۔

جبروت سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

گیارہ سالہ دُرّے بڑی مہارت سے گھوڑے کی رکاب میں پیر جماکر اطمینان سے اسکی پیٹھ پر چڑھی اور اسکی زین کس کر پشت تھپتپاتے ہوئے گھڑ سواری کرنے لگی۔۔۔۔

پہلے رفتار آہستہ تھی مگر پھر گھوڑے نے زمین ٹاپنی شروع کر دی اور کافی دیر تک گھوڑا حویلی کے عقبی جانب کے وسیع احاطے میں دوڑانے کے بعد دُرّے نے گھوڑے کی لگام عین جبروت کے قریب پہنچ کر کھینچی تو گھوڑے نے پل بھر میں رُک اگلی ٹانگیں ہوا میں اُٹھاکر گویا خوشی کا اظہار کیا تھا۔۔۔

دُرّے گھوڑے سے اتری اور گھوڑے کو پیار کرتے ہوئے ایک اچٹتی نظر جبروت پر ڈالی تو وہ مبہم سا مسکرادیا۔۔۔

"Outstanding"

جبروت نے اسے داد دی تو اسکا سیروں خون سوا ہوا تھا۔۔۔وہ کھلے دل سے مسکرائی تو جبروت نے آگے بڑھ کر اسکا گال تھپتپایا اور اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر حویلی کے اندر لے جانے لگا۔۔۔

یہ منظر حویلی میں ٹاپ فلور پر موجود اپنے بیڈروم کی بالکنی سے دیکھ کر ساحرہ جمال کا پارہ ہائی ہوا تھا۔۔۔

مٹھیاں بھینچے وہ شائد کوئی سخت فیصلہ کرنے جارہی تھیں۔۔۔۔

جبروت دُرّے کو لیے اندر داخل ہوا تو گیتی آرا٦ جو زارا کے پاس کھڑی برہمی سے کچھ کہہ رہی تھیں۔۔۔

"ردا تمہارے ساتھ ہوتی ہے نا ہمہ وقت تو اتنا لحاظ بھی نہیں سکھایا کہ بڑوں سے کیسے بات کرتے ہیں؟میں نے بات ہی شروع کی تھی بس کہ ونیزہ سے اچھے سے بات کیا کرو اور اسکی زبان آری کی طرح مجھے چھیرنے لگی۔۔۔اک تو اسی عمر سے یوں شتر بے مہار کی طرح باہی کے ساتھ پھرتی رہتی ہے ذرا جو ریت رواج کا خیال ہو۔۔اوپر سے اس کل کی آئی لڑکی کیلئے وہ اپنے خون کیساتھ ایسا برتاؤ کررہی ہے؟اور وہ لڑکی کس طنطنے کیساتھ یوں بے فکری ادھر اُدھر پھر رہی ہے حویلی میں۔۔کہاں ہے بلاؤ ذرا دماغ درست کرواتی ہوں اسکا"

"مام کا سکھایا لحاظ ہی ہے جو ہیر اپنی حد میں رہ کر جائز اور حق بات کرتی ہے ورنہ آپکا رویّہ تو بردبار سے بردبار انسان کو بھی زبان درازی پر مجبور کردے۔۔۔ایسی ہی کچھ باتیں آپ ونیزے کو سکھادے تو اسکو ہر وقت آپ سے شکایتیں لگوانے کی ضرورت ہی نا پڑے۔۔۔جہاں تک بات باہی کی ہے تو ردا اسکی منکوحہ ہے سب سے گہرا رشتہ اُسی کیساتھ ہے۔۔۔اور وہ اپنے حدود میں رہ کر ردا سے بات کرتا ہے۔۔۔بات انسان کے اپنے ضمیر اور نفس کی ہے ورنہ تو حدود قیود بھی کسی کی نفسانی وحشت کو نہیں روک سکتیں۔۔۔یہی اک واضح فرق ہے میری بہن ردا میں اور اس خاندان کے "کچھ اعلیٰ ظرف" لوگوں میں کہ وہ اک بے بنیاد بات کے سبب آپکے بقول اس کل کی آئی لڑکی جو کہ معصوم

اور بے گناہ ہے کو اپنی خودساختہ نفرت کا نشانہ بنارہے ہیں اور ردا اسے اپنے دل کی ساتھی اپنی بہن سمجھ کر اس کی حمایت کررہی ہے۔۔۔اور لڑکی کے طنطنے کی بات اگر چھیڑ ہی دی ہے تو یہ اضافہ کرلیں کہ وہ اس خاندان کے سپوت کی بیوی ہے۔۔۔۔اسکے لئے بیحد اہم تو لہذا بے فکری اس پر جچتی ہے۔۔۔میں کھڑا ہوں ادھر آپ اپنے دل کی ساری بھڑاس مجھ پر نکال لیں مگر میری ماں،میری بہن اور میری بیوی کے بارے میں کسی نے ایک لفظ بھی کہا تو پھر خفا مت ہوئیے گا۔۔"

جبروت کے ٹھنڈے لہجے پر وہاں اک دم سناٹا سا چھاگیا تھا۔۔۔

دُرّے بس ساکت سی ہوکر اسکے ازحد سنجیدہ خوبرو چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

حیدر رئیسانی کی طرح انکے دونوں بیٹے بھی رعبدار اور طاقتور مضبوط شخصیت کے مالک تھے جنکے سامنے کوئی بھی بولتے ہوئے گھبرا جاتا تھا مگر وہ کبھی اپنے حد سے متجاوز نا ہوئے۔۔۔

لحاظ،مروّت،درگزر،احترام،خلوص و محبت انکی خمیر میں گوندھا تھا۔۔۔۔

زارا رئیسانی اپنی بیحد مہربان،نرم ، میٹھی اور خوبصورت شخصیت کی بدولت ہر ناخوشگوار بات خندہ پیشانی سے درگزر کرجاتی تھیں۔۔۔

بلکل اسی طرح ردا بھی تھی مگر کچھ کے کس بل نکالنے میں ذرا بھی نا شرماتی تھی۔۔۔

دُرِّنایاب عدن تو شروع ہی سے بیحد نرم دل تھی اور کچھ وقت کے نشتروں نے اسکی کئی اوصاف مزید نکھار دی تھیں جن میں سے ایک دوسرے کی لاکھ کٹیلی زہر خند لہجہ سہہ کر بھی فقط مسکرادینا تھا۔۔۔

ساحرہ جمال جو جبروت کی باتیں سن چکی تھیں،اسکے سامنے آکھڑی ہوئیں تو جبروت نے احتراماً نگاہیں جھکالیں۔۔۔۔۔

"کان کھول کر سُن لیں میری وہ سب یہ بات جو اس لڑکی سے بڑی دلّی وابستگی رکھتے ہیں۔آج سے بلکہ ابھی سے یہ لڑکی تا عمر "میر رئیسانی مینشن " کنیز ہے۔۔۔اور یہ اسکے لوگوں کی طرف سے ہمیں دیے گئے زخموں کا بڑا ادنٰی سا مداوا ہے۔۔۔۔"
ساحرہ جمال رئیسانی سرد لہجے میں بولیں تو زارا اور ردا نے شاکڈ ہوکر انہیں دیکھا۔۔۔
وہ جانتی تھیں کہ بظاہر اس ادنٰی سی غلامی میں وہ دُرّے کیساتھ کیا کرنے والی تھیں۔۔۔

جبروت نے مضبوطی کیساتھ دُرّے کو خود سے لگایا اور براہِ راست ساحرہ جمال کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔

آج سے میں بھی خود سے اس خاندان کی جڑی ہر حوالے کی نسبت آپکے حوالے کرتا ہوں۔۔۔مجھے بھی میری غلامی کے فرائض سے آگاہ کردیجے اور ضمانت دیتا ہوں کہ اگر کوئی خطا مجھ سے سرزد ہوجائے تو بیشک کوئی ٹہ کے چوراہوں پر مجھے تختہ دار پر لٹکا دیجیے گا مگر۔۔۔۔۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسنے کچھ توقف کیا۔۔۔

"دُرِّنایاب عدن میرے لئے وہ تاجدار ہے جسکی آبرو پر میں جبروت رئیسانی اپنی حیات وار سکتا ہے۔۔۔اسکے لاڈلے ہاتھوں نے آج تک خود پانی کا گلاس تک نہیں اُٹھایا اور اس حویلی کی حکمران خواتین میں اسکا مقام ایک ہے۔۔۔آپکو جو بھی کروانا ہے مجھ سے کروائیے مگر رابیل کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔۔۔"

اسکے اٹل لہجے پر ساحرہ اور گیتی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔

جبروت اور ضبور تو انکے دل تھے وہ کیسے جبروت کو یوں غلامی کے طوق پہنادیتی جو انکا محبوب ترین شہزادہ تھا،جسکے لئے وہ کئی سال تڑپی اور جب وہ انہیں مل گیا تو اپنے پاس سے ہٹنے نہیں دیتی تھیں۔۔۔

شام کو حیدر رئیسانی نے بمشکل پانچ دن کے قیام کے بعد واپس جانے کا عندیہ اور زیارت سے واپس آنے کے بعد جبروت نے دُرّے کو زارا اور ردا کیساتھ نیوزی لینڈ بھجوادیا۔۔۔

جاری۔۔۔۔۔

* * * * * * * * * *

(سُرورِ دلبری)

رئی یسانی مینشن :بھوربن

دُرِّنایاب اپنے خیالوں سے تب باہر آئی جب اسے کسی کی مہربان نگاہوں کے ارتکاز کی تپش اپنے چہرے پر مرکوز ہوئی۔۔۔۔

وہ متوجہ ہوئی تو زارا خاموش نگاہوں سے نرم انداز میں اسکے صبیح چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ خود زارا بھی سرتا پا باوقار جمال اور حُسنِ سیرت کا پیکر تھیں۔۔۔۔

"مام! آپ یہاں؟کوئی کام تھا تو ہمیں بلا لیتیں" دُرّے کچھ خجل سی ہوکر دھیرے سے بولی۔۔۔

"اُداس ہو بچے؟" وہ غیر محسوس کھوجتی نظروں سے اسے دیکھ کر بولیں۔۔۔

"ہم کیوں اُداس ہونے لگے بھلا؟" دُرّے لاپرواہی سے بولی۔۔

"بجیا کی باتوں سے ہرٹ ہوئی ہو نا؟اُداس نہیں ہو تو پھر یوں گھمبیر خاموشیوں کے ہالے میں اتنی چُپ کیوں رہتی ہو؟"

وہ اسکی ٹھوڑی چھوتے ہوئے بولی۔۔۔

"ہم بھلے ہی نشتروں سے چھیر لیے جائیں۔کچھ مرہم ہیں جو پھر سے ہمیں امر کر دیتے ہیں۔۔۔انہی میں سے اک آپکی دل آویز مسکراہٹ ہے۔۔۔۔اور چُپ کب ہیں ہم۔ہم اور آپ خاموشیوں میں کتنی ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں مگر پھر بھی دل بھرتا نہیں ہے۔"

دُرّے نے مسکرا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو اک مغموم سی مسکان انکے لبوں پر بکھری۔۔۔

انکا غم دُرّے سے الگ تو نا تھا۔۔۔وہ بھی ایسے ہی بد گمانیوں کے نشتروں سے زخم خوردہ تھیں۔۔۔۔

"ہٹ پرے۔۔۔۔مجھ سے کب خاموش گفتگو کی ہے تم نے؟اک اپنے شیر شاہ سے ہی بولتی ہو۔ہم باقی تو تمہاری وہ کھنکتی ہنسی،وہ چہکتی باتیں سُننے ،وہ معصوم شرارتیں دیکھنے کو ترس ہی گ ئے ہیں جنکا ذکر کبھی جاہ کے لبوں سے جدا ہی نا ہوا۔۔۔اس سے تمہاری باتیں سُن سُن کر تو ہم بھی تم پر لٹو ہو گ ئے"

زارا دُرّے کو اپنی بانہوں میں چھپاتی نروٹھے لہجے میں بولیں تو دُرّے ہنس دی۔۔۔

"اب تو بڑے ہوکر ہم شرارتیں کرنے سے رہے۔۔۔اور شیر شاہ کی تو ہمہ وقت ہم پر کڑی نگاہ رہتی۔ذرا سا ہم ادھر اُدھر ہوتے اور انکے دماغ میں گھنٹی بج جاتی۔۔۔خود ہمیں ہر وقت سُدھر جانے کی نصیحتیں اور آپ کو قصّے سُنایا کرتے تھے ہمارے۔۔۔"

کھکھلاتی دُرّے کی چہکار جبروت کے ذکر پر ساکت سی ہوئی تو وہ زارا کی بانہوں سے نکل کر دھیرے سے بولی۔۔۔

"تو اب شیر شاہ کی رابیل سُدھر گ ئی ہے رائیٹ؟"

زارا نے آبرو اچکا کر شرارت سے پوچھا۔۔۔

"بہت ستا چکے انہیں اب تو سُدھرنا ہی تھا۔۔۔نا سدھرتے تو شائد وہ کبھی بھی نا ڈانٹتے مگر۔۔۔اب ہر کسی کیلئے تو نایاب آپ سب کے جیسی لاڈلی نہیں ہے نا۔"

وہ بلکل نارمل سے لہجے میں بولی تو زارا نے افسردگی سے اسے دیکھا۔۔۔

"مام اگر آپ برا نا مانیں تو ہم کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟دادو اور آنی ہم سے کیوں خفا ہیں؟ہم انہیں کیسے منائیں؟"

کچھ لمحوں کے توقف کے بعد دُرّے نے اچانک سوال کیا تو زارا ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گ ئی۔۔۔

"وہ تو مجھ سے بھی خفا رہتی ہیں نایاب۔آج تک میں بھی انہیں مناتے مناتے اب نڈھال ہوتی جارہی ہوں بیٹے۔۔۔اور جب سے انہوں نے تمہیں بھی اپنی نفرت کے دہکتے آلاؤ میں گھسیٹنا شروع کیا ہے نا تب سے میری ہمت جواب دے رہی ہے اب"

انکے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔۔۔

"مام۔۔آپ کی اور بابا جان کی شخصیت تو بہت انمول ہے۔۔۔آپ جیسی میٹھی انسان سے بھلا کوئی کیونکر خفا ہوسکتا ہے؟اور آپکی دلگرفتگی کی ہم سے کیا نسبت؟"

دُرّے تعجب سے بولی۔۔۔

"قدرت کے نظام میں خامیاں و خوبیاں تو ہر اک میں یکجا ہے بیٹے۔۔۔ہم بھی ٹھہرے کہاں اتنے ارفع اطوار والے۔۔۔فقط یہی گناہ ہے ہمارا کہ ہم دونوں بلوچ نہیں ہیں،پٹھان ہیں۔۔۔ستم یہ ہے کہ ماضی میں اس قوم کی پہچان کا لبادہ اوڑھ کر غیروں نے انہیں نا بھرنے والے گھاؤ دے رکھے ہیں اور ان زخموں نے گویا ہمارے لئے انکے دلوں پر مہر لگادی ہے۔۔۔ایسی نفرت کی سِل ہے یہ جو ہمارا دم گھٹا کر ہمیں ختم کرلینے کے بعد بھی نا ہٹے شائد"

زارا کا انداز زخمی سا تھا۔۔۔

دُرّے بس خاموشی سے اُنہیں دیکھتی رہی۔۔۔۔

"میرا تعلق پشاور کے ایک معزز،بااثر اور رئیس پٹھان سیّد گھرانے سے ہے۔جب سترہ سال کی تھی تب حیدر سے شادی ہوئی۔ہمارے بیچ عمر کا اک بہت بڑا خلا تھا جسے حیدر نے اپنی بے پناہ محبت،احترام،سچائی، خلوص اور پروا سے بہت جلد پُر کر دیا۔جس طرح جبروت تمہیں بلکل کسی نازک گڑیا کی طرح سنبھالتا ہے نا بلکل اسی طرح حیدر بھی آج تک مجھے سنبھالتے آرہے ہیں۔میں بھی بلکل تمہاری طرح شریر سی تھی بلکہ اب بھی ہوں۔حیدر نے مجھے تمام اعلیٰ علوم کے زیور سے آراستہ کیا، زمانے سے ٹکر لینے کے گُر اور معاشرے میں اپنے پیر مضبوطی سے جمانے کا فن سکھایا۔۔انکا مجھے دیا گیا وہ اعتماد ہی ہے جسکے بل بوتے پر میں "رئیسانی فاؤنڈیشن " کی چیف ایگزیکٹیو ہوں۔میں جب بیاہ کر میر رئیسانی حویلی آئی تب مجھے کسی قسم کی گرہستی نہیں آتی تھی کیونکہ گھر میں ہمیشہ ملازموں نے ہر کام بولنے سے پہلے کر دیا ہوتا۔یہاں بھی ہر کام کے الگ سے کئی ملازم ہیں لیکن۔۔۔امّی جان شائد ان کو میرے ہے ہاتھوں کے کام پر بھروسہ تھا۔بجیا،بڑی آپی وغیرہ سب کا مجھ پر یہی مان تھا۔۔"

آخری بات کرتے ہوئے زارا کا لہجہ عجیب شکستگی میں ڈوبا تھا۔۔۔

دُرِّے سمجھ گئی تھی کی وہ اس سے کیا کہنا چاہتی ہیں۔

انتہائی لاڈوں میں پلی سیّدہ زارا شاہ حویلی کا تقریباً ہر کام اک کنیز بن کر اپنے ہاتھوں سے کرنے کی کوشش کرتیں تاکہ وہ حویلی کے چند مکینوں کے دل جیت سکیں۔

ساحرہ اور گیتی سمیت قریباً سب ہی اپنے کام اس لاڈلی شہزادی سے کرواتے تھے۔۔۔

مگر حیدر نے انکے لۓ سٹینڈ لیا اور جلد ہی انہیں حویلی سے اپنے ساتھ بھوربن لے آۓ۔۔۔

"انکے تلخ رویّوں کے پیچھے تقدیر کی چابک کے دیے گۓ زخموں کی اذیت کارفرما ہے۔برسوں پہلے دا جان یعنی جبروت کے دادا نوابزادہ میر محمد عباس خان رئیسانی،ایک حقیقی محبِّ وطن بلوچ جنہوں نے پاکستان کی خوشیوں،فلاح،امن و سکون اور خوشحالی کیلۓ اپنے سر دھڑ کی بازی لگادی تھی۔وہ نہایت جرّی،نڈر،کھرے،سچے،اصول پسند،صاحبِ ایمان اور نہایت انمول شخصیت کے حامل بہترین اور اعلٰی پائے کے سیاستدان تھے۔۔کہا جاتا ہے نا کہ نیک لوگ جلد ہی اپنے مولا کے پاس چلے جاتے ہیں۔۔۔انکے دُشمنوں اور پاکستان کے بدخواہوں نے بڑی بیدردی سے انہیں مستونگ میں شہید کیا۔۔جسم ٹکڑوں میں کاٹ کر پاگل کتوں کو کھلایا مگر یہ کام وہ تبھی کرنے کی جرّات کرپائے جب انکے جسم و جاں کا رشتہ ٹوٹے کافی وقت ہوچکا تھا۔اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ خود کو پٹھان قبائلی ظاہر کرکے باقاعدہ ویڈیو پیغامات کے ذریعے دا جان کا بے جا قتل خود پر لازم اور اپنے لۓ باعثِ اعزاز قرار دیتے ہوۓ انہیں اس زمین کیلۓ کلنک قرار دے دیا تھا جنہوں نے اپنی پوری زندگی وطن کی سرزمین کو ان غداروں سے پاک کرنے کیلۓ وقف کردی تھی جو معصوم پٹھان اور بلوچ سادہ لوح قبائلیوں کے بھیس میں پاکستان کے اندر دندناتے پھرا کرتے تھے۔۔۔یہ رستا زخم ناسور اس وقت بنا جب حیدر کے سب سے بڑے بھائی کرنل نوابزادہ میر محمد آبدار خان رئیسانی جو فاٹا میں ہونے والے ملٹری آپریشنز میں پیش پیش تھے۔شدت پسند اور ملک دشمن عناصر کیلۓ انہوں نے زمین ایسی تنگ و تاریک کردی تھی کہ انکے لۓ کوئی جاۓ پناہ نا چھوڑی۔۔۔وہ اک نہایت ہی

انوکھے اور منفرد انسان جنہوں نے ہمیشہ مجھے چھوٹی بہن کی طرح بیحد پیار سے ٹریٹ کیا۔۔۔اور کزئی ایجنسی میں ہونے والی اک خونریز جھڑپ میں شہید ہوگئے تھے۔۔۔اُن بڑے بالوں،بڑی داڑھیوں والے غیر ملکی دہشتگروں نے انکا قلم شدہ سر اور شدید جھلسا ہوا وجود کروا کر پاک آرمی کو بھجوایا مگر وہ بھی تب یہ طُرّم خانی دکھا سکے جب ادا جان کی شہادت کو تین دن گزر چکے تھے اور انکی نعش وادی کے تاریک کھائیوں میں گری تھی۔۔۔آرمی نے انکو بہت ڈھونڈا مگر وہ نا ملے اور تین دن بعد انکی جلی نعش قلم شدہ سر کیساتھ آرمی کی چوکی کے قریب ڈال دی گئی تھی۔۔۔تب بھی الزام بے گناہ پختونوں پر دھرا گیا تھا۔۔۔اسی دن سے آج تک پہلے میں اور اب ہم دونوں انکی زخم خوردہ کدورتوں کے حقدار ٹہر گئے ہیں نایاب۔۔۔"

کہتے ہوئے زارا کا گلا رُندھ گیا اور خوبصورت گہری سُرمئی آنکھیں نمی کی شدت سے سُرخ پڑ گئیں۔۔۔

"مام پلیز روئیں گی نہیں آپ۔۔۔دل تو رب العٰلمین کے اختیار میں ہوتے ہیں۔وہی ہیں جو دلوں میں نفرتوں کو اُلفتوں سے بدلنے پر قادر مطلق ہیں۔۔۔مولا نے چاہا تو ہم
ضرور اک دن ان سب کو منانے میں کامیاب ہوجائینگے جو ہم سے خفا ہیں"

زارا کی آزردگی پر دُرِّے تڑپ سی گئی تھی۔فوراً انکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر وہ نرمی سے بولی تو زارا مسکرادیں۔

"چلو اب لنچ کا ٹائم ہوا ہی چاہتا ہے بس۔۔۔ذرا سی بھی دیری ہوئی تو گلستان خانم برہم ہونگیں کیونکہ آج انہوں نے تمہارا فیورٹ کابلی پلاؤ بنایا ہے اور انکی چاؤ سے بنائی گئی ڈش کو کوئی بھاؤ نا دے تو ناراض ہوجاتی ہیں"

زارا اسکا ہاتھ پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے ہنس کر بولیں اور وہ دونوں باتیں کرتیں نیچے لاؤنج میں آکر ڈائننگ ہال میں جانے لگیں۔۔۔۔

لنچ کے بعد شام کے وقت ضبور ردا اور دُرّے کیساتھ مری کے مشہور مال روڈ پر چہل قدمی کرنے کو نکل پڑا۔۔۔

جی پی او چوک میں ان دو نقاب پوش محجبینوں کیساتھ گھومتے وہ ساتھ ہی ساتھ مزاحیہ چھٹکلے سناتے ہوئے وہ غیر محسوس طور پر دُرّے کے پژمردگی کو دور بھگا رہا تھا۔۔۔۔

ردا اور ضبور کیساتھ گھومتے ہوئے دُرِنایاب عدن کسی کی گہری نظروں کی جھلساتی تپش خود پر محسوس کرتے ہوئے بے سکون ہوکر بار بار ایک بے چین سی نظر ارد گرد ڈال جاتی تھی۔۔۔

ڈنر اک اچھے سے ٹریڈیشنل ریسٹورنٹ میں کرکے وہ تینوں گھر واپس آگئے تھے اور اب گھر کے پچھواڑے بنے وسیع لان سے منسلک پائیں باغ میں لکڑیوں سے بنی، معلق پھولدار ٹہنیوں سے سجی چھت کے نیچے خوبصورت آؤٹ ڈور سیٹنگ ایریا میں بیٹھے تھے۔۔۔

ایک جانب سخت گہرے سُرمئی رنگ کے پتھروں سے بنے چوکور آتشدان میں لکڑیاں سلگتی ماحول کو گرمائش بخش رہی تھیں۔۔۔
نرم، نم ،گل لالہ کے پھولوں سے مہکتی ہوا روح کو فرحت بخش رہی تھی۔۔۔

گرے رنگ کے خوبصورت اونچے ستونوں کے گرد لپٹی چھوٹی چھوٹی تاروں سے منسلک بلبوں اور لکڑی کے کی چھت سے نیچے لٹکتے لیمپوں کی خوبصورت سُنہری روشنی بہت سُہانی معلوم ہورہی تھی۔۔۔

منقش سیاہ و سُرمئی رنگ کے شیشے والے فرش بچھے پر خوبصورت ملائم غالیچوں پر تکیوں سے ٹیک لگائے ضبور،ردا اور دُرّے بیٹھے باتیں کررہے تھے۔۔۔

دُرّے بہت کم ہی گفتگو میں حصّہ لے رہی تھی،باقی تو ضبور اور ردا کے ٹشن ہی تھے۔۔۔

"نایاب! تم کونسے فیلڈ میں جاؤ گی اب ؟"
ضبور نے دُرّے سے پوچھا۔۔۔

"مسیحاؤں کے جہاں میں" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"اور تم محترمہ؟یقیناً خلائی دنیا میں رائیٹ؟" ہاتھیلی کی مٹھی بنا کر ٹھوڑی پر جماتے ہوئے لب دباکر ردا سے پوچھا۔۔۔

"باہی! کیا بات ہے آجکل کچھ زیادہ ہی شیر و شکر ہوا جارہا ہے، کبھی دل میں چھپی اُمنگیں پڑھی جارہی ہیں۔ہمیں تو لگتا تھا ہم زبردستی کے حلوے کی مانند کھلائے گئے ہیں آپ کو؟"
ردا نے آبرو اُٹھائے معنی خیزی سے کہا۔۔۔

"بھئی تم کریلی سے مٹھاس کی توقع تو کرنی ہی اوّل درجے کی حماقت ہے لہذا ہم ہی شکر ہوگئے تاکہ زندگی میں کچھ تو شیرینی ہو۔جہاں تک دلّی اُمنگیں پڑھنے کی بات ہے تو محترمہ یہ تو ہم شروع دن سے جانتے ہیں کہ آپ کسی اُڑن کٹھولے سے گری تھی دنیا میں اور اب برسوں کی جدائی کے بعد اپنے لوگوں کے پاس جانے کو جی ہمک رہا ہوگا۔اب وہ تو دھرتی پر آنے سے رہے لہذا آپ کو

ہی جانا پڑے گا انکے ہاں۔۔۔اور یقیناً کوئی عقل سے پیدل ہی ہو گا جو کریلے کا حلوہ باہر نکلی پھیلتی بتیسی کیساتھ کھائے گا۔۔۔۔"

ہاتھ جھاڑتا وہ شریر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔۔۔

"ہاں تو وہ حوریہ تو سرتا پا شہد ہے نا جو گوند کی طرح آپ سے چپک کر پھر الگ ہی نہیں ہوتی۔اس سے شیرینی کی توقع تو آپ کے ذہن کو اک دم تر و تازہ رکھتی ہو گی نا؟کہہ دیتی ہوں بابا جان سے کہ مجھے واپس بھجوادیں بلوچستان اور آپکی اس من مرادی حوریہ صاحبہ کو لے آئیں تب تو بہت سکون آجائے گا آپکو"

ردا کو ٹھیک ٹھاک غصّہ آگیا تھا۔۔۔۔

حوریہ دراصل ضبور کی کلاس فیلو تھی جو بچپن سے ہی اس پر فدا تھی اور اسکے ہمہ وقت ضبور کے آس پاس بھٹکنے سے ردا کو سخت کوفت ہوتی تھی۔۔۔

ردا تپ کر اُٹھتی ہوئی اندر جانے لگی کہ دبستان اور گلستان خانم کو اندر سے ٹرے اُٹھائے اپنی طرف آتے دیکھ کر رُک گئی۔۔۔

"ہیر بچے اُٹھی کیوں چلو بیٹھو شاباش۔۔۔گاجر کا حلوہ خفا ہوجائے گا بھئی"

زارا اور حیدر نے جو ان دونوں کے پیچھے باہر آرہے تھے ردا کو ناراضگی سے اُٹھتے دیکھا تو اسکے پاس آکر بولے۔۔۔

"مام،بابا جان یا تو آپ باہی کو اُٹھائیں یا تو میں نہیں بیٹھ رہی بس"
وہ منہ پھلا کر بولی۔۔۔

"ارے میرا گڈا کیا کہہ دیا پھر سے اس گھامڑ نے؟"
حیدر نے ردا کو خود سے لگاتے ہوئے اسے پچکارا۔

"میں ان کیلئے کریلے کا حلوہ ہوں جسے زبردستی انہیں کھلایا گیا ہے۔لہذا انہیں ان کی مرضی کا حلوہ کھلادیں یعنی کہ مس حوریہ مابدولت تاکہ ان کی یہ دُشنام طرازیاں تو کچھ بند ہو"
ردا روہانسی ہوئی تو حیدر نے ضبور کو مصنوعی گھوری سے نوازا جبکہ وہ اور دُرّے مسکراہٹ دباگئے۔۔۔

"کڑوی دوا ہی مرض کا تگڑا علاج کرتی ہے ہیر بیٹے اور اس خانہ خراب کے ٹیڑھے پن کو سُدھارنے کیلئے تم سے زیادہ کارگر پھکی تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی بولنے دے اسے"

زارا نے ردا کی ٹھوڑی پیار سے چھوتے ہوئے آنکھ دبا کر کہا تو وہ آبرو اُٹھاکر فاتحانہ انداز میں ضبور کو دیکھا۔۔۔

"مام! ضبور نامی نمونہ تو لاعلاج مریض ہے۔اسکا علاج کسی تیکھی مرچی کے پاس نہیں ہاں اگر کوئی شہد جیسی ہو تو ضرور افاقہ ہوسکتا ہے اور وہ یقیناً تو میری جانِ من دیبو خانم ہی ہیں...ایویں یہ آپکا گڈا بولے جارہا ہے کہ حوریہ حوریہ۔۔۔وہ کہاں سے بیچ میں آگئی وہ تو نمکین ہے مجھے تو شیرینی چاہیے کیوں دیبو"
ضبور نے بے تکلفی سے دبستان خانم کی شال کا کونہ کھینچ کر کہا تو وہ ہنس پڑیں اور اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔

"بہت ہی بے مروّت اور دغاباز نکلے تم تو باہی۔۔۔قسمیں وعدے مجھ سے اور اظہار اس دیبو سے۔۔۔جاؤ میں بات نہیں کرتی تم سے "
گلستان خانم نے نروٹھے انداز میں رُخ پھیر لیا۔۔۔

"ارے ارے گل جانی آپ تو دل کی رانی ہیں میری۔۔۔اب سرعام تو اظہار نہیں کرسکتے نا اپنی رانی سے"

ایک ترچھی معنی خیز نظر ردا پر ڈال کر ضبور نے سینے پر ہاتھ رکھے گلستان خانم سے کہا تو وہ ناز سے مسکراتی آکر اسکے پاس بیٹھیں۔۔۔

"باہی یوں روبرو ہی تم بے وفائی کے مرتکب ہورہے ہو ہاں"
دبستان خانم نے خفگی سے کہا۔۔۔

"اللہ اللہ۔۔بھئی میں تو آپ دونوں کو ہی دنیا میں آنکھ کھولتے ساتھ ہی پہلی زندہ طبع چیخ کیساتھ دل دو ٹکڑوں میں کاٹ کر،تھال میں سجا کر پیش کرچکا ہوں۔۔۔آپ دونوں گلاب جامنیں اگر مجھے روز اپنی مٹھاس سے بہرہ ور کرتی رہیں تو میں تو بہت جلد ہی شوگر کا مریض بن کر بس ختم۔۔۔لہذا اس زہرِ قاتل کریلی پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا تاکہ کم از کم تندرست و شاداب تو رہوں"
ضبور مسکراہٹ دبائے بولا تو ردا کا منہ ہی کھل گیا۔۔۔

دُرّے نے اپنی ہنسی ضبط کرنے کیلئے سر جھکالیا جبکہ زارا نے ضبور کو تھپڑ دکھاتے ہوئے آکر اسکا کان کھینچا۔۔

"سُدھر جاؤ تم ورنہ میری جوتی بغیر تمہارے زرّافے جتنے قد کا لحاظ کیے سارے کس بل نکال دے گی تمہارے۔۔۔خبردار جو آئندہ میری بیٹی کو ستایا تو۔"

زارا نے مصنوعی رعب سے کہا تو ضبور نے سعادتمندی سے سر ہلاتے ہوئے ساتھ میں اپنا کان چھڑایا۔۔۔

حیدر اور زارا سمیت دبستان اور گلستان خانم بھی انکے ساتھ بیٹھ گ ئی یں۔۔۔
اس سارے سمے دُرّے بس ملائی مت سے مسکرائے جارہی تھی مگر وہ سب جانتے تھے کہ اسکی یہ مسکان کتنی ادھوری اور زخمی ہے۔۔۔

"نی نایاب۔۔۔کونسے نمونے کا مسیحا بنو گی تم؟بھ ئی ملکہ عالیہ سے تو پوچھنا ہی وبالِ جان ہے کہ وہ خلا میں جاکر مٹر گشت کرکے کونسے قلعے ڈھادیں گی۔"
ضبور نے دُرّے سے کہتے ہوئے ساتھ میں شرارت سے ردا کو دیکھا۔۔۔

"قلعے ڈھاؤں نا ڈھاؤں لیکن ایک دن آپکا گلا ضرور دبا دونگی میں باہی سیریسلی"
ردا نے گھور کر کہا تو ضبور کی ہنسی چھوٹ گ ئی جس پر ردا کو مزید تپ چڑھی۔۔۔

"ہم(Oromaxillofacial surgeon)بننا چاہتے ہیں۔ہم اس فیلڈ میں فروفیسر بھی بننا چاہتے ہیں۔"
دُرّے کے دھیرے سے کہنے پر ضبور نے غیر محسوس انداز میں سیدھے ہوکر اُسے دیکھا۔۔۔

مہابت خان پاکستان میں دنیا کے قابل ترین اور معروف اورو میگزیلو فیشل سرجرنز میں سے ایک تھے جن کیلئے انتہائی پیچیدہ سرجریز کو بھی انتہائی مہارت اور سلاست سے کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔۔۔

جبکہ اس فیلڈ میں خواتین کا داخلہ ایک مشکل امر ت ہوتا ہے، پھر مہارت اور شہرت تو اور بھی پیچیدگی لیے قریباً ناممکن کی حد تک مشکل ہے کیونکہ اس شعبے میں زور آزمائی اور اعصابی مضبوطی کی بدولت زیادہ تر مردوں کی ہی اجارہ داری ہے۔۔۔

مہرالنسا٦ خان میتھس اور فزکس کی نہایت قابل ترین پروفیسرز میں سے ایک تھیں جنکی لیاقت اور انفرادیت دنیا بھر کے تعلیمی فلیٹ فارم پر انکے تھیسز اور آرٹیکلز سے لیکر دیگر کئی اہم کارناموں سے ثابت اور دنیا میں مانی گئی تھی۔۔۔

مہرالنسا٦ خان آکسفورڈ یونی ورسٹی سے نا صرف خود بھی پڑھ چکی تھی بلکہ دُرّے کی پیدائش اور جبروت کی اپنی زندگی میں آجانے سے پہلے چار سال تک وہاں پڑھا بھی چکی تھیں۔۔۔

دُرّے کے یہ دونوں آرمان جان کر ضبور سمیت زارا،ردا اور حیدر نے دُکھتے دل سے اُسے دیکھا۔۔۔

"لیکن ہماری سب سے اوّل خواہش یہ ہے کہ ہم ایک جوائنٹ فیملی میں رہیں جو محبت،احترام،اتفاق،اتحاد،سچائی،خلوص،پروا،برداشت اور اسی طرح دیگر کئی مضبوط دھاگوں سے بندھا ہوا ہو۔سب ایک اکٹھے مل جھل کر خوشی سے رہیں۔ہم پوری دنیا کے تاریخی مقامات،حویلیاں،آثارِ قدیمہ،تہذیب اور ثقافتیں،ادب وغیرہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ہم بہت کچھ،کچھ ایسا کرنا چاہتے ہیں جو ہر کوئی نا کرسکے،جو ہمارے دل ،دماغ،روح کے اضطراب کو مٹادے۔"
وہ کسی جذب سے بولتی ان سب کی نظریں خود پر جمی دیکھ کر پہلے خاموش ہوئی اور پھر ہنس پڑی۔۔

"باہی! آپ ہماری بہن کو چڑائیں نہیں۔آپ نے صحیح بوجھا۔ہیر واقعی ایرو سائنس فیلڈ میں جانا چاہتی ہے۔۔۔"
قالین پر دھرے ردا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دُرّے نے ضبور سے کہا تو اسنے ایک مسکراتی نظر ردا پر ڈالی۔۔۔

"نایاب،ہیر اور ثمر کل تینوں تیار رہیے گا آپ کیلئے ہمارے پاس ایک تحفہ ہے"
حیدر نے مسکراتے ہوئے ان تینوں سے کہا تو تینوں نے ہی تجسس سے استفہامیہ انداز میں انہیں دیکھا۔۔۔

"اونہوں بابا جان بتانا نہیں ہے بلکل بھی کچھ۔۔۔"ضبور نے تنبیہہ کی تو ردا اور زارا نے اسے گھورا۔۔۔

"اچھا بھئی اب آپ جاکر سو جائیں حضور، صبح جلد اُٹھنا ہے نا"
حیدر ہنستے ہوئے بولے تو زارا انہیں ناک سکوڑ کر دیکھتے ہوئے اندر جانے لگیں، ساتھ ہی دُرّے اور ردا بھی انکے ساتھ اندر جانے لگیں۔۔۔

بھوربن میں رُت بہار کی اگلی صبح کی آمد بڑی خوشگوار تھی۔۔۔
نرم خنک سی ہوا چلتے ہوئے من کو عجب شادمانی بخش رہی تھی۔۔۔

سیاہ ہائی لیکس جیپ رئیسانی مینشن کے بیرونی مرکزی قد آدم آٹومیٹک سلائیڈنگ گیٹ کھلتے ہی باہر نکلی اور اپنی پوری رفتار سے بل کھاتی سڑکوں پر دوڑنے لگی۔۔۔

قریباً دو گھنٹے کے قریب مسافت کے بعد جیپ نتھیا گلی کے گل و گلزار وادی میں پہنچی اور اک نہایت پوش علاقے میں گھنے سرسبز پیڑوں کے درمیان گھری اک نہایت انوکھی،بیحد حسین و منفرد اور نایاب قسم کے طرزِ تعمیر کی حامل گہری سُرمئی رنگت کے خوبصورت تراشیدہ پتھروں سے بنی اڑھائی ایکڑ کی

اراضی پر تعمیر شدہ حویلی میں داخل ہوکر پورچ میں کھڑی ہوگئی تو زارا،دُرّے اور ردا پچھلی جبکہ حیدر اور ضبور اگلی نشستوں سے نکل کر حویلی کے اندر جانے لگے۔۔۔

زارا مسکراتے ہوئے ستائشی انداز میں جبکہ ردا اُچھلتے کودتے حویلی کے کونے کونے کو اپنے قدموں کی دھپ دھپ سے مزیّن رونق بخش رہی تھی۔۔۔

دُرّے نے جیسی ہی حویلی میں قدم رکھا تو اسکی ذات کو اک لمحے کیلئے کسی سکوت نے آکر چھوا تھا۔۔۔

یہ حویلی،اس کے در و بام حتّٰی کہ ہر اینٹ عین اسکی خواہش کی مطابق تھی۔۔۔
کانوں میں اپنی آواز گونج رہی تھی جب ننھی دُرّے جبروت سے کہہ رہی تھی۔۔۔

"شیر شاہ!ہم اک ایسی حویلی میں رہنا چاہتے ہیں جیسے فیونا،جیسے ریپانزل،جیسے پروزن رہتی ہے اپنی حویلی میں۔۔۔بلکہ نہیں ایسے جیسے ویمپائیرز رہتے ہیں۔بہت ہی الگ اور جدا۔۔۔ویسے بھی ہم تو اک ویمپائیر کیساتھ ہی رہینگے نا تو پھر گھر بھی انکے جیسے ہونا چاہیے نا۔۔۔"
ننھی دُرّے چہکتی ہوئی جبروت سے کہہ رہی تھی۔۔۔

"چڑیل نا ہو تو۔۔۔"جبروت نے اسکے سر پر ہلکی سی چپت رسید کرکے کہا تھا۔۔

ماضی کی یاد کیساتھ دل میں ایک ہوک سی اُٹھی تھی۔۔۔

"کاش ہمیں اتنا سب کچھ سکھاتے ہوئے اپنے بغیر رہنا بھی سکھادیا ہوتا شیر شاہ"
وہ خود سے بڑبڑائی۔۔۔

"نایاب چلو تمہیں تمہارا روم دکھادوں"
ضبور نے اسے آواز دی تو وہ سر ہلا کر اسکے ساتھ چلتے ہوئے دالان میں بنے گول گہرے چھوٹے سے تالاب کو پار کرتی حویلی کے اندرونی حصّے میں داخل ہوئی جو ایک وسیع لاؤنج تھا جس میں ایک جانب پہلی ادوار کے نوابی انداز والا لکڑی کا خوبصورت جھولا تھا،کچھ فاصلے پر بیٹھنے کیلئے منقش آرام دہ مخملیں صوفے تھے۔

جھولے کے برابر سے گزرتے ہوئے سامنے بل کھاتی سیڑھیوں پر اوپر چڑھ کر وہ سب سے ٹاف والی بالائی پورشن میں پہنچ کر دائیں جانب مڑتے ہوئے سیدھے چلتے وہ دونوں انتہائی آخری کونے میں بنے آبنوسی بڑے دروازے کے سامنے آ رُکے۔۔۔

"یہ پورا پورشن تمہارا اور جاہ کا ہے اور یہ تم دونوں کا ہیڈ کوارٹر۔۔۔مطلب کہ بیڈروم سوئیٹ روم۔۔۔اندر چرن رکھ کر غریب خانے کو دولت کدے میں تبدیل کیجیے مسز رئیسانی"
ضبور مسکراہٹ دباکر کہتے ہوئے واپس پلٹا تو دُرّے کے گالوں میں سُرخی دوڑی۔۔۔

ابھی دراوازے پر ہاتھ جمایا ہی تھا کہ وہ کھلتا ہی چلا گیا۔۔۔

وہ قدم اُٹھاتی اک الگ ہی دنیا میں داخل ہوئی تھی۔
وہ ایک جدید طرز پر بنایا کلاسیکل اور ٹریڈیشنل انداز سے مزیّن ماسٹر بیڈروم تھا۔۔۔
ہلکے نیوی بلیو اور پیازی رنگ کیساتھ گرے شیڈز کے پردے قد آدم کھڑکیوں کے سامنے گھرے،روم میں ملگجی خوابناک سا اندھیرا پھیلائے دُرِّنایاب عدن رئیسانی کو عجب سی بے کلی بخش گیا تھا۔۔۔

سات سالوں میں پہلی دفعہ جبروت کی یاد نے دل کو کچھ ایسا جھنجھوڑا کہ تکلیف دہ فریاد آنکھوں کے رستے اشکوں کے کارواں میں چہرے کو بگھو گئی تھی۔۔۔

وہ مرے مرے قدموں سے چلتی بیڈ پر دل تھام کر بیٹھی اور سر جھکائے مدھم پڑتی سانسوں کیساتھ اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"اک بے بس سی سسکی اسکے لبوں کی چوکھٹ پر آئی تھی۔۔۔

دُرّے کو جبروت کی مہک روم میں ٹہلتی محسوس ہوئی تو وہ بے چینی سے اُٹھی اور دبیز پردے ہٹادیے جس سے سنہری روشنی کمرے کے اندر داخل ہوکر اُجالا کرگئی تھی۔۔۔

دل آویز مہک ہنوز موجود تھی مگر دُرّے کا سکون برباد کرگئی تھی۔۔۔

"ہم سے زیادہ خوش بخت تو یہ بے جان در و دیوار ہیں شیر شاہ۔کم از کم آپکی صحبت کا شرف تو حاصل کرتے رہے ہیں نا"
وہ بھرّائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔۔۔

"نایاب! کہاں ہو بڈی یار چلو نا " اسے ردا کی آواز سنائی دی تو فوراً واشروم میں جا گھسی۔۔۔جو اس کمرے ہی کی طرح لگژری تھا۔۔۔

منہ پر پانی کے چھینٹے پھینک کر ٹاؤل سے چہرہ پونچھتے ہوئے وہ باہر نکلی تو ردا کمرے میں گھومتی ستائشی نظروں سے ارد گرد تک رہی تھی۔۔۔

اسکے واشروم سے باہر نکلنے پر اسکی جانب مڑی تو کچھ ٹھٹھک کر اسکے پاس آئی۔۔۔

"نایاب!سب ٹھیک ہے نا؟" ردا نے کچھ مشکوک سے انداز میں پوچھا۔۔۔

"الحمدُ للہ یہاں آمد تک تو خیر خیریت تھی آگے اللہ جانے کتنی بجلیاں کھڑکیں"
آبرو اُٹھائے دُرّے نے اسے دیکھ کر ذو معنی انداز میں کہا۔۔۔
اشارہ اسکے اور ضبور کی نوک جھونک کی جانب تھا۔۔۔

"بات مت گھماؤ۔۔۔ادھر دیکھو تمہاری آنکھیں۔۔۔۔"
ردا نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔۔

"پتہ ہے نا ان آنکھوں میں کسی کی سانسیں گروی رکھی ہیں۔یہ روئیں گیں تو نزع کی کیفیت اس پر بھی طاری ہوسکتی ہے۔۔۔۔"
ردا کا سنجیدہ لہجہ گہرائی لیے ہوئے تھا۔۔۔

دُرّے نے فوراً اسکی آنکھوں میں جھانک کر آئندہ ایسی بات نا کرنے کی تنبیہہ کی۔۔

ردا کچھ لمحے نچلا لب کاٹتی اسے دیکھتی رہی اور پھر بے اختیار اسکے گلے لگ گ ئی۔

کافی دیر تک زور سے اُسے خود میں بھینچنے کے بعد وہ دُرّے سے الگ ہوئی اور وہ دونوں روم سے باہر نکل کر سیڑھیاں اُترتی نیچے آکر لاؤنج عبور کرتی حویلی کے دروازے سے باہر دالان میں آئیں تو ضبور،زارا اور حیدر انکے منتظر تھے۔۔۔

گلستان اور دبستان خانم بھی انکے ساتھ کھڑی تھیں۔۔۔

دن کے دس بجے یہ سب نتھیا گلی اور ملحقہ دلکش وادیوں کی سیر کو نکل پڑے۔۔۔۔

آج بھی دُرّے کسی کی گہری نظروں کی تپش سے جزبز ہورہی تھی مگر خود پر قابو کیے وہ ضبور اور ردا کیساتھ باتیں کرتی ٹھنڈیانی ٹاپ کے خوبصورت دھند میں لپٹی سرسبز سر زمین پر گھوم رہی تھی۔۔۔

شام کو وہ لوگ واپس حویلی لوٹ آئے تھے۔۔۔

ڈنر میں لذیذ پلاؤ اور سیخ کباب کیساتھ مشروبات بھی تھیں مگر دُرّے کی بھوک تو سات سالوں کی اُڑی ہوئی تھی۔۔۔

چند لقمے زہر مار کرکے وہ غیر محسوس سے انداز میں ڈنر کے ٹیبل سے اُٹھی اور سیڑھیاں چڑھتی بیڈروم میں آگئی۔۔۔

اس دشمن جاں کی مانوس مہک ہنوز کمرے میں رقصاں تھی۔۔۔

عشا٦ کی نماز کا وقت ہوجانے پر اسنے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی۔۔۔

ہمیشہ کی طرح طویل نماز پڑھنے کے بعد وہ زیرِ لب زبانی تسبیحات کے درمیان دعائیں مانگنے لگی۔۔۔

نماز اور اوراد ختم کرنے کے بعد وہ جائے نماز لپیٹ کر اپنی جگہ پر رکھتی اس روم کی وسیع خوبصورت بالکنی میں آنے لگی تو ہوا سے بالکنی کے سامنے لگا دبز سفید پردہ اسکا منہ چڑانے لگا۔۔۔

دُرّے ہاتھ بڑھا کر پردہ ہٹاتے ہوئے بالکنی میں آئی ہی تھی جب اسکی سماعتوں سے ایک مدھم بھاری انتہائی مدھر آواز میں گائی جانے والی اسکی پسندیدہ قوالیوں میں سے ایک ٹکرائی۔۔۔

مدھم سی ناسمجھ میں آنے والی بے چین کرتی آواز اسے اپنی اور کھینچ رہی تھی۔۔باہر اندھیرا چھایا تھا جبکہ چاند بھی کالے بادلوں میں منہ چھپائے ہوئے تھا۔۔۔

دُرّے نے بالکنی کی ریلنگ کے پاس آکر متلاشی نظروں سے نیچے دیکھا تو حویلی کے بیرونی احاطے میں پچھلی جانب موجود خوبصورت پائیں باغ میں پتھروں سے تراش کر بنائے گئے مصنوعی آبشار کے پاس کوئی سایہ سا اُسے کھڑا نظر آیا۔۔۔

دُرّے کچھ ٹھٹکتے ہوئے اپنے بیڈروم کے اندر ہی ایک جانب موجود نچلے پورشنز میں جاتی سیڑھیوں پر اُترتی دبے قدموں پچھلی جانب آکر اونچے درختوں کی آڑ لیتی چوکس سی اُس سائے کی جانب گامزن تھی۔۔۔

ابھی وہ سائے سے کافی فاصلے پر تھی کہ بائیں جانب مڑتے ہوئے چھوٹے سے دروازے کی کواڑ کھول کر باغ کے اندر داخل ہوا۔۔۔

دُرّے بھی اب تیز تیز قدم اُٹھاتی اسکے پیچھے اُسی دوازے سے اندر داخل ہوئی مگر وہ شائد کوئی غیر مرئی مخلوق تھا جسکا اب کہیں نام و نشان نا تھا۔۔۔

دُرّے اُسے تلاشتی ایک گول چھوٹے سے کنویں نما گہرے تالاب کے پاس آئی "جسکے ارد گرد شیشے جیسے ماربل کا فرش تھا۔خود تالاب کے کنارے پتھر سے بنے تھے اور تالاب کے گرد فرش پر شیشے جیسے گہرے سُرمئی رنگ کے اونچے ستون جو اوپر ایک گنبد نما چھت سے منسلک تھے،نے تالاب کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔۔۔

دُرّے کی نظر اچانک اس تالاب کے کنارے بیٹھے ایک نایاب اور بہت ہی کم دیکھے اور پائے جانے والے بیحد کیوٹ سے گہرے نیلے رنگ کے بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والے اُلّو کے پھٹے پر پڑی جو محویت بھری معصومیت سے سر ایک جانب ٹیڑھا کیے دُرّے کو تک رہا تھا۔۔۔

دُرّے کو تو اُلّو بہت پسند تھے،اس ننھے پیارے سے اُلّو کو دیکھ کر وہ دھیرے دھیرے اسکے پاس آئی اور جھجھکتے ہوئے ہاتھ بڑھاکر اسکے نرم پروں پر پھیرنے لگی تو وہ اُلّو اس سے پیار لیتے ہوئے سکرانے لگا۔۔۔

دُرّے نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اسے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اُٹھایا اسے پیار کرنے لگی۔۔۔

How are you my cute Harry....why are you sitting here alone...was you "

"?waiting for me?Will you be my friend

وہ مدھم سرگوشیوں میں انگوٹھے سے اس کے بال سہلاتی ہوئی کہہ رہی تھی اور اس نیم اندھیرے میں اسکی بڑی بڑی خوبصورت فیروزی مائل آنکھیں بار بار دُرّے کو دیکھ کر مُند رہی تھیں۔۔۔

اچانک دُرّے کسی کی مضبوط قدموں کی دھمک پر فوراً چونک کر پلٹی تھی۔۔
وہی سایہ گویا برق رفتاری سے اسکے سامنے گزر کر پھر سے کہیں اوجھل ہوا تھا۔۔۔

"کون ہے وہاں؟"
وہ ٹھٹک کر ننھے اُلّو کو خود سے لگائے قدرے سخت لہجے میں کہتی دبے قدموں اس طرف بڑھنے ہی لگی تھی جہاں اسنے سائے کو اوجھل ہوتے دیکھا تھا جب اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کرکے غیر محسوس سے انداز میں ہاتھ ذرا سا اوپر اُٹھاکر اُلّو کے پٹھے کو اُڑایا اور اپنے پاس موجود چھوٹا سا خنجر جو ہمہ وقت اسکے پاس ہوتا تھا، نکال کر ایڑھی پر گھومتے ہوئے دُرّے نے سُرعت سے وہ خنجر اپنے پیچھے موجود اندھیرے میں کھڑے انسان کے حلق پر ٹکا کر اسے زور سے پیچھے ماربل کے کھردرے اُبھرے ہوئے دلکش انداز میں بنائے ستون پر قریباً پٹخا۔۔۔

البتہ دُرّے کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ مقابل نے جان بوجھ کر خود کو اسکے لئے ڈھیلا چھوڑ دیا تھا ورنہ تو اسکے چھ فٹ تین انچ قد اور مضبوط کسرتی جسم کو ہلانا اتنا آسان بھی نہیں تھا شائد۔۔۔

"کون ہیں آپ؟ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ سخت لہجے میں یہی پوچھنے لگی تھی کہ دل بے اختیار رُک سا گیا۔۔۔

پھر سے وہی مانوس دلفریب مہک اسکے آس پاس منڈلانے لگی تھی۔۔

اس شخص نے ہاتھ بڑھا کر دُرّے کی کلائی پکڑتے ہوئے خنجر مزید اپنے حلق میں قریباً گھسا ہی دیا تھا۔۔

جیسے کہہ رہا ہو کہ رک کیوں گئی؟

"شیر شاہ!" آنکھیں پھیلائے اُس انسان کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بے ساختہ اپنے منہ سے یہ نام سُن کر دُرّے کو اس شخص کا گہری سانس بھرنا محسوس ہوا تھا۔۔۔

"(بنابراین شیر من بہ یاد من آمد)

"So my lioness remebered me

جبروت مدھم سرشار سے انداز کیساتھ فارسی میں بولا تو ساکت سی کھڑی دُرّے کے دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی۔۔۔

وہ کچھ پل خاموشی سے اسکے ہیولے کو دیکھتے رہنے کے بعد خنجر اسکے گلے سے ہٹاتے ہوئے سر جھکا کر مڑی اور چند قدم اُٹھاتے ہوئے کنویں کے پاس ٹھنڈے ماربل کی سیڑھیوں پر بیٹھی۔۔

جبروت کو لگا وہ چپکے چپکے رو رہی تھی۔۔۔اُلّو واپس آکر اب دُرّے کے کندھے پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔

"ان ایلوژنز سے ہمارا پیچھا کب چھوٹے گا؟سات سالوں سے ہر کسی میں شیر شاہ کو دیکھتے دیکھتے ذہنی مریض بنتے جارہے ہیں ہم۔اب تو یہ زبوں حالی ہماری ذات سے بھی آشکارا ہونے لگی ہے۔کب تک ہم یوں اس "کیفیتِ لا" کے اسیر بنے رہینگے ہیری؟"
دُرّے افسردگی سے سامنے ملگجی تاریکی میں ڈوبے آسمان کو دیکھتی ہیری(اُلّو) سے کہہ رہی تھی۔

وہ جبروت کو پھر سے اپنا ایلوژن سمجھی تھی جو ان سات سالوں میں سائے کی طرح اسکے ساتھ رہا تھا۔۔۔

جبروت اسکی باتیں سُن کر تکلیف سے آنکھیں میچ کر آہستگی سے چلتا اسکے پاس آکر سیڑھیوں پر بیٹھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔"اسنے دھیرے سے دُرّے کو پکارا تو آنسوؤں کی ننھی بوندیں دُرّے کے گالوں پر پھسلی تھی۔۔

جبروت نے ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اسکی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنی جانب کیا تو دُرّے کی ڈبڈبائی آنکھوں میں تحیّر اُمڈ آیا۔۔۔

"میں تو یہاں اپنی رابیل سے ملنے آیا تھا۔مجھے کیا خبر تھی کہ وہ تو پچھلے سات سالوں سے کہیں گمشدہ ہے۔شائد مجھے نامراد پھر سے لوٹنا ہے اسکی تلاش میں"
جبروت دھیرے سے بولا۔۔۔

دُرّے ابھی تک تعجب میں تھی۔اسنے ہاتھ بڑھا کر جبروت کے چہرے کو ٹٹولنا چاہا تو اسنے دُرّے کی کلائی تھام کر اسکا ہاتھ اپنے دل پر رکھ دیا۔

وہی دل کی خاموش دھڑکن۔۔۔ہاں یہ خاموشی،یہ ہُو کا عالم صرف جبروت کے سینے میں ہی تو ہوتا تھا۔۔۔
اپنی ہتھیلی کے لمس سے دُرّے کو وہ خاموش دھڑکن رفتہ رفتہ تیز ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔
اسنے فوراً اپنا ہاتھ جبروت کے سینے سے ہٹادیا۔۔۔

"کہیں گم نہیں ہوئی ہے رابیل۔۔۔سات سال پہلے یہاں سے بے جان ہوکر گ ئی تھی۔واپس لوٹ کر جب وجود میں روح پھر سے سمائی ہے تو محشر تو برپا ہوگا ہی نا شیر شاہ"

دُرّے کی آواز بھرّا رہی تھی۔۔۔

"ہمم!اگر کھوئی نہیں تو پھر شائد وہ پری واپس چلی گ ئی ہو گی اپنے دیس۔۔کیونکہ مجھے شک ہے کہ میرے پاس نہرِ فرہاد بہاتی یہ تو کوئی چڑیل بیٹھی ہے شائد یہاں جو اس حویلی میں بھٹک رہی ہے برسوں سے۔"

جبروت سنجیدگی بھری شرارت سے سامنے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"آپ جیسے بھوت کیل ئے یہ کڑوی چڑیل ہی کارگر دوا ہے ورنہ تو اُس میٹھی پری کی مٹھاس آپکو راس کہاں آتی ہے؟"

دُرّے نے تاک کر طنز کیا تھا۔۔۔

"کڑواہٹ ایسی دل جلی ہو تو بھلا مٹھاس کیسی جان لیوا ہو گی نہیں؟"

وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔۔۔

"بجا،خوب۔۔۔اور یہ جان لیوا تجربے تو اب آپکو تواتر سے ہوتے رہنے ہیں اب"

"اندازہ ہے مجھے۔۔۔وہ محترمہ جو میری موجودگی میلوں سے جان جاتی ہے آج مجھ اجنبی کے گلے پر چھری رکھ گ ئی۔۔۔عجب ستم ظریفی ہے کہ سات سالوں نے اتنی گہری دراڑ ڈال کیسے دی؟" جبروت باہم اُنگلیاں پھنسائے دھیرے سے کہا۔۔

دُرّے اپنی جگہ سے اُٹھی اور جبروت کے سامنے ایک گام نچلی سیڑھی پر اسکی ٹانگوں کے درمیان خالی جگہ پر بیٹھتے ہوئے اسکے ہاتھ آزاد کروائے اور اپنے گرد انکا حصار بنادیا۔۔۔

"دراڑ ڈالی ہوتی تو اس وقت اجنبی حضرت کی یہ گردن بھی تن پر نا ہوتی۔۔۔" وہ جتاتے انداز میں بولی تو جبروت مسکرادیا۔۔۔

یوں لمحے گزرتے رہے اور وہ دونوں اسی معنی خیزی میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔۔۔

کافی دیر تک دُرّے سے باتیں کرتے رہنے کے بعد جبروت نے اسکی ہاتھ بڑھاکر اسکی ٹھوڑی کو اپنی ہتھیلی میں تھاما تو وہ اپنی فیروزی بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیلاتے ہوئے اسے دیکھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔

جبروت نے اُٹھتے ساتھ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھایا۔۔۔

"چلو جاؤ سو جاؤ اب۔۔۔کافی تھک گ ئی ہو" جبروت نے نرمی سے کہا۔۔۔
وہ اسکی تھکان سے واقف تھا۔۔۔ہمیشہ ہی تو جب کوئی کیفیت دُرّے کیل ئے ناقابلِ بیان ہوتی ،وہ اسکی سماعت بھی بن جاتا اور گویائی بھی۔

"آپ نہیں چلیں گے ہمارے ساتھ؟"
دھیرے سے پوچھا گیا۔

"نہیں تم جاؤ میں۔۔۔"اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔دُرّے سمجھ گ ئی تھی وہ بتا نہیں پارہا۔۔۔

وہ بجھتے چہرے کیساتھ پلٹ کر جانے لگی تھی کہ شیر شاہ نے اسکی کلائی تھامی۔۔۔
دُرّے نے مڑ کر اسکے ہیولے کو دیکھا تو جبروت نے اپنی جیکٹ کی جیب سے دُرّے کی فیورٹ چاکلیٹس نکال کر دُرّے کو تھمائی یں اور اسکے ہاتھ کو اپنے دونوں چوڑے ہاتھوں میں تھام کر دباتے ہوئے گویا دُرّے کو خاموش زبان میں کچھ سمجھایا تھا۔۔۔

اسکا سر ہلکا سا تھپکتے ہوئے جبروت نے اسے جانے دیا۔وہ بھاری قدموں سے واپس اپنے بیڈروم میں لوٹ آئی جبکہ جبروت سینے پر ہاتھ باندھے اپنے اور دُرّے کے بیڈروم کی بالکنی کو کچھ لمحے دیکھتا رہا اور پھر واپس ہولیا کیونکہ اُسے جانا تھا۔۔۔

✿✿✿✿

دُرّے بمشکل چند گھنٹے سو لینے کے بعد فجر کی آذان کیساتھ جاگی تو خلافِ توقع مزاج میں ایک سرشاری سی چھائی ہوئی تھی۔۔۔

دل پر سات سالوں کا چھایا بوجھل پن کل لمحوں میں چھٹ گیا تھا۔۔۔

بھلے ہی وہ جبروت کو دیکھ نا پائی مگر اُسے محسوس تو کرلیا تھا نا،اُسکی آواز سُن لی تھی اور یہ بھی دُرّے کیلئے بیحد قیمتی تھا۔۔۔

جوں جوں وہ بڑی ہوتی جارہی تھی،توں توں جبروت رئیسانی کی عادت اک جان لیوا سی لت بنتی جارہی تھی۔۔

عشق تو بچپن سے ہی دونوں کی روح میں جاگزیں ہوچلا تھا مگر اپنی حشر سامانیاں جو وہ پہلے جبروت پر اسکے کاری ضرب لگاتا پھرتا،اب دُرِّے بھی ان کاری ضربوں سے بے نیاز نہیں رہی تھی۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے بیڈ سے اُٹھی،وضو کیا اور نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگ کر اُٹھی تو زبانی قرآنی آیات کا وِرد کرنے لگی۔۔۔

دھیرے دھیرے سورج نتھیا گلی کے ہلکے ابر آلود آسمان پر طلوع ہوتا ،دُھند لکے میں روشنیاں بکھیرتا خنک ہوا کو گرمائی ش بخشنے کی قدرے بے سود کوشش کررہا تھا۔۔۔

نرم خنک مدھم رواں ہوا وسیع اور معلق پھولدار ٹہنیوں سے مزیّن بالکنی میں کھڑی دُرّے کے چہرے کے گرد لپٹے دوپٹے سے کھیل رہی تھی۔۔۔

خنکی کی وجہ سے اُسکے لال کشمیری گال اناری ہوگئے تھے جن میں مبہم سا زیرِ لب مسکرا کر وِرد کرتے ہوئے گڑھے واضح ہورہے تھے۔۔۔
فیروزی آنکھیں دور لان کے آخری سرے سے منسلک اُس اَدھ رُخ نظر آتے دروازے پر ٹکی تھیں جہاں تک کل رات جبروت اُسے چھوڑنے آکر اسکے کمرے میں آجانے تک کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔۔۔

وہ یوں ہی محویّت سے نورِ صبح کو آکاش پر بکھرتے دیکھ رہی تھی جب کسی کے بیڈروم کھول کر اندر داخل ہونے کی آہٹ پر اسکی محویّت ٹوٹی تو اُسنے سر موڑ کر پیچھے دیکھا۔۔۔

گلستان خانم شاداب چہرے کیساتھ اسے دیکھتی مسکرا رہی تھیں۔۔۔

"بڑی جان آپ! ہمیں بلالیا ہوتا آپ کیوں آئی یں۔۔۔گھٹنوں میں درد ہوتا ہے اب؟"
وہ فوراً انکے پاس آکر کہتی ساتھ میں انکی طبیعت بھی پوچھنے لگی۔۔۔

"الحَمدُ لِلّٰہ اب تو کافی بہتر ہوں۔۔۔آپ چلیں میرے ساتھ"
متانت سے کہتی وہ آخر میں معنی خیزی سے مسکرادیں۔۔۔

"اونہوں ایک شرط پہ۔۔۔یہ آپ جناب کہاں سے آگیا ہمارے بیچ؟پہلے تم کہہ کر بلائی یں اور یہ حد بندیاں گرائی یں تب جائی نگے ہم آپکے ساتھ"
دُرّے سینے پر ہاتھ باندھ کر گردن اُکڑاتے ہوئے بولی تو گلستان خانم مسکرادیں۔۔

ابھی کچھ کہنے کو انکے لب وا ہونے لگے تھے کہ ردا کسی آندھی کی طرح قریباً اُڑتی ہوئی روم میں داخل ہوئی اور بنا آؤ نا تاؤ دیکھے دُرّے کو کلائی سے دبوچ کر اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے باہر لے گ ئی جبکہ پیچھے گلستان خانم ہنستی چلی گ ئی یں۔۔۔

"اللہ مولا! ان چہکتی بلبلوں کی مسکراہٹ کو گرہن لگنے سے بچالینا"
انہوں نے دل میں دُعا مانگی۔۔۔

"ہیر یہ کیا حرکت تھی؟بڑی جان کو بات بھی نہیں کرنے دی اور اب بگولہ بنی بیل کی طرح ہمیں ہانک رہی ہو۔انسانوں کی طرح چلنا آتا ہے ہمیں بھی اور تمہیں بھی۔۔۔"
دُرّے ہلکی سی برہمی سے بولی مگر ردا نے حسبِ معمول ایک کان سے سُن کر دوسرے سے اُڑادی۔۔۔

ردا کے ساتھ گھسٹتے دُرّے کا دوپٹہ بھی اسکے شانوں پر آکر پھسلا تھا جسے دوبارہ سر پر جمانے کا موقع دیے بغیر ردا اسے بس گھسیٹے جارہی تھی۔۔۔

چکردار سیڑھیوں پر ردا کیساتھ اُتر کر دُرّے جونہی وسیع لاؤنج کو پار کر بڑے داخلی دروازے تک پہنچی تو قدم شل سے ہوگئے۔۔۔

نوابزادہ میر محمد جبروت خان رئیسانی دروازے میں ضبور کے ہمراہ حیدر اور زارا کے سامنے کھڑا مبہم سا مسکرارہا تھا تو اس سمے داڑھی سے سجے گالوں میں گہرے گڑھے واضح ہورہے تھے۔۔

سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس،بادامی رنگ کی مردانہ شال نفاست سے کندھوں پر ڈالے،سُنہرے گھنے بال،خوبرو چہرے پر چھوٹی گھنی ٹرِم کی ہوئی داڑھی،پیروں میں لیدر کے ڈارک براؤن کلر جوتے پہنے وہ اپنی گہری بڑی سلور گرے رنگ کی آنکھوں کیساتھ دُرّے کے دل پر غضب ڈھاگیا تھا۔۔وہ کتنا بدل گیا تھا۔

زارا اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے خوشی سے آبدیدہ ہوگئی تھیں۔۔۔
حیدر کا بھی اپنے کڑیل بیٹے کو دیکھ کر سیروں خون فخر سے بڑھ گیا تھا۔۔۔
حیدر نے اُسے گرمجوشی اور فرطِ جذبات سے گلے لگایا تو انکے پیچھے منجمد سی کھڑی دُرّے پر نظر پڑھتے ہی وہ مبہوت سا رہ گیا۔اُسکی وہ ننھی سی شیرنی اب اٹھارہ سالہ دوشیزہ بن چکی تھی۔۔۔

شفاف رنگت،گھنی خمدار مڑی مڑی پلکیں جو اسے دیکھ کر ساکت سی ہوگئی یں تھیں،حیران سی بڑی بڑی فیروزی آنکھیں،چھوٹی سی ستواں ناک،سُرخ پڑتے گال اور وا ہوئے پنکھڑی سے لب،چہرے کے ارد گرد شرارتیں کرتی پریشان سی گھنگریالی لٹیں۔۔۔وائیٹ لانگ سکرٹ کیساتھ سفائیر بلیو رنگ کی شرٹ اور سر پر خوبصورت نیلگوں دوپٹہ،جسکے کناروں پر سیاہ رنگ کا گوٹا اور اسکے اوپر خوبصورت دستکاری کی گئی تھی،بے ترتیب سا شانوں پر گرا ہوا تھا۔۔

جبروت اُسے دیکھ کر گویا ہر چیز سے بیگانہ ہو چلا تھا مگر لمحوں کے اس داؤ میں وہ فوراً خود کو سنبھال کر دھیرے سے اُسے دیکھ کر مسکرایا اور حیدر کے مضبوط بازوؤں میں بھنچے رہنے کے بعد اُن سے الگ ہوا۔۔۔

"ادا جان!" ردا جبروت کو دیکھ کر جوش سے چلّاتے ہوئے دُرّے کو ساتھ گھسیٹتی اسکے پاس آئی۔۔۔

"اللہ اللہ آپ تو اور زیادہ کیوٹ ہوگئے ہیں۔۔۔چشمِ بد دور"
وہ پُرجوش انداز میں بولی تو جبروت نے ہاتھ بڑھا کر مسکراتے ہوئے اسکا سر تھپتپایا۔۔۔

"کیوٹ نہیں ہینڈسم ہوتا ہے چڑیل۔۔۔"ضبور نے ناک چڑا کر کہا۔۔۔

"وہ کیوٹ ہو یا ہینڈسم،رہنا آپ نے دِی کنجرنگ کی انّابیل ہی ہے۔۔۔میں ادا جان سے کہہ رہی ہوں نا آپکے بولنے کی ٹک بنتی ہے؟"
ردا چڑ کر بولی تھی۔۔۔

"ارے نایاب بچے آپ اتنی خاموش کیوں کھڑی ہیں؟کیا ہوا پہچان میں نہیں آرہے کہ یہ محترم کون ہیں بھلا؟"

حیدر نے مسکراتے ہوئے دُرّے کا سر تھپکا تو وہ بس جھینپ سی گ ئی جبکہ زارا نے پیار سے اُسکا گال کھینچا تھا۔۔۔

"مام ،بابا۔۔۔چلیں ہم اندر؟تب تک انکا تعارف سلام دُعا بھی ہو جائے۔۔۔۔ے دِی نن آپ بھی تشریف لے چلیے ہمارے ساتھ"

حیدر اور زارا سے کہتے ہوئے ایک شریر نظر ردا پر ڈال کر ضبور بولا تو وہ اُسے گھور کر زارا کی اپنی جانب پھیلائی بانہوں میں سماتی اندر کو چل دیں۔۔۔

وہ تینوں اندر چلے گ ئے تو جبروت کو دیکھ کر دُرّے کو اچانک اپنے دوپٹے کا خیال آیا تھا۔۔۔
اسنے فوراً دوپٹہ اُٹھاکر سر پر جمایا تو جبروت دلچسپی سے آبرو اُٹھاکر اُسے دیکھنے لگا۔۔۔

وہ اسکے یوں دیکھنے پر گڑبڑا سی گ ئی۔۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں سینگ تھوڑی نکلے ہیں ہمارے۔"
وہ جزبز ہو کر بولی۔۔۔

"سینگ کیا نکلنے یہاں تو پوری کایا ہی اُلٹ پڑی ہے۔۔۔"

وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔۔۔

اشارہ اسکے جبروت کی موجودگی میں سر پر دوپٹہ لینے کی جانب تھا۔۔وہ جو اسکے لاکھ کہنے پر چند ایک بار ہی دوپٹہ سر پر لیا کرتی تھی،آج اسکا یوں حیا سے سمٹنا دیکھ کر جبروت کا دل عجب سے سُرور میں ڈوب سا گیا تھا۔۔۔

دُرّے بھی اسکا اشارہ سمجھ کر ناک سکوڑتے ہوئے پلٹ کر اندر جانے لگی۔۔۔

"ارے۔۔۔اپنی ڈونٹ آئی س کریم نہیں لینی کیا یا پھر۔۔۔ہیری کو کھلادوں؟"
جبروت مزے سے بولا تو وہ ہلکا سا مڑ کر اُسے گھورتی دوبارہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی اندر چلی گ ئی۔۔۔
پیچھے وہ ہنس پڑا تھا۔۔۔

"(تو ھنوز خیلی مروارید معصوم شیرین من ھستی)
"You are still so pure innocent pearl my lioness
اُسے محبت سے تکتے ہوئے وہ زیر لب کہتا اسکے پیچھے اس دیو مالائی حویلی میں داخل ہوا۔۔۔

جاری۔۔۔۔

* * * * * * * * * * * *

PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS

(شوخئ دلبری)

رئ یسانی مینشن،، بھوربن:

جبروت دُرّے کے پیچھے اندر داخل ہوا تو دبستان اور گلستان خانم سامنے ہی کھڑی اُسے دیکھ کر مسکرادیں۔۔۔

وہ سیدھا انکے پاس گیا اور اُن سے دُعائیں اور پیار لیکر اب لاؤنج میں زارا،حیدر اور ضبور کیساتھ باتیں کررہا تھا لیکن غیر محسوس نگاہوں کی غیر محسوس توجہ کچن پر تھی جہاں دُرّے دبستان اور گلستان خانم کیساتھ کھڑی شائد لاشعوری طور پر جبروت سے حیا کے سبب چھپ رہی تھی جبکہ ردا اُسکے سر پر سوار اُسے لاؤنج میں لانے کے جتن میں مشغول تھی۔۔۔

"نایاب!اس وقت تمہارے یہاں کھڑے ہونے کی کیا تُک بنتی ہے؟"
ردا نے دُرّے کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

"بڑی جان اور بی جان کی ہیلپ کررہے ہیں نا ہم۔۔۔"
دُرّے نے اُسے یوں دیکھا جیسے اس بے تُکے سوال پر ملامت کیا ہو۔۔۔

حالانکہ وہ جانتی تھی کہ واقعی اُسکا یہاں کھڑا رہنا بنتا نہیں تھا۔۔۔

"دیکھ رہی ہوں میں کونسے تیر چھوڑے جارہے ہیں ہیلپ کے تناظر میں۔۔۔یوں فالتو یہاں سے وہاں قدم رنجہ ہونے کی زحمت ہی فرمارہی ہو بس تُم۔۔۔بڑی جان اور بی جان کی ہیلپ کو اور بھی سٹاپ ورکرز چوکس کھڑے ہیں اس وقت کچن میں تم نے کونسی دیگیں بنوانی ہے نان بائی‌ن نا ہو تو۔ویسے بھی ہم دونوں کو کچن میں صرف ہوا کھانا آتا ہے آج تک ایک انڈہ تو فرائی کرنا نہیں آیا ہمیں۔۔۔چلو اب باہر شرافت سے میرے ساتھ"

ردا نے اُسے اچھی طرح لتاڑا تو وہ بس لب بھینچ کر اُسے اک گھوری سے ہی نواز گ‌ئی۔

"ضروری ہے کہ ہم دیگیں ہی بنوائی‌یں اور ساری عمر تو یوں کھانا بنانے میں نالائی‌ق نہیں رہنا نا ،کچن میں رہینگے تو ہی کچھ سیکھ پائی‌نگے۔اور ادھر اُدھر فالتو نہیں پھر رہے ہم۔جوس ریڈی ہورہا تھا تو اسلیے ۔۔۔یہ جوس بھی تو ہم لاؤنج میں سرو کرنے جاسکتے ہیں نا۔"

آخری زبان پر دُرّے نے کھسیانا سا ہوکر زبان دانتوں تلے داب لی۔۔۔

یہ کیا کہہ دیا اُس نے؟وہ تو خود جبروت سے چھپ کر کچن میں گھسی تھی اور اب جوس بھی وہ سرو کرنے جائے۔۔۔اللہ اللہ

"آہاں شاباش!چلو اب ٹرے اُٹھائی اور لاؤنج میں آئی۔۔اپنے اُن کو سب سے پہلے جوس پیش کری ہاں"

ردا نے آنکھ مار کر ٹرے اسکے ہاتھوں میں پکڑائی اور مسکراتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ کچن سے باہر کھینچنے لگی۔۔۔

"ارے جوس گرررر۔۔۔اُفف توبہ چھوڑو دوپٹہ پھسل رہا ہے ہمارا"

دُرّے نے بدقت خود کو چھڑاتے ہوئے کہا۔۔۔

"چلو۔۔۔۔۔ادا جان کس لئے ہیں؟پھر سے اوڑھا دینگے دوپٹہ۔۔۔۔ہائے کتنا دلکش منظر ہو گا۔۔۔۔۔مگر اُفف تمہیں تو کبھی موقے پہ چوکا مارنا ہی نہیں آیا جھلّی۔۔۔"

ردا مزے سے بولی تو دُرّے کا منہ ہی کھل گیا۔۔۔

"خود مار لینا موقعوں پہ لگاتار چوکے پھر رُخصتی کے بعد۔۔۔ہمیں بخشو اب اور یہ ٹرے لے جاؤ لاؤنج میں۔ہمیں کام ہے۔"

دُرّے نے ٹرے اُسکے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے گھور کر کہا۔۔

"آئے ہمارے بارے تو موقعے پر چوکا لگتا ہی نہیں۔۔۔مطلب دونوں ہی صفر پر پولین لوٹ جاتے ہیں۔مجال ہے جو کبھی ڈھنگ کی بات ہوجائے ہو میرے اور باہی کے درمیاں۔یہاں وہ ذرا جو تمیز سے بات کریں تو وہاں میرے دماغ کی گھنٹی بج جاتی ہے کہ کہیں محترم کی طبیعت تو نہیں ناساز جو اتنے شہد بن رہے ہیں اونہوں۔۔۔ہمارا تو شائد کبھی کوئی سین بنے ہی نا۔۔۔ہاں مگر تمہارے اور ادا جان پر بنی تو ایک کلاسیکل داستانِ محبت کی ایک پوری فلم بن جائے۔۔"

ردا تو گردن اکڑائے ناک سکوڑ کر بولی تو دُرّے نے آنکھیں گھمائیں۔۔۔

"بھئی فلحال تو یہ لے جاؤ نا۔۔۔ہم تو چلے"

دُرّے نے وہاں سے کھسکنا چاہا تو ردا نے ٹرے پھر سے اُسکے ہاتھوں میں دے دی۔۔۔

"چلو شرافت سے نکمّی بیگم۔۔۔شرمانا ہی کام ہے نا تو یہ وہاں بھی ہوسکتا ہے۔۔۔"

ردا نے بنا اُسے کسی مزاحمت کا موقع دیے ہاتھ سے پکڑا اور لاؤنج میں لے آئی۔۔۔

جبروت انکی یہ شوخیاں دیکھتے ہوئے مبہم سا مسکرائے جارہا تھا اور اب جو دُرّے کو ٹرے تھامے لاؤنج میں آتے دیکھا تو حیدر کی بات سُنتے ہوئے ساتھ دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا۔۔۔

اسکے یوں خود کو دیکھنے پر دُرّے ڈول سی گئی تو ضبور کا دھیان بھی اُسکی طرف گیا۔۔۔

"نی نایاب۔۔۔خیر تو ہے ہیلز پہن رکھی ہے کیا؟ارے یہ پاس میں ماسی کو پکڑادیتی ٹرے "
ضبور نے ردا کو دیکھ کر ایک شریر سے ہانک لگائی تو وہ اور حواس باختہ ہوگئی جس پر جبروت کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔۔۔

"فلحال جو کسی کے سر پر پنگے کرانے والا بھوت سوار ہے نا۔۔۔اُسکو تو پکڑ لے پہلے یہ ماسی"
ردا تنک کر بولی۔۔۔

"لیں ماما۔۔۔ہمارے گھر جادو ٹونے کرنے والی ماسی بھی گھس آئی اب۔۔۔بندوبست کردیں ورنہ پھر گلے نا کیجیے گا"
ضبور نے بیچاری سی صورت بناکر زارا سے کہا۔۔

"بیٹا ماسی کا نہیں یہاں ایک جن کا پکّا بندوبست کرنا ہے اب۔۔۔بات کرتا ہوں بابر سے "
حیدر نے شرارت سے ردا کو دیکھ کر کہتے ہوئے ضبور کو آبرو اُٹھائے دیکھا۔۔۔

حیدر اور بابر دونوں جڑواں بھائی تھے۔۔۔ردا کا ایک بڑا بھائی اذرنگ بابر رئیسانی اور ایک چھوٹا بھائی آزور بابر رئیسانی تھے۔۔۔

بابر تو آزور کی پیدائش کے ایک سال بعد ہی انگلینڈ چلے گئے تھے اور اتنے سال گزر جانے کے بعد بلوچستان آئے تھے۔۔۔

حیدر اور زارا اب باقاعدہ ردا کو رُخصت کروا کر گھر میں لانا چاہتے تھے۔۔۔

حیدر کی بات سُن کر ردا نے فوراً ضبور کو دیکھا تو اسکے چہرے پر بکھری شریر سی مسکان سے ہاتھ پیر ہی پھول گئے اور وہ بولائی بولائی سی فوراً وہاں سے رفو چکر ہوئی تھی۔۔۔

"بابا جان میں نے کیا کیا ہے جسکی پاداش میں مجھے اتنی جلدی پھانسی دی جارہی ہے؟ظلم کی بھی انتہا ہوتی ہے ہم تو دھرنا دینگے بھئی"

ضبور نے بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے اونچی آواز میں دُہائی دی تو جبروت سر جھٹک کر دھیرے سے ہنس دیا۔

"بس بیٹا بہت اُڑے بے لگام پتنگ اب تو مضبوط کھونٹے سے بندھنے کا وقت آگیا ہے۔۔۔"

زارا نے شرارت سے کہا۔۔۔

"کھونٹا نہیں ماما ڈور ہوتی ہے کیوں بیچاری پتنگ کو ریشہ ریشہ کروانا ہے کھونٹے سے بندھوا کر۔۔۔سُن رہی ہو نا نایاب اب تمہی پہ آسرا ٦١ ہے باقی تو زمانہ ہی سارا خلاف ہے"
ضبور نے منہ بناکر دُرّے سے کہا۔۔۔

دُرّے بس جواباً مسکرائی تھی۔۔۔ضبور اور ردا کیلئے وہ بہت خوش اور پُرجوش تھی۔۔۔

"I'll be always there for you Bahi"
ٹرے اُسکے سامنے کرتے ہوئے دُرّے نے مسکرا کر کہا تو ضبور نے ایک مان سے اُسے دیکھا۔۔۔

وہ اُسکی اور ردا کی بہن،بیسٹی،رازدار ،کرائم پارٹنر سب کچھ تھی۔۔
اُسے دیکھ کر ضبور کو بہن کی کمی اب قطعی محسوس نہیں ہوتی تھی۔۔۔

ضبور کے ٹرے سے تازہ شیک اُٹھانے کے بعد ٹرے زارا اور حیدر کے سامنے کی تو اُنہوں نے پیار سے اُسے دیکھتے ہوئے گلاس اُٹھائے۔۔۔

ردا اور دُرّے انکے لئے سگی بیٹیوں سے بڑھ کر محبوب اور لاڈلی تھیں۔۔۔

آخری گلاس کیلئے اُسنے ٹرے جبروت کے سامنے کیا تو اُسنے نرمی سے سر نفی میں ہلادیا۔۔۔

"اللہ اللہ۔۔۔یہ آدمی کیا کھا کر زندہ ہے پھر؟کبھی انسانوں کی طرح کھاتے ہم کبھی اسے دیکھ بھی پائینگے کہ نہیں؟"
وہ زیرِ لب بڑبڑائی جسے جبروت سُن کر مسکراہٹ دباگیا تھا۔۔۔

باقیوں کی نظر بچاکر دُرّے نے گلاس اُٹھایا اور زبردستی جبروت کو پکڑانے لگی،ساتھ میں آنکھوں سے اشارہ بھی کیا کہ "ہمارے سامنے پیے سارے کا سارا۔۔۔"

"ماما بابا ہم آتے ہیں کچھ دیر بعد۔۔۔چلو رابیل"
وہ اطمینان سے بول کر اُٹھا تو وہ ہونق سی اُسے دیکھنے لگی۔۔۔

"رابی جی جائیے۔۔۔کچھ "ضروری" گفت شنید کرنی ہوگی صاحب جی کو آپ سے"
ضبور نے پیچھے سے آواز کسی تو وہ گڑبڑا گئی۔۔۔

جبروت جاتے ہوئے اُسکا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے گیا تھا جبکہ پیچھے وہ تینوں ہنس دیے تھے۔۔۔

جبروت دُرّے کا ہاتھ تھامے عقبی جانب لان کو عبور کرتے ہوئے لوہے کے خوبصورت چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہوکر اُسی تالابی کنویں کے پاس لے آیا جہاں وہ کل رات اُس سے ملنے آیا تھا۔۔۔

"شیر شاہ!ایک تو آپ پہلے یہ جوس پ ئیں ہمارے سامنے ابھی۔۔۔اور ہمیں یہاں کیوں لیکر آئے ہیں اب؟"
لہجہ خفگی ل ئے ہوئے تھا۔۔۔

جبروت نے مسکراتے ہوئے باغیچے میں لگے حوض کے قریب رکھے جھولے پر اُسے بٹھایا اور خود پنجوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھا۔۔۔

جبروت نے دُرّے کا وہ ہاتھ جس میں اُسنے ہنوز جوس کا گلاس پکڑا ہوا تھا،تھام کر گلاس اسکے لبوں سے لگایا تو وہ اُسے دیکھتی جوس پینے لگی۔۔۔

دُرّے چند لمحے ہی اُسکی خود پر گھڑیں نرم نظروں کا مقابلہ کرپائی تھی۔۔۔
نظریں پھیر کر اب وہ نرم گھاس کو تکنے لگی۔۔۔

"خفا ہو؟" جبروت نے پوچھا مگر وہ خاموش رہی۔۔

"رابیل۔۔۔ادھر دیکھو میری طرف" جبروت نے پھر نرمی سے اُسے پکارتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی سے تھام کر چہرہ اپنی جانب کیا۔۔۔
دُرّے کچھ کہہ نہیں سکی تو اُٹھ کر جانے لگی۔۔۔

جبروت نے پیچھے سے اُسکی لمبی گھنگریالی چوٹی پکڑ کر نرمی سے کھینچا۔۔۔

"کہاں بھاگ رہی ہو؟"

"چھوڑیے ہمارے بال۔۔۔ہم کب بھاگے؟آپ ہی بھاگتے رہے ہیں ہم سے۔۔۔۔"
وہ بنا مڑے اپنی چوٹی پکڑ کر چھڑاتے ہوئے نروٹھے انداز میں بولی۔۔۔

"اچھا۔۔۔بتاؤ ذرا کب میں چھوڑ کر گیا ہوں تمہیں؟"
جبروت ہنوز اُسکی چھوٹی پکڑے ہلکا سا مزید کھینچتے ہوئے اسکے پیچھے کھڑا کہنے لگا۔۔

"یہ پوچھیں کہ کب کب چھوڑا۔۔۔سُنیں گے آپ اگر ہم بتائیں تو؟"

انداز میں واضح ناراضگی تھی۔۔۔جبروت نے اُسے شانوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے ہوئے انگوٹھے سے اسکی ٹھوڑی چھوکر خفا سا چہرہ اُٹھایا۔۔۔

"ارشاد ہو حضور مگر شرط یہ ہے سیدھا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنا جو کہ تمہارا خاصہ ہے اور آجکل تم نے کہیں پسِ پشت ڈال رکھا ہے"
محبت بھرا لہجہ آخر میں سنجیدہ ہوا تھا۔۔۔

دُرّے نے اُسکا اشارہ سمجھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکا مگر ہمت ٹوٹ جانے پر پھر نظر جھکالی۔۔۔

"رابیل اوپر دیکھو۔۔۔صرف ہاتھ پیر سے ہی نہیں توڑنا مخالف کی بے جا اکڑ کو۔۔۔کبھی کبھار ایک نظر بھی کافی ہونی چاہیے"
لہجہ ہنوز سنجیدہ اور بلکل ویسے ہی تھا جیسے سات سال پہلے اُسے تربیت دیتے وقت ہوا کرتا تھا۔۔۔

"جانا تھا تو ایک بار بتاتو سکتے تھے نا۔۔۔اُمید تو ہوتی کہ واپس آئی نگے۔پہلے بھی ایسے ہی اور۔۔۔۔"
وہ اُسے دیکھ کر کہتی مزید اپنی بات مکمل نا کر سکی۔۔۔

"تم دلیل کیساتھ کہہ رہی ہو کہ میں اُس دن مر گیا تھا درّے سے گر کر؟میں نہیں تھا تمہارے پاس؟چھوڑ گیا تھا نا؟"

"شیر شاہ۔۔۔۔"دُرّے کا دل ڈوب سا گیا تھا۔۔۔

"اپنے گلے میں پہنے اس پینڈیٹ کو چھو کر محسوس کرو اور پھر بتاؤ کیا میں سچ مچھ جاں سے گزر گیا تھا؟میں کبھی تمہیں اپنے پاس محسوس نہیں ہوا یا میں نے کبھی یہ کہا کہ رابیل آج سے میں جارہا ہوں واپس کبھی نہیں آؤ نگا میرا انتظار مت کرنا۔۔۔بولو کیا یہی بات میں نے سات سال پہلے بھی کی تھی جب تم مام اور ردا کیساتھ نیوزی لینڈ جارہی تھی؟میں تمہیں بتا دیتا کہ میں ایک لمبے عرصے کیلئے جارہا ہوں تو شائد تم تو مجھے جانے دے دیتی مگر کیا میں جا پاتا تمہیں آخری بار جاتا دیکھتے ہوئے؟" جبروت نے اُسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے ذرا سا اوپر اُٹھا کر کہا۔۔۔

"پینڈینٹ کو چھونے کی کیا ضرورت، دل کس لئے ہے جو برسوں سے پسلیوں میں قید ہے۔دُرِّنایاب کا سانس لینا آپکے حیات ہونے کی ضمانت تھی شیر شاہ۔ہمیں اُس تاریک بیسمنٹ میں اپنا سایہ نہیں آپ محسوس ہوتے تھے اپنے پاس۔کبھی آپکے منہ سے نہیں سُنا کہ میں جارہا ہوں خود کو میرے پیچھے خوار مت کرنا مگر خوار تو کرگئے نا۔سات سال پہلے ہم آپکو بخوشی جانے دے دیتے کیسی باتیں کرتے ہیں آپ؟ہمیں حویلی کے نفرت بھرے بھڑکیلے شعلوں سے دور رکھنے کیلئے آپ ہمیں اپنے

ساتھ بھی تو لیکر جاسکتے تھے نا۔۔نہیں لیکر گئے تو کم از کم ان سات سالوں میں ایک فون ہی کر دیا ہوتا۔۔۔ہمیں جسمانی، روحانی اور اعصابی طور پر اتنا مضبوط بناتے وقت جب دل کو بھی فولاد بنا رہے تھے۔کاش اُس دل کو اپنی یاد کی تپش پر نا پگھل جانا بھی سکھادیا ہوتا۔۔۔"

دُرّے ڈبڈبائی آنکھوں سے وہ سب کہہ رہی تھی جو وہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔۔۔

ایسا ہی تو تھا یہ شخص کہ دُرّے اسکے سامنے بے بس ہوجاتی۔۔۔

وہ نا بھی کہتی کچھ تب بھی اللہ نے اس انسان کو اُسے سمجھ جانے کی صلاحیت دے رکھی تھی یا شائد دونوں ہی ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے باصلاحیت تھے۔۔۔

"تمہیں شائد صرف دل توڑنا نہیں آتا باقی جبڑے اور ہڈیاں توڑنا بہت خوب آتا ہے۔۔میں تمہارے سامنے ہوں جتنا غصّہ نکالنا ہے ابھی نکالو۔۔۔"

جبروت نرمی سے بولا تو وہ لب بھینچے اُسے دیکھنے لگی۔۔۔

"دل توڑنا نہیں آتا مگر اپنا دل توڑ دیں اب؟" شکایتی سا لہجہ تھا۔۔۔

"تمہارا دل کیوں ٹوٹے؟کلیجے میں ٹھنڈ پڑ جائیگی" جبروت ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

"نہیں پڑوانی ٹھنڈ۔۔۔جانتے ہیں تپش مزید بڑھے گی۔"

رُخ پھیرے کہا گیا۔۔۔

"برہمی ایسی کہ نظر بھی نا اُٹھاتے ہیں ہماری طرف
وگرنہ رضائے دل تو کل بامِ خانہ غریباں پہ لے آئی تھی "
جبروت نے اسکے ناراض سے چہرے کو دیکھتے ہوئے جذب سے کہا۔۔۔

"ہم ہیری کیل ئے آئے تھے وہاں۔۔۔"جھٹ سے کہا گیا۔۔۔

"اچھا؟تیور تو بتارہے تھے کہ سر قلم کرکے ہی دم لیں گی"
اب وہ اُسے چڑارہا تھا۔۔۔

"کروا ہی دیتے اگر آپ وہ اُلّو کے پھٹّے۔۔۔۔۔مطلب وہ آپکے پیچھے آتے وہ اُلّو راستے میں نا آگیا ہوتا۔۔۔"
روانی میں بات کرتے ہوئے وہ بیچ میں گڑبڑا کر بولی تو جبروت نے آبرو اُٹھا کر دلچسپی سے اُسکے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھا۔۔۔

"محترمہ! وہ اُلّو میرا ہی دوست ہے۔"

جبروت کے انکشاف پر دُرّے نے چونک کر اُسے دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔۔۔

"ہے نہیں تھا۔۔۔اب وہ ہمارا دوست ہے اور آپ اُس پر دعوے داری نا ہی کریں تو بہتر ہو گا آپکے حق میں"

تیکھے انداز میں کہہ کر وہ اپنا بازو چھڑاتی پلٹ کر جانے لگی۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔میری وہ ایک ہی بیسٹ فرینڈ کافی ہے جو اب اتنی سیانی ہوگئی ہے کہ اب میری باتیں بنا کہے سمجھ رہی ہے۔اب نا ضد کرتی ہے نا مجھے آزماتی ہے بلکہ مجھے سمجھ کر مسکرادیتی ہے۔۔۔۔یقیناً بڑی ہوگئی ہو گی شائد چند فٹ مزید۔۔۔ہیں نا ؟"

دُرّے کے اُٹھتے قدم جبروت کی بھاری آواز نے جھکڑ لئے تھے۔۔۔

وہ کچھ کہہ ہی نا پائی اسلیے قریباً دوڑتے ہوئے وہاں سے چلی گئی اور پیچھے جبروت مان بھری مسکراتی نگاہوں سے اُسے تکتا رہ گیا۔۔۔

✿✿✿✿✿

حیدر،ضبور اور جبروت تو مغرب کی نماز پڑھنے جو مسجد گئے تھے تو ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔۔۔

دُرّے مغرب کی نماز پڑھ کر ردا کے بیڈروم میں آئی تو دروازے میں ہی اُسے اندر سے ردا کی آواز سُنائی دی جو شائد زارا سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔

دُرّے دوبارہ پلٹ کر جانے لگی مگر ردا کے منہ سے اپنا نام سُن کر لاشعوری طور پر ٹھہر گئی۔۔

"مام! جہاں اتنے برس میں آپکے پاس رہی تو اب شادی سے یہ ایک ماہ پہلے لازمی بلوچستان جانا ضروری ہے کیا؟ آپ سب بھی چلیں نا میرے ساتھ۔آپکے اور نایاب کے بغیر تو ایک لمحہ بھی اب نہیں گزر سکتا میرا۔اوپر سے وہاں آنی،ونیزے،بڑی امّی اور دادو کی تلخ باتیں برداشت نہیں ہونگی مجھ سے تو خواہ مخواہ بدمزگی پیدا ہوگی۔آپ کہیں نا مما بابا سے کہ ردا نہیں آئیگی"
ردا ضدی سے انداز میں کہہ رہی تھی۔۔۔

ایک ماہ بعد اُسکی اور ضبور کی شادی تھی اور یہ ایک ماہ اب اُسے "میر رئیسانی حویلی" میں ہی رہنا تھا کیونکہ ریت کے مطابق شادی سے پہلے دُلہن دُلہا سے نا مل سکتی تھی،نا بات کرسکتی تھی اور نا دیکھ سکتی تھی۔۔۔

وہ الگ بات تھی کہ ردا تو ضبور کے سامنے ہی بڑی ہوئی تھی اور جبروت کے بعد اگر ضبور کی کسی سے بے تکلف گہری دوستی تھی تو وہ دُرّے اور ردا ہی تھیں۔۔۔

"بچے یہ امّی جان کا حکم ہے۔تم جانتی ہو وہ پہلے ہی بہت خفا ہیں ہم مزید اُنہیں ناراض نہیں کرسکتے۔ویسے بھی ایک مہینہ تو لمحوں میں بیت جاتا ہے اور ہم بھی جلد ہی حویلی آئی نگے نا تمہارے پاس۔ہر تلخ بات کو درگزر کردیا کرو بیٹے۔ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا ایک دن"
زارا ہمیشہ کی طرح اُسے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔۔

ردا کو اپنی ماں ایہا رئیسانی کی بنسبت زارا نے ہی ماں بن کر پالا تھا جسکے سبب وہ اُن سے بیحد اٹیچڈ تھی۔۔۔

یوں تو اُسکے باقی سارے کزنز بھی زارا کے شیدائی تھے مگر وہ تو گویا اُنہی کی بیٹی اُنہی سے تھی۔جہاں اُسے اب دُرّے کی صورت میں ایک بہترین دوست اور پیاری بہن مل گ ئی تھی تو وہاں دُرّے زارا اور حیدر کی بھی جان بن گ ئی تھی،ضبور کی وہ پیاری سی گڑیا اور جگری یار تھی جبکہ جبروت۔۔۔اُسکے تو روم روم پر اس مومی گڑیا کی اجارہ داری تھی۔

"مام!کیا نایاب بھی میرے ساتھ نہیں جاسکتی؟کب تک اُسے حویلی والوں سے بچایا جائے گا؟وہ اب رئیسانی خاندان کا اک مضبوط حصّہ ہے،وہ ہماری ہے ہم سے ہے۔آخر کب تک یوں غیروں جیسا

اجنبی ،جارحانہ اور سرد مہر انتقام بھرا رویّہ روا رکھا جائے گا اُسکے ساتھ؟کیا کبھی بھی ہم سب ملکر ہنسی خوشی اکٹھے حویلی نہیں جاپائیں گے ماما؟"
ردا کے لہجے میں شکوہ تھا۔۔۔

زارا بے بسی سے اُسے دیکھتے ہوئے ابھی کچھ کہنے لگی تھیں کہ بیڈروم کے دروازے پر دستک ہونے پر دونوں نے متوجہ ہوکر دروازے کی جانب دیکھا جہاں دُرّے نرم سے تاثرات لیے کھڑی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔۔۔

"نایاب!بچے آجاؤ اندر" زارا نے پیار سے اُسے پاس بلایا تو وہ مسکراتی ہوئی انکے پاس آئی۔۔۔

"مام! ہم ہیر کیساتھ بلوچستان جانا چاہتے ہیں"
دُرّے یکسر نارمل سے انداز میں یوں بولی جیسے وہاں جانا اسکے لئے کوئی بڑی بات نا ہو۔۔۔

"نایاب بیٹے تم کیسے۔۔۔"زارا نے چونک کر پریشانی سے کہا۔۔۔

"نایاب تم کیوں جانا چاہتی ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہاں اکثریت تم سے کتنی جان لیوا نفرت کرتی ہے۔"

ردا نے پژمردگی سے کہا۔۔۔

"وہ ہم سے نفرت اسلیئے کرتے ہیں کیونکہ وہ ہم سے واقف نہیں،صرف چند دنوں کا ملن تو نہیں کرتا نا قرابت اور رقابت کے فیصلے۔۔۔ہم انکو منانے کی کوشش تو کرسکتے ہیں نا کیا پتہ برسوں سے مام کی حُسنِ سیرت کی نرماہٹوں کی تپش نے اس ٹھٹھرتی کہر جیسے منجمد سنگِ تَنَفُّر کو پگھلا دیا ہو اور ہمارا بس پھونک مار کر اس تلخ راکھ کو اُڑادینا باقی ہو"

دُرّے کے لہجے میں اُمید تھی۔۔۔

"نایاب! انکی اناؤں کے قلعے بہت اونچے ہیں اور نفرت کی چنگاریاں انتہائی بھڑکیلی۔۔۔جب تک وہ تمہیں اور تم سے جڑے گزشتہ ہر نسب کو تہس نہس نا کردیں،یہ آگ کبھی سرد نہیں ہوگی نا یہ قلعے کبھی منہدم ہوسکتے ہیں۔۔۔وہ لوگ تمہیں ڈیزرو نہیں کرتے عدن وہاں مت جاؤ"

ردا نے اسکا ہاتھ تھام کر تلخی سے کہا۔۔۔

"مام! پلیز ہم جانا چاہتے ہیں ایک بار " دُرّے نے زارا سے کہا تو انہوں نے لب بھینچ کر اُن دونوں کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔۔۔

"آہاں! سارا پیار ان دو چڑیلوں پر چھڑکا کر ہمارے لئے تو ممتا نامی پرفیوم کا بوتل دیوالیہ ہوجاتا ہے نا مام."

ضبور اسی وقت وہاں کہیں سے آدھمکا تو آواز کسی۔۔۔

"آپ تو پڑوسیوں کے ہاں سے پل کر آئے ہیں نا یہاں تو آپ پر دنیا جہاں کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں،گھٹ گھٹ کر زندگی گزر رہی آپکی،سانس تک اپنی مرضی سے لینے کی اجازت نہیں ہے بلکل بھی انسان نہیں سمجھتا کوئی آپکو۔۔۔خیر وہ تو آپ ویسے ہیں بھی نہیں"

ردا جو ہمہ وقت اُسکے چڑانے پر تپی ہوئی رہتی تھی،اسکی دہائی پر شروع ہی ہوگئی۔۔۔

دُرّے اور زارا مسکراہٹ دباگئیں تھیں۔۔۔

"آپکو جھیلنے سے بڑا ظلم کیا ہوسکتا ہے محترمہ؟ویسے بھی جتنے آپکے لاڈ ہیں نا یہاں میں تو کسی کچرے سے اُٹھایا ہوا ہی لگتا ہوں۔۔۔اور انسان نہیں ہوں تو بھلا جنّی کیساتھ رہنے کا جگر کس کے پاس ہو ؟یہ تو مجھ غریب کی ہمّت داد طلب ہے جو میں یہ بارِ گراں سر پر اُٹھائے ہوئے ہوں"

ضبور اُسے ہنوز چڑا رہا تھا۔۔۔

"اب تو میں پکّا جارہی ہوں بلوچستان پھر کبھی واپس نہیں آؤنگی۔۔۔"

ردا منہ بسورتی ٹک ٹک روم سے نکل گ ئی۔۔پیچھے ضبور کی ہنسی چھوٹ گ ئی جبکہ دُرّے اُسے ملامتی اور زارا غصیلی نظروں سے دیکھتی ردا کے پیچھے چلی گ ئی یں۔۔۔

"باہی آپ کیوں اُسے ستاتے ہیں؟کسی دن سچ مچھ دل پر لے گ ئی تو پھر کیسے منائی نگے؟"
دُرّے نے خفگی سے کہا۔۔۔

"ارے میری جند جانیے میرا اس تیکھی مِرچی سے محبت جتانے کا یہی انداز ہے اور وہ بھی تو کونسی شریف مخلوق ہے؟سب پتہ ہے اُسے میں کیوں اُسے چڑاتا ہوں تبھی تو ہم دونوں اتنا لڑنے کے باوجود گہرے دوست ہیں۔۔۔اب یہ الگ بات ہے کہ تُم اور جاہ بیسٹ فرینڈز ہونے کے باوجود اتنا شرماتے ہو ایک دوجے سے"
ضبور مزے سے بولتا آخر میں شریر ہوا تو دُرّے نے اُسے گھورا۔۔

" اب تو تمہیں کھانا کھلانے والا بھی حاضر ہے میڈم اب رزق سے کیا ناراضگی؟ چلو بی جان اور بڑی جان نے اپنے بیچ مقابلے کے چکر میں ایک سے بڑھ کر ایک لذیذ پکوان بنائے ہیں مگر میرا اکیلے پیٹ میں کھلبلّی مچائے چوہوں سے نمٹنے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔اپنی بڈی کے بغیر بھی کھانا کوئی کھانا ہے بھلا؟"

ضبور نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر سر جھٹکتی اُسکے ساتھ بیڈروم سے باہر آکر نیچے لاؤنج میں جانے لگی۔۔۔

لگژری ڈائی ننگ ہال میں آکر دُرّے نے ارد گرد نگاہ دوڑائی تو سربراہی کُرسی پر حیدر،بائیں جانب برابر والی کُرسی کے قریب زارا کھڑی ڈشز ٹیبل پر سرو کررہی تھیں،ردا بی جان کے ساتھ کچن سے نکلتی ٹرے تھامے ادھر آرہی تھیں۔۔لیکن جبروت کہیں نظر نہیں آیا تھا۔۔

"یہ آدمی کیا کھا کے زندہ ہیں؟کبھی ہم نے اسے ہوا کھانے کے سوا کچھ نہیں کھاتے دیکھا ہے حتّٰی کہ اپنا جوس بھی ہمیں پلادیا۔۔۔اللہ نا یہ سوتے ہیں نا کھاتے ہیں کیسے انسان ہیں یہ؟کہیں سچ مچ کے ویمپائیر سے تو واسطہ نہیں پڑ گیا ہمارا؟"
دُرّے خود سے بڑبڑانے لگی۔۔۔

"ارے تمہیں کیسے پتہ چلی یہ بات؟" ضبور نے مصنوعی حیرت سے سرگوشی کی۔

"کیا مطلب؟" دُرّے نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔۔

"یہی کہ تمہارے شیرو انسان نہیں ہیں؟" ضبور کے سنجیدہ انداز پر دُرّے نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا۔۔

انداز سے تو یہ بات مذاق میں کی جانے والی بلکل نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی زارا کی نظر دونوں پر پڑ گ ئی۔

"نایاب بچے آجاؤ کھانا کھالو بیٹا تم نے لنچ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا"
زارا نے اُسے پیار سے بُلایا تو وہ آہستہ قدموں سے انکی جانب بڑھنے لگی۔۔۔

"مومی!کیسے ٹھیک سے کرتی لنچ جب ان کے "وہ"حضرت جو موجود نہیں تھے۔۔۔محترمہ کو دراصل انہی کے ہاتھ سے کھانا کھانے کی بچپن سے عادت۔۔۔آہ نہیں بلکہ لت ہے اور بہت ہی کوئی ہٹ دھرم لت ہے جو اب تک نہیں چھوٹی پتہ نہیں یہ گزرے سات برس کیسے بیتے ہونگے۔۔۔اللہ رحم فرمائے"
ڈائی نگ ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے ضبور نے ہانک لگائی تو زارا اور حیدر کے دلچسپی سے خود کو دیکھنے پر دُرّے یوں جھینپی جیسے کوئی چوری پکڑی گ ئی ہو۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔بھ ئی کہاں ہے برخوردار ذرا بُلائیے اسے۔۔۔آکر ہماری لاڈو کو کھانا کھلانے کی ڈیوٹی نبھائے اپنی۔۔۔"

حیدر مسکراتے ہوئے بولے تو دُرّے خجل سی ہوتی انکی برابر والی ایک کرسی چھوڑ کر دوسری پر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ ردا نے فوراً آکر اُسے تقریباً اُچک لیا۔۔۔

"ارے محترمہ اِدھر کہاں۔۔۔آپکی نشست تو عقبی جانب بنے پول کے کنارے آپکا ویٹ کر رہی ہے"

ردا کی بات پر دُرّے نے اچھنبے سے اُسے دیکھا۔۔۔

"جاؤ بچے جاہ کے پاس۔۔۔وہ بیک یارڈ میں تمہارا منتظر ہو گا۔"

زارا نے نرمی سے کہا۔

"نہیں مومی ہم یہیں بیٹھ کر ڈنر کرینگے آپ سب کے ساتھ۔۔۔"

دُرّے گڑبڑا کر جلدی سے بولی۔۔

"میڈم ڈنر کا لفظ تو حذف ہی کر دو تم اپنے اس جملہ مبارک سے کیونکہ ہمیں پکّا پتہ ہے کہ تم نے یہاں صرف بیٹھنا ہی ہے اور ایویں پلیٹ میں چمچ گھمانی ہے۔تجربہ ہو چکا ہے ہمارا دوپہر کو۔۔چلو اب میرے ساتھ"

ردا اُسے اپنے ساتھ کھینچ کر لے جانے لگی جب جبروت خود وہاں آیا۔۔۔

"السّلام علیکم" دھیما سا سلام کرنے کے بعد وہ حیدر کی برابر والی داہنی کُرسی پر بیٹھا۔۔۔

"ادا جان!اچھا ہوا آپ آگئے ورنہ یہ میڈم تو آج فاقے سے ہی رہ جاتی۔۔۔چلو نایاب بیٹھو شاباش اب تو کوئی بہانے نہیں چلنے کے"
ردا نے دُرّے کو پکڑ کر ٹک سے جبروت کی برابر والی کُرسی پر بٹھادیا اور خود دوسری جانب عین ضبور کے سامنے والی کرسی پر براجمان ہوگئی۔۔۔

"دھیان سے جی۔۔۔دوسروں کو کھانے کی ترغیبات دیتی ہوئی خود کچھ زیادہ ہی ایمو شنل ہوکر پوری ٹیبل نگل مت جانا پیٹو"
ضبور باز نہیں آیا تھا۔۔۔

"ٹیبل کی چھوڑیں۔۔۔۔آج تو میرا جوان خون گھٹکنے اور تر و تازہ بشری گوشت کھانے کا من ہے۔۔۔اپنی خیر منائے کوئی کہیں اُسے ہی ہڑپ نا کرجاؤں"
ردا نے بھی تنک کر بے نیازی سے کہا۔۔۔

"فلحال تو تُم سے یہ دُنبے کا گوشت چھوڑ دینے کی بھی دور دور تک اُمید نہیں ہے۔۔۔مومی دیکھ لیں آپ اس کے تیور۔۔کیوں اپنے گبرو جوان بیٹے کو اپنے ہاتھوں چڑیل کے حوالے کررہی ہیں۔"
ضبور نے زارا کو دیکھ کر مصنوعی دُہائی دی۔۔۔

"باہی!سکون سے کھانا تو کھالینے دو گڑیا کو۔۔۔"
جبروت نے نرم سے تنبیہی انداز میں چھوٹے بھائی سے کہا۔۔۔

"ہاں تاکہ یہ دِی چکّی ڈول پھر میری بوٹیاں چٹ کرجانے کو فارغ ہوکر کمر کس لے۔۔۔تمہاری گڑیا تو کھانا دیکھ کر رُکنے والی چیز نہیں چٹوری۔۔۔مگر میری گڑیا کو تو شائد اب تک ہوا خوری نے سنبھال رکھا ہے..کھلا بھی دو اب اسے خود سے تو کچھ کہے گی نہیں۔۔۔یہ اتنی چُپ کب سے ہوگئی ہے؟ تمہارے بقول تو یوسفزئی مینشن اسکی چہکاریوں سے گونجتا تھا نا"
آخر میں ضبور نے دانستہ سنجیدہ ہوکر جتاتے انداز میں بنا دُرّے کو دیکھے کہا تو دُرّے نے جھٹکے سے جھکی نظریں اُٹھا کر جبروت کو دیکھا جسکی اپنی جانب تکتی خاموش نگاہوں میں اُسے کیا کچھ پنہاں نظر نہیں آیا تھا۔۔۔

دُرّے کی جھجھک مٹانے کیلئے باقی سب نے کھانا شروع کرکے آپس میں گفتگو شروع کی تو جبروت نے پلیٹ میں اسکے لئے پلاؤ نکال کر اوپر کباب رکھ دیے اور چمچ بھر کر اسکے منہ کی طرف بڑھایا۔۔۔

وہ خاموشی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتی کھانا کھانے لگی۔۔۔جبروت البتہ صرف اُسے کھانا کھلانے آیا تھا۔۔۔

خود وہ کھانے کو دیکھ بھی بہت کم ہی رہا تھا۔۔۔

ڈنر کے بعد عشا٦ کی نماز پڑھ کر وہ سب بیک یارڈ میں بنے آؤٹ ڈور سِٹنگ ایریا٦ میں آتشدان جلا کر بیٹھتے ہوئے گپ شپ لگانے لگے جبکہ دُرّے اور جبروت حویلی کے ٹیرس پر آکر کھلے آسمان تلے ٹہلنے لگے۔۔۔

ہوا تیز ہونے لگی تو جبروت نے اپنی شال اُتار کر دُرّے کو اوڑھادی۔۔۔

"رابیل!کتنی دفعہ کہا ہے سویٹر اور شال پہنا کرو۔۔موسم سرد ہے بخار سر پہ چڑھ جاتا ہے پھر تمہارے"

اُسے شال پہناتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح بولا۔۔۔

دُرّے بچپن سے اکثر موسم کی شوخیوں سے بے نیاز ہی رہا کرتی تھی اور جبروت اُسے ہمیشہ اپنی شال پہنا دیا کرتا تھا۔۔۔

"اور آپ سے گلے مل کر گزر جاتا ہو گا نا۔اپنی شال ہمیں کیوں پہنا رہے ہیں؟آپ کو سردی نہیں لگتی؟"

دُرّے جھٹ سے بولی۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔"یک لفظی مختصر سا جواب دے کر وہ پھر سے چلنے لگا۔۔۔

"کیوں؟" دُرّے تیزی سے اسکی رفتار سے رفتار ملا کر چلتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔۔

ایک تو یہ آدمی تھا کہ بجلی کی ریل۔۔۔ٹہل بھی ایسے رہا تھا جیسے دوڑتی فراری۔۔۔

"آپ آہستہ چلیے پلیز۔۔۔ابھی ابھی کی بھری ٹنکی کا پٹرول اک ہی وار میں ختم کروانے کا ارادہ ہے کیا ؟ہم یہاں ٹہلنے آئے ہیں کہ ریس لگانے؟"

دُرّے نے آخر میں تھک کر ہانپتے ہوئے کہا تو جبروت رُک کر مڑا اور مبہم سا مسکراتے ہوئے اسکے پاس آیا۔۔۔

"اگر تو آپکو یاد ہو تو سات سال پہلے قریباً پندرہ سے بیس میل فی گھنٹہ کے حساب سے دوڑ لگایا کرتی تھی آپ اور نارمل واکنگ بھی آپکی اسکے نزدیک ہی تھی۔۔۔تو معلوم ہوا کہ ان سات برسوں میں اپنی ٹریننگ کی پریکٹس کوئی نہیں کی آپ نے۔۔۔ نکمّی ہوگئی ہیں"
وہ مسکراہٹ دبائے سنجیدگی سے بولا تو دُرّے نے گھور کر اُسے دیکھا۔۔۔

"کیا؟ہم نکمّے ہوگئے ہیں۔۔۔ہم آج بھی اس سے بھی کہیں زیادہ تیز دوڑ سکتے ہیں۔۔۔مومی سے پوچھ لیں ہم اور ہیر ایونگ سے لیکر لیٹ نائیٹ تر پریکٹس کیا کرتے تھے اچھا۔۔۔آئے بڑے۔۔۔بہت خوب گول کرگئے آپ ہماری بات۔۔۔بتائیں کیوں نہیں لگتی آپ کو سردی؟آپ کھانا نہیں کھاتے،سوتے بھی نہیں۔۔۔باہی کہہ رہے تھے کہ۔۔۔"
وہ چڑ بازو کمر پر جماتے ہوئے اسکے سامنے کھڑی ہوکر بول رہی تھی کہ جبروت کی مسکراہٹ پر تپ کر خاموش ہوگئی۔۔۔

"کیا کہہ رہا تھا جون ئیر۔۔۔یہی کہ میں انسان نہیں ہوں۔"
اسکے نہایت آرام سے کہنے پر دُرّے کا منہ کھل گیا۔۔۔

"آآآپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ انہوں نے ہم سے یہ کہا؟کیسے آپ تو تھے ہی نہیں وہاں"
وہ ششدر سی ہوکر بولی۔۔۔

"تمہیں دیکھنے اور سُننے کیلئے مجھے آنکھوں اور کانوں کی ضرورت نہیں پڑتی رابیل۔۔۔"
اسکی گھمبیر بھاری مدھم آواز پر وہ ساکت سی ہوئی تھی۔۔۔

"تنگ کررہا ہوگا وہ تو یونہی کہتا رہتا ہے۔۔۔پتہ ہے نا گھامڑ کو کہ تم مجھے کیا کہہ کے بلاتی ہو اکثر۔۔۔"
جبروت نے اسکے کندھے کے گرد بازو لپیٹ کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔۔۔

بچپن میں حمزہ کیساتھ ویمپائیر ساگاز دیکھنے کے بعد جبروت کی پُراسرار سی شخصیت کی بنا پر وہ اسے ویمپائیر ہی کہا کرتی تھی۔۔۔

"انکو کہنے کی ضرورت نہیں ہم خود بچپن سے دیکھتے آرہے ہیں۔۔۔آپ نا کھاتے ہیں نا سوتے ہیں۔اتنا تیز تیز چلتے چلتے ہیں۔نارمل انسانوں کی جیسی کوئی عادت یا طرزِ عمل نہیں ہے آپکا۔۔۔ایسا کیوں ہے شیر شاہ"

وہ اب اسے کریدنے لگی تھی۔۔۔مگر جبروت جیسے گہرے سمندر سے انسان کی تہہ تک پہنچنا ناممکن سا تھا۔۔۔

"تم بھی جارہی ہو بلوچستان۔۔۔۔؟" کچھ لمحے خاموشی میں گزر جانے کے بعد جبروت نے سنجیدگی سے اسکے توقع کے برخلاف پوچھا۔۔۔

دُرّے سمجھ گ ئی وہ فلحال اس معاملے پر بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔

"جی۔۔۔ہم جانا چاہتے ہیں۔آپ اجازت دینگے ہمیں جانے کی؟" وہ دھیرے سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔۔۔

"تمہاری فرمائ ش شیر شاہ نے زمین پر گرائی ہے کبھی رابیل؟"
وہ اک مان سے بولا تھا۔۔۔

جانتا تھا کہ منع کرے گا تو دُرّے شائ د بظاہر کچھ نا کہے مگر اندر ہی اندر وہ گھٹتی رہے گی۔۔۔
یہ بھی جانتا تھا کہ حویلی میں شائ د دُرّے کو اپنی زندگی کے انتہائ ناخوشگوار لمحات بتانے پڑیں مگر دُرّے کی دل آزاری تو وہ مر کر بھی نہیں ہونے دیتا۔۔۔

سات برس پہلے دُرّے کو تربیت دیتے ہوئے اسی خیال کے تحت وہ اسکے ذہن اور شخصیت کو بھی ایک مضبوط فولادی سانچے میں ڈھال رہا تھا تاکہ اگر کبھی جبروت نا بھی رہے تو وہ خود کا دفاع ہر پہلو سے کرنا جانتی ہو۔۔۔

"تھینک یو سو مچ شیر شاہ۔۔۔اللہ کے بعد آپ ایسے ہیں جن سے ہم کچھ بھی کہنے سے نا تو ہچکچاتے ہیں نا ہی ہماری حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ہاں مومی،بابا،باہی اور ہیر بھی ہمیں سپورٹ کرتے ہیں ہمیں سمجھتے ہیں مگر۔۔۔وہ ہمارے حویلی جانے کے حق میں نہیں ہیں۔ہم دادو اور آنی کو منالینگے نا؟"
بیک وقت جوش سے کہہ کر درمیان میں بجھتے ہوئی کہتی آخر میں اسنے ایک آس سے پوچھا۔۔۔

"اللہ سے ہمیشہ بہتر کی اُمید رکھتے ہیں رابیل۔۔۔اور وہ اگر بہتر نہیں کرتا تو پھر بہترین کر دیتا ہے۔۔۔"
جبروت نے اسکی ٹھوڑی چھو کر نرمی سے کہا۔۔

"چلو اب سو جاؤ صبح جلدی نکلنا ہے بلوچستان کیلئے۔۔۔"
جبروت اُسکے ساتھ چلتے ہوئے ٹیریس سے منسلک پورشن میں اپنے بیڈروم کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

"آپ نہیں جارہے ہمارے ساتھ؟"

"کام ہے" مختصراً بتایا گیا۔۔

"اچھا!ہم تو ویلے سمجھے تھے۔۔۔تو کام کے بندے ہیں آپ؟"
دُرّے ہنستی ہوئی بولی۔۔۔

"تم مجھے کیا دیکھنے کی خواہاں ہو؟" ازحد سنجیدہ لہجے میں بڑے عجیب انداز سے پوچھا گیا۔۔

وہ کچھ پل خاموشی سے اُسکی سِلور گرے پُراسرار آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

"کچھ بھی۔۔۔بس گینگسٹر مت بنیے گا۔"سنجیدگی سے کہتی آخر میں وہ مسکرادی۔

جبروت نے اُسکے ماتھے پر بکھری گھنرلیالی لٹیں اُنگلی سے سیدھی کی اور اسکا گال تھپتپا کر سائیڈ سے گزرتا واشروم کی طرف بڑھنے لگا جبکہ وہ زیرِ لب مسکراتی ہوئی جاکر بیڈ پر ایک جانب کمبل اوڑھ کر سونے لگی۔۔۔

اگلی صبح ابر آلود موسم خاصا خنک اور ہوائیں برفیلی سی تھیں۔حیدر،جبروت اور ضبور بھی ٹیبل پر اپنی نشست سنبھالے بیٹھے تھے۔۔۔دُرّے جبروت کی برابر والی کُرسی پر بیٹھی آج خود ناشتہ کررہی تھی جبکہ ردا اور ضبور آمنے سامنے بیٹھے ،خلاف توقع لڑنے کے بجائے خاموشی سے ناشتہ کررہے تھے۔۔۔

میجر ضبور جو کہ ملٹری انٹیلیجنس میں تھا،اس وقت یونیفارم میں ملبوس شائد ہیڈ کوارٹر کیلئے نکلنے کو تیار تھا۔۔۔

چند دن چھٹی گزارنے کے بعد اُسے ایک مہینے کیلئے اپنے فرائض کی انجام دہی کرنے جانا تھا جبکہ ایک مہینے بعد اُسکی اور ردا کی شادی کی باقاعدہ ایک بڑی تقریب بلوچستان میں ہونا طے پائی تھی۔۔۔

ناشتے کے بعد دُرّے اور ردا زارا کے ہمراہ حیدر رئیسانی کے ساتھ باہر پورچ میں آکر لینڈ کروزر میں بیٹھیں۔۔۔

ضبور اور جبروت دروازے میں کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔

ضبور جو خاموشی سے ردا کو دیکھ رہا تھا،ردا کی نقاب سے جھلکتی بڑی بڑی سبز آنکھیں اسے دیکھ کر مسکرادیں تو وہ بھی سر جھٹک کر مبہم سا مسکرایا تھا۔۔۔

جبروت نے نرم تاثر لیے نگاہوں میں دُرّے کو بہت کچھ سمجھادیا تھا۔۔۔

صبح سات بجے روانہ ہونے کے بعد وہ لوگ اگلے دن قریباً سہہ پہر کے وقت کوئٹہ پہنچے تھے۔۔۔

کوئٹہ سے ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد زیارت میں موجود آبائی "میر رئیسانی حویلی " پہنچے۔۔۔۔

انکے زیارت کے حدود میں داخل ہوتے ہی انکی منتظر کھڑی حیدر کے بڑے بھائی اشف رئیسانی کی جیپ اب انکی لینڈ کروزر کیساتھ حویلی کی جانب بڑھنے لگی۔۔۔

انکی گاڑیوں کو مسلّح محافظوں کی گاڑیوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔۔۔

وہ لوگ حویلی پہنچے تو دور ہی سے حویلی کا سجیلا کروفر جشن کا سماں پیش کررہا تھا۔۔۔

ماجرا ردا کے بڑے بھائی اذرنگ رئیسانی کی شادی تھی جو کہ تین دن بعد ہونے والی تھی۔۔۔

اذرنگ اپنی کلاس فیلو ابیر خان سے محبت کرتا تھا۔۔۔

ابیر چونکہ ڈی آئی خان سے تعلق رکھنے والے ایک خوشحال پٹھان خاندان سے تھی اس لۓ ساحرہ جمال رئیسانی اذرنگ کے بیحد لاڈلے ہونے کے باوجود ابیر سے اُس کی شادی کی پُرزور مخالف تھیں مگر جبروت نے اسکی حمایت ساحرہ جمال کے سامنے ڈٹ گیا تو بالاآخر اُنہیں ماننا ہی پڑا۔۔۔

کل ان دونوں کی مہندی تھی اسی لۓ حویلی میں بتدریج مہمانوں کی آمد سے خوب چہل پہل تھی۔۔۔

گاڑیاں یکے بعد دیگرے حویلی میں داخل ہوئے تو مسلّح ملازمین نے آکر انکے لۓ گاڑیوں کے دروازے کھولے اور وہ سب گاڑی سے اُتر کر پورچ سے حویلی کے اندرونی احاطے میں آئے۔۔۔

اشف رئیسانی خوشی سے تمتماتے چہرے کیساتھ آکر گرمجوشی کیساتھ حیدر سے ملے تو انہوں نے بھی محبت سے بڑے بھائی کو زور سے خود میں بھینچا۔۔۔

بھائی سے الگ ہونے کے بعد وہ زارا کو بھی خوش اخلاقی سے سلام کرنے کے بعد حال احوال پوچھتے ہوئے ساتھ میں لاڈلی بھتیجی ردا کی جانب متوجہ ہوئے تو اسے اشارے سے پاس آنے کا کہا۔۔۔

وہ چہکتی کھکھلاتی ہوئی آکر انکے سینے سے لگی۔۔۔

دُرّے بیرونی دالان میں بنے فوّارے کے ساتھ حیدر کے قریب کھڑی غیر محسوس انہماک سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔۔

میر رئیسانی حویلی ہندوستان کی ریاست جے پور میں موجود "السیسر محل" اور پُرانی دہلی کے معروف و مصروف بازار چاندنی چوک میں جامع مسجد دہلی کے قریب "حویلی دھرم پورہ" کے مشترکہ ہوبہو طرزِ تعمیر کا عکس معلوم ہورہی تھی۔۔۔

تاریخ،تہذیب و تمدّن سمیت کلاسیکیت کی ہر پہلو کی وہ دیوانی تھی۔۔۔

مغلوں کی تابناکیوں کی یاد تازہ کرتی حویلی پر نظر دوڑاتے اُسنے غیر محسوس انداز میں نظریں اس جانب پھیریں جہاں اشف ردا کو ساتھ لگائے کھڑے اس سے باتیں کرتے ہوئے اب دُرّے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

OBJ

"السّلام علیکم" دُرّے نے چند قدم آگے بڑھتے ہوئے انہیں سلام میں پہل کی تو وہ چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔۔۔

دل میں جانے کیوں اس پری وَش کیلئے باپتا شدت سے جاگی تھی مگر ہچکچاہٹ کی بنا پر کچھ کہہ ہی نا پائے۔۔۔

"نایاب!" حیدر کے بلانے پر وہ انکے پاس چلی آئی۔۔۔

"یہ اشف ادا جان!ہمارے بڑے بھائی ہیں۔"حیدر نے اسکے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیر کر تعارف کروایا۔۔۔

"جی ہم جانتے ہیں انہیں۔۔۔ہمیں یاد ہیں یہ مگر شائد ہم انہیں یاد نہیں رہے" وہ مسکرا کر سادگی سے بولی۔

اسکی بات پر اشف رئیسانی بس ہلکا سا مسکرائے اور اسکا سر نرمی سے تھپکا تو زارا نے حیدر کو دیکھا اور دونوں ہی نظروں کے تبادلے میں مسکرادیے۔۔۔

"چلیں اندر اتنی لمبی مسافت طے کر آئے ہو تھک گئے ہونگے۔آرام کرکے فریش ہوجاؤ ورنہ پھر مہمانوں نے پل بھر دم لینے کا موقعہ بھی نہیں دینا"
اشف رئیسانی ہنستے ہوئے کہہ کر حیدر کے کندھے پر بازو جمائے اندر جانے لگے۔۔۔

زارا،ردا اور دُرّے بھی انکے پیچھے ہولیں۔۔۔

بدگمانی کا ایک قلعہ دُرّے آسانی سے ڈھاچکی تھی مگر شائد تقدیر ابھی اُسے مزید آزمانے کی متمنّی تھی۔

* * * * * * * * * * *

(جفائے مروّت)

میر رئیسانی حویلی،بلوچستان:

ردا دُرّے کا ہاتھ تھامے اشف،حیدر اور زارا رئیسانی کے ہمراہ حویلی کے اندرونی حصّے میں داخل ہوئی تو ہلکی پھلکی چہل پہل کا دور دورہ تھا۔۔۔

دالان کے دونوں اطراف ستونوں اور دیواروں پر خوبصورت بیلوں کی پھولوں سے لدی ٹہنیاں آدھی لٹکی ہوئیں بہت پیاری دِکھ رہی تھیں۔شائد حویلی کو سجایا جارہا تھا۔۔

خواتین ملازمائیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول گویا ایک پیر پر پوری حویلی میں بھاگم دوڑ کررہی تھیں۔۔۔
کہیں پر صفائیاں چل رہی تھیں۔۔۔کچن میں بھی خانساں ماں سمیت دیگر ملازمین گھسے ہوئے ٹکا ٹک اپنے کاموں میں مشغول تھے۔۔۔

دُرّے جو یوں اکٹھے مل جھل کر رہتے ہر خوشی کو بھرپور انداز میں سیلیبریٹ کرنے اور ایسے ہی انجمنوں کی رونقوں کی شیدائی تھی،اسے یہ خوشیوں کے رنگ بہت بھا رہے تھے۔۔۔

حیدر اور زارا اشف رئیسانی کے ہمراہ حویلی کے بڑے ہال نما خصوصی کمرے میں چلے گئے جہاں ساحرہ جمال اپنے تخت نما دیوان پر نیم دراز اپنی بیٹی گیتی آرا٦١ اور اشف کی بیگم فارینہ رئیسانی جو انکی بھتیجی بھی تھی،کے ساتھ باتیں کررہی تھیں۔۔۔

"امّی جان!" ہال میں داخل ہوکر حیدر نے اُنہیں پکارا تو انکی طرف متوجہ ہونے پر ساحرہ کے دلکش لبوں پر ایک مشفق مسکراہٹ در آئی۔۔۔

بلاشبّہہ حیدر انکے بیحد لاڈلے بیٹے تھے۔۔۔

"کرّار!بیٹے اتنی دیر؟" انہوں نے ایک نرم سا شکوہ کیا تھا۔۔۔

"معافی چاہتا ہوں امّی آپکو معلوم ہے نا اپنے فرائض کے آگے ہمارے پاس اپنے لئے وقت کہاں؟"

حیدر دیوان پر انکے پیروں کے پاس بیٹھ کر بولے۔۔۔

"السّلام علیکم امّی!کیسی ہیں اور طبیعت کیسی ہے اب؟ابیہا بجیا بتارہی تھیں کہ آپ کو بہت تیز بخار تھا"

زارا بھی انکے پاس آکر نرمی سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"وعلیکم السّلام!ہاں اب تو کافی بہتر ہوں۔تم خیریت سے آئی نا وطن واپس ؟دیارِ غیر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

زارا کیل ئے اب انکا لہجہ خاصا نرم ہوچکا تھا۔۔۔

"جی امّی الحَمَدُ لِلہ تمام وقت بخیریت گزر گیا۔۔۔"

"ثمر! جاہ اور ہیر نہیں آئے تم لوگوں کیساتھ؟"

فارینہ نے ہال کے دروازے کی جانب دیکھ کر کہا۔

ضبور کو اگر ہیڈ کوارٹر نا بھی جانا ہوتا تب بھی شادی سے پہلے اسکا حویلی آنا بنتا نہیں تھا اور دُرّے۔۔۔اسکا تو ذکر ہی ممنوع تھا۔۔۔

"جاہ کو تو کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا تھا اسی ل ئے وہ ہمارے ساتھ نہیں آیا اور ہیر۔۔۔۔"

زارا جواباً بس اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ اُڑتی ہوئی ہال میں داخل ہوتی ہیر کے آکر ساحرہ سے لپٹ جانے پر بات بیچ میں چھوڑ کر اسے دیکھ کے مسکرادیں۔۔۔

"السّلام علیکم دادو" ہیر چہکتے ہوئے بولی۔۔۔

"وعلیکم السّلام ماشاءاللہ میری ننھی شکر خوری تو انتہائی حسین دوشیزہ بن گ ئی ہے۔"ساحرہ نے اسکا گال اپنے گال کیساتھ ملاکر پیار کرتے ہوئے کہا۔۔۔

" سات سال کے عرصے نے کچھ تو کمال دکھانا تھا نا۔اور یہ کیا دادو کبھی تو ہیر بُلادیا کریں کنفیوژن ہوجاتی ہے۔ہیر سُننے کی عادت ہے اور آپ نے الگ لقب سے نواز رکھا ہے۔بابا چڑیا کہہ کے بلاتے ہیں۔بھائی جنّنی ،کوئی کچھ کوئی کچھ۔۔۔یاد کرنے میں بندہ ہلکان ہی ہوجائے بس"
ردا منہ بنا کر بولی تو ساحرہ ہنس پڑی۔۔۔

"باقی سب کی اپنی منشا٦ ہم تو شکر خوری تمہارے سیماب صفت ہونے کے سبب کہتے ہیں ذرا جو اک جگہ ٹِک کہ بیٹھ جاؤ۔ابھی بھی کوئی انسانوں کی طرح نہیں آئی تم"
ساحرہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں جب ہال میں اندر آتی دُرِّنایاب عدن کو دیکھ کر یکایک اُنکے بے انتہا دلکش نقوش سختی میں ڈھل گ ئے۔

دُرّے مبہم سا مسکراتی انکے پاس آئی اور انکا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔۔۔

ساحرہ نے سختی سے اپنا ہاتھ جھٹکنا چاہا مگر دُرّے کی گرفت بلا کی محسوس کرکے قدرے حیران رہ گ ئی تھیں۔۔۔

دُرّے نے انکا ہاتھ لبوں سے لگایا اور مسکراتے ہوئے ایک نظر گیتی اور فارینہ بانو پر ڈال کر سلام کیا۔۔۔۔

دُرّے کا قیامت خیز شباب دیکھ کر پل بھر کو تو اُن تینوں پر رشک بھر سکوت چھایا تھا لیکن جلد ہی دل میں انا واپس تخت نشیں ہوئی تھی۔۔۔

حیدر اور زارا پھر نظروں کے تبادلے میں مسکرادیے۔۔۔

"امّی جان! میں ذرا بابر سے مل آؤں" حیدر کے پوچھنے پر ساحرہ نے سر کو اثبات میں خم دیا تو وہ اشف رئی یسانی کیساتھ اُٹھ کر ہال سے باہر چلے گ ئے۔۔۔

"ثمر!تم فریش ہوجاؤ تو پھر ساتھ مل کر ارینجمنٹس کا جائزہ لینگے۔شام کو دُلہن کے حویلی آجانے سے پہلے ہر چیز پر ایک تفصیلی نظر دوڑادیتے ہیں۔"
فارینہ نے اُچھٹتی نظر دُرّے پر ڈال کر زارا سے کہا۔

" آپی میں تو فریش ہوں اک دم۔۔۔بلکہ ابھی چل کر دیکھ لیتے ہیں تاکہ اگر کچھ رہ گیا ہو تو بروقت پورا کیا جاسکے۔"
زارا نے خوشدلی سے جواب دیا۔

"امّی جان ہم جائیں؟" فارینہ نے ساحرہ سے پوچھا۔

"ہاں جاؤ" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اجازت دیدی۔

دُرّے ساحرہ کے سنجیدگی میں ڈھلے بے انتہا خوبصورت خدوخال کو بغور دیکھ رہی تھی جب انہوں نے اسکی محویّت پر اُسے دیکھا تو وہ جواباً مسکرادی۔۔

اسکی وہ موہوم سی اپنائیت بھری مسکراہٹ ساحرہ کا حلق تک کڑوا کرگ ئی تھی۔۔۔
گیتی آرا٦١ نے بھی نخوت سے آنکھیں پھیر لیں۔

"ہیر جاؤ بیٹا ریسٹ کرلو شام کو بھابھی کا بھرپور استقبال کرنا ہے"
دُرّے کو یکسر نظر انداز کرکے ساحرہ نے ردا سے کہا۔۔

ردا اثبات میں سر ہلاتی دُرّے کا ہاتھ تھامے وہاں سے چلی گ ئی جبکہ ساحرہ پُرسوچ انداز میں دُرّے کی پُشت کو تکتے ہوئے اسکی مبہم مگر نڈر مسکراہٹ کو سوچتی رہیں۔۔۔

سات سال پہلے والی گیارہ سالہ دُرِّنایاب عدن کے چہرے پر بھی اپنے سامنے اُنہیں کوئی ڈر نظر نہیں آیا تھا۔ بلکل اُسی طرح کا انداز تھا گویا جبروت کا چلتا پھرتا عکس ہو حالانکہ ساحرہ جو نا صرف خاندان کی سربراہ تھیں بلکہ قبیلے کی بے تاج ملکہ جو جرگے میں بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کے فیصلے بھی سُنایا کرتی تھیں۔جن کے سامنے بڑے بڑے مرد سر جھکائے کانپتے تھے۔

مگر حیدر کرّار اور اسکے زیر سایہ رہنے والے یہ چند گنتی کے انسان واقعی کچھ غیر معمولی تھے۔۔۔

ردا جونہی دُرّے کیساتھ ہال سے برآمد ہوئی تو اذرنگ سے سامنا ہوا۔۔۔

"ادا جان!ہمارے دُلہے راجا" ردا جوش سے چہکتی اسکے پاس دوڑ کر اُس سے لپٹ گ ئی۔۔۔

"ارے جنّی تمہارا یوں اچانک کہاں سے نزول ہو چلا؟"

اذرنگ نے ہنستے ہوئے اسکے سر پر چپت لگائی۔۔۔

"ادا جان!آپ نا یہ باہی کیساتھ مک مکّا بند کر دیجیے۔۔۔سب کو ہی میں دکھنے میں انسان لگتی ہوں اور اک آپ دونوں ہو جو کبھی مجھے تمیز سے نہیں پکارتے۔"
وہ منہ بناکر اپنی ہی دُھن میں بولی اور پھر زبان دانتوں تلے دبالی۔۔۔

"ارے اُس بیچارے کیساتھ اک میں ہی مک مکا نا کروں تو وہ تو لاوارث ہی لٹک جائے۔۔۔ سبھی تو تمہارے لاڈ اُٹھاتے ہیں اور وہ معصوم بھی کونسا بچا ہوا ہے تم سے۔۔۔اسکے جسم کا آدھا خون پی کر اب تم ایک ہفتہ ہم پر تو ڈکار ہی نہیں لوگی جنّنی۔۔۔۔ہائے کتنا سکون تھا تمہاری آمد سے قبل اب تو اللہ ہی مالک"
اذرنگ مسکراہٹ دباکر بولا تو ردا تپ کر منہ پھیرتے ہوئے دُرّے کا ہاتھ تھامے جانے لگی۔۔۔

"ارے جنّنی خود تو کھسک رہی ہو گڑیا کو تو بخش دو کم از کم کچھ لمحے۔۔۔خود بھی بگولہ ہو اور اُسے بھی دو گھڑی کو تعارف ہی کرادینے کیلئے دم نہیں لینے دے رہی۔۔۔"
اذرنگ نے پیچھے سے شریر ہانک لگائی تو ردا رُک کر پلٹتے ہوئے بھائی کو گھورنے لگی۔۔۔

"السّلام علیکم گڑیا! نایاب ،ہیں نا؟" اذرنگ نے خوش اخلاقی سے سلام کرکے تائید چاہی۔

"وعلیکم السّلام ادا جان جی بلکل نایاب"
دُرّے نے مسکرا کر تصدیق کی۔

"ہیر!" اسی اثنا میں ردا کا جڑواں بھائی آذور رئیسانی اپنے گہرے دوست اور کزن ونیزہ کے بھائی آہل بزنجو کے ہمراہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ بڑی بہن پر نظر پڑتے ہی خوشی سے تھمتماتے چہرے کیساتھ اسکے پاس آیا۔۔۔

"?Oye my twinny where were you idiot"
ردا نے دیر سے آکر ملنے پر اسکے کندھے پر دھموکا جُڑا۔۔۔

"تم جنّی ابھی ہی وارد ہوئی ہو تو ابھی ہی درشن کرینگے نا تمہارے بھئی اب اپنا اہلِ نظر ہونا ہم تمہاری بھوتنی شکل پہ کیوں ضائع کریں؟"
آذور سراسر بے نیازی سے بولا تو ردا نے غصّے سے جوتے کو ہاتھ بڑھایا۔۔۔

"ارے ارے کیوں عزّت افزائی کررہی ہو میری وڈّے لوگوں کے سامنے۔۔۔کیا بھرم رہ جائے گا ہمارا جو اپنی ہم عمری سے مار کھائی نگے ان کے سامنے۔۔۔۔ہیں۔"
آذور نے ایک شریر سی سرگوشی دُرّے کو دیکھ کر کی تو دُرّے دھیرے سے ہنس دی۔

اَذور کیساتھ کھڑا آہل جو کب سے اپنی نگاہیں دُرّے سے ہٹا ہی نہیں پارہا تھا،اسکے مسکراتے سمے گالوں میں پڑنے والے گہرے دلکش گڑھے دیکھ کر یک بارگی وہ بھی مسکرادیا۔۔۔

سات سال پہلے اپنی ہم عمر گیارہ سالہ دُرِّنایاب عدن کو دیکھ کر وہ یوں ہی بے اختیار ہوا تھا۔

"سلام نایاب خانم!حویلی میں آپکے قدم مبارک ہو۔کیسی ہیں جی ؟"
اَذور ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

"والسّلام ہم بلکل ٹھیک نوازش آپکی"
وہ بھی جواباً مسکراتے ہوئے سر کو خم دیا۔۔۔

"آہل بیٹا تیری کیوں بولتی بند ہے آج ویسے تو منہ بہت چلتا ہے۔"
ردا کا دھیان آہل کی خاموشی پر گیا تو کھانس کر کہا۔۔۔

ردا کی بات پر دُرّے نے آہل کو دیکھا اور پہچان کر دھیرے سے مسکراتے ہوئے سر کے خم سے سلام کیا۔۔۔

آہل کا دل اسکے کشمیری گالوں میں پڑتے گہرے گڑھوں میں کہیں ڈوبا تھا۔۔۔

"چلو تم دونوں جاکر فریش ہوجاؤ پھر بعد کی گہما گہمی نے اَدھ موا کردینا ہے۔"
اذرنگ نے کہا تو ردا سر ہلاتی دُرّے کو اپنے ساتھ لے جانے لگی جبکہ آہل اُسکی کمر پر جھولتے دوپٹے میں چھپے گھنگریالی لمبی گیسوؤں میں اُلجھ گیا تھا۔۔

شام کے وقت حویلی سُنہری روشنیوں میں نہائی مہمانوں سے پُر دُرّے کے من کو بہت بھارہی تھی۔۔۔
بہت سے رشتدار اُسکے جبروت سے تعلق سے یکسر ناواقف تھے۔۔۔

جو کوئی بھی زارا سے اُسکے متعلق پوچھتا تو وہ مسکرا کر اُسے اپنی بیٹی کہہ دیتیں۔۔۔

ردا کو دُرّے کیساتھ دیکھ کر ونیزہ خواہ مخواہ کڑھتی رہی مگر خاموش ہی رہی۔۔

اگلے دن صبح ہی صبح ہر کسی کی حویلی میں ایک پیر پر پھرتے اِدھر اُدھر دوڑیں لگی تھیں۔۔۔
انہیں ڈی آئی خان کیلئے جلد نکلنا تھا کیونکہ مہندی سے پہلے ابیر خان کی بلوچستان رُخصتی طے پاگئی تھی۔۔۔

دُرّے حسبِ معمول سویرے اُٹھی اب بیڈروم میں موجود ردا کیساتھ مغز ماری کررہی تھی۔۔۔

"ہیر ادا جان کی شادی ہے۔۔۔انہیں کیسا لگے گا جب انکی اکلوتی بہن انکی بارات کیساتھ نہیں جائیگی؟اِدھر ہمیں کوئی کھا تھوڑی جائے گا جو تم اور مومی نہیں جارہے بارات کیساتھ۔صبح بابا بھی کہہ رہے تھے کہ شیر شاہ ہمیں شادی کے فوراً بعد واپس بھوربن لے جائینگے۔۔۔ہمیں نہیں جانا یار" دُرّے نے ردا سے کہا۔۔۔

"تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ یہ سب تمہیں کچھ نہیں کہینگے؟صرف اور صرف بابا،باہی اور جاہ ادا جان کی وجہ سے خاموش ہیں ورنہ تو تمہارے بارے یہ مومی کا بھی لحاظ نا کریں اور تمہیں سالم ہی نگل جائیں۔۔۔بابا بلکل صحیح کہہ رہے ہیں اور ویسے بھی جاہ ادا جان کا بھی تمہیں یہاں چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔"
ردا نے اُسکی بات اَن سُنی کرکے اپنی کہی۔۔۔

"ایسے کوئی آدم خور بھی نہیں ہیں اب۔۔۔۔"
دُرّے منہ بناکر بولی۔۔

"تمہارے لئے یہ سب آدم خور ہی بن چکے ہیں اب سوائے چند کے۔۔۔ویسے بھی جاکر کیا کرنا ہے صرف اَدھ گھنٹے کا قیام اور پھر ابیر بھابھی کو لیکر دھما دھم واپس۔۔۔شام کو مہندی بھی ہے اور زیارت سے ڈی آئی خان اتنی لمبی مسافت کرکے ہمیں تو اپنی ہڈیوں کا بھرکس نہیں نکلوانا۔۔۔اب رہ جائینگے نا تو شام کو تگڑی موج مستی کرینگے۔بھئی میں اور مومی تو نہیں جارہے بلکل۔۔۔"

ردا لاپرواہی سے بولی۔۔۔

"ہیر لیکن۔۔۔"دُرّے نے اُسے قائل کرنا چاہا۔۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں اذرنگ ادا جان نے کہا ہے کہ میری ایک نہیں دو بہنیں ہیں اور دونوں ہی کو میری شادی کے ہر ایونٹ میں پیش پیش رہنا ہے پوری چابکدستی کیساتھ۔۔۔سو بہنا کمر کَس لو تم بھئی ہمیں بازی مارنی ہے۔۔۔ویسے بھی وہ وینیزے صاحبہ تھانیدارنی آج پورا دن ہمارے سر پر نازل ہوئے رہنے کو تیار بیٹھی ہوگی۔میں بتارہی ہوں ذرا سی بھی ڈھیل مت دینا اُسے۔۔۔"
ردا اُسے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی روم سے باہر لے گئی تو ابیہا جو وہاں سے گزر رہی تھیں،دُرّے کو دیکھ کر ہلکا سا مسکراتے ہوئے ردا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

ردا نے نفی میں سر ہلا کر اپنے نا جانے کا بتایا تو وہ وجہ سمجھ کر ہلکا سا سر کو خم دے کر وہاں سے چلی گئی یں۔۔۔

"ہیر آنی کیا سوچتی ہونگیں ہمارے بارے میں؟ہم تمہاری اور مومی کی ہر چیز میں رُکاوٹ بنے ہیں اچھا ہی تھا جو ہم نا آئے ہوتے۔۔۔"
دُرّے خفگی سے بولی۔۔۔

"دیکھ لیجیے کونسے بے حس لوگوں کے جذبات کی فکر میں گھلے جارہے ہیں؟یہ نا آنے کا نیک خیال یہاں آنے سے پہلے کیوں نہیں آیا آپکے ذہن میں؟"

ردا ابھی کچھ کہہ ہی نا پائی تھی کہ ونیزہ کی آواز نے حلق تک کڑوا کردیا۔۔۔

ابھی وہ تڑخ کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دُرّے نے اسکا ہاتھ ذرا سا دبا کر روکا۔۔

"تمہیں تو بہت مزہ آتا ہو گا نا مجھے اور ہیر کو لڑوا کر۔اسکے کان بھرتی رہتی ہو تو اب کیوں روک رہی ہو؟دیکھ لو ہیر کیا کیا دام چکانے پڑ رہے ہیں تمہیں اس دوغلی کی دوستی میں؟بیچاری کو اپنے بھائی کی شادی بھی راس نا آئی۔۔۔۔"

ونیزہ نے تنفر کے نشتر چھوڑے تو ردا کے صبر کا پیمانہ چھلکا۔۔۔

"آنی نے کیا سوچ کر تمہارا نام ونیزہ رکھا ہے؟نام کے معانی گلاب ہیں اور سرشت(فطرت) میں تُم کانٹوں جیسی چبھتی ہو۔نہیں مطلب ونیزے کیا تمہیں تو ڈائی ریکٹ نیزہ ہی کہنا بجا ہو گا۔نایاب کو کیا ضرورت ہے میرے کان بھر کر تم سے لڑوانے کی؟ یہ فریضہ تو خود تمہاری یہ شبنم افشاں زبان پورا کرتی ہے نا۔۔ملکہ عالیہ بن کر دوستوں سے اپنی خوش آمد کرانے کے بجائے کسی سے سچی دوستی نبھالو تو پتہ چلے کہ اپنی بہن کیلئے کچھ چھوڑدینے کا مزہ کیا ہوتا ہے اور نظر تو مجھے آرہا ہے کہ کون کتنا کھرا اور کون کتنا دوغلا ہے۔"

ردا کی آخری جتاتی ہوئی بات ونیزہ کو واقعی نیزے کی طرح چبھی تھی۔۔۔

"تمہیں ہم سے کوئی مسئلہ ہے نا تو خدارا بخش دو ہمیں بڑی مہربانی ہو گی۔"

ردا کٹیلے لہجے میں کہہ کر دُرّے کو ساتھ لے جانے لگی۔۔۔

دُرّے نے تاسف سے ونیزہ کے سُرخ ہوتے چہرے کو اور پھر ردا کے سنجیدہ نقوش کو دیکھا۔۔۔

"اللہ اللہ یہ رستہ تو مزید کٹھن ہوجائے گا اگر یہی جنگ چڑی رہی تو۔۔۔"

وہ دل میں بڑبڑائی۔۔۔

دبستان خانم نے ردا اور دُرّے کو ناشتے کیلئے بُلایا تو وہ دونوں حویلی کے کچن میں چلی گئیں۔۔۔

ردا ناشتہ کر چکیں تو ابیہا کے بُلانے پر دُرّے کو وہیں بیٹھے رہنے کا کہہ کر ماں کے پاس چلی گئی۔۔۔

زارا چونکہ کل سے فارینہ اور ابیہا کیساتھ مصروف تھیں اسی لئے وہ زیادہ دیر دُرّے کے پاس نا رہ سکی لیکن ہر پل نگاہ دُرّے کیلئے بھٹکتی رہتی۔۔۔

کچھ اپنی ممتا کا اثر تھا اور کچھ جبروت نے اپنے آنے تک دُرّے کو انکے حوالے چھوڑا ہوا تھا۔۔۔

ردا کو گئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی جب ساحرہ جمال کی خاص ملازمہ عنایت نے آکر دُرّے کو انکے بُلاوے سے مطلع کیا تو وہ اُٹھ کر انکے ساتھ ساحرہ جمال کے بیڈروم میں چلی آئی۔۔۔

ایک اُچٹتی نگاہ اُس پر ڈال کر عنایت کو اشارے سے جانے کا کہتی ساحرہ اسکے پاس آئی۔۔۔

دُرّے خاموشی سے اُنکا خود کو بغور دیکھنا محسوس کر رہی تھی۔۔۔

"چلو میرے ساتھ کچھ کام ہے تم سے" سرد سے لہجے میں کہتی وہ دروازے کی جانب بڑھیں تو دُرّے نے بھی اُنکی تقلید کی۔۔۔

ٹاپ فلور پر اپنے بیڈروم سے نکل کر وہیں سے حویلی کے عقبی جانب جاتی گول چکردار سیڑھیاں عبور کرکے وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے ایک پکّے مٹی کے دیواروں والے باورچی خانے نما بڑے ہال میں داخل ہوئے۔۔۔

دُرّے نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو ہال کے بیچوں بیچ بخارا لگا ہوا تھا جس میں پڑا کوئلہ جانے کب سے بجھا پڑا تھا۔۔۔

ایک طرف زمین سے قدری اونچی جگہ پر بڑے بڑے چولہے ایک ہی رو میں رکھے گئے تھے۔۔۔ اوپر بڑی بڑی الماریوں میں کچن کا پورا سازو سامان سلیقے سے رکھا گیا تھا۔۔۔

ایک طرف کاؤنٹر پر کئی سبزیاں،دیگ کی مقدار والے بھگوئے چاول،چکن اور گوشت وغیرہ حفاظت سے رکھا گیا تھا۔۔۔

الغرض کچن تو تمام لوازمات سے لدا پھندا تھا مگر حویلی کے اندرونی دنیا سے مطابقت نہیں رکھتا تھا بلکہ پُرانے زمانے کے اُمرا ٦١ کا سادگی لیے دیسی طرز پر بنا بڑا باورچی خانہ تھا۔۔۔

اسے دیکھ کر دُرّے کو پاڑا چنار میں مودود خان کے بھائی کی حویلی والا بڑا باورچی خانہ یاد آگیا جہاں بچپن میں جبروت اُسے پریشر کوکر کے دھماکے سے بچاتے ہوئے خود اُسکی زد میں آیا تھا۔۔۔

جبروت کا خیال آتے ہی دُرّے کے لبوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ رینگی جسے ساحرہ کی تیز نظروں نے دیکھ لیا تھا۔۔۔
اس لڑکی کی اس حسین مسکراہٹ سے اُنکے دل پر عجیب سانپ لوٹتے تھے۔۔۔

"لگتا ہے یہ جگہ خاصی پسند آگئی ہے تمہیں؟"
ساحرہ کے طنزیہ انداز پر دُرّے نے اُسی مسکراہٹ سے انہیں دیکھا۔۔

"جی بہت پسند آئی ہے۔حویلی کو دیکھ کر یہ جگہ بلکل الگ ہی دُنیا جیسی لگتی ہے۔۔۔"
لہجہ ہنوز اطمینان سے لبریز تھا۔۔

"تو پھر یہی رہنے اور "حویلی کی بہو" ہونے کے ناطے تمہیں کوئی عار محسوس نہیں ہوگی۔"

ساحرہ نے حویلی کی بہو پر ذرا زور دے کر کچھ جتایا۔۔

"ہمیں کوئی عار محسوس نہیں ہوگی دادو آپ حکم کریں"
وہ سعادتمندی سے بولی۔

ساحرہ نے اسکے "ہم" کہنے پر بدمزہ سا ہوکر اُسے دیکھا۔۔۔

"تو پھر میرا حکم یہ ہے کہ آج شام تک ہمارے آنے سے پہلے حویلی کے تمام مہمانوں کیلئے سارا کھانا تُم بناؤ گی۔۔۔اکیلے"
ساحرہ تحکم سے کہتی دُرّے کے تاثرات جانچنے لگی مگر وہ ہنوز وہی مسکراہٹ لیے اُنہیں دیکھتی رہی۔

"اور ہاں دوبارہ مجھے دادو کہنے کی زحمت مت کرنا۔۔"
خشک لہجے میں کہہ کر وہ پلٹی۔۔

"جی دادو۔۔۔"دُرّے شرارت سے بولی۔

ساحرہ نے ایڑھیوں پر گھوم کر کڑے تیوروں سے اُسے دیکھا۔۔۔

"جی مطلب امیرہ ساحرہ جمال رئی یسانی"
دُرّے نے معنوعی سٹپٹاتے ہوئے فوراً تصحیح کی۔۔۔

"اپنی زبان کو لگام دے لو ابھی سے۔میں کچھ کہہ نہیں رہی تو مطلب یہ نہیں کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔صرف اپنے لالے کرّار اور جاہ کی وجہ سے برداشت کررہی ہوں تمہیں۔۔۔خدا خیر کرے پھر سے سبز قدم پڑگئے ہیں تم لوگوں کے ہمارے گھر۔"
جارحانہ انداز میں دُرّے کا بازو دبوچ کر قریباً اپنی مخروطی اُنگلیاں اسکے بازو میں گھساتے ہوئے ساحرہ زہر خند لہجے میں بولی اور جھٹکے سے اُسکا بازو چوڑ کر ٹک ٹک وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔

"ہائے حُسن بھی کمال تو تیور بھی بے مثال۔۔۔سُوٹ کرتا ہے بھ ئی یوں مغرور انداز"
دُرّے ایک لمبی سانس کھینچ کر خود سے مسکراتے ہوئے بولی اور اب ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی کہ آیا کبھی بچپن میں اُسنے مہرالنساء کو کوکنگ کرتے دیکھا ہو تو کچھ بنالے۔۔۔

زارا نے کبھی اُسے اور ردا کو کام نہیں کرنے دیا تھا ہمیشہ ہر کام خود کرتی تھیں۔۔۔
مہر کو تو اپنی شرارتوں سے زِچ کرنے کے علاوہ اُسنے بہت کم ہی چین سے بیٹھ کر کوکنگ کرتے دیکھا تھا۔۔۔

خود اُسے شائد پانی اُبالنا بھی بمشکل آتا تھا کجا کہ ہزاروں کی تعداد میں مہمانوں کیلئے تن تنہا پُرتکلف لوازمات سے بھرپور کھانا بنانا۔۔۔

ساحرہ جمال جانتی تھیں کہ اُسے کھانا بنانا نہیں آتا اسی لئے اُنہوں نے بہت تاک کر نشانہ لیا تھا۔۔۔

✿✿✿✿

دامنِ کوہ :اسلام آباد

دامنِ کوہ سے بیحد قریب ایک پُرشکوہ پلازہ کے ٹاپ فلور پر موجود لگژری وسیع آفس کی بالکنی سے نظر آتے دُھند سے اَٹے مارگلہ ہلز کی پہاڑیوں کو دیکھتے جبروت دروازے پر کسی کی دستک پاکر اس طرف متوجہ ہوا تو اُسکا سیکریٹری قریباً پچیس برس کا نوجوان گلزار لیپ ٹاف تھامے کچھ فائلز ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوا۔۔۔

"بھائی یہ کچھ ڈاکیومینٹس جو آپ نے بنوائے تھے آپ پڑھ لیں تاکہ ہم ٹینڈر پاس کروالیں۔۔" گلزار ادب سے بولا تو جبروت سر کو خم دیتا اپنی راکنگ چئیر پر آکر بیٹھا اور فائلز کھول کر اُن پر نظر دوڑانے لگا۔۔۔

"کچھ بیوروکریٹس اس معاملے میں خاصی رُکاوٹیں کھڑی کررہے ہیں لیکن گورنمنٹ کی جانب سے پرمیشن ایشو ہوگئی ہے تو اب میڈیا والے معاملے کو مزید بھڑکارہے ہیں۔"
گلزار بولا۔۔۔

"فلحال جو کچھ بھی وہ کررہے ہیں وہ کرتے رہیں۔اگلے مہینے شکاگو میں جو میٹنگز اور ڈیلز ہونے والی ہیں تم اُنکی ارینجمنٹ کرواؤ انکی ہلڑ بازیاں تو معمول کی بات ہے۔"
جبروت اپنے بارعب مدھم انداز میں اطمینان سے بولا تو گلزار نے رشک سے اپنے سگے بڑے بھائیوں سے بڑھ کر باس کو دیکھا جس نے کبھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی زندگی کے بیوپاروں کے رویّوں سے تنگ آئے گلزار کو اپنی جان لینے سے بچاتے ہوئے اُسے سنبھالا اور اسکی قابلیت کو ڈیزرو کرتے اصل پوسٹ پر اُسے اپنے ساتھ تعیّنات کروایا تھا۔

بظاہر گلزار اسکا ایڈوائزر اور مینیجر تھا مگر جبروت نے ہی اُسے کئی پیچ و خم سے روشناس کروایا تھا تاہم گلزار کی رائے کو بھی وہ بیحد اہمیت دیتا تھا۔۔۔

گلزار سمیت اسکے گھروالے،انکے سٹریٹ کے دیگر گھرانے اور گاؤں والے سب جبروت کے گرویدہ تھے۔۔۔

ان گزرے تین سالوں میں اُسنے جبروت جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔
ایدھی فاؤنڈیشن کے بعد اُسنے پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ممالک میں بھی رفاہی اُمور میں سرگرم سرفہرست فاؤنڈیشنز میں سے ٹاپ تھری میں جس پاؤنڈیشن کو پایا تھا،وہ رئیسانی پاؤنڈیشن ہی تھا جسکی سی ای او تو زارا رئیسانی تھی مگر باقی روح رواں جبروت تھا۔۔۔

خود اپنے رئیل اسٹیٹ بزنس میں بھی وہ عالمی سطح پر ایک ٹائیکون کی حیثیت رکھنے والوں میں سے ایک تھا۔۔۔

آجکل وہ درّہ آدم خیل میں کچھ پراجیکٹس پر کام کررہا تھا جن میں سے ایک وہاں کی مقامی اسلحہ سازی کے فن سے عالمی دُنیا کو روشناس کرانا تھا۔۔۔

وہاں کے مقامی انتظامیہ کی رضامندی اور وفاقی حکومت کی اجازت سے وہ پاکستان کیلئے ہی پاکستان کے اس خطرناک تصوّر کیے جانے والے پسماندہ علاقے کے جفاکش لوگوں کے ہُنر کو نکھارنے کیلئے اپنی اسلحہ ساز کمپنی تعمیر کررہا تھا۔۔۔

دراصل بڑے شہروں میں موجود سیاستدانوں کے پالے ہوئے بھتہ خور مافیا ٹینڈر والے آجکل اس بات پر سخت تلملائے ہوئے تھے کہ حکومت کا کوئی بھی ٹینڈر انہیں نہیں مل رہا تھا بلکہ ہر ٹینڈر نہایت شفافیت سے وقت پر بہترین انداز میں مکمل کرانے پر جبروت کو مل رہا تھا۔چونکہ شاذ و نادر میں ہی کوئی جانفشانی اور ایمانداری سے یہ سب سرانجام دے رہا تھا اسی لئے اپنا کمیشن ہڑپنے کیلئے انہیں موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔۔۔

کچھ سیاستدانوں کے ذاتی انتشار کے سبب روز روز ہنگامے برپا تھے کیونکہ پے درپے سکینڈلز وائرل ہورہے تھے جن میں انکی ان مافیا نیٹ ورکس میں ملوّث ہونے کے پکّے ثبوت سرعام آشکارا ہونے کے سبب اب عدلیہ بھی ایکٹیو ہوگئی تھی اور انکے ذاتی فرنٹ مینز کو کوئی بھی ٹینڈر نا دلوانے کے سخت احکامات جاری کیے گئے تھے۔۔۔

ایسے میں اب وہ جبروت کی معمولی سی کمزوری ڈھونڈ کر اسکا کردار داغدار کردینا چاہتے تھے تاکہ اسکا مورال گرا کر اپنا گراف بڑھاسکے مگر ہر بار وہ ناکام ہورہے تھے۔۔۔

اب اسلحہ سازی کے معاملے میں انہوں نے الگ سے یہ دُشنام طرازیاں شروع کردی کہ جبروت کے دہشتگرد تنظیموں سے مراسم ہیں مگر وہ کبھی انکی لن ترانیوں سے ذرا سا بھی نہیں گھبرایا تھا اور یہی بات گلزار کی نظر میں اسکا مقام مزید بڑھا جاتی تھیں۔۔۔

"گلزار تُم پچھلے ڈیڑھ ماہ سے اپنے گاؤں نہیں گ ئے۔۔۔ایسا کرو آج سے ایک ویک کیل ئے تم چھٹی پہ گھر چلے جاؤ"

فائلز ریڈ کرنے کے بعد جبروت نرم انداز میں اُس سے مخاطب ہوا۔۔

"مگر بھائی اگر اب میں یوں بلا وجہ چلا جاؤں تو ایویں کام کا ناغہ ہوجائے گا۔چھوٹی کی شادی نزدیک ہے میں اپنی چھٹی اُس وقت لے لوں گا۔"

گلزار نے ٹالا۔۔۔

"تو پھر تمہاری چھٹیوں میں توسیع کروا لیتے ہیں۔اگلے ویک چھوٹی کی شادی ہے تو چلو آج سے تمہارے دو ہفتے کی چھٹی۔۔۔آفس کا کام ہوجائے گا اسکی فکر مت کرنا۔۔۔سکون سے گڑیا کو اچھے سے رُخصت کرنا جس چیز کی بھی ضرورت ہو بلا جھجک مجھے فون کردینا اور اسے ہماری طرف سے دعائیں اور مبارکباد بھی پہنچادینا"

جبروت رسان سے بولا تو گلزار چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھنے لگا۔۔۔

یہ شخص دن میں جانے کتنی مرتبہ نہایت غیر محسوس انداز میں صرف اُسے ہی نہیں جانے کتنوں کے دل گویا خرید لیا کرتا تھا۔۔۔

"آدھی چھٹی یوں مجسمہ بن کے گزارنی ہے گلزار؟"
اپنے لیپ ٹاپ پر کام کرتے جبروت نے کہا تو گلزار نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا اور فائلز سمیٹتا واپس اپنے کیبن میں چلا گیا۔۔۔

جبروت نے لیپ ٹاپ سکرین پر نظر آتے تحاریر کی فائلز بنا کر انہیں فلیش میں منتقل کیا اور پھر لیپ ٹاپ بند کرکے کُرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندتے ہوئے راکنگ چئیر پر جھولنے لگا۔۔۔

دل میں عجب سا میٹھا سا درد ہلکورے لے رہا تھا۔۔۔
جتنے سال اُسنے دُرِّنایاب عدن کے بغیر گزارے تھے،ان میں اُسکے دل و دماغ اور روح کی ناقابلِ بیان سی کیفیت پر صرف خدا ہی عالم تھا۔۔۔

آج بھی اُسے گئے دو دن بھی نہیں ہوئے تھے اور اسکے دل نے شور مچادیا تھا۔۔۔
وہ دل جو اتنا مدھم دھڑکتا کہ بے جان معلوم ہوتا تھا اور دُرّے جس نے ویمپائیرز سیریز میں دیکھا تھا کہ ویمپائیرز کے دل کی دھڑکن ہی نہیں ہوتی،اکثر اپنا شبہہ اُسے سچ معلوم ہوتا دکھائی دیتا تھا۔۔۔

جبروت اُس سے کیا کہتا کہ جب وہ نہیں ہوتی تب کوئی آکر اسکے دل کی آہ و زاری سُنے اُسکا مچلنا دیکھے ،شور مچانا سُنے۔

جبروت کا زندگی میں کئی ماہ لقاؤں سے واسطہ پڑا تھا جو جبروت کے ایک اشارے پر سب کچھ لُٹانے کو تیار بیٹھی رہتی تھی،جو اسکی صرف ایک نظر کیلئے کیا کیا جتن نہیں کرتی تھیں۔ان میں سے کوئی اگر کبھی جبروت سے بے تکلف ہونے یا اُسکے قریب آنے کی کوشش کرتی تو وہ دل جو دُرّے کی موجودگی میں اتنا مؤدب ہوتا کہ دھڑکن تک سُنائی نا دیتی،وہ کسی اور کی موجودگی میں احتجاج کرنے لگ جاتا۔۔۔

جبروت کا وجود جو کسی منجمد کہر کی مانند ہمہ وقت یوں سرد رہتا جیسے بے جان لاش،دُرّے اور اپنی ماں کے سوا کسی اور کے لمس پر دہکتا لاوا بن جاتا جسکے آلاؤ میں اگر کوئی گرے تو ایسا جلے کہ راکھ بھی نا ملے۔۔۔

انہی دہکتے انگاروں میں جل کر راکھ ہوجانے والوں میں سے ایک ونیزہ ندیم شاہ بزنجو بھی تھی جسے بچپن میں اپنے دادا محمود بزنجو نے باور کروایا تھا کہ اُسکی شادی جبروت سے ہوگی۔

مگر جبروت جس نے کبھی آج تک اُسے نظر اُٹھا کر دیکھا ہی نہیں تھا،ہمیشہ اسکا تکلف بھرا محتاط لہجہ ونیزہ کو بد دل کردیا کرتا تھا اور پھر جبروت کا اُس لڑکی سے شادی کرنا جس پر اُسکے باپ ندیم بزنجو کے قتل کا ذمہ دار ہونے کا الزام تھا،جسکی قوم پر اسکے نانا اور ماموں کو بیدردی سے قتل کرنے کا الزام تھا اور اس پر ستم یہ کہ جبروت کا اُسکے لئے جنون اور عشق دیکھ کر وہ مزید مشتعل ہوجایا کرتی تھی اور نتیجتاً سارا غصّہ دُرّے پر ہی نکلتا تھا۔۔۔

کسی خیال کے تحت جبروت نے اپنا فون اُٹھا کر دیکھا تو اذرنگ کا میسج موصول ہوا تھا۔۔۔

"بڈی تُو نے میری شادی کا ایک بھی لمحہ مِس کیا نا تو میں یہ شادی ہی روک دونگا اسی وقت پھر کبھی بھی نا کرنے کیلئے۔۔جلدی پہنچ میں ویٹ کررہا ہوں تیرا"
میسج پڑھ کے وہ مبہم سا مسکرایا۔

"ڈونٹ وررری بہت جلد تمہارے بچے مجھے آہو کہہ کر بلایا کرینگے بن بیاہا نہیں رہے گا تُو"
ایک شریر سی ایموجی کیساتھ اُس نے رپلائے دیا۔۔۔

"اور تُو کب کا بیاہا ہوا ہے میاں؟تیرے بچے کب مجھے ماموں کہہ کر بُلائینگے۔معذرت کیساتھ مگر میں انکا اپنی گڑیا نایاب کی طرف سے ماموں ہوں، تیری طرف سے آہو نہیں"

اذرنگ کا جوابی ریپلائے آیا۔۔۔

"پال تو رہا ہوں ایک بچی جو اتفاق سے تجھے ادا جان کہتی ہے اور کی کیا ضرورت؟"
جبروت نے ریپلائے دیا۔۔۔

"کمینے پتا ہے مجھے ضرورت مند آدمی۔۔۔
تجھے بیٹیاں پسند ہیں نا وہ بھی بلکل نایاب جیسی اور تُو تو اکثر دُعا میں بھی بیٹی مانگتا ہے۔"
اذرنگ نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

یونہی وہ دونوں باتیں کرتے رہے اور پھر اذرنگ شائد بارات کیساتھ نکل گیا تھا اسی لئے رابطہ منقطع ہوگیا تو جبروت کُرسی سے اُٹھ کر اپنی جیکٹ اُٹھاتا آفس سے باہر نکل کر پارکنگ ایریا٦ میں کھڑی اپنی ہائیلکس میں آکر بیٹھتے ہوئے روانہ ہوا تو اسکے پیچھے چوکس مسلّح محافظوں کی دو گاڑیاں بھی چل پڑیں۔

وہاں سے سیدھا اسلام آباد ائیر پورٹ جاکر وہ اندرونی فلائیٹ کے ذریعے کوئٹہ پہنچا تھا جبکہ محافظوں کی گاڑی واپس پلٹ گئیں تھیں۔۔۔

اس وقت بلوچستان میں اپنے محافظوں کو اسنے آنے سے منع کر دیا تھا جبکہ خود ہی ڈرائیو کرتا اب کوئٹہ سے زیارت کی جانب محوِ سفر تھا۔۔۔

✿✿✿✿

ردا واپس کچن میں آئی تو دُرّے کو نا پاکر ٹھٹکی تھی۔۔۔

سب سے پہلے تو وہ زارا کے پاس آئی جو فارینہ کیساتھ اذرنگ کے بیڈروم کو فائنل ٹچ دے رہی تھیں۔۔۔

"مومی ! آپ نے نایاب کو دیکھا ہے کہیں؟"

لہجہ پریشان سا تھا۔۔۔

"نہیں میں نے تو صبح سے نہیں دیکھا بچے وہ تمہارے ساتھ تھی نا۔"

زارا بھی پریشان سی ہوگئی تھی۔۔۔

"ثمر وہ بچی نہیں ہے یہیں ہوگی کہیں۔۔۔"

فارینہ بانو لاپرواہی سے بولی۔۔۔

گو کہ ندیم انکے بھائی تھے اور فارینہ کو بھی دُرّے پر کافی غصّہ تھا مگر وہ اپنا غصّہ سرد مہری کی صورت نکالا کرتی یوں نظر انداز کرتی جیسے دُرّے موجود ہی نا ہو مگر دُرّے کو نظر انداز کرنا بھی تو مشکل تھا کیونکہ اسکا حُسن تو عورتوں کا بھی ایمان ڈگمگادیتا تھا۔۔۔

زارا انکی بات اَن سُنی کرکے ردا کیساتھ فوراً باہر آئی تو عنایت سے سامنا ہوا جو بڑے سے چادر سے ڈھکے خوان کو تھامے کچن میں جارہی تھیں۔۔۔

"عنایت باجی آپ نے نایاب کو دیکھا ہے کہیں؟"
زارا نے اُن سے پوچھا۔۔۔

"ہاں وہ بڑی بیگم صاحبہ نے اُن کو عقبی جانب کے باورچی خانے میں بھجوادیا تھا کہ وہ مہمانوں کے واسطے کچھ بنادیں"
وہ جو اپنی ہی دُھن میں کہہ گ‌ئی تھی،جلدی سے زبان دانتوں تلے دباگ‌ئی کیونکہ ساحرہ نے انہیں کسی کو بتانے سے منع کیا تھا۔۔۔

کیا؟" ردا کا منہ کھل گیا۔۔۔

زارا فوراً عقبی جانب باورچی خانے میں جانے لگی تو ابیہا کیساتھ اس طرف آتی گیتی آرا٦١ جو عنایت کی بات سُن چکی تھیں۔اس طرف آئی یں اور عنایت کو کڑے تیوروں سے گھور کر زارا کے سامنے کھڑی ہوگ ئی یں۔۔۔

"ثمر مجھے کچھ کام ہے تم سے ذرا میرے ساتھ آنا۔۔۔"
گیتی نے زارا کا ہاتھ تھام کر کہا۔۔۔

"سوری بجیا میں ایک بار نایاب کو دیکھ آؤں پھر آتی ہوں آپکے پاس"
زارا نے متانت سے معذرت کی۔

"ثمر! تم اُس معتوب غیر لڑکی کیل ئے مجھے ٹال رہی ہو؟"
گیتی کا لہجہ عجب تیزی لیے ہوئے تھا۔۔۔

"وہ بیٹی ہے میری" زارا نے مدھم مضبوط آواز میں تصحیح کی۔

"صرف وہ؟ ہاں کیوں نا ہو تم سے جو ہے۔۔۔بحر حال وہاں پر کسی کا بھی جانا امّی جان نے سختی سے منع کر رکھا ہے۔"

طنزیہ سے انداز میں کہتے آخر میں وہ بے لچک لہجے میں بولی۔۔۔

"بس کیجیے بجیا!کیوں اتنے بے رحم ہوگئے ہیں آپ؟ اس حویلی میں معمول کا کھانا بھی دس دس ملازمین اکٹھے بناتے ہیں اور اتنے سارے مہمانوں کا کھانا آپ اُس معصوم سے اکیلے بنوارہی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ اُسے کھانا بنانا نہیں آتا۔"
زارا نے اپنا ہاتھ چھڑا کر ہلکے سے سخت لہجے میں کہا۔۔۔

"ثمر۔۔۔"ساحرہ جمال جو اپنے روم سے باہر نکل کر عنایت کو کچھ ھدایات دے رہی تھیں،زارا کی قدرے غصیلی آواز سُنتے ہوئے گرجی تھیں۔۔۔

"امّی جان میں سب کچھ بنا لونگی اکیلے مگر نایاب سے یہ مت کروائیں پلیز وہ بچی ہے اُسے کھانا بنانا نہیں آتا"
اب کی بار زارا نے قدرے لحاجت سے کہا۔۔۔

"بس ثمر! بچی نہیں ہے وہ اٹھارہ سال کی نوجوان لڑکی ہے۔اس عمر میں لڑکیاں خاندان بھر کو اکیلے سنبھالتی ہے اور پھر وہ اتنے برس تمہارے ساتھ رہی۔۔تم نے اُسے کچھ نہیں سکھایا ؟۔۔۔حالانکہ اسکے اعتماد سے لگ رہا تھا کہ وہ سب کچھ خود کرلے گی۔تم لوگوں کے مطابق وہ اب اس خاندان کا

حصّہ ہے نا تو یہ سب اسکا فرض ہے۔اگر وہ یہ نہیں کر سکتی تو پھر مجھ سے شکوہ نا کرے کوئی۔۔۔مجھے مجبور مت کرو زارا کہ میں کچھ ایسا کر جاؤں اسکے ساتھ جس سے تام عمر پھر تم سب پچھتاتے رہو۔۔۔اگر تم اسکے پاس گ ئی تو مجھ سے ساری زندگی دور رہنا"

ساحرہ جمال چبا چبا کر کہتے ہوئے ابیہا اور گیتی کو اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔۔۔

وہ فارینہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں مگر انہوں نے گھر پر ہی رہنے کو ترجیح دی۔۔۔

بارات نکل چکی تھی اور زارا نم آنکھوں سے پریشان سی وہی کھڑی رہی جب گلستان خانم انکا فون لیے انکے پاس آئی یں۔۔۔

"ثمر! جاہ بابا کا فون ہے" گلستان خانم نے اطلاع دی تو زارا نے فوراً فون انکے ہاتھ سے لیکر کان سے لگایا۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اَللہِ وَبَرکَاتُہُ مومی جان! کیسی ہیں اور دادو لوگ کیسے ہیں؟"

وہ خوشگوار سے لہجے میں بولا۔۔۔

جاہ! بچے۔۔۔کرّار بھی نہیں ہیں تم جلدی سے آجاؤ یہاں "

زارا نے بمشکل اپنی آواز نم ہونے سے روکی تھی مگر جبروت فوراً محسوس کرچکا تھا۔

"مومی! کیا ہوا ہے آپ رو رہی ہیں؟" وہ پریشانی سے بولا۔۔

"بیٹے وہ امّی جان۔۔۔انہوں نے نایاب کو عقبی جانب کچن میں بھیج دیا ہے جبکہ اُس طرف کوئی نہیں جاتا۔وہ نایاب سے سینکڑوں مہمانوں کا کھانا اکیلے بنوارہی ہیں حالانکہ انہیں پتہ ہے کہ اُسے کھانا بنانا نہیں آتا اور اُس باورچی خانے میں بھی تو لکڑیوں سے آگ جلانی پڑتی ہے۔۔۔اگر وہ خدانخواستہ جل گ ئی یا اُسے دھویں سے الرجی ہوگ ئی تو؟اس طرح تو وہ کل صبح تک بھی کچھ نہیں کرپائی یگی اور نا ہی مہندی کو اٹینڈ کرسکے گی۔۔۔نا مجھے نا کسی اور کو اُسکے پاس جانے دیا جارہا ہے جبروت" انہوں نے روتے ہوئے جیسے فریاد کی تو جبروت نے چند لمحے آنکھیں میچیں تھیں۔

"مومی آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔ایسا کریں کسی طرح آپ میرے روم میں رکھا وائی رلیس بلیوٹوتھ ہینڈز فری رابیل تک پہنچادیں آگے میں دیکھتا ہوں"
جبروت کے ذہن میں تیزی سے ایک خیال آیا تو اُسنے فوراً زارا کو تسلّی دیتے ہوئے کہا۔

"ہیر بچے جاکر اپنے ادا جان کے روم میں رکھا انکا وائی رلیس بلیوٹوتھ ہینڈز فری لے آؤ جلدی"

زارا نے فون کان سے ہٹا کر پاس کھڑی ردا سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی فوراً جبروت کے روم میں چلی گ ئی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں جبروت کا ہینڈز فری موجود تھا۔۔۔

زارا کچھ سوچنے لگی جب ردا کو ایک خیال سوجھا۔۔۔

اُسے اشف رئیسانی کے چار سالہ پوتے مروان کا خیال آیا۔۔۔

وہ مروان کو ڈھونڈتی حویلی کے بیرونی احاطے میں آئی تو وہ اپنے دیگر کزنز اور دوستوں کیساتھ کھیل رہا تھا۔۔۔

"مانی ! ادھر آؤ ذرا" ردا نے اُسے آواز دی۔

ردا کے پکارنے پر وہ اپنا شغل ملتوی کرکے اسکے پاس آیا۔۔۔

"مانی میرا گڈا ایک کام کروگے۔۔۔"ردا نے اُسے پچکارا۔۔

"جی بولیں آنی" وہ معصومیت سے بولا تو ردا اُسے اپنے ساتھ اندر زارا کے پاس لے آئی۔۔۔

"مومی" زارا پر نظر پڑتے ہی وہ اُچھلتا کودتا آکر انکی گود میں چڑھ گیا۔۔۔

"مانی میرا بچہ یہ جاکر نایاب کو دے آؤ"
زارا نے ہینڈز فری اُسے پکڑا کر کہا۔۔۔

"نایاب۔۔۔مطلب چاچی؟" نچلا لب معصومیت سے دباتے وہ چمکتی آنکھوں سے بولا تو ردا اور زارا دونوں ہنس پڑیں۔۔۔

"ہاں وہی چاچی۔۔۔"زارا نے اسکا پھولا ہوا سُرخ و سفید گال تھپتپا کر کہا۔۔۔

"چلیں چیمپ ئی ن؟" ردا اسکا ہاتھ تھام کر بولی تو وہ کھکھلا کر چہکتا ہوا اسکے ساتھ حویلی کے عقبی جانب جاتی راہداری کی طرف بڑھا۔۔۔

کچن کے پاس پہنچ کر ردا باہر ہی رُک گ ئی جبکہ مروان اندر چلا گیا۔۔۔

"چاچی۔۔۔"مروان کچن کیبینٹس سے برتن نکالتی دُرّے کو دیکھ کر چلّایا تو دُرّے نے سر موڑ کر پہلے حیرت سے اُسے دیکھا اور پھر ہنستے ہوئے سٹول سے اُتر کر اسکے پاس آئی۔۔۔

اسکی اور مروان کی کل ہی بڑی پکّی دوستی ہوگئی تھی۔آج صبح ہی یہ "چاچی" والا تعارف اَذور نے ہی مروان کو رٹایا تھا۔۔۔

"مانی آپ یہاں کیا کررہے ہو؟" وہ اسکے سامنے پنجوں کے بَل بیٹھ کر اسکے گال پر چھٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

"یہ مومی نے آپکے لئے بھجوایا ہے۔لیں چاچو سے بات کرلیں"
مروان نے ہینڈز فری اسکی جانب بڑھایا تو وہ ہینڈز فری کو اس سے لیکر اچھنبے سے اُسے دیکھنے لگی۔۔۔

"رابیل۔۔۔"اچانک ہینڈز فری سے اُبھرتی جبروت کی بھاری آواز سے وہ ذرا سا اُچھلی تھی۔۔۔

"اوکے چاچی میں چلتا ہوں اب ہیر آنی نے کہا تھا کہ رُکنا مت۔۔۔ہم دونوں پھر شام کو کھیلینگے پکّا؟"

مروان نے اسکا دوپٹہ ذرا سا کھینچ کر یقین دہانی چاہی تو اسنے مسکرا کر سر اثبات میں ہلادیا۔۔۔

مروان خوش ہوتا چھلانگیں لگاتا وہاں سے چلا گیا تو دُرّے نے ہینڈز فری کان میں لگایا۔۔۔

"جی بولیں۔۔۔"دُرّے نے دھیرے سے کہا۔۔۔

"رابیل جیسا میں کہتا ہوں بلکل اُنہی سٹیپس کو فالو کرنا صحیح۔۔۔"

"کس چیز کے سٹیپس؟" دُرّے نے حیرت سے کہا۔۔۔

'

"کوکنگ کے سٹیپس" جبروت کی بات پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"ارے یہ کیا آپ ہم سے اب ویمپائیرز کا کھانا بنوائینگے مہمانوں کیلئے؟"
وہ پھٹ سے بولی۔۔۔

"یہی سمجھ لو۔۔۔بلکہ دہقانوں کے جتنا کھانا بنوانا ہے آج تم نے"

"اجی ذرا روشنی ڈالنا پسند کرینگے آپ کہ مطلب کیسے جو بندہ خود پانی کی گھونٹ تک نا پیتا ہو وہ آج ماسٹر شیف کوکنگ ایکسپرٹ بنے ہمیں کھانا بنانے کے گُر سکھارہے ہیں۔۔۔۔"

دُرّے کو شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔۔۔

"باقی سب بعد میں۔۔۔کھانا بنا لیتے ہیں پہلے" جبروت نے اسے ٹالا۔

"اور اگر جوتیاں کھانے لائق پکوان بنوالیے ہم سے تو؟"

"قدر کرو لڑکی پورے پاکستان میں مجھ جیسا شیف کہیں نہیں ملے گا تمہیں"

جبروت اترا کر بولا۔۔۔

"پورے پاکستان میں گھوم پھر کر ڈھونڈنے کی کیا ضرورت جب اِدھر فون پر ہی ہمیں دِی گریٹ شیف دستیاب ہے تو۔۔۔۔مگر شیر شاہ دادو نے کسی کو بھی ہماری مدد کرنے سے منع کیا ہے۔آپ ہماری مدد کررہے ہیں یہ تو بے ایمانی ہوئی نا۔۔۔"

نچلا لب دبا کر وہ بولی۔

"ہاتھ سے کی جانے والی مدد ممنوع ہے زبانی مدد نہیں۔۔۔چلو جلدی کرو شاباش انکے واپس آنے سے پہلے ہمیں سب ریڈی کرنا ہے فٹا فٹ"

جبروت ڈرائی یو کرتے ہوئے کان میں ہینڈز فری لگائے اُسے ھدایات دیتا جارہا تھا اور وہ من و عن ان پر عمل کررہی تھی۔۔۔

قریباً پانچ گھنٹے بعد وہ تمام پکوان ایک ساتھ چڑھوا کر اب اُنہیں دم پر رکھ چکی تھی۔۔۔

وہ خاصی تھک چکی تھی مگر کافی لطف اندوز بھی ہوئی تھی۔۔۔
بیچ بیچ میں دونوں ایک دوسروں کی خوب کھچائی بھی کرتے رہے۔۔۔

کچھ دیر بعد جبروت نے رابطہ منقطع کردیا تو دُرّے نے مسکراتے ہوئے ہینڈز فری کان سے نکالا۔۔۔

وہ ابھی باورچی خانے سے نکل ہی رہی تھی کہ کاؤنٹر پر رکھے فروٹس کی جانب دھیان چلا گیا تو ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا۔۔۔

جانے کیوں اس وقت اُسے مہرالنسا٦ کے ہاتھوں کا وہ خاص فروٹ ٹرائی فل یاد آیا تھا جو سب کا فیورٹ ہوا کرتا تھا۔۔۔

اسنے ذہن پر زور دیا تو کچھ کچھ یاد آنے لگا کیونکہ اسنے کئی دفعہ انہیں عید پر اور کبھی دعوتوں میں وہ فروٹ ٹرائی فل بناتے دیکھا تھا۔۔۔

وہ انکے ہاتھوں کی ہر ہر حرکت یاد کرتے ہوئے فروٹس کاٹنے لگی،اسکے بعد کیبینٹس سے شیشے کے بڑے باؤلز نکال کر ان میں فروٹ ٹرائی فل بنانے لگی۔۔۔

اس میں اُسے مزید ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔۔۔

ٹرائی فل تیار کرکے کچن میں کھڑی فریج میں رکھ کر وہ مڑی اور تمام پکوانوں پر ایک جانچتی نظر ڈالنے لگی۔۔۔

اسی اثنا میں آہل جو آذور کو ڈھونڈتا اس جانب آرہا تھا،دُرّے کو دیکھ کر تھم سا گیا۔۔۔

مٹکے میں چمچ چلاتی،ساتھ میں صبیح پیشانی پر نمودار ہوتے موتیوں جیسے شفاف بوندوں کو کلائی کی پشت سے پونچھتی دُرّے اسکے دل پر عجیب سا ستم ڈھاگ ئی تھی۔۔۔

وہ دھیرے سے چلتا اُسکے پاس کچن میں آیا تھا۔۔۔

قدموں کی آہٹ پر سر اُٹھاکر آہل کو دیکھتے ہی اُسنے اپنا بے ترتیب دوپٹہ ٹھیک کر کے سر پر جمایا تو آہل کو اسکا یہ انداز بیحد بھایا تھا۔۔۔

"سلام کیسی ہیں ؟ کافی تھک گ ئی ہیں"
آہل خوشدلی سے بولا۔۔۔

"وعلیکم السّلام الحَمدُ لِلہ ہم اک دم فٹ۔۔۔ تھکن تو بلکل نہیں ہے اِن فیکٹ ہم نے تو بہت انجوائے کیا"
وہ بھی جواباً خوش باش سے انداز میں بولی۔۔۔

"کافی ولولہ انگیز معلوم ہوتی ہیں آپ" آہل نے اُسے بے اختیار سراہا۔۔۔

ابھی وہ جواباً کچھ کہہ ہی نا پائی تھی جب ونیزہ اس پر ایک نگران نگاہ ڈالنے کیلئے وہاں آئی تو اپنے جڑواں بھائی کو اسکے پاس دیکھ کر ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔۔

"آہل!تم یہاں کیا کر رہے ہو؟آذور تمہیں ڈھونڈ رہا ہے اندر"
قدرے سخت لہجے میں وہ بھائی سے بولی۔۔

"میں بھی تو اُسے ہی ڈھونڈتا ہوا اِدھر آیا تھا۔۔یہاں انہیں دیکھا تو سوچا حال احوال پوچھ لوں۔پہلے صحیح سے بات ہی نہیں ہوئی تھی ہماری"
آہل نے دُرّے کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔۔

"ہو گیا حال چال دریافت اب جاؤ یہاں سے اور تُم لڑکی جو بھی نام ہے کام کرو اپنا ذرا سی بھی اونچ نیچ نہیں ہونی چاہیے۔۔۔"
ونیزہ نے اُنگلی اُٹھا کر دُرّے سے کہا۔۔۔

"ہمارا کام تو ہو چکا اب آپ ایسا کریں اپنا کام کیجیے۔"
دُرّے نے مسکرا کر اپنی اُنگلی سے اسکی اُنگلی نیچے کر کے کہا تو ونیزہ نے سخت نظروں سے اُسے دیکھا۔۔۔

"تُم سے تمہارا کام کرنے کو کہا ہے مجھے مشورہ دینے کو نہیں۔۔۔آئندہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا سمجھی"

ونیزہ نے اُسکا بازو دبوچ کر چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔۔۔

"آپ ہم پر نظر رکھنے کیلئے آئی تھی نا۔قابلِ قدر مہمانوں کیلئے بنا کھانا پرفیکٹ ہونا چاہیے اور پھر آپکی نگاہ سے گزرے بغیر وہ پرفیکٹ تو ہو نہیں سکتا۔اسی لئے ہم یہیں کہہ رہے ہیں کہ نگرانی کر ہی رہی ہیں تو آکر چھک لیں تھوڑا سا۔۔۔تسلّی ہوجائیگی ویسے بھی مشورہ کے ضرورت آپکو تو کبھی نہیں ہوگی وہ بھی ہماری اور اب اتنا پُرتکلف کھانا بنوانے کیلئے ہم پر بھروسہ کیا تو بے تکلفی میں کیسی جھجھک؟"

دُرّے کے لبوں پر ہنوز وہی دل جلی مسکراہٹ دیکھ کر ونیزہ خاصی تپ گئی تھی۔

آہل ونیزہ کے کٹیلے لہجے کے باوجود دُرّے کے مسکراتے لہجے کو دیکھ کر خود بھی مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"چھک کر بتانے کی کیا ضرورت؟جس طرح خود بے حس زہریلی خمیر سے بنی ہو بلکل تمہارا بنایا کھانا بھی ویسا ہی ہوگا۔"

دُرّے کا بازو دبوچے وہ زہریلے لہجے میں بولی۔

"آپ کو ڈش چھکنے کا کہا ہے ہمارے بازو کا گوشت نوچنے کا نہیں۔۔۔بے تکلفی کی بات کہی ہے تو وہ بھی حد میں رہ کر ہی بہتر ہے۔کچھ اجازتیں صرف کچھ لوگوں سے ہی منسوب ہوتی ہیں ہر کوئی ہر اجازت کا حقدار نہیں ہوتا مِس ونیزہ"

دُرّے نے بے ہموار لہجے میں کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے بازو سے الگ کیا اور پھر سے ایک مبہم مسکراہٹ اُسکی جانب اُچھالتی وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔

پیچھے ونیزہ سخت نظروں سے اُسے گھورتی ہی رہ گ ئی۔۔۔

✿✿✿✿

رات نو بجے بارات ڈی آئی خان سے زیارت پہنچی تو حویلی کا چراغاں جشن منانے لگا۔۔۔

ابیر کیساتھ مہمانوں کا ایک جمِ غفیر حویلی کے اندر اُمڈ آیا تھا۔۔۔

ونیزہ سمیت دیگر کزنز تو نیچے استقبال کو کھڑی تھیں جبکہ ردا اور دُرّے اوپر چھت پر پھولوں کے بڑے بڑے باسکٹ لیے منتظر تھیں۔جیسے ہی دُلہن اپنی سنگی سہیلیوں کے جھمگٹے میں اندر داخل ہوئی تو

ردا نے پوری باسکٹ اُن پر اُلٹ دی جبکہ دُرّے جو اپنی باسکٹ اُلٹنے ہی والی تھی کہ اُسکے دوپٹے سمیت بال کلائیوں میں پہنی چوڑیوں میں اُلجھ گ ئے۔۔۔

اُنہیں آزاد کرنے کے چکر میں ہلکان ہونے کے بعد جب اُس نے اپنی بالٹی نیچے اُلٹی تو دُلہن کے پیچھے بڑے دروازے سے اذرنگ کے ہمراہ اندر داخل ہوتے جبروت پر سارے پھول گر گ ئے۔۔۔

دُرّے کا تو منہ ہی کھل گیا جبکہ اوپر ردا اور نیچے اذرنگ ہنستے چلے گ ئے۔۔۔

جبروت نے اوپر دیکھا تو سفید دوپٹے کے ہالے میں دُرّے کا سٹپٹایا سا چہرہ دیکھ کر مسکرادیا اور وہ آناً فاناً وہاں سے کھسک گ ئی۔۔۔

قریباً دس بجے جب کھانا سرو کیا گیا تو مہمانوں کی باچھیں کھل گ ئیں کیونکہ کھانے میں ڈی آئی خان کی خصوصی سوغات ثوبت کا پکوان بھی رکھا گیا تھا۔۔۔
کابلی پلاؤ اور فروٹ ٹرائی فل سمیت دیگر ک ئی پکوانوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مہمان اُنگلیاں چاٹتے نہیں تھک رہے تھے اور جہاں زارا اور ردا مبہم سا مسکرا رہی تھیں وہیں ساحرہ اور گیتی بے یقینی سے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔۔۔

جو بھی دُرِّنایاب عدن سے ملتا تو اس فیروزی آنکھوں والی پری کا گرویدہ ہوجاتا جو ساحرہ اور گیتی سمیت بہت سے لوگوں کیلئے ناقابلِ برداشت تھا۔۔۔

کھانے کے بعد تمام مہمان جلدی سوگئے تھے۔۔۔

اگلا دن بھی کافی ہلّے گلّے میں گزرا۔۔جبروت جان بوجھ کر دُرّے کے پاس نہیں آیا تھا تاکہ وہ ان لمحات کی سچّی خوشی خود محسوس کرلے۔۔۔

شام کو مہندی کا فنکشن شروع ہوا۔۔حویلی کے وسیع دالان میں لکڑی کے خوبصورت سجے سجائے جھولے پر ابیر کو بٹھایا گیا۔۔۔۔

جو کوئی نیچے کھڑا نہیں ہوسکا وہ دوسری اور تیسری منزل میں کھڑا ہوکر نیچے تاروں کا وہ اُمڈا کہکشاں دیکھنے لگا۔۔۔

مرد حضرات حویلی کے ہجرے میں تھے جبکہ خواتین حویلی کے اندر شادماں تھیں۔۔۔۔

ساحرہ قعطی طور پر بھی دُرّے کا اس شادی کے کسی بھی فنکشن میں شریک ہونے کے حق میں نہیں تھیں مگر جبروت اور حیدر کی وجہ سے خاموش رہیں۔

آف وائیٹ کلر کے ٹاف کیساتھ ڈارک گرین رنگ کے لانگ فلورل سکرٹ اور اولیو گرین رنگ کا نیٹ دوپٹہ سر پر جما کر کندھے پر لٹکائے،خوبصورت فلورل جیولری پہنے صرف کاجل لگائے دُرّے اور ردا بلا کی حسین لگ رہی تھیں۔۔۔

وہ دونوں دالان میں بچھی خوبصورت منقش غالیچوں پر ایک ساتھ بیٹھی مسکراتے ہوئے باتیں کررہی تھیں جب اشف رئیسانی کی بیٹی اور ردا کی کزن نورین رئیسانی ردا کے پاس آئی اور اصرار کرکے اُسے اپنے ساتھ رقص کیلئے اُٹھا کر لے جانے لگی تو اُس نے دُرّے کو اُٹھا کر زبردستی نورین کیساتھ بھیج دیا۔۔۔

اسی اثنا میں جبروت کسی ضروری کام سے سر جھکائے اندر داخل ہوکر دالان سے کافی فاصلے پر دور بنی سیڑھیوں پر چڑھ کر ٹاف فلور پر اپنے بیڈروم میں جا ہی رہا تھا جب اُسی دُشمنِ جاں کی کھنکتی ہنسی سُن کر تھم گیا اور بے ساختہ مڑ کر اُسنے دالان پر نگاہ ڈالی تو ششدر رہ گیا۔۔۔

گرد و پیش میں شوق اور دلچسپی سے تکتی لڑکیوں کے بیچ وہ چہرے پر گھونگھٹ لیے کھڑی تھی۔۔۔

کچھ لمحوں بعد مدھر دُھنوں پر دُرّے دھیرے دھیرے اپنا گھونگھٹ اُٹھا کر رقص شروع کرنے لگی تھی جب تحیّر سے خود کو تکتے جبروت کو دیکھا تو پل بھر کو اُسکے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گۓ لیکن اگلے پل اُسنے خود کو سنبھال کر رقص شروع کر دیا کیونکہ ردا نے بڑے مان سے بہت ضد کر کے اُسے اُٹھایا تھا۔۔۔

"رب کی قوالی ہے عشق کوئی
دل کی دیوالی ہے عشق کوئی
مہکی سی پیالی ہے عشق کوئی
صبح کی لالی ہے عشق

گرتا سا جھرنا ہے عشق کوئی
اُٹھتا سا کلمہ ہے عشق کوئی
سانسوں میں لپٹا ہے عشق کوئی
آنکھوں میں دکھتا ہے عشق

میرے دل کو تُو جاں سے جدا کر دے

یوں بس تُو مجھ کو فنا کر دے
میرا حال تُو میری چال تُو بس کر دے عاشقانہ
تیرے واسطے میرا عشق صوفیانہ"

رقص کرتے ہوئے دُرّے کی مسکراتی آنکھیں جبروت سے ہٹی ہی نہیں تھیں جبکہ آخری جملے پر اُسکے لبوں پر بھی بڑی دل آویز مسکراہٹ بکھری تھی۔۔۔

جبروت بس ساکت سا اُسے دیکھ رہا تھا۔۔۔
وہ جتنی مہارت سے وہ کلاسیکل رقص کر رہی تھی،جبروت کو یقین ہی نہیں آیا تھا۔۔۔

دُرّے کی اسی مسکراہٹ پر کوئی اور بھی اپنا دل بُری طرح ہار گیا تھا۔۔۔

آہل چھت پر کھڑا یونہی بے چینی سے ٹہل رہا تھا کیونکہ اُسنے صبح سے دُرّے کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔
یہ جانتے ہوئے بھی کہ دُرّے کون ہے،یہ بھی کہ اگر جبروت کو یہ بات پتہ چلی تو وہ اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیگا۔۔۔آہل اس لڑکی لئے اپنی یہ بے اختیاری روکنے سے قاصر تھا۔

کبھی دُرّے اپنے ہنس مکھ مزاج کے سبب اوروں کی طرح اُس سے بھی مسکرا کر بات کر لیتی تو اُسکا دل عجب سی خوش فہمی پالنے لگ جاتا۔۔۔

جانے کیوں اُسے لگتا کہ اگر وہ کبھی دُرِّنایاب عدن سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرے گا تو وہ اُسے نظر انداز نہیں کرے گی۔۔۔

اس وقت اُسنے نیچے سے آتے لڑکیوں کے شور میں اُبھرتا دُرّے کا نام سُنا تو بے اختیار نیچے دیکھنے پر دل تھام کر رہ گیا۔۔۔۔

سوچوں تُجھے تو ہے صبح
سوچوں تُجھے تو شام ہے
منزلوں پہ اب تو میری
اک ہی تیرا نام ہے

تیری آگ میں یوں جل کے
کوئی لے سے ہیرا بن کے
خوابوں سے آگے چل کے ہے تجھے بتانا
تیرے واسطے میرا عشق صوفیانہ"

اس وقت اپنے سُرور میں بہکی دُرّے کو اندازہ نہیں تھا کہ تقدیر واقعی اُسکے اور جبروت کے ایک دوسرے سے صوفیانہ عشق کا امتحان لینے والی تھی۔۔۔

جبروت اپنے جمود سے اُس سمے باہر آیا جب اُسے بڑی شدت سے کوئی احساس بے چین کر گیا تھا۔۔۔

اُسکا نایاب موتی کسی غیر کی نگاہ میں تھا۔۔۔

جبروت کی نظر اوپر اُٹھی تو آہل کی دُرّے کی جانب تکتی پُرشوق نگاہوں سے اُسکا دماغ اُبلنے لگا۔۔۔

وہ تیزی سے پلٹ کر سیڑھیوں پر گویا بجلی بن کر چڑھتا چھت پر موجود آہل کے سر پر نازل ہوا تھا۔۔۔

"کیا کر رہے ہو تُم اِدھر؟" جبروت کی بارعب گرجتی آواز سے آہل کا دل حلق میں اٹک گیا۔۔۔

"کک کچھ نہیں بھائی وہ یونہی یہاں کھڑا تھا"
ہکلاہٹ میں وہ ٹھیک سے کچھ بول ہی نا پایا۔۔۔

" میں تمہارے یہاں یونہی کھڑے ہونے کی وجہ خوب جانتا ہوں۔آئندہ میں نے تمہیں یہاں بھٹکتے یا "اُن" پر نظر جمائے دیکھا تو مجھ سے پھر بد لحاظی کا شکوہ مت کرنا۔۔۔آیا سمجھ میں؟"
دانستہ طور پر دُرّے کا نام لیے بغیر" اُن" پر خاصا زور دے کر جبروت نے اُسکا گریبان پکڑ کر متنبہ کیا تو ہمیشہ سوبر سے متحمل اور بردبار ،نرم مزاج اور نیک دل خوبصورت شخصیت کے انسان جبروت کو پہلی مرتبہ یوں جارحانہ انداز میں دیکھ کر آہل کا حلق سوکھ گیا تھا۔۔۔

وہ فوراً وہاں سے چلا گیا جبکہ جبروت ایک لمبی سانس کھینچ کر خود کو کمپوز کرتا پھر سے نیچے آیا۔۔

مروان جو اپنی مما روحی کی گود میں بیٹھا تھا،جبروت پر نظر پڑتے ہی فوراً خوشی سے اُچھل کر ماں کی گود سے چھلانگ لگا کر اُترتے ہوئے دوڑتا ہوا آکر جبروت سے لپٹ گیا۔۔

"چاچو!آپ اتنا سارا وقت کہاں تھے؟میرے پاس کیوں نہیں آئے؟آئی یں نا مل کر دیکھتے ہیں چاچی کو"

مروان جوش سے چہکتا ہوا بولا۔۔

"مانی بچے ابھی آپ تھک گ ئے ہو نا۔۔۔ان شاء اللہ کل چاچو آپکے ساتھ خوب کھیلیں گے۔فلحال میرا ایک کام کروگے؟"

جبروت نے پنجوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھ کر اُسے خود سے لگاتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہاں مگر میری چاکلیٹس اور ٹوئیز مجھے بروقت پہنچنا شرط ہے پھر ہر کام کرونگا جو بولیں گے۔۔۔ایسے مفت میں نہیں"

مروان نے اپنی شرط رکھ دی تو جبروت ہنس پڑا۔۔۔

"جو چاہیے مل جائے گا کل بلکہ آج رات۔۔۔جاکر چاچی اور آنی سے کہو وہاں سے ہٹ جائے۔۔۔"

جبروت نے اُسکا گال تھپتپا کر نرمی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر پلٹتے ہوئے پہلے ردا کے پاس گیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کے بعد دُرّے کے پاس جاکر اُسکا دوپٹہ کھینچا تو وہ مسکراتی ہوئی اسکی طرف جھکی۔۔۔

"چاچی! چاچو کہہ رہے ہیں کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں"

مروان کی بات پر اُسنے سیدھے ہوکر سامنے دیکھا تو جبروت کی سِلور گرے آنکھوں میں عجب سے تاثر سے وہ جھرجھری لیکر رہ گ ئی۔۔۔

جبروت نے مبہم سے اشارے سے اُسے مزید رقص نا کرنے اور وہاں سے ہٹ جانے کا کہا تو اُسنے پلکوں کی جُنبش سے اثبات میں اشارہ کیا اور لڑکیاں جو اسکے خوبصورت رقص پر دل کھول کر ہوٹنگ کرتے ہوئے اُسے سراہ رہی تھیں،اُنکی لاکھ ضد کے باوجود وہ ردا کے ہمراہ وہاں سے ہٹ کر سائیڈ پر کھڑی ہوگئی۔۔۔

زارا تو مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھ رہی تھیں جبکہ ساحرہ اور گیتی سمیت ونیزہ کو دُرّے کا یہ اطمینان ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔۔

جبروت بھی مڑ کر دروازے سے باہر چلا گیا۔۔۔

اسکے اندر باہر میں عجب سی بے سکونی رچ بس گئی تھی۔
کچھ تھا جو اسکی تیز چھٹی حِس کو بے چین کررہا تھا۔۔۔

جاری۔۔۔۔۔

* * * * * * * * * * *

(اوجِ عشق)

میر رئیسانی حویلی،زیارت،بلوچستان:

مہندی کے اپنے اختتام کو پہنچنے کے بعد قریبا رات کے گیارہ بجے سب مرد مہمان اپنی آرام گاہوں میں چلے گ ئے تو ہجرے میں صرف اشف،حیدر،بابر اور جبروت ہی رہ گ ئے۔۔۔۔

حیدر نے کچھ توقف کے بعد بابر کو مخاطب کرکے بات شروع کی تو جبروت خاموشی سے وہاں سے اُٹھ گیا تاکہ بڑے اپنی بات کھل کر کر سکیں۔۔۔

حیدر نے بابر سے ردا کی باقاعدہ رُخصتی کی خواہش ظاہر کی تو وہ بخوشی رضامند ہوگ ئے مگر خوشیوں کے اس سماں میں اشف رئیسانی نے جو بات حیدر رئیسانی کو بتائی تو گویا ماحول پر سکوت سا چھا گیا اور حیدر رئیسانی کے خوبصورت نرم سے نقوش یکلخت سنجیدگی میں ڈھل گ ئے۔

دوسری جانب جبروت ہجرے سے نکل کر حویلی کے اندر جارہا تھا جب مدھر سی گھنٹی بجنے پر اپنے جیکٹ کی اندرونی جیب سے اپنا فون نکال کر دیکھا تو اپنے لاڈلے چھوٹے بھائ،رازدار،ہمدم اور بے پناہ

گہرے محبوب دوست ضبور کی کال دیکھ کر اسکے بے تاثر چہرے پر بڑی پیاری مسکراہٹ اُبھری تھی۔۔۔

کال ریسیو کرکے اُسنے فون کان سے لگایا تو دوسری جانب ضبور کی چہکتی ہوئی آواز کانوں میں پڑی۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اَللہِ وَبَرَکاتُہُ ادا جانی! کیسے ہیں میرے دلبر جان پہ ما گران(مجھے بہت عزیز)؟"

"وَعَلَیکُم السَّلَام وَرَحمَۃُ اَللہِ وَبَرَکاتُہُ . شکریہ اتنے احترام پر تو میری آنکھیں ہی بھر آئی یں۔ڈفر! تُو کب سے مجھے ادا جان کہنے لگا یا مشن میں سر پر کوئی وزنی چیز آکے لگی ہے جو یوں بہک گیا؟اور یہ مِکس اُردو-پشتو زبان کب سے لبوں کو آلگی ہے؟"
جبروت دھیرے سے ہنس کر کہتا حویلی میں داخل ہوکر اب سیڑھیوں پر چڑھتا اپنے بیڈروم میں جارہا تھا۔۔۔

اسکے روم کے عین سامنے دوسری منزل پر واقع ردا اپنے کمرے کے دروازے میں دُرّے کو زبردستی دبوچ کر اپنے ساتھ کھڑا کیے دلچسپی سے سیڑھیوں پر چڑھتے جبروت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"ہائے میں صدقے واری اپنے بھائی کے کتنے سوہنے لگتے ہیں یوں مدھم سا ہنستے ہوئے۔۔۔بڑی تُو کیوں ایسی بے مروّت کھڑی ہے جا نا اُنکے پاس۔اتنے وقت وہ جان بوجھ کر تیرے پاس نا آئے کہ تُو اچھے سے ہر لمحہ انجوائے کرلے(کچھ حضرات کے ناک بھوں چڑھانے کے باوجود) مگر اب تُو بھی کچھ باذوقی دکھا۔۔جا اپنے "اُن" کے پاس۔۔۔یقیناً تمہارے منتظر ہونگے مگر مجال ہے جو کبھی ظاہر کرلیں۔۔۔اسی لئے اُنکی جگری یار گڑیا ہونے کے ناطے میرا فرض بنتا ہے کہ اُنکے دل کی زبان سمجھ جاؤں (جو کہ بنیادی طور پر تیرا فریضہ ہے) اور تجھے اُنکے پاس بھجوادوں"

ردا نے پاس کھڑی دُرّے کا کان اُنگلیوں سے کھینچ کر منہ کے قریب لے جاتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔

"سب سے پہلے تو تم ہمیں آزاد کرو اوّل فریضے کے طور پر۔۔۔یہ کیا ہم اُلوؤں کی طرح رات بھر جاگتے رہینگے(ہائے ہمارا دوست ہیری) اور دن۔۔۔دن کو بھی صبح سے لیکر رات تک پلک نہیں جھپکنی۔۔۔ویسے بھی اتنی رات گئے ہم اُنکو ڈسٹرب کرنے نہیں جارہے دیکھ رہی ہو نا اپنے فرینڈ سے بات کررہے ہیں"

دُرّے نے منہ بنا کر اپنا کان چھڑانا چاہا۔۔۔

"محترمہ دن کے وقت تو تم خود تتلی بنی دادو،بڑی امّی اور آنی کے ہر حکم پہ سر تسلیم خم پوری حویلی میں اونچی اُڑان بھرتی رہتی ہو اور پلکیں نا جھپکنے کے شکوے ہم سے؟آفرین ہے تمہاری عقل پر بیگم نایاب جو یہ بھی نا جانے کہ دراصل آپکے" اُن " نے تو رب کے بعد ہم تینوں اور اذرنگ ادا جان

کے سوا کسی کو دوست رکھا ہی نہیں تو یہ ن ئے حضرت کہاں سے آٹپکے؟اور یہ ڈسٹربنس کی بات تو تم نا ہی کرو کیونکہ اک تمہارے نا ہونے سے ہی اس خاموش انسان کی ذات کے سمندر میں طلاطم برپا ہوتا ہے۔۔۔"

ردا اُسے خوب لتاڑتے ہوئے اب اپنے ساتھ کھینچ کر جبروت کے روم میں لے جانے لگی۔۔۔

"ہیر! دادو نے دیکھ لیا نا تو ہمارا قتل تو پکّا۔۔۔ تمہیں بھی چوراہے پر لٹکادیں گی"

دُرّے منمنائی۔۔۔

"نیک کام میں شہید ہونے سے کوئی ڈر نہیں۔۔۔۔"

ردا لاپرواہی سے بولی۔۔۔

"مگر انکے ہرٹ ہونے پر دل تو جلے گا نا۔۔۔پلیز ہیر کل چلے جائیگے ابھی نہیں"

دُرّے نے اُسے ٹالنا چاہا۔۔۔

"واہ بہت خوب۔۔۔میرے ادا جان کی شرعی حق حلال کی دل کی راجکماری رات کو یوں چھپکے انکے پاس جانے سے ڈرتی ہے اور دن دیہاڑے یوں سرعام سب کے سامنے اپنے "اُن" کے پاس جانے کی بات کررہی ہے آئی بڑی طرّم خان۔۔۔چھپ کر کے چل میرے ساتھ"

ردا ملامتی لہجے میں کہتی اُسکی ایک نہیں سُن رہی تھی۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہیں جارہے ہیں نا ہاتھ تو چھوڑو کھینچ کھینچ کے لمبا کردو گی "
دُرّے نے اُسے بہلانا چاہا۔۔۔

"تمہارا کوئی بھروسہ نہیں ایسے کئی گھپلے کرچکی ہو تم میرے ساتھ۔۔۔ہر بار بیوقوف بننے کا ٹھیکہ نہیں لیا میں نے"
ردا جل کر بولی۔۔۔۔

"ہیر وہ دیکھو ونیزے آرہی ہے" دُرّے نے سرسراتی سرگوشی کی۔۔

"تو؟ آتی ہے تو آئے۔۔۔اماں ہے وہ ہماری جو ہم اُس کے ڈر سے راستہ بدلیں؟"
ردا نے ناک چڑھا کر کہا۔۔۔

"بڑی سمجھا کر نا۔۔۔خواہ مخواہ کی مدبھیڑ سے بدمزگی پیدا ہوگی اور تمہارا ہمیں شیر شاہ کے پاس بھجوانے کا پلان چوپٹ۔۔۔فلحال چلتے ہیں جب وہ چلی جائے تب بالکنی کے راستے چلے جائینگے شاہ کے پاس"

دُرّے آہستگی سے تجویز دی۔۔۔

"کمینی !بڑی چھپی رُستم نہیں نکلی تُو؟اتنا دماغ چلتا ہے تیرا؟مینّو خیال وی نا آیا اس گل دا"
ردا نے آنکھیں دکھا کر کہا۔۔۔

"خود کو ٹرین کررہے ہیں نا تاکہ ایک ماہ بعد تمہاری بھی ایسی ہی دُرگت بنوا سکیں جس طرح تم ہماری جان نہیں بخش رہی۔ تمہیں اپنے ادا جان کی پروا ہے نا تو ہمیں بھی اپنے باہی ادا جان کی ٹھیک ٹھاک پروا ہے آخر کو انکا بھی دل ہے دیوانہ سا"
دُرّے نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے آنکھ ماری تو ردا کا منہ ہی کھل گیا۔۔۔

"اللہ کتنی بے شرم ہو تم" ردا نے اُسکے کندھے پر دھموکا جڑا۔۔۔

"صحبت کا اثر ہے حبیبی" دُرّے بے نیازی سے شانے اُچکا کر بولی۔

ونیزہ کے قدموں کی نزدیک آتی آہٹ پر ردا مزید حساب برابر کرنے کا ارادہ ملتوی کرکے دُرّے کیساتھ فوراً وہاں سے کھسکی تھی۔
فلحال اُنہیں ونیزہ سے منہ ماری کرکے اپنا موڈ کھر کھرا نہیں کرنا تھا۔

جبروت کو خود پر کسی کی مرکوز نظریں محسوس ہوئی تھیں مگر وہ مڑے بغیر سیدھا اپنے روم میں داخل ہوا اور دور کہیں ونیزہ کا دل چھریوں میں پرو گیا تھا۔۔۔

"بھئی احترام کے کیا کہنے برادرِ محترم وہ تو ہم دل ہتھیلی پر سجا کر کرتے ہیں آپکا"
ضبور شرارت سے بولا۔۔

"جسے عرفِ عام میں مکھن لگانا کہتے ہیں "
جبروت نے مسکراہٹ دبائے کہا۔۔۔

ہاں ہاں اُڑالو مذاق۔۔۔یہیں تو کرتے ہو تم اور تمہاری وہ لاڈلی ہیر میڈم میرے ساتھ لیکن کیا کیا جائے عادت سے مجبور ہو نا۔۔۔مگر دیکھ لینا بہن میرے پاس بھی ہے۔اُسکے ذریعے تمہاری تو اچھی دُرگت بنواؤ نگا۔۔۔بس مجھ غریب پر ہی شیر ہو تم دونوں۔۔۔تب مانوں گا جب پٹھانی حشر کرے گی دونوں کا۔۔۔یہ مکس اردو ہم دونوں بہن بھائی بولتے ہیں آپس میں تمہیں کیا تکلیف؟ پٹھانی سے یاد آیا لالے! دل کا موسم کیسا ہے؟ ویسے میری رائے کے مطابق تو جتنا تُو ٹیڑھا ہے ویسے ہی ٹیڑھی تیری جیون کی ڈگر بھی ہے۔ہائے میری معصوم گڑیا کس کے پلّے پڑ گ ئی؟۔"
ضبور منہ بنا کر کہتے ہوئے آخر میں ہنسا۔۔۔

"کیا ٹیڑھا میڑھا ٹھیک ٹھاک ہی تو ہوں۔ایویں تم نے رابی کے دماغ میں یہ خرافات بھر دی ہیں۔"
جبروت اپنی جیکٹ اُتار کر صوفے پر ڈالتا ہوا بولا۔

"بس کر۔۔۔جانتا ہوں اچھی طرح کتنا سیدھا ہے تُو!تُو جو ہے نا دعا کر کہ یوں ہی گمنام رہے ورنہ تباہی بکھیر دیگا اور میں نے کب اسکے کان بھرے ہیں وہ خود اتنی سیانی ہے ہر چیز آبزرو کرتی ہے۔جیسی وہ ہے مجھے نہیں لگتا کہ اسکے دادو اور آنی کیساتھ کچھ سادہ ٹشن ہونگے نہیں؟"
ضبور نے چنداں اسکی بات پر کان نہیں دھرا۔

"کچھ بھی سادہ نہیں ہوتا اس دنیا میں۔۔۔ہر گرہ اپنے اندر اک پیچیدہ فلسفہ لیے ہوتی ہے۔کچھ بخت آور انسان اگر بخت کے دھنی اور قدرت کی مدد کے زیر اثر یہ گرہیں سلجھانے میں سبقت پاجائیں تو اپنے ہم عصر و ہم ہمروں سے زیادہ عمر رسیدہ دکھائی دیتے ہیں۔کتنے سال مومی نے انکے سنگ جیسے دلوں کو موم کرنے کی کوشش نہیں کی ہے مگر اب جاکر جب انکے دلوں کے سنگ میں مومی کیل ئے ذرا سی دراڑ پڑ گ ئی ہے،وہ انکے دلوں میں جگہ بنا پائی ہیں تو آج بھی کہیں نا کہیں وہ مومی کی ذات کو نشتروں کی زد میں لا ہی دیتے ہیں۔ہوسکتا ہے قدرت نے مومی کے ذریعے نا سہی رابیل کے ذریعے ہی انکے دلوں میں اُلفت بھرنے کا ارادہ کرلیا ہو۔یقیناً اللہ رب العزت کے سوا کوئی بھی دلوں میں دنیا جہاں کی دولت لُٹا کر بھی محبت پیدا نہیں کرسکتا"

جبروت انتہائی سنجیدہ لہجے میں بولا تو دوسری جانب ضبور خاموش سا ہوگیا۔۔۔

"جاہ! سب خیریت؟" چند لمحے توقف کے بعد ضبور نے دھیرے سے کہا۔۔۔

"مولا کا شکر ہے۔تم سُناؤ مشن صحیح سرانجام ہورہا ہے نا؟"
جبروت نے اطمینان سے کہا تو دوسری جانب ضبور سر جھٹک کر مسکرادیا۔
اسکا بھائی کبھی اپنا آپ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا مگر واحد دُرِّنایاب عدن تھی جسکے سامنے وہ مضبوط اور سخت جاں انسان ہار جاتا تھا۔

" ALHAMDULILLAH majority of sleeper cells have now been in captivity & mission is now also in the very final phases buddy"

ضبور نے پُرجوش اطلاع دی تو جبروت کے سرشار ہوتے دل نے بے اختیار بھائی اور اسکے ساتھیوں کیلئے سلامتی اور کامیابی کی دعا مانگی تھی۔

ابھی ضبور سے فون پر باتیں ختم کرکے اسنے فون کان سے ہٹایا ہی تھا کہ بالکنی کی جانب سے کچھ کھسر پھسر سُن کر الرٹ ہوا تھا مگر جلد ہی وجہ سمجھ کر مبہم سا مسکراتا فون بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ڈریسنگ روم میں گھسا تھا۔۔۔

جبروت کے روم کی بالکنی چونکہ عقبی جانب پائیں باغ میں کھلتی تھی۔اسلئے ردا دُرّے کو لیے اُس طرف آئی اور بالکنی کے بلکل نزدیک والے اونچے درخت کے شاخوں پر پیر جماتی درخت پر چڑھ کر دُرّے کیساتھ ملحق بالکنی میں کودی تھی۔۔۔۔

آدھے چاند کی ملگجی روشنی میں باغ میں سر اُٹھائے سر و قد پیڑوں کے عجیب سے ہیولے دل ڈوبا رہے تھے مگر وہ دونوں کب ڈری تھیں جو اب ڈرتیں۔

اعلیٰ نسل کے چوکس اور خونخوار محافظ کتے بھی وہاں سے ذرا فاصلے پر لان میں کھلے عام گشت میں مصروف تھے جبکہ محافظ اور چوکیدار وغیرہ بھی پورچ سے ذرا فاصلے پر آتشدان میں سُلگتی لکڑیوں سے پیدا ہوتی گرمائش سینکھتے ہوئے گپ شپ میں مشغول تھے۔

باقی سارے تھکے ماندے اپنے اپنے کمروں میں سوئے ہوئے تھے۔

مروان جو کہ ابھی تک سویا نہیں تھا۔کمرے کی کھڑکی سے اُسنے دو نسوانی سایوں کو پیڑ پر چڑھتے دیکھا تو چیخنے ہی والا تھا جب مدھم روشنی میں کسی کی دمکتی ہوئی فیروزی آنکھیں دیکھ کر ہنس پڑا۔۔۔

"یہ چاچی اس وقت یہاں ایسے؟" وہ خود سے بڑبڑایا تھا۔۔۔

"مانی آکر سوجاؤ بیٹا " روحی نے کوئی بیسیویں دفعہ اُسے آواز دی تو اس بار وہ اپنی دھما چوکڑی چھوڑ کر ماں کے پاس سونے چلا گیا۔

"ہیر کیا کررہی ہو۔۔۔بھائی کے پاس بھجوانا ہے یا اللہ جی کے پاس؟اتنا تو آگ ئے اب تو چھوڑ دو جارہے ہیں نا ہم "
ردا کے کھینچنے سے دُرّے کے دوپٹے کا کونہ بالکنی میں لٹکتی شاخ میں پھنس گیا تھا۔۔۔

"تمہارا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ابھی میں چھوڑ دوں اور تم پر لگا کے اُڑ جاؤ۔تمہیں تو موقعہ چاہیے ادا جان سے بھاگنے کا۔۔۔کھا تھوڑی جائی نگے تمہیں۔"
ردا نے ڈپٹ کر اسکا دوپٹہ شاخ سے آزاد کرتے ہوئے اُسے روم کے اندر دھکیلا تو وہ ڈگمگاتی ہوئی بڑی دقت سے خود کو سنبھالتی بالکنی سے روم کے اندر آئی۔۔۔

جبروت اُسے دیکھ چکا تھا مگر مسکراتے ہوئے قصداً خاموش رہا۔۔۔۔

دُرّے نے ارد گرد دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔لمبی پُرسکون سانس بھرتے ہوئے وہ خود کو کمپوز کرتی اب روم کا جائزہ لینے لگی جو بلاشبہ آرکیٹیکچر اور اعلیٰ ذوق کی ایک شاہکار تھی۔
در و دیوار اسکے مکین کے جیسے خاموش اور گہرائی میں ڈھلے تھے۔

اپنی محویت میں کچھ وقت بعد اُسے ڈریسنگ روم کی جانب سے کوئی دروازہ کھلنے کا کھٹکا محسوس ہوا تو فوراً کھڑکی میں گھس کر پردے کے پیچھے چھپی تھی۔

جبروت اپنے گیلے بال ٹاؤل سے سُکھاتا باہر نکلا تو کمرے میں اُسی دُشمنِ جاں کی مانوس خوشبو محسوس کرکے مسرور سا ٹاؤل ٹیبل پر ٹکا کر اب اُسے تلاشنے لگا جبکہ بالکنی کھلی ہونے کے سبب نرم خنک ہوا کمرے کے اندر آتی کھڑکیوں کے پردے ہلارہی تھی۔

اندازہ تو اُسے پہلے ہی تھا کہ وہ کہاں ہوسکتی ہے مگر جان بوجھ کر اُسے چڑانے کیلئے یونہی کمرے میں گھومتا اُسے ڈھونڈتا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔

دُرّے کا تو دل اسکے قدموں کی ہر دھمک کیساتھ اُچھل پڑتا تھا۔

"اگر شیر شاہ نے ہمیں یوں ایسے یہاں دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے؟اُف اللہ جی بچائیں اس ہیر کا تو حشر بگاڑنا ہے ہم نے کل یہ کہاں پھنسادیا۔"
وہ خود سے بڑبڑائی تو جبروت کیلئے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔۔۔

وہ دبے قدموں چلتا ہوا عین پردے کی اوٹ میں چھپی دُرّے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔۔

دبیز پردوں میں اسکا جھنجھلایا سا چہرہ دیکھ کر وہ مسکرائے بنا رہ نہیں سکا۔۔۔

"خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں"

گھمبیر لہجے میں کہتے جبروت نے ہاتھ بڑھا کر پردے کے پیچھے اُسکی کلائی قریباً دبوچی تو دُرّے کا حلق کو پہنچا دل وہی اٹکا رہ گیا۔۔۔

جبروت نے اُسے ہلکا سا کھینچ کر باہر نکالتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا کر کے اسکی کلائی کمر کی پشت سے لگادی۔

دُرّے گڑبڑائی سی اُسے ہی دیکھ ہی نہیں پا رہی تھی۔
گھنگریالی لٹیں الگ سے چہرے پر دراز ہوتی اُسے پریشان کر رہی تھیں۔
اُسے جی بھر کر ردا پر خوب تاؤ آیا تھا۔۔۔

"محترمہ! درختوں پر چڑھنے کی تربیت نے آج تو بڑا تگڑا فائدہ دلوادیا۔یوں بندریا بن کر بالکنی میں کودنے اور پھر بھوتنی کی طرح اندھیرے میں بھٹکنے سے اچھا نہیں تھا انسانوں کی طرح دروازے پر مہذب سی دستک دے کر آجاتی۔"

وہ جو اپنا ہاتھ اسکے مضبوط ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہوگئی تھی،جبروت کے مسکراہٹ دبا کر کہنے پر مزید خجل ہوگئی۔

"ہہم کک کیونکر بھلا۔۔۔ہم تو آ ہی نہیں رہے تھے یہ تو ہیر نے زبردستی بھجوادیا" وہ گڑبڑا کر جلدی سے بولی۔

"کیوں نہیں آرہی تھی؟کھا تھوڑی جاؤنگا جو تم مجھ سے بھاگنے کو بہانے مانگتی ہو۔" جبروت اسکی ہڑبڑی سے لطف اندوز ہوتا شریر سنجیدگی سے بولا۔

دُرّے نے اسیر دام بلبل کی مانند بے بسی سے اُسے دیکھا۔

"بھروسہ بھی نہیں ہے آپکا۔۔۔کھا ہی جائیں کیا پتہ؟انسانوں کی غذا تو آپ کی زباں کو چڑھی ہی نہیں کبھی۔"

وہ جل کر بولی تو وہ ہنسی ضبط کرگیا۔

"ڈونٹ وری جب چٹ کر جانے کا ارادہ ہو گا تب بڑے اہتمام سے تمہاری باربی کیو بنوا کر اُن سے شکم سیر ہو جاؤ نگا۔اب ایسی شہد غذا کھا کر بھری جوانی میں شوگر کا روگ تھوڑی پالنا ہے بلکہ خوب مرچ مسالحہ لگا کر چٹخارے دار تکّوں کے مزے اُڑانے ہیں نہیں؟"

جبروت آج مکمل طور پر غیر سنجیدہ ہو کر اُسے چڑا رہا تھا۔۔۔

دُرّے کا تو منہ ہی کھل گیا۔۔۔

"مومی! جلدی آئیں خون آشام بن چکے ہیں آپکے صاحبزادے اب انسانی گوشت کے تکے بنوا کر کھاتے ہیں"

دُرّے نے گویا الارم ہی بجادیا۔

"شش خاموش! دیوانی ہو گئی ہو؟پہلے تو تم اس بات پہ ذرا روشنی ڈالو کہ یوں چوری چھپے بالکنی کے راستے کیوں آئی ہو؟"

جبروت نے دوسرے ہاتھ سے اسکا گال ہلکا سا کھینچ کر خاموش کرواتے ہوئے پوچھا۔

"دادو کی خاطر نہیں آئے تھے دروازے سے۔"

دُرّے نے سر جھکائے دھیرے سے کہا۔۔۔جبروت کو البتہ سُن کر حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"تو بالکنی سے کود کر کمرے میں گھس آنے سے انکی خاطر مدارت ہوگئی؟"
جبروت نے بھنویں اچکا کر کہا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔وہ خفا ہوتی ہیں نا ہمارے آپکے پاس آنے سے۔ہم انکو بلاوجہ ہرٹ کیوں کریں؟ پہلے ہی وہ بہت ناراض ہیں۔"دُرّے نے شکایتی نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میرے پاس نا آنے دینے سے اُنہیں کتنا بڑا گناہ لگتا ہے اسکے آزار کا ہی سوچ لو محترمہ۔۔۔انکے ہرٹ ہونے کی پرواہ ہے گنہگار ہونے کی نہیں۔؟"
جبروت مسکراہٹ دبائے بولا تو دُرّے نے اُسے تُند سے گھورا۔

"قطعی نہیں۔۔۔ایسی بات نہیں ،اس سے انکا کوئی واسطہ نہیں ویسے ہی ہم خود بھی یہاں نہیں آنا چاہ رہے تھے۔"
وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"کیوں نہیں آنا چاہ رہی تھیں آپ؟" وہ دلچسپی سے اُسکے موڑے گئے اَدھ رُخ کو دیکھ کر بولا۔

"اسلئے کہ یہ آپکا روم ہے" بڑے سادہ انداز میں گویا ذاتی پرائیویسی کا عذر پیش کیا گیا تھا۔

"اور میں کس کا ہوں؟" آبرو اُٹھائے جبروت کے تپش زدہ سے لہجے نے اُسے ایک پل کیلئے ساکت سا کر دیا تھا۔

خاموش نظریں اُٹھا کر اُسنے جبروت کو دیکھا تو اسکی آنکھوں میں عجب سے پُراسرار مبہم سے تاثر کو دیکھ کر فوراً نگاہیں جھکالیں۔

"ہزار بار مرنا چاہا نگاہوں میں ڈوب کر ہم نے فراز
وہ نگاہیں جھکالیتی ہے ہمیں مرنے نہیں دیتی "
جبروت پھر سے ایک جذب کی سی کیفیت میں بولا تو دُرّے کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے لگا۔

جبروت نے اُسکی بے چینی محسوس کر دھیرے سے اُسکا ہاتھ کمر کی پشت سے ہٹایا اور یونہی نرمی سے تھامے ہوئے لے جاکر بیڈ پر بٹھادیا۔

خود وہ خاموشی سے آکر اُسکی گود میں سر رکھ گیا۔
دُرّے آج اسکے برتاؤ پر حیران ہوئے جارہی تھی۔

نا کبھی وہ یوں غیر سنجیدہ و بے تکلف ہوا کرتا، نا کبھی ایسے بے خودی کا مظاہرہ کرتا اور نا ہی کبھی وہ سویا تھا کجا کہ اس کی گود میں سر رکھ کر سونا۔۔۔

آج اُسے جانے کیا ہوگیا تھا۔۔۔دل درد میں تھا اور درد کا درماں پاس تھا تو وہ رہ نا پایا۔

"شیر شاہ! آپ ٹھیک ہیں نا کیا ہوا ہے؟"
دُرّے کو یک دم اسکی خاموشی سے تشویش ہوئی تھی۔

"میں بس سونا چاہتا ہوں رابیل۔۔۔سر دُکھ رہا ہے تھوڑا سا(اور دل بھی۔۔۔جانے کیوں؟)"
وہ مدھم آواز میں بولا۔۔۔آخری بات دل میں ہی چھبن سی دفن رہ گ ئی۔

دُرّے کا دل عجیب سے انداز میں ڈر سا گیا تھا۔

اپنے نرم ہاتھوں کا پورا زور اُسنے جبروت کا سر دبانے پر لگادیا تھا۔
کچھ دیر بعد جبروت نے اُسکی ایک ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ کر دوسری کو اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ بھی اسکے ہاتھ کے اوپر رکھ دیا۔

دُرّے بس خاموش محبت سے چور نظروں سے اُسے دیکھتی جانے کب غنودگی میں چلی گ ئی تھی اور جبروت جو محض آنکھیں موندے ہی لیٹا تھا،دُرّے کی خاموش سانسیں محسوس کرکے آنکھیں کھولتے ہوئے دھیرے سے سر اُسکی گود سے اُٹھایا اور اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھاکر دبے قدموں اپنے روم سے سیدھا ردا کے روم میں آکر دُرّے کو سوئی ہوئی ردا کے برابر میں لٹا کر دونوں پر کمبل برابر کیا اور پھر دُرّے کے ماتھے پر اپنے احترام اور دیوانگی کی تپش سے سُلگتے لبوں کے نشاں چھوڑ کر اسکے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے وہ خاموشی سے واپس اپنے روم میں چلا آیا تھا۔۔۔

"کوئی تو بات ہے اُس میں فیض
ہر خوشی جس پہ لُٹادی ہم نے"

بالکنی میں کھڑے ہوکر چاند کو تکتے ہوئے وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔۔۔

✿✿✿✿

اگلے تین دن لگاتار میر رئیسانی حویلی کے در و بام نے اپنے کڑیل سپوت اذرنگ رئیسانی کی شادی کا خوب جشن منایا تھا۔۔

چوتھے دن صبح سویرے نماز کے بعد جبروت حویلی کے بیک یارڈ میں بنے شوٹنگ رینج میں دُرّے کیساتھ کھڑا اُسے گنز چلاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

یہ جگہ حویلی کی پُرشکوہ عمارت سے کافی فاصلے مگر احاطے کے اندر تھی۔۔۔

تاہم یہاں سے بہت ہی ہلکی آواز حویلی میں سُنائی دیتی تھی۔۔۔
شوٹنگ رینج کے علاوہ ایک طرف گھوڑوں کا اسطبل،گھنے پیڑوں،پودوں،پھلوں اور پھولوں کے باغ کیساتھ ایک فارم بھی تھا جس میں ایگریکلچرل ایکٹیویٹیز کیساتھ انواع کے فالتو جانور بھی موجود آزاد خوش و خرم پھرتے رہتے۔۔۔

دُرّے ایک بھاری لوڈڈ فکسڈ مشین گن سے بڑی مہارت کیساتھ سامنے لگی نشانہ بازی کے بورڈ کو داغتے ہوئے آدھی میگزین خالی کر چکی تھی۔۔۔
بورڈ پر مزید جگہ بچی نہیں تھی اسلیے اسنے مزید اسے داغنے کا ارداہ ملتوی کر کے گن سے ہاتھ اُٹھا لیے اور جبروت کو دیکھا تو جواباً اُسنے انگوٹھے کا نشان دکھا کر سراہا۔۔۔

اسی اثنا میں جبروت کے فون پر کوئی کال موصول ہوئی تو سکرین دیکھتے ہوئے وہ دُرّے کو اشارہ کر کے فون کان سے لگاتا وہاں سے تھوڑے فاصلے پر چلا گیا تاکہ دُرّے اپنی مشق بنا دقّت کر سکے۔۔۔

اِدھر آہل جو غائب دماغی سے حویلی آتے ہوئے بے خیالی میں اس طرف نکل آیا تھا۔
وہ تو شکر تھا کر دُرّے نے اُسے بروقت دیکھ لیا ورنہ تو وہ ابھی تک اسکی فائیرنگ کی زد میں آچکا ہوتا۔۔۔

دُرّے فوراً گن چھوڑ کر تیزی سے اُس کے پاس آئی تھی۔۔۔

"ہم معافی چاہتے ہیں آپ ٹھیک ہیں نا کہیں لگی تو نہیں؟"
اپنے ازلی نرم انداز میں دُرّے فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔۔۔
آہل اسکی آواز پر اپنی بے خیالی سے باہر آیا تو اُسے سامنے دیکھ کر دل پھر سے ڈگمگایا تھا مگر جبروت کی وہ تنبیہہ آج بھی اُسے ازبر تھی۔۔

"جی میں ٹھیک ہوں، غلطی میری ہے۔آپ سوری کیوں کررہی ہیں ؟"
آہل نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"آپ کو کچھ ہوجاتا تو ہم مر کر بھی خود معاف نہیں کرپاتے۔ہماری مشق آپ سے بڑھ کر قیمتی تو نہیں ہے نا"
دُرّے مسکرا کر سادگی سے بولی تو آہل کا دل سرشاری میں ڈوبا تھا۔۔۔

دُرّے کو اندازہ نہیں تھا کہ اسکی یہ ہنس مکھ دوستانہ مزاجی آہل کو کس ڈگر پر موڑ رہی ہے۔۔۔

"ذرّہ نوازی ہے کہ آپ اتنی پروا بھی کرتی ہیں۔۔"

جبروت کو واپس آتا دیکھ کر آہل اپنی بات مکمل نہیں کرپایا۔۔۔

"چلیں جی خیال رکھیے گا اپنا۔۔۔"دُرّے کہہ کر واپس مڑتے ہوئے جبروت کے پاس آئی جسکی خاموش بے تاثر سی نظریں آہل پر جمی تھیں۔۔۔

بظاہر اُن پُراسرار سِلور گرے رنگ کی ان بے معنی نگاہوں نے بھی آہل کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑادی تھی۔۔۔

وہ تیزی سے وہاں سے حویلی کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

جبروت نے اب ٹیبل پر ترتیب سے رکھے گ ئے چھوٹے بڑے گنز میں سے ایک سنائی پیر نکال کر دُرّے کو تھمایا اور خود اسکے پیچھے کھڑے ہوکر اُسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسکے ہاتھوں میں موجود سنائی پر سے سامنے لگی دوسری بورڈ کا نشانہ لینے لگا۔۔۔

بچپن کی بات اور تھی جب دُرّے بے تکلفی سے آکر کبھی اسکی گود میں چڑھ جاتی، کبھی اسکی گردن میں بازو حمائل کیے ہار کی مانند لٹکی ہوتی، کبھی اپنے کزنز سے چھپن چھپائی کھیلتے ہوئے آکر جبروت کی شال میں چھپ جاتی۔۔۔اکثر اوقات تو بے فکری سے اسکے بیڈ پر بھی سو لیتی مگر اب۔۔۔اب کہاں وہ بے فکریاں و بے نیازیاں باقی رہی تھیں۔

اب تو وہ جبروت کے قدموں کی ذرا سی دھمک پر ہی اُچھل پڑتی تھی۔سر سے اگر دوپٹہ ڈھلکا ہوتا تو فوراً ہڑبونگ میں وہ سر پر جما لیتی۔۔۔جبروت کے سامنے چہکنے والی اب اکثر خاموش ہی رہتی اور اسکی خاموشی سے وہ خوب چڑتا تھا۔۔۔وہ تو اپنی اُسی باتونی،شوخ و شریر رابیل کا دیوانہ تھا۔۔

دُرّے کے ہاتھ لرزتے ہوئے سنائی پیر پر گرفت مضبوط رکھنے کے چکر میں ہلکان ہوتے ریت کی طرح جبروت کے ہاتھوں سے پھسلتے جارہے تھے۔۔

• "رابیل! تمہاری ہر گرفت انتہا کی حدوں سے بھی مضبوط ہے اور ہر لمحہ ہونی چاہیے۔زندگی میں رب کے بعد ہم سے بڑھ کر ہمارے سوا کوئی نہیں سنبھال سکتا ہمیں۔۔۔کبھی اگر میں نا رہوں تو یہ ہاتھ ایسے ریت جیسے پھسلتے نہیں، بلکہ ہیرے جیسے سخت جان و بیش بہا مضبوط گرفت رکھنا جانتے ہوں"

• جبروت کے ازحد سنجیدہ انداز پر دُرّے کے ہاتھ گویا بے جان سے ہوگئے تھے۔۔

نظروں کے سامنے وہی کڑاکڑ درّے کا منظر لہرایا تھا۔۔

دُرّے کے ہاتھوں سے سنائی پیر چھوٹ کر گرنے لگی مگر جبروت نے اسکے ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔۔

نشانہ لیکر دُرّے کی ٹریگر پر جمی اُنگلی کے اوپر اپنی اُنگلی کا دباؤ ڈال کر اُسنے فائر کیا تو گولی سیدھا بورڈ کے درمیان میں سُراخ کرگئی تھی۔۔۔

جبروت نے دھیرے سے اسکے ہاتھ چھوڑے اور سنائپر اس سے لیکر ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسکے جھکے چہرے کو ٹھوڑی سے ہلکا سا چھو کر اُٹھاتے ہوئے اپنے سامنے کیا تو اسکی بڑی بڑی بلوری فیروزی آنکھیں نم تھیں۔۔۔

جانے کیوں جبروت کو کھودینے سے ڈرتے دل میں کھوئے ہوئے والدین کی یاد بڑی شدت سے اُمڈی تھی۔۔۔
حقیقت تو یہ تھی کہ مہر اور مہابت خان نا کبھی اُسے بھولے تھے اور نا ہی جبروت کو۔۔۔مگر دونوں ہی ایک دوسرے کی خاطر انکے ذکر سے گریزاں رہتے تھے۔۔۔۔۔

جبروت نے اسکا چہرہ اپنے بیحد ٹھنڈے ہاتھوں کے پیالے میں لیکر پتہ نہیں آنکھوں کی زبان سے کیا سمجھایا تھا کہ وہ نم آنکھوں کیساتھ ہلکے سے مسکرادی مگر اُسکے ٹھنڈے ہاتھوں کے لمس کے سبب جھرجھری سی لی تھی۔۔۔

جبروت نے اپنے ہاتھ ہٹا کر اپنی پسندیدہ عادت کے سبب اسکی چہرے کے گرد منڈلاتی گھنگریالی لٹ کھینچتے ہوئے اسکے گال پر ایک تھپکی دی اور اسکے ساتھ اب حویلی کیجانب بڑھنے لگا۔۔۔

اُن دونوں کو حویلی میں ساتھ داخل ہوتے دیکھ کر اندر سیڑھیوں پر اَذور اور ردا کیساتھ کھڑے آہل کا دل جلا تھا۔۔۔

دن بدن اُسکا جنون خطرناک انداز میں بڑھتا جارہا تھا جو صرف جبروت کو محسوس ہوا تھا مگر فلحال وہ آہل کو اپنی خاموشی سے مار رہا تھا۔۔۔

صحن میں اذرنگ اور ابیر زارا کیساتھ کھڑے ہنستے ہوئے باتوں میں مشغول تھے۔۔۔۔

دُرّے کو دیکھ کر ابیر نرمی سے مسکرائی تو وہ بھی جواباً مسکرا دی تھی۔۔۔

ردا دُرّے کو دیکھ کر جلدی جلدی سیڑھیاں اُترتی اسکے پاس آئی اور ابیر کو ہمراہ لیکر وہ تینوں حویلی کے بیک یارڈ میں چلی گ‌ئی‌یں جہاں باقی سارے کزنز بھی جمع ہوکر ہلّے گلّے میں مصروف تھے۔۔۔

اذرنگ اور جبروت دونوں ہجرے میں آئے تو وہاں اذرنگ کے میڈیکل کالج کے دنوں کے ک‌ئی کلاس فیوز اُس سے ملنے آئے ہوئے تھے۔۔۔۔

جبروت نے اُسکا کندھا دبا کر اُن کے پاس بھجوادیا جبکہ خود ہجرے سے باہر آیا تو حیدر رئیسانی کمر کی پشت پر ہاتھ باندھے ہجرے کی دیواروں سے لٹکتی ٹہنیوں پر سورج کی سُنہری کرنیں پڑتے دیکھتے ہوئے سنجیدہ خاموشی میں گھرے کھڑے تھے۔۔۔

جبروت قدم قدم چلتا ہوا آکر ایک قدم پیچھے انکے قریب کھڑا ہوگیا تو حیدر اسکے قدموں کی مانوس دھمک سُن کر بھی اپنے سنجیدگی کے زیر اثر ہی رہے۔۔۔

"بابا جان!" کافی وقت تک اُنہیں خاموش پاکر جبروت نے اُنہیں دھیمی آواز میں پکارا تو اپنے خول سے باہر آئے۔۔۔

"?Everything ok"

جبروت نے دھیرے سے پوچھا۔۔۔

"ہوں۔۔ہاں سب ٹھیک" انہوں نے اختصار سے کہا۔۔۔

"مصروفیت کے باعث نا خود معائنے کا موقع ملا نا ہی تم سے پوچھنے کا،پراجیکٹس بہتر طریقے سے ہورہے ہیں نا کب تک مکمل ہوسکتے ہیں؟"

انکے نارمل سے انداز میں بھی زیرک جبروت کو اضطراب نظر آیا تھا۔۔۔

"جی الحمَدُ لِلہ بہترین انداز میں پایہ تکمیل تک گامزن ہیں۔کوئٹہ والا پراجیکٹ تو پرسوں کمپلیٹ ہورہا ہے۔آپکو بتانے ہی آرہا تھا مگر آپ بزی تھے سو پوسٹ فون کردیا۔جبکہ باقی پراجیکٹس اگلے چند مہینوں تک مکمل ہوجائینگے ان شاء اللہ۔"

جبروت نے رسان سے بتایا تو کوئٹہ پراجیکٹ کے مکمل ہونے کی اطلاع پر اُنہوں نے اک آسودہ سانس لی جسے جبروت نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔۔۔

"واپس جانے سے پہلے نایاب کو بلوچستان ضرور گھمانا۔۔۔وعدہ کیا تھا اپنی بیٹی سے کہ اُسے اپنے علاقے کا حسن ،تہذیب اور تاریخ ضرور دکھائیں گے۔"

حیدر رئیسانی سامنے دیوار پر لٹکتی ٹہنیوں کو دیکھتے ہوئے ذرا سا مسکرا کر بولے۔۔۔

جبروت انکی بات پر کچھ ٹھٹکا سا تھا۔۔آج صبح سویرے سے ہی وہ اسکے اور دُرّے کے واپس جانے سمیت دُرّے کو بلوچستان گھمانے اور زیادہ وقت حویلی سے باہر رکھنے پر کم از کم تین چار دفعہ غیر محسوس انداز میں زور دے چکے تھے۔۔۔

جبروت کچھ دیر انکے ساتھ کھڑا باتیں کرنے کے بعد پھر اشف رئیسانی کے آکر حیدر کو اپنے ساتھ لیکر جانے پر خود بھی اذرنگ کو مطلع کرکے کوئٹہ کیلئے نکل گیا تاکہ وہاں رئیسانی فاؤنڈیشن کے زیر انتظام بلوچستان اور اسکے بعد سندھ اور پنجاب کے قحط سالی کے شکار علاقوں میں خوراک کی فراہمی بہم پہنچا سکے۔۔۔۔

✿✿✿

سہہ پہر کو تمام مہمانوں کی رُخصتی کے بعد اب اِکّا دُکّا انتہائی قریبی رشتدار مہمان خواتین حویلی میں پھر رہی تھیں۔۔۔

عشا٦ کی نماز اور ڈنر کے بعد حویلی کی عقبی جانب بنے خوبصورت ماربل کی سیڑھیوں پر دُرّے ردا کیساتھ بیٹھی تھیں جبکہ دیگر کزنز سیڑھیوں سے نیچے موجود خوبصورت اور وسیع لان کی گھنی سرسبز گھاس پر دوزانوں بیٹھی تھیں۔۔۔کچھ دُرّے اور ردا کے پاس ایک سیڑھی چھوڑ کر نیچے بیٹھی تھیں۔۔۔

جبروت ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔۔۔اسی اثنا میں زارا بھی بار بار آکر دُرّے پر ایک نگاہ لازماً ڈالتے ہوئے مطمئن واپس لوٹ جاتیں۔۔۔تادم ساحرہ اور گیتی نے دُرّے سے کوئی تلخ بات نہیں کی تھی۔

"نایاب! ہم نے سُنا ہے کہ محترمہ بڑی خوش الحان ہیں لہذا التجا پیشِ خدمت ہے اور عرض یہ ہے کہ ہمیں بھی ذرا اس سحر انگیزی سے فیضیاب کیجیے جس کی ہیر تعریفوں میں آسمان تک بلند قطب کھڑے کر دیتی ہیں۔۔۔"

اشف رئیسانی کی چھوٹی بیٹی اور نورین کی بہن کشمالہ نے ہنستے ہوئے دُرّے سے کہا تو اسنے ہلکا سا مسکراتے ہوئے ساتھ میں ذرا سا گھور کر ردا کو یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ ایسی ہی پھنساتی رہا کرو ہمیں ،یہی تو کام ہے تمہارا۔۔۔

ردا فوراً مسکراہٹ دباکر بلکل لاتعلق نظر آنے لگی۔۔۔

"ہماری آواز اگر اونچی ہوکر گھر کے بڑوں تک پہنچ گ ئی تو کوئٹہ میں چوراہے پر سرعام لٹک جائیں گے کشمی۔۔۔پھر کبھی صحیح بھوربن میں سُنادونگی جب تم وہاں آجاؤ"
دُرّے نے نرمی سے ٹالا تو کشمالہ کا منہ بن گیا۔۔۔

"صرف کشمی؟ارے بابا ہم سب پھر کیسے سُنیں گے؟ پھر تم ہاتھ آؤ نا آؤ ہم تو ابھی ہی سُنیں گے۔چلو شروع ہوجاؤ شاباش"

ردا کی کزن اور اشف رئیسانی کی بیٹی نورین جھٹ سے بولی تو دُرّے نے لاچاری سے ردا کو دیکھا۔۔۔

جواباً اُسنے اشارے سے مان جانے کا کہا۔۔۔

ساتھ میں ردا جبروت کو بھی میسج کر چکی تھی۔۔۔

"ادا جان سُنیے تو" جبروت جو کوئٹہ سے واپس زیارت آرہا تھا،فون پر مدھم سی پب سُن کر جب اسنے سکرین سامنے کیا تو اپنی سگی بہنوں سے بڑھ کر لاڈلی گڑیا ردا کا میسج پڑھ کر مسکرادیا۔۔۔

"سُنائیں جی۔۔۔کچھ چاہیے ہو تو جلدی بتائیں بس اب حویلی کے قریب ہی ہوں۔"ردا کو اسکا شگفتہ سا ریپلائے موصول ہوا۔۔۔

"اللہ اللہ ادا جان اب آپ کو میں اتنی مطلبی لگتی ہوں جو اپنی غرض کے علاوہ بھائی کو گھاس ہی نا ڈالے۔۔۔۔بھئی اک دم آپکے دل کی مراد ہے۔ابھی آپکی رابیل بس منہ سے پھول بکھیرنے ہی والی ہے۔۔۔سُن لیں۔"

رابیل کے نام پر دل ڈگمگایا تھا۔۔۔

"میڈم اپنی سہیلی سے کہیے ذرا ہاتھ ہولا رکھیں مجھے بھری جوانی میں شوگر کا مریض نہیں بننا۔" جبروت شرارت سے بولا تو ردا ہنس پڑی جس پر دُرّے نے اُسے حیرت سے دیکھا مگر سب لڑکیوں کے اصرار پر بالا آخر اُسے ہار ماننی ہی پڑی۔۔۔

ونیزہ تو اب اُس طرف جانا ہی گناہ سمجھتی جہاں دُرّے کی موجودگی کے ہلکے سے بھی آثار پائے جاتے۔۔۔
اس وقت بھی وہ بس حویلی کے لاؤنج سے گزرتی ٹیرس پر جارہی تھی جب عقبی جانب کے کورٹ یارڈ سے بڑی سحر آنگیز مدھم سی آواز سُن کر قدم خود بخود اُس جانب اُٹھنے لگے۔۔۔

وہاں جاکر جو دیکھا تو دُرّے بڑے جذب سے پشتو زبان میں وہ نغمہ گارہی تھی جو بچپن میں وہ اکثر بڑے شوق سے سُنتی تھی اور پھر شیر شاہ یعنی جبروت کو سُنایا کرتی تھی۔۔۔

بلوچ قبیلے رئیسانی کے افراد چونکہ پشتو زبان بولتے اور سمجھتے دونوں ہیں اسی لئے باقی سب کو بھی پشتو کے وہ بول بخوبی سمجھ آرہے تھے۔۔۔

ساحرہ جمال رئیسانی جو ڈنر کے بعد باقاعدگی سے حسبِ معمول واک کرتے ہوئے گیتی آرا٦١ اور فارینہ کیساتھ حویلی کے لان سے گزرتی اندر لاؤنج میں جانے کیلئے اس طرف آرہی تھیں،ان تینوں کے کانوں میں بھی شفاف بہتے جھرنوں سی یہ آواز پڑی تھی۔۔۔۔

"دُنیاگئی سومرہ خائستہ دہ

(دنیا کتنی حسین ہے)

دا پہ خہ خلکو دہ آبادہ

(یہ اچھے لوگوں سے آباد ہے)

چہ دا خوگ وطن دی راکڑو

(جو اتنا پیارا وطن دیا)

خدایا ستا لویہ رضا دہ

(اے اللہ تیری عظیم رضا ہے)

دا وطن زمونگ وطن دے

یہ وطن ہمارا وطن ہے

یَو پُر اَمنَ ترانہ یو

(ہم ایک پُر امن ترانہ ہیں)

مونگہ ھم دہ دے خاورے پاکستان یَوہ حصہ یو

(ہم بھی اس مٹی پاکستان کا حصّہ ہیں)

یُو ستوری دہ وطن پہ لوڑ آسمان باندے خوارہ یو

(ستارے ہیں وطن کے بلند آسمان پر بکھرے ہوئے)

خُو دا یو خبرہ واؤ رئی چی مونگہ ٹول

(مگر یہ ایک بات سُن لیں کہ ہم سب)

پُر اَمنَ پُختانہ یو پُر اَمنَ پختانہ یو

(پُر امن پختون ہیں،پُرامن پختون ہیں)

ونیزہ جو سخت تاثرات کیساتھ وہ نغمہ سُن رہی تھی، آخری چند جملوں پر اسکا چہرہ سُرخ ہوگیا۔۔۔
ساحرہ سپاٹ تاثرات لیے کھڑی رہیں جبکہ گیتی غصّے میں بپھر کر دُرّے کے پاس جانے لگی تھیں کہ انہوں نے گیتی کا ہاتھ تھام کر روکا۔۔۔
فارینہ بانو بلکل ہی بیزار سی کھڑی تھیں۔۔۔

دا یَو خوب مو چی تعبیر شو

(ہمارا یہ خواب جو تعبیر پاگیا)

دا وطن مو پرے تعمیر شو

(ہمارا وطن اس پر تعمیر ہوگیا)

ھر قدم مو دہ منزل پہ

(ہمارا ہر ایک قدم منزل)

لورے تگ تا پہ تقدیر شو

(کی جانب سفر کا مقدر ہوگیا)

دَہ ہر چا نہ کہ فنا یو

(بھلے ہی ہر ایک سے اوجھل ہیں)

خدایا تاتہ راخکارہ یو

(اے اللہ آپ پر آشکارا ہیں)

پُر اَمنَ پختانہ یو

(ہم پُر اَمن پختون ہیں)

دَہ رنڑا دہ خوَریدو پہ یو اُمید باندے ژوندون دے

(روشنی کے پھیلاؤ کے اک اُمید پر قائم جیون ہے)

دَہ وطن نوم دی آباد وِی خدایا دا زمونگ لٹون دے

(وطن کا نام آباد رہے، اے اللہ ہماری یہی تلاش ہے)

کہ ھر سومرہ یک تنہا یو

(بھلے ہی کتنے بھی تن تنہا ہیں)

خدایا ستا پہ آسرا یو

(اے اللہ تیرے آسرے پر ہیں)

پُر اَمنَ پختانہ یو

(ہم پُر اَمن پختون ہیں)

دہ وطن دہ ننگ دہ پارہ ننگیالی مونگہ یو زے یُو

(وطن کی آبرو کی خاطر ہم معزز اکٹھے ہیں)

دَہ شملو دہ وطن باغ کہ لکہ گلونہ مونگہ ھر زے یُو

دستارِ وطن کے چمن میں ہم گلوں کی مانند ہر جگہ ہیں

دا چمن دی تل آباد وی

(یہ چمن ہمیشہ آباد رہے)

خدایا تاتہ پہ سجدہ یو

(اے اللہ تیرے سامنے سجدہ ریز ہیں)

پُر اَمنَ پختانہ یو

(ہم پُر امن پختون ہیں)"

دُرّے خاموش ہوگئی تو وہاں موجود نفوس اسکی آواز کے طلسم میں ہنوز قید تھے۔۔۔۔۔
جبروت جو ہینڈ فری سے اُبھر کر کان کے پردے سے ٹکراتی دُرّے کی آواز کو مبہوت سا ہوکر سُن رہا تھا،اسکے خاموش ہوجانے پر ایک لمبی سی آہ بھر کر آنکھیں موندتے ہوئے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاکر زیرِ لب مسکرانے لگا۔۔۔
بچپن میں بھی وہ اکثر اسے یہ نغمہ زبردستی سُنایا کرتی تھی۔۔۔

اس عجب ہُو کے عالم میں ونیزہ سخت جارح مزاجی سے آکر دُرّے کے بازو میں اُنگلیاں گاڑھ اسے قریباً لہولہان ہی کردیتی اگر بنا پیچھے مڑ کر دیکھے اپنے بازو کی جانب بڑھتے ونیزہ کے ہاتھ کو دُرّے نے اپنے نرم پنجے کے مضبوط شکنجے کی گرفت میں نا لے لیا ہوتا۔۔۔۔

ونیزہ کی اس اچانک آمد اور دُرّے کے غیر محسوس مگر فوری ردّ عمل پر نا صرف پر وہاں موجود سب لڑکیوں بلکہ ردا نے بھی پہلے تو آنکھیں پھیلا کر ششدر سا ہوتے ہوئے دُرّے کو دیکھا اور پھر ونیزہ کے کٹیلے نقوش کو جو دُرّے کی اس جرّات پر مزید سخت ہوگئے تھے۔۔۔
دُرّے نے سر اُٹھا کر خاموشی سے ونیزہ کو دیکھا اور آہستگی سے اُٹھ کر اسکے مدمقابل آ کھڑی ہوئی۔۔۔۔

سیاہ ہائی یلکس حویلی پہنچی تو ڈرائی یور گاڑی پورچ میں کھڑی کرکے اُترتے ہوئے دروازے کے پاس ہاتھ باندھ کر باادب کھڑا ہو گیا۔۔۔

جبروت گاڑی سے اُترا اور ڈرائی یور کے کندھے پر نرم سی دوستانہ تھپکی دے کر حویلی کے بڑے داخلی دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔
ڈرائی یور نے عقیدت بھری مسکان سے اُسے دیکھا تھا۔۔۔

اسی اثنا میں ایک اور جیپ بھی حویلی میں داخل ہوئی تو جبروت نے ذرا سا مڑ کر پیچھے دیکھا اور پھر خوشی سے اُسکا چہرہ تھمتمانے لگا کیونکہ ضبور جیپ سے اُترتا مسکراتے ہوئے جوش سے آکر اسکے گلے لگا تھا۔۔۔

"باہی تم اسطرح اچانک؟" جبروت مسرّت بھری حیرت سے بولا۔۔۔

"ہاں ویرے بس یہی تو خاص نرالی ادا ہے ہماری۔۔۔یوں ہی اچانک نزول ہوتا ہے ہمارا۔۔۔اندر جاکر باقی سب کو بھی ایسے ہی دنگ کرتے ہیں چل۔"
جبروت نے آبرو اُٹھا کر ہنستے ہوئے کہا تو وہ دونوں اندر جانے لگے۔۔۔۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔۔۔"ونیزہ دھاڑی تھی۔

اچانک سے ونیزہ کی تیز آواز کان میں لگی بلیو ٹوتھ ہینڈز فری سے سُننے پر جبروت ٹھٹک گیا۔۔۔

"بہرے نہیں ہیں ہم۔۔۔چلائیں مت۔۔۔ویسے بھی ہم اپنی جانب بڑھے ہاتھ کو تھامے بغیر نہیں چھوڑتے۔ہاتھ بڑھایا ہی کیوں تھا کہ اب چھڑانے کا کہہ رہی ہیں۔۔"سنجیدگی سے کہتی دُرّے آخر میں مبہم سا مسکرائی تو ونیزہ بل کھا کر رہ گئی۔۔۔

دُرّے کی آواز سُنائی دینے پر جبروت الرٹ ہوکر تیزی سے حویلی کے اندر داخل ہوا۔۔۔

"ہیر بچے بات سُنو کہا ہو تم لوگ اس وقت؟" تیز تیز قدم اُٹھاتے وہ ساتھ میں ردا سے پوچھ بھی رہا تھا مگر جواب ندارد۔۔۔
ضبور حیران سا اسکے پیچھے لپکا تھا۔۔۔

"میں کہتی ہوں ہاتھ چھوڑو میرا" ونیزہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام سی کوشش کرتی ہوئی چلّائی۔۔۔

"معذرت کے خواہاں ہیں مگر ہم نے پہلے بھی آپ سے کہہ رکھا ہے کہ ہم آپ کو سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھینگے بشرطیکہ اپنی حد میں رہیں آپ۔یوں اگر ایسی ہی آپ بے قابو ہوتی رہیں تو آئندہ ہم سے ذرا فاصلے پر ہی رہیے گا۔۔۔نوازش ہوگی"

دُرّے نے بڑی صاف گوئی سے جواب دے کر اسکا ہاتھ چھوڑا۔۔۔

"ہہہ! تو یہ ہے تمہاری امن پسندی؟سر آنکھوں پر بٹھانے کی باتیں اور عین منہ پر ایسے تیور؟شرم تو آتی نہیں میرے باپ،دادا اور آہو کو قتل کروا کر بھی یوں ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے امن و انسانیت کی باتیں کرتے ہوئے۔۔۔پتہ کس نسل کے آدم خور کی اولاد ہو۔"ونیزہ نے تمسخر اور کرختگی سے کہتی ہوئے دُرّے کو تھپڑ مارنا چاہا تو جواباً دُرّے نے ونیزہ کا ہاتھ دبوچ کر اس کے ہاتھ سے ہی تڑاخ سے اک تھپڑ اُسے رسید کردیا۔۔۔

"کیا کریں ،اتفاق سے پٹھان ہیں نا۔۔۔پیار سے کہیں گی تو دوزخ میں بھی ساتھ چلے جائیں گے ہنسی خوشی مگر زبردستی کرکے آپ ہمیں جنت جانے پر بھی مجبور نہیں کرسکتیں۔آئندہ ہمارے والدین کے بارے میں ایک لفظ بھی بولیں تو اچھا نہیں ہوگا۔۔۔"

اور اِدھر ہی گیتی آرا٦١ کا پارا ہائی ہو گیا۔۔۔غصّے میں بپھری ہوئی آکر اُنہوں نے ایک زور دار تھپڑ دُرّے کے گال پر رسید کرنے کیلئے ہاتھ بلند کیا مگر وہ تھپڑ اسکے بجائے اسکے آگے ڈھال بنے کھڑے لمبے چوڑے کڑیل جبروت رئیسانی کے چہرے پر لگ گیا۔۔۔

جبروت جو دُرّے کو ڈھونڈتا ہوا تیز تیز چلتا ہوا ہانپتی ہوئی بوستان خانم سے ٹکرایا تھا جو ونیزہ اور دُرّے کی تکرار دیکھ کر اور پھر ساحرہ جمال پر نظر پڑھتے ہی حواس باختہ سی زارا کو بلانے جارہی تھیں جو حویلی کے ٹیرس پر ابیہا رئیسانی کیساتھ موجود کچھ دنوں بعد ہونے والی ردا اور ضبور کی شادی کے انتظامات برابر کرنے میں ملازمین اور دیگر سٹاف کیساتھ مصروف تھیں۔۔۔

بوستان خانم نے جو اُسے دیکھا تو فوراً اسے لیکر وہیں چلی آئیں۔۔۔

جبروت نے جو یوں بیحد نڈر انداز میں اپنی بات کرتے ہوئے دُرّے کو دیکھا تو بے اختیار رُک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔
وہ اُسے ایسے فولاد سا ہی تو دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔

ضبور کو بھی ونیزہ پر بیحد غصّہ آرہا تھا۔۔۔

جبروت گیتی کو دُرّے کی طرف بڑھتے دیکھ چکا تھا اسی لمحے فوراً چشمِ زدن میں اسکے پاس پہنچا تھا۔۔

تربیت کا مان تھا۔۔۔اب گیتی کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہوتا تو اب تک پورا بدن ٹکڑوں میں بٹ چکا ہوتا مگر وہ دُرّے کے سامنے کھڑا ہوکر اس پر پڑنے والی ضرب خود سہہ گیا۔۔

اپنے ہاتھ سے سب سے زیادہ اور بیحد لاڈلے بھتیجے کے چہرے پر تھپڑ مارنے سے گیتی گویا مفلوج وجود کیساتھ سکتے کی سی کیفیت میں کھڑی تھیں۔۔۔

ساحرہ بھی کمالِ رعب سے آکر جبروت کے سامنے کھڑی ہوگئی اور ایک چبھتی نظر اسکے پیچھے کھڑی دُرّے پر ڈالی جو پزل سی ہوکر جبروت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔
وہ اس کے لمحے کب اور کہاں سے آگیا تھا وہ حیران تھی۔۔

"ہمارے گھر کی بہو ہونے کا بہت مان ہے نا تمہیں۔۔۔اپنی ذات اور اپنی قوم پر اتنا گھمنڈ ہے کہ دوزخ میں بھی جانے سے دل نہیں کانپتا۔۔۔کردوں جہنم رسید تمہیں؟"
ساحرہ جمال نے چبا چبا کر کہتے ہوئے دُرّے کی طرف ہاتھ بڑھا کر اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہا تو جبروت نے فوراً بازو اسکے سامنے کردیا۔۔

"جاہ! اس بار تم نہیں بولوگے اسکی حمایت میں۔۔۔اس گھر کا اُصول توڑا ہے اس نے۔اس گھر میں کسی کو پختون قوم کا نام تک لینے کی اجازت نہیں ہے یہ جانتے ہوئے بھی آج اس لڑکی نے جو کچھ بھی کیا ہے اُسکی اسے لازماً کڑی سزا ملے گی۔۔۔اگر اس گھر کا فرد ہونے کا دعویٰ کرکے بھی وہ اس اصول کی قبولیت سے انکاری ہے تو بیشک نکل جائے اس گھر سے بھی اور ہمارے بیٹے کی زندگی سے بھی۔۔۔ہم اپنا انتقام اسکے ناسور قوم سے پھر بھی ہر حال میں لیں گے بھلے ہی ہمیں اسکی جان لینی پڑے۔"

ساحرہ جمال کھردرے بے لچک لہجے میں بولیں۔۔۔

"شیر شاہ! پلیز جانے دیجیے ہم ٹھیک ہیں۔"جبروت کے خطرناک حد تک سنجیدگی دیکھ کر دُرّے نے اسکے بازو پر دباؤ ڈال کر دھیرے سے کہا۔۔۔

"کس اونچے رُتبے سے تم یہ ہم ہم کررہی ہو؟اور یہ شیر شاہ کیا ہے؟ جاہ کہہ کر پکارتے ہیں سب ہمارے جبروت کو۔۔۔آئندہ اپنی زبان کو لگام دے کر رکھنا"

گیتی آرا٦١ نے دُرشتی سے کہا۔۔۔

"رابیل کے رُتبے کی بات آپ میں سے کوئی نا ہی چھیڑے تو بہتر ہوگا۔۔۔شیر شاہ میرا نام ہے۔میرے والدین نے مجھے دیا تھا یہ نام اور یہ حق بھی میں نے دیا ہے اپنی وائف کو کہ وہ مجھے

اُسی نام سے بلائے جو اسکا دل کرتا ہے۔۔۔اس بات میں مداخلت کی آپ میں سے نا کسی کو حق حاصل ہے نا اجازت۔۔۔۔"

جبروت نے بڑے بے لچک انداز میں گیتی سے کہا تھا۔۔۔

"اُصول۔۔۔اُصول جو مذہب میں بھی بے بنیاد ،ذاتی انا اور خود ساختگی سے کسی نے شامل کیے ہوں،بدعت شمار ہوتے ہیں تو پھر اس ناجائز اُصول کی پابندی بھی رابیل پر مسلّط کرنے کا کسی کو حق ہے نا مومی پر اور نا ہی کسی بھی اور پر۔۔۔رابیل اس گھر کی فرد ہے بلا تردد کیونکہ وہ مجھ سے ہے۔میری بیوی ہے،میری غیرت،میرا غرور،میری حیات،میرا ایمان،میرا وجدان،میرا وقار میرا موتی،میرا اوّل و آخر، میری کُل کائنات ہے وہ۔۔۔اُصول توڑنے کی بات کرتی ہیں تو پھر مجھ پر بھی حد جاری کریں۔"

جبروت سپاٹ اور سنجیدہ انداز میں ساحرہ سے بُروہی زبان میں کہہ رہا تھا تاکہ دُرّے اسکی بات سمجھ نا سکے۔۔۔۔

"مجھ پر بھی حد جاری کریں کیونکہ چار سالہ جبروت رئیسانی کو جب دریا کے پُرزور لہروں کے حوالے کیا گیا تھا نا۔۔۔تب خدا نے اُسے دریا کی بے رحم موجوں سے بچا کر ایک جرّی اور مہربان پٹھان ہی کفالت میں دے دیا تھا۔سولہ سال اس پٹھان کے گھر کا کھا کر آج آپ کا پوتا صحیح سلامت زندہ آپکے سامنے کھڑا ہے۔۔۔اتنے برسوں میں ایک لمحہ کیلئے مجھے محسوس نہیں ہوا کہ میں اپنے

والدین سے بچھڑ گیا ہوں۔اپنا خون نا ہوتے ہوئے بھی جگر کا ٹکڑا جان کر مجھے دل سے لگا کر پالا اُسنے۔۔۔جانتی ہیں کون تھے وہ؟مہابت خان یوسفزئی جنہوں نے ایک انجان انسان یعنی مجھ پر بھروسے کی انتہا کرکے اپنے دل کا ٹکڑا ،اپنی اندھی آنکھ کا آنسو،اپنی بیٹی دُرِّنایاب عدن میرے سپرد کی۔۔۔مہرالنسا٦ خان یوسفزئی نے سولہ سال بنا مجھے غیر و نا محرم جانے مجھے اپنی ممتا کے آنچل میں چھپائے رکھا۔وہ بھی انسان تھے اور آپ بھی۔۔۔لوگ تو انکے بھی ہزاروں مرے ہیں وہ بھی بے گناہ۔۔۔انہوں کبھی اگر وار کیا ہے تو اپنی دفاع کیلئے۔۔۔آپ اتنے امن اور اُصول پسند ہوکر انسانیت کا اُصول بھول گئے؟اپنے پیغمبر کا اُسوہ بھول گئے؟اُن کو آدم خور کہتے ہوئے اپنے بارے میں کیا خیال ہے آپ لوگوں کا۔۔۔؟"

جبروت بے تاثر انداز میں کہہ کر خاموش ہوا تو ماحول پر گویا سناٹا چھا گیا تھا۔۔۔

ساحرہ کچھ لمحے خاموش کھڑی رہنے کے بعد سنجیدگی سے پلٹ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے حویلی کے اندر جانے لگیں تو گیتی بھی فارینہ اور ونیزہ کیساتھ وہاں سے چلی گئیں۔۔۔

زارا بھی بوستان خانم کے بلاوے پر پریشان سی وہاں آکر سب سُن چکی تھیں اور اب فخر سے نم آنکھوں کیساتھ اپنے نورِ نظر کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔

وہ اپنی خاتون کی ڈھال بن کر اسکا دفاع کرنا جانتا تھا۔۔۔

جبروت نے ردا کو اشارے سے دُرّے کیساتھ وہاں سے چلے جانے کا کہا تو وہ دُرّے کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔۔

جبروت دھیرے سے پلٹا تو پیچھے زارا اور انکے کندھوں کے گرد بازو پھیلائے ضبور کو اک مان سے خود کو دیکھتا پاکر وہ مبہم سا مسکرا کر انکے پاس آیا اور اپنی پیشانی زارا کی طرف جھکائی تو انہوں نے فرطِ مسرّت سے اسکا پورا چہرہ چوم لیا اور پھر دونوں بیٹوں کو مضبوطی سے خود میں بھینچ لیا۔

(ایثارِ ملنگی)

حیدر جو اشف رئیسانی اور بابر رئیسانی کے ہمراہ مستونگ گئے ہوئے تھے،کچھ دیر بعد وہ تینوں حویلی پہنچے تو دالان میں اذرنگ اور جبروت کے ہمراہ کھڑے ضبور کو دیکھ کر مسرّت سے اُسکی جانب بڑھے۔۔۔

ضبور بھی ان پر نظر پڑتے ہی گرمجوشی سے انکے پاس آکر پہلے حیدر اور پھر بابر اور اشف کے گلے سے لگ کر الگ ہوا تو وہ دونوں اب اس سے تمام حال احوال دریافت کرنے لگے۔۔۔۔

"خانہ خراب تم سے کہا تھا نا ان دنوں تمہارا حویلی میں نزول ممنوع ہے۔۔۔۔"
حیدر نے پیار سے بیٹے کا کان کھینچا۔۔۔

"لیں جی۔۔۔ابّا جان ہماری دونوں نازنینوں کو تو آپ اپنے ساتھ یہاں لیکر آگئے تھے تو بھلا ہم مقدر کے مارے بھوربن اکیلے جاکر دیواروں سے سر پھوڑتے انکے ہجر میں؟ہم بھی مقدر کے سکندر ہیں سو یہیں تشریف آور ہوگئے انکی خاطر"
باپ کی کھنچائی پر کچن میں کھڑیں گلستان اور بوستان خانم پر ایک شریر نظر ڈال کر ضبور آبرو اُٹھاکر بولا تو وہ سب ہنس پڑے۔۔۔

"سُدھر جا۔۔۔تیرے اس دنیا میں آتے ہی وہ دونوں بیچاریاں تیرے نام سے بدنام ہیں اب تک۔۔۔"

اذرنگ نے ضبور کے سر پر اک چپت رسید کرکے کہا۔۔۔

"کیا کریں جی اب ہم پیدائی شی ہی اتنے خطرناک حد تک خوبرو اور قاتلانہ ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ کر ہی بہک گ ئی یں تو ہمارا کیا قصور؟"

ضبور نے شرارت سے اذرنگ کو آنکھ ماری۔۔۔

"بس بس خوبرو آدمی تُو نے بھی کوئی کم فلرٹ نہیں کیا دونوں کیساتھ"

اذرنگ نے اُسے لتاڑا۔۔۔

"کم از کم انہی دونوں سے فلرٹ کیا ہے بچپن سے لیکر اب تک پوری ثابت قدمی کیساتھ ڈنکے کی چوٹ پر۔۔۔باقی الحمدُ للہ نظر باز نہیں ہوں بلکل "

ضبور کندھے اچکا کر بولا۔۔۔

کچھ دیر تک یونہی خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے ہوئے جبروت اور ضبور دونوں نے ہی کچھ دیر پہلے ہونے والی بدمزگی کا ہلکا سا بھی تاثر نہیں دیا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد اشف،حیدر اور بابر تو سفر سے تھکے ہارے آئے آرام کرنے چلے گئے جبکہ اذرنگ بھی کافی دیر تک ضبور اور جبروت کیساتھ بیٹھے رہنے کے بعد انکے زبردستی بھجوانے پر اپنے روم میں چلا گیا۔۔۔

ضبور اب جبروت کے بیڈروم میں اسکے ساتھ موجود تھا۔۔۔

"نایاب کو اتنا سب کچھ سکھایا ہی کیوں جب خود ہی ہر بار آکر اسکے لئے کھڑا ہونا ہوتا ہے تمہیں؟دیکھ نہیں رہے تھے وہ واقعی ایک شیرنی کی طرح ہی تو خود پر ہر وار کا کرارا جواب دے رہی تھی۔اپنا دفاع اُسے خود نہیں کرنے دوگے تو کیسے سیکھے گی وہ زمانے سے لڑنا؟"
ضبور بالکنی میں خاموش کھڑے جبروت سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"میں نے اُسے جو بھی سکھایا ہے اسکی اپنی ذات کیلئے سکھایا ہے۔۔۔اپنی حفاظت کرنا اسکا حق ہے مگر اسکی ڈھال بن کر حفاظت کرنا میرا فرض ہے،مجھ پر لازام اور واجب ہے۔۔۔جب تک زندہ ہوں تو موت کی آخری ہچکی تک اُسکے آگے ایسے ہی ڈھال بنا رہونگا جب میں نا رہوں۔۔۔۔"

جبروت سنجیدگی سے بول ہی رہا تھا کہ آخری بات پر ضبور نے اُسے ٹوکا۔

"جاہ۔۔۔مت کیا کرو ایسی باتیں۔"ضبور نے لب کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔
ہمیشہ ہی بھائی سے جدائی کا یہ جان لیوا سا احساس اُسے یوں ہی نیم جاں کردیتا تھا مگر جانتا تھا کہ جبروت کے اتنا حقیقت پسند ہونے کی پیچھے کیا سبب کارفرما ہے۔۔۔

✿✿✿✿

جبروت دُرّے کو اپنے ساتھ جھل مگسی لے گیا تھا کیونکہ دُرّے نے جبروت کے کہنے پر جھل مگسی میں ہونے والی جیپ ریلی میں حصّہ لیا تھا۔۔۔
بلاشبہہ وہ اور ردا جبروت اور ضبور سے ڈرائیونگ سیکھ کر اب اس میں بلا کی ماہر تھیں۔۔۔
دُرّے بچپن سے ہی جیپ ریسنگ کی شوقین تھی اور جبروت آج اسکی خواہش پوری کرنے اُسے جھل مگسی لیکر آیا تھا۔۔۔

چونکہ ضبور بھی انکے ساتھ تھا اسی لئے ردا انکے ساتھ نہیں آئی تھی مگر حیدر،اشف اور بابر رئیسانی خصوصی طور پر انکے ساتھ آئے تھے۔۔۔

ریس کچھ ہی دیر میں شروع ہوگئی تو دُرّے مہارت سے جھل مگسی کے ریتیلے میدان میں سیاہ ہائی ایلکس دوڑانے لگی۔۔۔۔۔

انتہائی ریش ڈرائیو کرکے کئی گاڑیوں کو پیچھے چھوڑ کر اب صرف ایک ہی جیپ سے اسکا کانٹے دار مقابلہ شروع ہوچکا تھا۔۔۔۔

کئی موڑ پر پیچ و خم سے گزرتے ہوئے دُرّے آخر ایک انچ آگے ہوکر وہ ریس جیت چکی تھی۔۔۔

جیپ کو اپنی جگہ واپس لاکر وہ جیسے ہی اُتری تو دوسری مخالف جیپ جسے اُس نے فیصلہ کُن شکست دی تھی، سے آہل نیچے اُترا تھا۔۔۔

آہل اسکی نقاب سے جھلکتی فیروزی آنکھیں دیکھ کر حیران ہوا تھا کیونکہ وہ اسکی موجودگی سے انجان تھا۔۔۔
ہر سال کی طرح وہ اس سال بھی باقاعدگی سے ریلی میں شریک ہوا تھا اور حسبِ دستور پہلی پوزیشن بھی حاصل کرلیتا اگر دُرّے اُسے ہرا نا دیتی۔۔۔

وہ اس بار خلافِ توقع دوسری پوزیشن پر تھا۔۔۔

حیدر دُرّے کے پاس آئے تو وہ خوشی سے سرشار فوراً انکی جانب بڑھی تھی۔۔۔

"I m proud of you my princess"

حیدر نے فخر سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر شاباشی دی تو وہ مسکرادی۔۔۔

اشف رئیسانی اور بابر رئیسانی نے بھی اُسے کھلے دل سے سراہا تھا۔۔۔

حیدر کے پاس کھڑے ضبور کو دیکھ کر دُرّے نے وکٹری کا اشارہ کیا تو جواباً اُسنے ہنستے ہوئے انگوٹھا دکھا کر اسے شاباشی دی۔۔۔

جبروت مبہم سا مسکراتا ہوا اسکے پاس آیا تو آپس میں نظروں کا تبادلہ ہونے پر دونوں ہی مسکرادیے تھے۔۔۔

جبروت کو آہل کی ریلی میں شرکت کا پہلے سے پتہ تھا جبکہ ضبور کو جھل مگسی پہنچ کر معلوم ہوا تھا۔۔۔

ساحرہ جمال کے لاڈلے چھوٹے بھائی محمود بزنجو بھی اپنے پوتے کی ریس دیکھنے اسکے ساتھ جھل مگسی آئے ہوئے تھے۔۔۔

جبروت حیدر اور ضبور سے نظروں ہی نظروں میں کچھ کہہ کر دُرّے کو وہاں سے لے گیا کیونکہ محمود اگر اُسے دیکھ لیتے تو نیا تماشہ کھڑا ہو جاتا۔۔۔

گھر میں بھی صرف ایہا،زارا اور ردا کو ہی دُرّے کی ریلی میں شرکت کا پتہ تھا جبکہ باقی خواتین اس بات سے بے خبر ہی رکھی گ ئی تھیں۔۔۔

محمود ان کے پاس آکر اب ضبور سے حال احوال دریافت کرنے لگے تھے۔۔۔

جھل مگسی سے واپس زیارت پہنچنے پر انہیں شام ہوگ ئی تھی۔۔۔

ساحرہ نے ان سے کوئی استفسار نہیں کیا تھا اور یہ بات خصوصی طور پر حیدر اور اشف کیل ئے تشویش کا باعث تھی۔۔۔

آخر وہی ہوا جس کا انہیں اندیشہ تھا۔۔۔

قریباً اُسی دن سہہ پہر کو یہ اطلاع حویلی پہنچی تھی کہ ساحرہ جمال کے سب سے چھوٹے بیٹے ہاشم رئیسانی جو کینیڈا میں مقیم تھے ،کی اہلیہ تحریم رئیسانی جو ساحرہ کی بھتیجی، محمود بزنجو کی بیٹی اور فارینہ بانو کی چھوٹی بہن تھیں،گزشتہ سات برس سے خون کے سرطان لیوکیمیا میں مبتلا تھیں کو طبیعت خطرناک حد تک بگڑنے پر ہاسپٹل منتقل کردیا گیا جہاں انہیں آئی سی یو میں رکھا گیا تھا۔۔۔

سات برس پیشتر جب تحریم میں اس مرض کی تشخیص ہوئی تب انتہائی صدمے کے انکی دماغی نسیں پھٹ ہی چکی ہوتیں اگر بروقت انہیں ہاسپٹل نا لے جایا گیا ہوتا۔۔۔
وجہ انکی اکلوتی بیٹی پارسا تھی جو پیدائشی طور پر تھیلیسیمیا میں مبتلا تھیں اور ہر ماہ اپنی بیٹی کی تکلیف دیکھ کر انکا غم جتنا سوا ہوتا جاتا ،تو اُس تابوت میں انکی بیماری نے آخری کھیل ٹونک دی۔۔۔

وہ اکثر اپنی بیٹی کے غم میں بے تحاشا رویا کرتی تھیں۔۔۔
ساحرہ جمال سے اپنی محبوب بھتیجی کی حالت، بیٹے ہاشم کی بے بسی اور پوتی پارسا کی ویرانگی دیکھی نہیں جاتی تھی چنانچہ انہوں نے کسی کمزور لمحے کی زد میں آکر تحریم کو زبان دی تھی کہ پارسا کی شادی جبروت سے ہوگی۔۔۔
چونکہ ان دنوں وَنی کے تنازعے میں جبروت اور دُرّے کا دوبارہ سے نکاح نہیں ہوا تھا۔۔دوم اتنے برس بعد پوتے کو پاس دیکھ کر اور اسکی بہترین شخصیت اور کردار کی پرکھ کرکے ساحرہ کو یہ مان تھا کہ وہ انکی بات کو ضرور تسلیم کرے گا۔۔۔

تحریم اُسی دن سے ساحرہ کے وعدے کی بدولت پھر سے جینے لگی تھیں اور کافی حد تک اپنی بیماری کو شکست بھی دے چکی تھیں۔۔۔

پارسا بھی دس سال کی عمر سے ہی جبروت کو بغیر دیکھے ہی اسکی شیدائی بن کر اپنی بے رنگ زندگی میں جذبوں کی دھنک سے اپنی ٹوٹتی سانسوں کو زندگی بخش رہی تھی۔۔۔

اپنے بھتیجے کے قتل کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے ساحرہ کو اندازہ نہیں تھا کہ بات جبروت کے نکاح پر پہنچ کر ہی تھم جائے گی۔۔۔۔

دُرّے پر زیادہ غصّہ انہیں اس بات کا بھی تھا کیونکہ اپنے وعدے سے مکرنے پر وہ اجل کا جام پینے کو ترجیح دیا کرتی تھیں۔۔۔

کئی برس تک یہ بات صرف گیتی آرا٦ کو ہی معلوم تھی مگر جب اشف رئیسانی کو خبر ہوئی تو انہوں نے حیدر کو مطلع کرکے خبردار کروادیا کیونکہ ساحرہ اگر چاہتی تو دُرّے کو کسی بھی طرح پھر راستے سے ہٹانے سے بھی نہیں ہچکچاتی۔۔۔۔

شوہر عباس رئیسانی کے سفاکانہ قتل کے بعد زمانے کی جفاکاریوں اور جوان بڑے بیٹے آبدار رئیسانی کی جانکاہ اور بیدردی سے شہادت کے بعد وہ انتہا کی حد تک بے حس ہوگئی تھیں جس پر بھتیجے ندیم بزنجو کے قتل نے جلتی پر تیل کا کام کردیا۔۔۔

کرّار! میں نے آج تمہیں وعدے سے آگاہ کرنے کیلئے یہاں بلایا ہے جو سات سال پہلے میں نے تحریم اور ہاشم سے کیا تھا کہ پارو(پارسا) کا نکاح جبروت سے ہوگا۔چنانچہ اُسی وعدے کی بنا پر میرا فیصلہ یہ ہے کہ ضبور اور ردا کیساتھ جبروت اور پارسا کی بھی شادی ہو۔۔۔"
ساحرہ جمال اپنے روم میں موجود اپنے خاص دیوان پر براجمان بے تاثر انداز میں بولیں تو حیدر نے خفگی سے انہیں دیکھا۔۔۔

"امّی جان۔۔۔۔"حیدر نے شکایتی انداز میں ماں کو پکارا۔۔۔
زارا نے بھی متوحش سا ہوکر ساحرہ کو دیکھا تھا۔۔۔

"اُمید ہے تم اور ثمر مجھ سے متفق ہونگے۔۔۔"ساحرہ بے لچک انداز میں بولیں۔۔۔

"آپکا ہر حکم سر آنکھوں پر مگر میں آپ کو نایاب کیساتھ یہ ظلم ہر گز نہیں کرنے دے سکتا۔۔۔مجھے آپ جان سے بڑھ کر محبوب ہیں مگر وہ بھی میری بیٹی ہے،میرا مان ہے اور اسکا معمولی سا غم بھی مجھ پر گراں ہے۔"

حیدر رئیسانی بھی اٹل لہجے میں بولے تھے۔۔۔

"بس کرّار! مزید ایک لفظ نہیں سُنیں گے ہم! ہم نے زبان دی ہے تحریم کو اور ہم کبھی اپنی زبان سے مر کر بھی نہیں مُکرتے۔۔۔جبروت کو آگاہ کردو کہ اگلے ہفتے اسکی پارسا سے شادی ہے۔"

ساحرہ سخت لہجے میں بولیں۔۔۔

"ہاشم میرے لئے میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور تحریم میری عزیز ازجان چھوٹی بہن ہے جبکہ پارسا بھتیجی نہیں بیٹی ہے میری۔۔۔لیکن آپ جو کررہی ہیں وہ سراسر ظلم اور انتقام ہے جو ناجائز اور بے جا ہے جسے میں قطعی طور پر نہیں ہونے دونگا۔۔۔ہم چلے جاتے ہیں یہاں سے ہمیشہ کیلئے پھر کبھی بھی نا آپ نایاب کو دیکھیں گی نا آپکا غم و غصّہ سوا ہو گا"

حیدر رئیسانی حتمی لہجے میں بولے۔۔۔

دُرّے اور ردا جو ٹیرس کی جانب گ ئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھیں،ٹاپ فلور پر ہی سیڑھیوں سے ذرا فاصلے پر ساحرہ کے روم کے اَدھ کھلے دروازے سے باہر آتی انکی آواز سُن کر ٹھہر گ ئی تھیں۔۔۔

ساحرہ کی بات پر ردا نے شاک سے دُرّے کو دیکھا جو بے تاثر انداز میں روم کے قیمتی قد آدم آبنوسی دروازے کو تک رہی تھی۔۔۔

"ساری عمر میں سُکھ کے ایک ایک پل اور تسلّی کے چند بولوں کیل ئے ترستی رہی ہوں۔خدا کی لاٹھی بہت بے آواز ہوتی ہے شیر شاہ۔۔۔کسی کے دل کی اگر کوئی بھی مراد تمہارے وسیلے سے پوری ہوسکے تو دیر مت کرنا،اپنے بل بوتے پر اس کی ہزاروں حسرتوں میں سے کسی ایک کو بھی پورا کرنے کیل ئے اپنی پوری کوشش کرنا۔۔۔ان بے بس دلوں کی دُعا اگر عرش کو ہلادے تو پھر اوپر والے کی پکڑ زمین پر بڑی سخت ہوجاتی ہے۔۔۔میں تو کسی دن بے مراد ہی چلی جاؤ نگی مگر کسی دوسرے کے من کو ویران مت رہنے دینا"

دُرّے کو اپنی دادی بدرِ عالم کی بات یاد آئی تھی جو وہ اکثر اپنے غم شیر شاہ یعنی جبروت کو سُناتے ہوئے کہا کرتی تھیں۔۔۔۔

بدرِ عالم برسوں تک زندگی کی نارسائیوں کو چھپکے سے سہتے رہنے کے بعد دُرّے اور جبروت کو اپنی قلبی روداد سنایا کرتی تھیں۔۔۔

اچانک ہی وہ آہستگی سے روم کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔۔۔

"نایاب رُکو مت جاؤ اندر بات سُنو ارے" ردا بس اسکے پیچھے اسے روکتی ہی رہ گ ئی مگر وہ اندر جاچکی تھی۔۔۔

ردا بوکھلائی سی جلدی میں اُترتے ہوئے سیڑھیوں پر مخالف سمت سے اوپر چڑھتے جبروت سے ٹکرانے اور سیڑھیوں میں بُری طرح گرنے سے بمشکل بچی تھی۔۔۔

"ہیر! گڑیا آرام سے بچے کیا ہوگیا ہے؟" جبروت نے اسکا سر تھپک کر نرمی سے کہا۔۔۔

"ادا جان آپ جلدی سے جائیں نایاب کے پاس وہ ضرور کچھ اُلٹا سیدھا کردے گی۔۔۔"
ردا کانپتی ہوئی آواز میں بولی تو جبروت ٹھٹک گیا۔۔

"کہاں ہے وہ؟" جبروت کے پوچھنے پر ردا نے ساحرہ کے روم کی جانب اشارہ کیا تو وہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر ابھی روم کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ دُرّے کی آواز نے اُسے ساکت کردیا۔۔۔

دُرّے کے اندر داخل ہونے پر جونہی ساحرہ کی نظر اس پر پڑی تو خشمگیں انداز میں اُسکا آنا سخت ناگوار جان کر اس پر کٹیلی نظریں جمالیں۔۔۔۔

دُرّے قدم قدم چلتی انکے سامنے کھڑی ہوگئی۔۔۔

"آپ بے فکر رہیں ان شاء اللہ ٹھیک ایک ہفتے بعد باہی اور ہیر کے ہمراہ شیر شاہ اور پارسا کی شادی ایسے انداز میں ہوگی کہ پورا بلوچستان برسوں یاد رکھے گااور اس ضمن میں ہم اپنا پورا تن من دھن لگائیں بس آپ خفا نا ہوں۔"

دُرّے بڑے نارمل انداز میں بول کر وہاں موجود سب کی سماعتوں پر بم پھوڑ چکی تھی۔۔۔

"نایاب !بچے۔۔۔"زارا نے بے یقینی سے اُسے پکارا۔۔۔

"مومی! ہمیں آپکی رہنمائی کی اشد ضرورت ہوگی پلیز عزت کا سوال ہے"

دُرّے گویا شریر مسکان سے بولی۔۔۔

حیدر سمیت سبھی اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔۔۔اسکے چہرے پر کسی تاثر کا شائبہ تک نا تھا جب اسی سمے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک ہوئی اور جبروت روم کے اندر آیا اور ساحرہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔۔۔

ساحرہ کچھ بولنے کیلئے لب کھولنے ہی والی تھیں کہ جبروت کی بڑی بڑی سِلور گرے رنگ کی آنکھوں میں اُمڈتے لاوے کی سُرخی نے انہیں کچھ کہنے ہی نہیں دیا۔۔۔

"افسوس ہوتا ہے مجھے کہ رئیسانی قبائل جو اپنا سب کچھ لُٹا کر بھی بغیر کسی صلے کی اُمید کیے مزید ایثار کو بھی ہنسی خوشی تیار ہوجاتے ہیں۔۔۔اسی قبیلے کے سردار عبّاس رئیسانی جو اپنی انسان دوستی،رحم دلی،خدا ترسی اور بہترین اخلاق کے سبب مشہور تھے،جنکے خاندان کے ہر فرد کی غیر معمولی خوبیوں کے سبب چھوٹا بڑا انہیں ازحد احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے،وہ قبیلہ جسکا حصّہ ہونے پر مجھے گرَو ہے،اُسی قبیلے کے افراد کی سردار ہونے کا مرتبہ رکھنے والی خاتون اتنی بے حس بھی ہوسکتی ہیں؟پورے بلوچستان کے لوگ عزت و احترام میں آپ کو ماں کے مقام پر گردانتے ہیں۔بھلا قدرت نے کبھی ایسی بے رحم ماں بھی تخلیق کی ہے دادو جو اپنی انا میں انسانیت بھول جائے؟ خدا کو نا سہی قیامت کے دن اپنے شریکِ حیات جیسے رحم پرور انسان کا سامنا کرپائیں گی آپ؟
پٹھانوں کو آدم خور کہتی ہیں نا آپ اور آنی۔۔۔مجھے بتائیں آپ نے رابیل کیساتھ اب تک انسانوں والا کونسا سلوک کیا ہے؟ ربِّ کریم نے انسانوں کو احساس ودیعت کرکے بنایا ہے،انسان کو معاف کرنا

اور درگزر کرنا سکھایا ہے مگر اتنی دُشمنی تو جنگل کے بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے نہیں نبھاتے ہونگے جتنا ہم انسان ایک دوسرے سے نبھاتے ہیں۔۔۔اگر یہی رئیسانی خاندان کی انسانیت اور ظرف ہے تو آج خود پر افسوس ہوتا ہے مجھے کہ میں ایک نوابزادہ ہوں۔۔۔ہر گستاخی کیلئے معافی کا طلبگار ہوں۔آج کے بعد میری نافرمان صورت دیکھ کر آپکو تکلیف نہیں ہوگی"

سرد انداز میں کہہ کر جبروت نے دُرّے کا ہاتھ پکڑا اور بھنچے لبوں کیساتھ حیدر اور زارا کو دیکھا۔۔۔

حیدر نے اثبات میں پلکوں کو جنبش دے کر گویا جبروت کی بات سے اتفاق کرکے اُسے اجازت دے دی تو وہ دُرّے کا ہاتھ تھامے روم سے نکل کر اپنے روم میں آیا اور جیپ کی چابی اُٹھا کر اُلٹے قدموں واپس اب دُرّے کو لیے باہر پورچ میں آگیا۔۔۔

باہر ضبور اَذور ٹہلتا ساتھ میں جبروت کے اعلیٰ نسل کے خوبورت تنومند فالتو کُتے کو پیار سے پچکار رہا تھا جب ان دونوں پر نظر پڑتے ہی انکے پاس آیا تھا۔۔۔۔

بھی خوشی سے زبان باہر نکالے دم ہلاتا دوڑ کر جبروت کے پاس آکر اسکے قدموں میں کھڑا ہوگیا۔۔۔

"جاہ تم اور نایاب اس وقت کہاں چلے بھئی"

ضبور نے خوشگوار سے لہجے میں کہا۔۔۔

ابھی جبروت کچھ کہہ نا پایا تھا کہ ردا فوراً حویلی کے بڑے دروازے سے نمودار ہوکر تیزی سے دُرّے کے پاس آئی تھی۔۔۔
بھاگی بھاگی آنے کے سبب اسکا سانس پھول گیا تھا۔۔۔

"ادا جان پلیز مت جائیں" ردا گویا رو دینے کو تھی۔۔۔

"گڑیا! ہم آکر لے جائیں گے تمہیں پریشان مت ہو مگر ہمارا جانا اب ضروری ہوگیا ہے بچے۔" جبروت نرمی سے بولا۔۔۔

"جاہ ! کہاں جارہے ہو تم دونوں اس وقت؟ " ضبور ٹھٹک گیا تھا۔۔۔

جبروت نے بنا جواب دیے اسکا بھی ہاتھ پکڑ کر پورچ میں کھڑی جیپ میں اپنی ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا اور خود ردا کا سر تھپک کر اُسے اندر زارا کو مطلع کرنے بھجوادیا۔۔۔

جبروت نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو چوکس کھڑے چوکیدار نے آٹومیٹک آپریٹنگ سسٹم سے گیٹ کھلوادیا اور وہ جیپ حویلی سے باہر نکالتے ہوئے اب کوئٹہ ائیر پورٹ کیلئے محوِ سفر تھا۔۔۔

راستے میں ہی ضبور نے اسلام آباد کیلئے ڈومیسٹک فلائیٹ بُک کروالی اور کوئٹہ پہنچ کر جہاز میں بیٹھ جانے کے بعد وہ تینوں قریباً رات کے نصف پہر اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچے تھے۔۔۔

بقیہ چند گھنٹے اسلام آباد میں موجود جے آر پلازہ میں گزار کر وہ بھوربن کیلئے روانہ ہوگئے اور دن کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب رئیسانی مینشن پہنچ گئے۔۔۔

ضبور ابھی تک اس پورے ماجرے سے انجان تھا۔۔

جبروت دُرّے پر ایک خاموش نگاہ ڈال کر اپنے بیڈروم میں فریش ہونے چلا گیا جبکہ دُرّے کو ضبور نے جالیا اور اُس سے ساری بات اُگلوانے کے بعد اب اُسے برادرانہ محبت اور فکر سے لبریز ڈانٹ سے نواز رہا تھا۔۔

"کبھی دیکھی ہے تم نے جاہ کی حالت جب تم ذرا سا نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہو؟ کبھی دیکھی ہے اسکی وحشت جب تمہارے سوا کوئی اور اسکے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے؟ کیوں اُسے اتنی جانکاہ آزمائش سے دوچار کررہی ہو؟ وہ سخت جان انسان صرف تمہارے آگے ٹوٹ کر بکھرتا ہے نایاب۔مت کرو ایسا جی نہیں پائے گا وہ"

ضبور کی بات پر دُرّے کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکا۔۔

"ہمیں یونہی تو مان نہیں شیر شاہ پر! دادو نے بھی صرف اُن پر ہی بھروسہ کرکے اپنی خواہش کا بھرم ان سے وابستہ کرلیا تو کوئی تو خاص خوبی ہوگی نا! "
دُرّے نے ضبور کو قائل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"تمہیں لگتا ہے کہ دادو نے محض ایک بھروسے کی بنیاد پر جبروت کے نام پر چاچی سے وعدہ کیا ہے؟ اپنے لئے انکا رویّہ اور کھلے عام کدورت جانتے ہوئے بھی تم انکی اس بے جا ضد کو پورا کرنا چاہتی ہو نایاب؟"
ضبور نے اسکی دلیل مسترد کی۔۔۔

"باہی! ہم کیا کرتے؟ اپنی دادی کو جتنا بے بس دیکھا ہے نا۔۔۔ہم دادو کو ویسے بے بس نہیں دیکھنا چاہتے۔ہمیشہ انکی ہر بات کو سر آنکھوں پر رکھ کر مانا گیا ہے۔۔۔اگر ایسے میں انکی بات کا مان نہیں رکھا گیا تو وہ ٹوٹ جائیں گی۔"
دُرّے نے لاچاری سے کہا۔

"برسوں دہکتے لاوے میں دہکی ہوئی نفرت کی آگ کا مان رکھنے میں مومی کتنی جھلس چکی ہیں تم بخوبی جانتی ہو۔جتنا تم اور مومی اس نفرت کے سامنے جھکتی رہینگیں اُتنی اس نفرت کے بھاری بھرکم سِل تمہیں کچلتے رہینگے؟کب تک یوں روندتی رہو گی تم؟"

ضبور نے دُکھ سے کہا۔۔۔

"یہ دہکتی آگ ایثار کی ٹھنڈی پھوار کے سامنے کچھ نہیں باہی،یہی ٹھنڈی پھوار کسی دن ان رستے ہوئے ناسوروں پر بڑا کار گر مرہم رکھ دے گی ان شاء اللہ"

دُرّے پُر اُمید تھی۔۔۔

ضبور اور دُرّے نے خاموشی سے لنچ اکٹھے کرلیا تھا جبکہ جبروت ابھی تک انکے پاس نہیں آیا تھا۔۔

یونہی گہری چُپ میں دن لمحے گزرتے سمے شام میں ڈھل گیا،شام سے رات ہوگئی مگر جبروت نے دُرّے سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور یہی بات دُرّے کیلئے اب وبالِ جاں ہوگئی تھی۔۔۔

ڈنر ضبور نے اکیلے ہی کرلیا تھا وہ بھی چند لقمے زہر مار کرکے۔۔۔

لنچ کے بعد دُرّے نے اس وقت تک کچھ نہیں کھایا تھا۔۔۔

ایک سناٹے نے گویا پورے مینشن کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ضبور جبروت کو ڈھونڈتا عقبی جانب بنے سوئمنگ پول کے پاس آیا تو جبروت کو وہاں سینے پر ہاتھ باندھے پول کے شفاف نیلگوں پانیوں کو بے تاثر انداز میں تکتے ہوئے پاکر اسکے پاس آیا اور خاموشی سے اسکے برابر میں کھڑا ہوگیا۔۔۔

"کھانا کھالیا تم دونوں نے؟" بیشتر لمحے خاموشی سے گزر جانے کے بعد جبروت نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔۔۔

"ہوں۔۔۔ہاں میں نے کھالیا تھوڑا سا مگر نایاب نے لنچ کے بعد کے اب تک کچھ نہیں کھایا ہے" ضبور کی اطلاع پر جبروت فوراً سیدھا ہوا تھا۔۔۔

"مجھے بتایا کیوں نہیں؟وقت پر کھانا نہیں کھاتی تو بیمار ہوجاتی ہے پھر" وہ فکرمندی سے بولا۔۔۔

"وہ تمہارے ہاتھ سے کھانا کھانے کی عادی ہے بھول گ ئے؟"
ضبور نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔۔۔

"رابیل سے جڑی ہر چیز میرے لاشعور تک جانے کی ،شعور پر حاوی ہونے کی اور دل میں راج دھانی کی اہل ہے باہی میں بھول سکتا ہوں بھلا؟ ختم بھی ہوجاؤں تو دھڑکن کی بجائے رابیل کا نام گونج کر سُنائی دے گا میرے آس پاس ہمیشہ۔"

جبروت کھوئے ہوئے انداز میں کہتا پھر سے پول کے پانی کو تکنے لگا۔۔۔

"تو پھر ابھی اُسکے پاس کیوں نہیں ہو تم؟کیوں دُہرا رہے ہو اسکے بچپن کا وہ دور جب وہ تمہارے پیچھے خوار ہوتی رہتی اور تم اُسے جان کر اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔۔۔"

ضبور نے کہا۔۔

"آج تک میں نے کبھی اُسکی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی زمین پر نہیں گرائی۔اُسکی ہر وِش کو پورا کرنا اپنے اوّلین فرائض میں سے ایک سمجھتا ہوں۔پتہ ہے اوغوز خان خٹک کہا کرتے تھے کہ رابیل کے معاملے میں تو شیر شاہ مہابت خان سے بھی آگے ہے۔مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں اسکے سامنے گیا تو قائل نہیں کرپاؤ نگا۔وہ مجھ سے وہ سب بھی کروالیتی ہے جو اور کوئی کرنے کی سوچ میں خود کو بھی ہار جاتا ہے مگر مجھے جھکا نہیں پاتا۔"

دُرّے کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ سے جبروت کے لہجے میں یونہی بے بسی دھر آتی۔

"تجھے پتہ ہے اُسے مان ہے تجھ پر کہ تُو ہر کسی کا حق ادا کرنا اور اپنی زندگی میں اُسکا صحیح مقام برقرار رکھنا جانتا ہے۔اُسنے اپنی دادی کو حسرتوں میں جیتے دیکھا ہے اور اب وہ دادو کا کوئی بھی آرمان دل میں ہی دبتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی،تحریم آنی کو دیکھ کر شائد اُسے مہر آنی یاد آئی کیونکہ تحریم آنی کے ذکر پر دُرّے کی آنکھیں نم تھیں اور پارسا۔۔۔اُسکے لئے وہ وہی محسوس کرتی ہے جو تم ہیر کیلئے کرتے ہو۔زندگی میں بہن بھائیوں کی کمی نے اُسے ہر اک کیلئے دل سوز بنادیا ہے"

ضبور نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

"جانتا ہوں وہ بچپن سے ہی مجھے زندگی کی ہر تصویر میں دیکھتی رہی ہے۔دادو کا سب سے بڑا شکوہ اپنے شوہر مودود خان سے تھا اور میں وہ شکوہ مر کر بھی رابیل کے منہ سے سُننے کا متحمل نہیں ہونا چاہتا۔مجھے مومی کے سوا کسی بھی اور کو دیکھ کر مہر مما یاد نہیں آتی کیونکہ میں جانتا ہوں وہ یہیں کہیں ہیں ہمارے پاس۔۔۔پارسا کو زندگی میں صرف ایک بار اور وہ بھی ٹھیک سے نہیں دیکھا مگر وہ ہمارے لئے ہمارے گھر کی آبرو ہے۔مجھے ویسے ہی عزیز ہے جیسے ونیزہ،کشمالہ اور نورین وغیرہ مگر رابیل کا مقام کوئی نہیں لے سکتا۔۔۔"

جبروت کی آواز میں درد کی عجب کسک پنہاں تھی۔

دُرّے ضبور کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ابھی عقبی جانب بنے پائیں باغ کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہی ہوئی تھی کہ سامنے ہی پول کے پاس ضبور کے ہمراہ کھڑے جبروت کو دیکھ کر قدم زمین نے جھکڑ لیے۔۔۔

ڈارگ گرے کلر کے کرتے اور شلوار میں ملبوس،پستہ رنگ کی مردانہ شال نفاست سے کندھوں پر ڈالے اُسکے خوبصورت بلونڈ بال ماتھے پر بے ترتیب سے بکھرے تھے۔سلور گرے آنکھوں میں عجیب سی سُرخی تیر رہی تھی۔۔۔

ضبور کی اسکی جانب پشت تھی اور جبروت ضبور کے برابر میں پول کی اور سیدھا کھڑا تھا۔۔
دُرّے کو دونوں کی آواز ہلکی مگر واضح سُنائی دی تھی۔

"اُسے بتا کیوں نہیں دیتا کہ تمہارا اصل کیا ہے؟کیوں تم سب سے الگ تھلگ ہو؟کیوں اُسکے سوا کسی دوسرے سائے سے بھی تمہارا سرد وجود لاوے کی طرح دہک اُٹھتا ہے؟اُسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ دل صرف اسکے لۓ راضی ہے۔تمہاری لائف کسی اور کے لۓ وقف ہونے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔نا تو تمہارا اصل اس بات کی اجازت دیتا ہے اور نا تمہاری زندگی۔۔۔بتادو اُسے کہ ان گزرے تمام برسوں میں اَن گنت زخم کھا کر تاریکیوں کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہو تم۔۔۔انڈرورلڈ کی عالمی دنیا کانپتی ہے تمہارے نام سے،کسی کو تمہارے وجود کا پتہ نہیں ہے بس سب تمہیں تلاشنے میں ہلکان

ہیں۔بتاؤ اسے کہ تمہاری غیر یقینی زندگی کی ضامن صرف وہ ہے۔۔۔کوئی اور اگر تمہاری زندگی میں آئی تو خود جل کر خاکستر ہوجائے گی یا پھر تم فنا ہوجاؤ گے۔۔۔بتاؤ اُسے کہ صرف اُسکے پاس ہی جرائم کی تاریکی اور سیاہی بھری دنیا میں تمہارے سنگ رہنے کا جگر ہے۔۔۔جبروت اُسے مزید انجان مت رکھو۔زندگی اور پھر خصوصاً ہم دونوں کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔۔۔وہ تمہیں پہچاننے اور جان لینے کا حق رکھتی ہے۔"

ضبور کی آواز کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح دُرّے کے کانوں میں انڈیلی گئی تھی۔۔۔

جبروت ابھی ضبور کی طرف مڑ کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اسکی پشت پر متوحش سی کھڑی دُرّے کو دیکھ کر ساکت ہوگیا۔۔۔

دُرّے بس چند لمحے پتھریلی نگاہوں سے اُسے تھکتے رہنے کے بعد بیدردی سے آنکھیں رگڑتی وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔

"رابیل رُک جاؤ بات سُنو" جبروت چیخ کر اسکے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔

ضبور بھی بوکھلا کر دونوں کے پیچھے گیا تھا۔۔۔

دُرّے دوڑتی ہوئی اپنے اور جبروت کے بیڈروم میں آئی اور دروازے کو مضبوطی سے لاک کرکے اب دروازے کی پشت سے ٹیک لگائے گویا ریت کی طرح بکھرتی ہوئی فرش پر بیٹھ گ ئی۔۔۔۔

زندگی میں پہلی مرتبہ وہ یوں بے تحاشا روئی تھی۔۔۔۔

نگاہوں کے سامنے اپنے دادا مودود خان کا وہ بارعب چہرہ آیا۔۔۔وہ بھی تو اسی سیاہ دنیا کے روح رواؤں میں سے تھے۔۔۔۔

پھر اپنی دادی کا ویران چہرہ نظروں کے سامنے آیا جنہوں نے ساری عمر اندیشوں اور حسرتوں کے سائے میں گزار دی تھی۔۔۔۔

کڑاکڑ درّے پر مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان کو اپنے سامنے زد و کوب ہوتے دیکھنا اور جبروت کا گولیوں سے چھلنی ہوکر درّے سے نیچے کھائی میں گرنا، سری لنکا میں اپنی زندگی کے اُس تاریک بیسمنٹ میں گزرے تین سال، قلعہ دراوڑ اور پھر عمر کوٹ کے قلعے میں اپنا زنجیروں میں جھکڑا زخموں سے چور وجود،پھٹے کپڑے اور افراسیاب کی وہ غیر مناسب نظریں۔۔۔۔۔

کیا کچھ نہیں تھا جو اس وقت دُرّے کو یاد نہیں آیا تھا۔

بے انتہا ذہین لوگوں کی ذہانت اک اسی جگہ تو مات کھاجاتی ہے کہ پھر ساری عمر تلخ لمحے انہیں اذیت سے دوچار رکھتے ہیں۔۔۔

اس معاملے میں دُرّے اور جبروت دونوں ہی بے بس تھے کیونکہ ذہین ہونا انکے لئے اس معاملے میں اک عذاب تھا۔۔۔

اپنا سر سختی سے ہاتھوں میں تھامے اسکا دل و دماغ درد سے پھٹ رہا تھا۔۔۔۔

جبروت اب روم کے باہر کھڑا دروازے کو پیٹ رہا تھا۔۔۔

"رابیل دروازہ کھولو چندا بات سنو میری" جانے کتنی بار وہ یہ التجا کرچکا تھا اور ہر بار اس التجا پر اندر سے دُرّے کی سسکیاں اسکا دل چھیر کر رکھ دیتی۔

زندگی میں پہلی دفعہ وہ جبروت کی وجہ سے بری طرح ہرٹ ہوئی تھی اور جبروت کا خود کو نذرِ آتش کرنے کا دل کررہا تھا۔۔۔۔

ساری رات دُرّے اسی طرح دروازے سے لگی روتی رہی اور جبروت اور ضبور دروازے کو پیٹ پیٹ کر اُسے مناتے رہے۔۔۔۔

اگلی صبح دُرّے ساری رات ٹھنڈے فرش پر ایک ہی جگہ بیٹھے رہنے کے سبب بخار سے دُکھتے جسم کیساتھ بدقت اُٹھ کر واشروم گ ئی اور وضو کرلینے کے بعد نماز پڑھ کر اب دعا میں روتے ہوئے اپنے والدین کو یاد کررہی تھی۔۔۔۔

Mamma,Baba where have you gone?Shafaq needs you....Please come "back"

صبح کاذب کے ظہور کیساتھ ہی جبروت اور ضبور مسجد میں نماز پڑھنے چلے گ ئے تھے۔۔۔۔
نماز پڑھ لینے کے بعد اب پھر سے آکر دروازے پر دستک دے رہے تھے مگر دُرّے بالکنی میں کھڑی بے تاثر انداز میں سامنے دیواروں پر بکھری ٹہنیوں کو تک رہی تھی۔۔۔۔
اسکا فون بج بج کر خاموش ہوتا رہا مگر اسے گویا سنائی ہی نہیں دیا۔۔۔۔

جبروت کو اچانک سے ایک خیال سُجھائی دیا۔۔۔
سوئی منگ پول والی سائیڈ سے بھی ایک راستہ اسکے بیڈروم تک جاتا تھا بلکہ اس پورے مینشن کی ہر جگہ سے ہی اسکے روم تک جانے کے ک ئی راستے تھے جو اسنے خود بنوائے تھے اور صرف اسے ہی معلوم تھے۔۔۔۔

وہ تیزی سے سیڑھیوں پر نیچے اُترا اور مینشن کے بیک یارڈ میں آکر سوئمنگ پول کے پاس سے گزرتا پائیں باغ کے داخلی دروازے کے پاس پہنچ بائیں جانب مڑا اور گھنے پیڑوں سے ڈھکے اک مضبوط دروازے میں لگے سکینر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔۔۔

سکینر نے اسکی دھڑکن ڈیٹیکٹ کرکے سگنل دیا تو دروازہ ایک طرف سرکنے پر وہ فوراً اندر داخل ہوگیا۔۔۔

اسکے اندر جاتے ہی دروازہ پھر سے اپنی پرانی جگہ پر سختی سے پیوست ہوگیا۔۔

ایک چھوٹی سے راہداری سے گزر کر وہ سامنے موجود سیڑھیوں پر تیزی سے چڑھا اور وہاں موجود دروازے کو بھی سابقہ انداز میں کھولنے پر وہاں سے ڈریسنگ روم میں موجود وارڈروب میں داخل ہوگیا۔۔۔

ڈریسنگ روم سے نکل کر وہ روم میں آیا تو وائٹ لانگ فلورل سکرٹ اور میرون سلک کے ٹاپ میں ملبوس وائٹ دوپٹے کو کندھوں پر پھیلائے ملگجے سے حلیے میں دُرّے کو بالکنی کے ریلنگ کیساتھ سر ٹکائے بے خیال سا پاکر جبروت کا دل کھائی میں گرا تھا۔۔

آہستگی سے چلتے ہوئے سینٹر ٹیبل پر پڑے جگ سے پاس رکھے گلاس میں پانی انڈیل کر وہ گلاس تھامے اسکے پاس آیا اور پنجوں کے بل دُرّے کے سامنے بیٹھ کر اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔۔۔

"رابیل۔۔۔"جبروت نے دھیرے سے پکارا مگر جواب ندارد۔۔۔

"شفق۔۔۔" جبروت نے بلکل مہابت خان کے انداز میں اسے پکار کر ہاتھ اسکی پیشانی پر بکھری ہوئی گھنگریالی لٹوں کی جانب بڑھایا تو دُرّے نے گویا کرنٹ کھا کر اسکا ہاتھ سختی سے جھٹک دیا۔۔۔

"دور رہیں ہم سے۔۔۔"وہ تڑخ کر بولی تو جبروت نے بے یقینی سے اُسے دیکھا۔۔۔

"رابیل تم۔۔۔"جبروت نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ دُرّے نے اپنی سُرخ بڑی بڑی فیروزی آنکھیں اس پر گاڑھ دیں۔۔۔

ان دو فیروزی جھیلوں کی لالی جبروت کا دل لہو میں نہلا گ ئی تھی۔۔۔

جبروت جانتا تھا کہ اسکی آنکھیں اتنی سُرخ تبھی ہوتی ہیں جب وہ شدید بخار سے جل رہی ہوتی ہے،یا پھر غصّے سے روئی ہوتی ہیں۔۔۔

جبروت نے اسکے گال پر پھسلتے آنسو انگلیوں کی پوروں پر چننے چاہے مگر دُرّے نے رُخ پھیر لیا۔۔۔

"اپنے دوست سے اتنی خفا ہو کہ اب دیکھو گی بھی نہیں؟بات تک نہیں کروگی؟"
جبروت نے آزردگی سے کہا۔۔۔

"دوست؟آپ دوست ہیں ہمارے؟" دُرّے نے طنزیہ انداز میں سر جھٹکا۔۔۔
جبروت اسکے تلخ انداز پر کچھ نہیں بولا۔۔۔

"صرف دوست شیر شاہ؟ ہم نے آپ کو اپنا سب کچھ مانا،بچپن کی تنہائیوں میں آپ کو ہمدم دیکھا،مما بابا کو کھو کر بھی ہم خاموش رہے کیونکہ اللہ نے ہمیں آپ سے نوازا تھا۔۔۔بیسمنٹ کی اُن تاریکیوں میں اللہ نے آپکی یاد سے لپٹ کر ہمیں خوفزدہ ہونے سے بچایا، ہم نے تشدد سہا،آگ میں جلے، غیر کی نظروں اور لمس نے ہمارے وجود کو چھلنی کیا مگر ہم جھکے نہیں۔۔۔۔"
دُرّے کے سُلگتے لہجے میں آخری بات پر جبروت کی گلاس پر گرفت سخت ہوگئی۔۔۔

"دیکھنا چاہیں گے وہ اَن مٹ نشان جو ہم نے اپنے وجود پر اعزازی تمغوں کی طرح سجائے ہیں کیونکہ وہ ہمیں شیر شاہ سے دستبردار نا ہونے کے جرم میں دیے گئے تھے؟"

دُرّے نے اپنی ہتھیلیاں اسکے سامنے پھیلادیں جن پر زخموں کے نشان اب بھی ہلکے ہلکے موجود تھے۔۔۔۔

اپنے پیر اور پھر بازو بھی اسنے جبروت کو دکھائے مگر جیسے ہی اسنے اپنے دوپٹہ ہٹا کر اپنے گلے اور کندھے پر لگے راڈ سے مارے جانے کے زخم جبروت کو دکھانے چاہے تو اسنے تڑپ کر نظریں دوسری جانب کرلیں۔۔۔

"یہ زخم ہم نے صرف شیر شاہ کی خاطر کھائے ہیں۔۔۔ہمیں لگتا ہے کہ شائد ہمارے شیر شاہ سچ مچھ اس دن درّے سے گر کر ہمیں ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئے ہیں اور اتنے سال جسکے نکاح میں ہم رہے وہ تو کوئی اجنبی ہیں۔"
دُرّے کے تلخ لہجے پر جبروت نے زخمی نظروں سے اُسے دیکھا۔۔۔

"ہم ہمیشہ سے گینگسٹرز کے شیدائی تھے اور آپکو انہی میں سے ایک دیکھنا چاہتے تھے مگر وہ سب صرف سراب تھا۔۔۔انکی اصل زندگی کیسی ہوتی ہے؟وہ جی کر ہم نے آپ سے صرف اتنا مانگا تھا کہ زندگی میں بھی ان جیسا مت بنیے گا مگر آپ تو ان سے بھی زیادہ سفاک ہیں۔۔۔۔آصف عباسی سے بھی بدتر کیونکہ انہوں نے صرف پاکستان کے لوگوں کو اپنی بربریت کا نشانہ بنا رکھا تھا مگر آپ۔۔۔۔۔اتنے وحشی بن گئے کہ پوری دنیا کو ہی اپنی لپیٹ میں لے لیا؟آپ سے تو ارسلان

عبّاسی بہتر تھے جو ایک تاریک اور سیاہ دل والے انسان کے بیٹے ہوکر بھی شفاف رہے اور آپ حیدر کرّار جیسے شفاف و باکردار انسان کے خون سے ہوکر بھی غنڈے درندے بن گ ئے؟ ہمیں بتائیں ہم سے آپکا ساری زندگی عشق سچا ہے یا ارسلان عبّاسی کی وہ چند لمحوں کی موہوم محبت؟"
دُرّے کی بات تیر کی طرح جبروت کے دل میں پیوست ہوئی تھی اور گلاس پر اسکی گرفت اتنی سخت ہوگ ئی کہ وہ اسکے ہاتھوں میں چکنا چور ہوگیا۔۔۔

خون میں ڈوبے ہاتھ سے اسنے دُرّے کا بازو دبوچ کر اُسے اُٹھاتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔۔

"بس رابیل۔۔۔۔"وہ گرجا تھا۔۔۔
دُرّے نے اپنے ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر پرے دھکیلنا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلا۔۔۔

لیکن دُرّے کی اُنگلیاں اسکے کرتے کے بٹنز میں پھنس جانے کی وجہ سے دُرّے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو سارے بٹن اُدھڑ ک نیچے گرگ ئے اور جبروت کے سینے پر دراڑ جیسے لگے زخم نے دُرّے کو منجمد کر دیا۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"دُرّے کی آنکھوں سے ایک گرم آنسو پھسلا۔۔۔جبروت سے ساری ناراضگی ایک ہی پل میں ہوا ہوگ ئی تھی۔۔

دُرّے نے ڈرتے ڈرتے اُسکی کالر ہاتھ سے پکڑ ہٹائے تو جبروت کے چوڑے سینے کو جا بجا زخموں سے سجا ہوا دیکھا۔۔۔

اسکے ہاتھ لرزتے ہوئے گرے تھے۔۔۔جبروت سے اپنا بازو چھڑا کر وہ بالکنی کی ریلنگ کی طرف مڑی۔۔۔

بھوربن کا آسمان پھر سے سیاہ بادلوں کی چادر اوڑھ چکا تھا۔۔۔

اولے بھی جل تھل زمین پر گر رہے تھے۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔پارسا سے شادی کرلیں۔"دُرّے کی بات پر جبروت نے جھٹکے سے اُسے دیکھا اور اگلے لمحے اسکا بازو دبوچ کر اُسے اپنے سامنے کیا۔۔۔

Even if the whole world went against me,I would still stand as a shield for "
".my love.But I never expected that from you Durr e Nayab Adan

جبروت کے سرد لہجے میں کہنے پر دُرّے ساکت سی ہوگئی۔۔۔

وہ کتنی بیگانگی سے اسکا نام لے رہا تھا۔۔۔

دُرّے کا بازو چھوڑ کر وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا دروازے کے پاس گیا اور دھاڑ سے دروازہ کھول کر چلا گیا۔۔۔

پیچھے ضبور جو دروازے کے قریب کھڑا تھا، بس اُسے پکارتا ہی رہ گیا اور پھر تیزی سے روم کے اندر آیا تو دُرّے منجمد سے اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی تھی۔۔۔

سفید دوپٹے پر جبروت کی خون آلود ہتھیلی اپنا نشان چھوڑ گ ئی تھی۔۔۔
ضبور فوراً اسکے پاس آیا اور اسکا سر ہلکا سا تھپکا تو وہ گویا ہوش میں آئی۔

"بب باہی۔۔۔ شش۔۔۔شیر شش۔۔۔شاہ کک۔۔۔کے پپ۔۔۔پاس جج۔۔۔جائیں ان کک۔۔۔کا ہہہ۔۔۔ہاتھ زخمی ہے"
دُرّے اٹکتے ہوئے بولی۔۔۔

"تم پریشان مت ہو گڑیا میں جاتا ہوں اسکے پاس تم بیٹھو ادھر طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تمہاری۔۔۔"
ضبور کے کہنے پر وہ مرے مرے قدموں سے جاکر بیڈ پر بیٹھی تو ضبور جبروت کے پیچھے چلا گیا۔۔۔

بار بار فون پر اسکا نمبر ملاتے ہوئے وہ جگہ جگہ اُسے تلاش رہا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھا۔۔۔
ضبور نے گلزار کو فون کیا تو وہ بھی لاعلم معلوم ہوا۔۔۔

صبح سے دوپہر ،دوپہر سے شام ہوگئی مگر جبروت کا پتہ کہیں نا تھا۔۔۔

دُرّے صبح سے شام تک اپنے روم میں بند رہی۔۔شام کے وقت روم کا دروازہ کھلا اور جبروت اندر آیا۔۔۔
ضبور کو وہ اپنے آنے کے بارے میں پہلے ہی انفارم کرچکا تھا اسلئے وہ مطمئن ہوکر اپنے کام سے چلا گیا تاکہ جبروت کھل کر دُرّے سے بات کرسکے۔

دُرّے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے غنودگی کی حالت میں تھی۔۔۔
چہرے پر خشک آنسوؤں کے نشانات تھے۔۔۔حلیہ ویسا ہی ملگجا اور چہرہ زرد تھا۔۔۔جبروت کے دل پر گھونسہ پڑا۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا ہوا آکر بیڈ پر اسکے سامنے بیٹھا اور انگلی سے اسکے چہرے پر آئی لٹ ہٹانے لگا جب وہ ڈر کر فوراً جاگی تھی۔۔۔

پہلے تو ہراساں نگاہوں سے جبروت کو تکنے لگی اور پھر خاموشی سے آکر اسکے گلے میں بازو حمائل کرکے گال اسکے کندھے پر ٹکا دیا۔۔۔

جبروت نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دی تو وہ سیدھی ہوکر اسے دیکھنے لگی اور پھر اسکا سفید پٹیوں میں جھکڑا بایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر آنکھوں سے لگایا اور پھر انہی ملتجی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

وہ آنکھیں شائد اس سے بھیک مانگ رہی تھیں۔۔۔
جبروت نے رُخ پھیر کر ان سے نظریں چرائی تھیں۔۔۔
اسی سمے اسے حیدر کی کال موصول ہوئی تھی اور انکی اطلاع نے جبروت کے پیروں سے زمین کھینچ لی۔۔۔

ساحرہ جمال اسکے زیارت سے چلے جانے کے بعد اپنے کمرے میں بند ہوکر رہ گئی تھیں اور کسی کے بھی کہنے پر باہر نہیں آئی۔۔۔
مگر جبروت نے جب زارا کو کال کی تو انہوں نے روتے ہوئے اسے بتایا۔۔۔
جبروت نے انہیں فون ساحرہ کے پاس لے جانے کا کہا اور جیسے ہی انہوں نے اپنے سب سے لاڈلے پوتے کی آواز سُنی تو پورے قد سے زمین پر گر پڑیں۔۔۔

اُنہیں فوری طور پر ہاسپٹل لے جایا گیا جہاں ڈاکٹرز نے بتایا کہ انہیں نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔۔۔

جبروت یہ اطلاع ملتے ہی تیزی سے اُٹھا اور اپنی شال کندھوں سے اُتار کر دُرّے کو اوڑھاتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ باہر لے گیا۔۔

ضبور کو بھی عجلت میں آگاہ کرکے اب وہ تینوں پھر سے افراتفری میں بلوچستان کیلئے روانہ ہو گئے تھے۔۔۔

اسلام آباد ائیر پورٹ سے ڈومیسٹک فلائیٹ کے ذریعے کوئٹہ ائیر پورٹ پہنچ کر وہاں سے وہ تینوں سیدھا کوئٹہ سی ایم ایچ پہنچے تھے۔۔۔

ساحرہ جمال فلحال آئی سی یو میں تھیں۔۔۔تین دن تک آئی سی یو میں رہنے کے بعد انہیں جنرل روم میں شفٹ کر دیا گیا تو دُرّے اور جبروت ان سے ملنے روم میں چلے گئے۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ دُرّے کے آنے پر کسی قسم کے غصّے کا اظہار کرتی،دُرّے نے فوراً آگے بڑھ کر انکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما اور ڈبڈبائی آنکھوں سے جبروت کو دیکھتے ہوئے گویا بے بسی کی انتہا پر اس سے نظروں ہی نظروں میں "ہاں" بھیک مانگی تھی۔۔۔

جبروت نے ایک خاموش نظر ساحرہ پر ڈالی اور انکا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔۔۔

"مجھے آپکی خواہش پر کوئی اعتراض نہیں۔۔۔"یہ بات کرتے ہوئے اسکے دل کی حالت پر صرف خدا ہی عالم تھا۔۔۔

ساحرہ کے نقاہت سے شکستہ چہرے پر خوشی کی لہر دوڑی تھی۔۔۔
بے اختیار انکی آنکھیں نم ہوئیں اور انہوں نے جبروت کا ہاتھ اپنے سینے سے لگا دیا۔۔۔
دُرّے بھی انہیں خوش دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔۔

آج اس نے اپنی قربانی دے کر کسی کی لبوں کو مسکراہٹ بخشی تھی۔۔۔۔
نا صرف اسنے بلکہ جبروت نے بھی خود کو قربان کر دیا تھا۔۔۔

ٹھیک ایک ہفتے بعد جبکہ ساحرہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوچکی تھیں، حویلی میں جشن کا سماں لگ گیا تھا کیونکہ ہاشم رئیسانی کئی برسوں بعد پارسا اور تحریم کے ہمراہ پاکستان آئے تھے۔۔۔

ان گزرے دنوں میں ردا دُرّے پر کافی برس چکی تھی مگر دُرّے نے بدقت اسے منالیا تھا۔۔۔

حویلی پر دُرّے نے انکے استقبال کا شاندار انتظام کیا تھا۔۔۔

ہاشم دُرّے سے مل کر اس سے کافی متاثر ہوئے تھے جبکہ جبروت کو بھی اتنے برس بعد دیکھ کر دیر تک اسے خود میں بھینچے رہے۔۔۔

تحریم کے دل میں دُرّے کو دیکھ کر جانے کیوں یہ خواہش جاگی تھی کہ یا تو وہ انکی بیٹی ہوتی اور یا انکا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ دُرّے کو اسکیلئے مانگ لیتیں۔۔۔

دُرّے کا اس گھر سے اور جبروت سے کیا رشتہ تھا یہ ان تینوں میں سے کسی کو نہیں پتہ تھا اور باقی سب پر زبان بندی عائد کی گئی تھی۔۔۔۔

بھلا ساحرہ کے حکم آگے بھی کسی کی چل سکی تھی کبھی۔۔۔

حویلی میں چند دن بعد ہونے والی گرینڈ ویڈنگ سرمنی کیلئے تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں جن میں دُرّے بڑھ چھڑ کر حصّہ لے رہی تھی۔۔۔

پارسا جو ردا کیساتھ مایوں بیٹھی تھی،جب دُرّے انکے پاس آتی تو جانے کیوں وہ محبت سے مسمرائز سی ہوکر اسے تکنے لگتی۔۔۔

"ہیر! یہ کون ہیں؟" پارسا نے ردا سے پوچھا۔۔۔

"دُرِّنایاب عدن" ردا نے اسکا تعارف کروایا۔۔۔

"ماشاءاللہ بہت پیارا نام ہے بلکل انکی طرح۔۔۔یہ کس کیساتھ آئی ہیں؟مہمان ہیں؟"
پارسا کے لہجے میں رشک سا تھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔میزبان ہے بھئی۔حیدر بابا جان اور ثمر مومی کی بیٹی سمجھ لو۔میری اور باہی کی جند جان ہے۔"
ردا نے محبت سے کہا۔۔۔۔

"اور جبروت کی؟" لال ہوتے چہرے سے اس نے بڑے دھیمے انداز میں پوچھا تو ردا خاموش سی ہوگئی۔۔۔

"انکا تو سب کچھ ہے یہ۔۔۔"ردا خود سے بڑبڑائی مگر پارسا سُن نا سکی۔۔۔

"انکی بیسٹ فرینڈ ہے۔۔۔مانو صرف اسے ہی انکی حقیقی گہری رازدار اور بہترین دوست ہونے کا حق حاصل ہے۔۔۔۔جب ادا جان کڈنیپ ہوئے تھے تو اسکے بابا جان نے ہی انہیں پالا تھا تبھی سے دونوں بچپن سے ساتھ ہیں"
ردا نے محتاط رہ کر پارسا کو بتایا۔۔۔

"واؤ گریٹ۔۔۔انکے مما بابا آئے ہیں یہاں؟کہاں ہیں میں ان سے مل سکتی ہوں؟"
پارسا جوش سے بولی۔۔۔

"وہ اس دنیا میں نہیں ہیں اب۔۔۔نایاب گیارہ سال کی تھی تبھی انکا مرڈر ہوا تھا اور اسی وقت سے سمجھو گویا ادا جان نے ہی اُسے پالا ہے"
ردا کی آواز آزردہ سی تھی۔۔۔پارسا ساکت سی ہوکر اسے دیکھنے لگی۔۔

اسی سمے دُرّے انکے پاس آکر بیٹھ گ ئی۔۔۔پارسا جانے کیوں اس سے شرماتی تھی۔۔۔اب بھی اسکے آنے پر جھینپ سی گ ئی۔۔۔

دُرّے نے غور سے پارسا کو دیکھا۔۔۔دُرّے جیسی نہیں تھی مگر واقعی بہت خاص تھی،بہت خوبصورت تھی۔امبر رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں اور ان پر گھنی پلکوں کی جھالر اسکے چہرے کو مزید دلکش بنادیا کرتی تھیں۔۔۔
اسکی مسکراہٹ اور حُسنِ صورت کیساتھ حُسنِ سیرت بھی اسکی پیاری شخصیت پر سونے کا سُہاگہ تھی۔۔۔

دل ہی دل میں دُرّے نے ردا اور ضبور کیساتھ اسکے اور جبروت کیلئے بھی ڈھیروں دُعائیں مانگی تھیں۔۔۔

دُرّے کو دیکھ کر ردا کی آنکھیں بار بار نم ہوجاتی تھیں۔۔

اگلے دن مہندی کا فنکشن بہت بہترین انداز میں منعقد کیا گیا تھا۔۔زارا،ایہا اور دُرّے نے اس فنکشن کو اعلٰی پائے کا بنانے میں اپنی بے انتہا محنت صرف کی تھی اور اب سارے مہمانوں کی طرف سے داد بھی ستائش انکی محنت کا ثبوت تھی۔۔۔

OBJ

دُرّے ردا کا اور کشمالہ پارسا کا ہاتھ تھامے حویلی کے عقبی جانب لان میں سجی سٹیج تک لے آئی یں۔۔۔

جبروت اور ضبور انکے سامنے والی سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ درمیان میں ایک خوبصورت فاؤنٹین تھا۔۔۔

ردا کو سٹیج پر بٹھا کر دُرّے پلٹی تو ضبور جو اَذور کیساتھ آکر سامنے والی سٹیج پر بیٹھا تھا،دُرّے کو دیکھ کر دھیرے سے مسکرادیا۔۔۔

دُرّے نے ضبور اور ردا سے وعدہ لیا تھا کہ وہ دونوں اسکی وجہ سے اپنی خوشی برباد نہیں کرینگے۔۔

"عشق کی دھونی روز جلائے

اُٹھتا دھواں تو کیسے چھپائے"

موسیقی کے مدھم بولوں پر ردا نے ضبور کو دیکھا تو وہ اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

"انکھیاں کرے جی حضوری

مانگے ہیں تیری منظوری

کجر سیاہی دن رنگ جائے

تیری کستوری رین جگائے

من مست مگن من مست مگن

بس تیرا نام دہرائے

چاہے بھی تو بھول نا پائے

من مست مگن من مست مگن

بس تیرا نام دہرائے"

موسیقی کے بولوں نے گویا ضبور کے دل کے احساسات کو زبان دی تھی۔۔۔

"اوڑھ کے دھانی پریت کی چادر

آیا تیرے شہر میں رانجھا تیرا

دنیا زمانہ جھوٹا فسانہ

جینے مرنے کا وعدہ سانچھا میرا"

ضبور بے اختیار مسکرا دیا۔۔۔اسکا دل ردا کے سامنے بے نقاب ہوچکا تھا۔۔۔

اب وہ کیسے بے فکری وہ بے پرواہی سے اُسے ستایا کرے گا؟

"شیش محل نا مجھ کو سُہائے"

ردا کے گالوں پر لالیاں دوڑیں۔۔۔۔

"تجھ سنگ سوکھی روٹی بھائے"

ضبور مسکراہٹ دبا کر سر جھٹکتے ہوئے نظریں دوسری طرف کر گیا۔۔۔

پارسا بس خاموش مسکراتی نگاہوں سے سامنے بیٹھے جبروت کو دیکھتی رہی جو اپنے ساتھ بیٹھے اذرنگ سے محوِ گفتگو تھا۔۔۔

دُرّے قصداً وہاں موجود نہیں تھی تاکہ جبروت ڈسٹرب نا ہو۔۔۔

مہندی کا فنکشن شاندار انداز میں اختتام کو پہنچا تھا۔۔۔

اگلے دن بارات اور ولیمہ ایک ساتھ تھا۔۔۔

نکاح ہوجانے کے بعد گھونگھٹ میں چھپی ردا اور پارسا کو ضبور اور جبروت کے برابر میں بٹھادیا گیا۔۔۔

شام کے وقت ردا اور پارسا کو انکے بیڈرومز میں لے جایا گیا۔۔۔
دُرّے پارسا کو اسکے بیڈ پر بٹھاکر اسکا ڈریس ٹھیک کرتے ہوئے جانے لگی تھی کہ پارسا نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

"پلیز میرے پاس ہی رہو۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے" پارسا کے معصوم سے انداز پر دُرّے مسکرادی اور بیڈ پر اسکے پاس بیٹھ کر اسکے کندھے کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔تم ابھی شیر شاہ کو جانی نہیں ہو نا۔۔۔جب جان جاؤ گی تب انکے ساتھ نہیں بلکہ انکے بغیر ڈر لگے گا۔ابھی تھوڑی دیر میں ہی وہ آجائیں گے۔"
دُرّے اسکا ہاتھ تھام کر دباتے ہوئے بولی اور جاتے ہوئے اسکے گال پر تھپکی دے گئی۔۔۔

دُرّے باہر آئی تو زارا اور حیدر سے سامنا ہوگیا۔۔۔زارا نے نے بے اختیار اسے گلے سے لگا کر خود میں بھینچا جبکہ حیدر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر تھپکا۔۔۔

ان تینوں کے رشتے کو اب ایک خصوصی رتبہ مل گیا تھا۔۔۔

حیدر اور زارا جو بیٹی کیلئے ترستے رہتے۔۔۔انہوں نے ببانگِ دہل دُرّے کے متعلق ہر سوالی زبان کو خاموش کر دیا تھا۔۔۔۔

وہ گویا انکی سگی بیٹیوں سے بھی اب بڑھ کر تھی۔

حیدر نے اسے قانونی طور پر ایڈاپٹ کرکے اپنا نام دے دیا تھا۔۔۔

رب کیلئے ایثار کیا تھا اسی لئے ہر گزرتا پل دُرّے کے سُرور میں اضافہ ہی کرتا جارہا تھا۔۔۔۔

زارا سے الگ ہوکر دُرّے نے کھلے دالان پر سایہ کیے آسمان کی جانب سرشار ہوکر دیکھا تھا۔۔۔۔

*****

اضطراب

میر رئیسانی حویلی،زیارت بلوچستان:

عشا٦ کی نماز سے فارغ ہوکر اب تمام بزرگ مہمان خواتین گیسٹ ہال میں آتشدان کے قریب ساحرہ جمال اور گیتی آرا٦١ کیساتھ بیٹھیں کچھ پرانی یادیں تازہ کرنے میں مشغول تھیں۔۔۔

زارا،ایہا،فارینہ ،تحریم اور آبدار رئیسانی کی اہلیہ انیسہ رئیسانی ٹیرس پر موجود گپ شپ میں مشغول تھیں۔۔۔

دُرّے ہیری (اُلّو) جو جبروت اسکے لئے نتھیاگلی سے بلوچستان لیکر آیا تھا،کو اپنی نرم ہتھیلیوں میں تھامے عقبی جانب پائیں باغ میں جھولے پر بیٹھی چاند کو محویت سے تھک رہی تھی۔۔۔
اس بات سے بے خبر کہ پائیں باغ میں نیچے حوض کے پاس گئیں سیڑھیوں پر جبروت بھی کھڑا خالی نگاہوں سے حوض کے ہلکے سے رواں پانی کو تک رہا تھا۔۔۔

آہل جسکی نظریں صبح سے ہی غیر دانستہ طور پر دُرّے کو تلاش رہی تھیں مگر وہ اُسے اب تک نظر نہیں آئی تو وہ سخت جھنجھلایا سا پوری حویلی میں اُسے ڈھونڈنے کے بعد جونہی اس طرف آیا تو جھولے پر بیٹھی سوگوار سی مسکان کیساتھ چاند کو تکتی دُرّے کو دیکھ کر قدم ٹھہر گ ئے۔۔۔

چاند کو تکتی اسکی فیروزی آنکھیں نم سی مسکرارہی تھیں۔۔۔

دُرّے اور چاند کے حُسن کے بیچ تقابل کی کشمکش میں مبتلا وہ بے خود سا خود بخود اسکے پاس چلا آیا تھا۔۔۔

دُرّے نے جیسے ہی کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو فوراً شانوں پر بکھرا دوپٹہ سر پر برابر کرکے سنبھلی اور پھر آہل کو موجود پاکر اپنائیت بھری نگاہ سے دیکھا۔۔۔

آہل کیل ئے دُرّے کے دل میں وہی مقام تھا جو اذرنگ اور اَذور کا تھا۔۔۔

"آپ اس وقت یہاں؟" دُرّے نے جھولے سے اُٹھ کر نرمی سے دریافت کیا۔۔۔

وہ اب اندر جانا چاہتی تھی کیونکہ آہل کی موجودگی میں یوں اکیلے وہاں بیٹھنا اُسے غیر مناسب سا لگ رہا تھا۔۔۔

ہیری اسکے ہاتھ سے اُڑ کر باغ میں اپنے فیورٹ صنوبر کے درخت کی ایک شاخ پر بیٹھ گیا۔۔۔

"آپ کو ہی تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہوچکا اور آپ جارہی ہیں اب؟"
آہل کی خود سے سرگوشی دُرّے کی تیز سماعتوں نے سُن لی تھی۔۔۔
اُسنے قدرے سنجیدگی سے آہل کو دیکھا۔۔۔

"آپ اُداس ہیں؟" آہل نے چند لمحے توقف کے بعد جھجک کر پوچھا۔۔۔

"اُداسی کی وجہ؟" دُرّے نے اُلٹا آبرو اُٹھائے سوال کرکے اُسے گڑبڑا دیا۔۔۔

"نایاب۔۔۔۔میں۔۔۔۔آپ سے بیحد۔۔۔۔"
آہل لاجواب سا ہوکر پہلے تو اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور پھر جانے کیوں بے خیالی میں اُسے اپنا حالِ دل سُنانے کو بے چین محض چند قدم ہی اسکے قریب ہوا تھا کہ اچانک ہی جبروت کے چوڑے مکّے کی بھاری ضرب سینے پر پڑنے سے لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔۔۔

دُرّے اچانک جبروت کی آمد اور پھر اسکے ردِّ عمل پر چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔۔۔
چاند کی ملگجی روشنی میں جبروت کی صبیح پیشانی پر لاتعداد شکنوں کا جال بچھا تھا جبکہ سُرخ آنکھیں خطرناک سا تاثر لیے آہل کو گھور رہی تھیں۔۔۔۔

"....Get lost"

دُرّے کے سامنے کھڑا جبروت آہل کا گریبان پکڑے غرّایا تو اسکا حلق سوکھ گیا۔۔۔

دُرّے کی موجودگی کے سبب جبروت نے بمشکل خود کو قابو کیے رکھا تھا۔۔۔

جبروت کی ہلکی سی دھاڑ سُن کر آہل کو لگا کہ اگر ایک منٹ بھی وہ مزید یہاں ٹھہرا تو جبروت اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیگا۔۔۔

وہ فوراً پلٹ کر تیزی سے وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔۔

دُرّے ششدر سی جبروت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔جبروت اسکی طرف پلٹا تو نظر جھکی ہوئی تھی۔۔۔وہ اُن سُرمئی گہرے سمندروں میں اُٹھتے لاوے کی لالیاں دُرّے کو نہیں دکھا سکتا تھا۔۔۔

"ہر کوئی ہماری نرم گفتاری و حلیمی طبع کا اہل نہیں ہوتا رابیل۔۔۔ہر کسی کا دل اتنا شفاف نہیں ہوتا کہ وہ خود سے برتے جانے والے پاک ظرف کا صحیح حق ادا کرسکے۔۔۔انسان کے ظاہر کو دیکھنا تو ہر کوئی جانتا ہے تم اسکے باطن کو پرکھنا سیکھ لو تمہارے بھروسے کے بیش بہا موتی ٹوٹنے سے بچے رہینگے رابیل۔۔۔"

جبروت کے بہت گہرے انداز سے کہنے پر دُرّے کو اک پل کیلئے خنکی کے احساس نے چھیڑا تھا۔۔۔

"جاؤ بہت رات ہوگئی ہے۔۔۔دیر تک نہیں جاگا کرتے" لہجہ پھر سے وہی بے تاثر مگر فکر سے لبریز تھا۔۔

"شیر شاہ۔۔۔پارسا کے پاس چلے جائیں وہ آپکی منتظر ہے۔"
دُرّے نے اسکے قریب آکر دھیرے سے کہا۔۔۔جبروت کا دل عجب تاریکیوں میں ڈوبا تھا۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔جاؤ چندا" وہی حتمی سا انداز جو وہ اکثر بچپن میں دُرّے کی پروا میں اپنالیتا تو ہی وہ لاڈلی ضدّی لڑکی کہی جاکر اسکی مان جاتی تھی۔۔۔۔

دُرّے خاموشی سے لب کاٹتی اسکے پاس سے گزر کر واپس اندر جانے لگی تو وہ بھی اسکے پیچھے اک مخصوص فاصلہ رکھ کر چلنے لگا۔۔۔

اپنے حصار میں اسے بیڈروم تک پہنچا کر ہی وہ وہاں سے واپسی کیلئے مڑا تو ضبور سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔۔۔۔

وہ اسے ہی ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔اسے دُرّے کو یوں سنبھال کر واپس بیڈروم تک پہنچاتے دیکھ کر ضبور کا دل شدید دُکھا تھا۔۔۔۔

اُن تین سالوں میں جب جبروت پاگلوں کی طرح دُرّے کو ڈھونڈ رہا تھا،اسکی بے چینیاں،اذیتیں،وحشتیں اور دیوانگیاں ضبور نے بڑے قریب سے دیکھی تھیں۔۔۔

"جاہ! اپنی رابیل کا بھرم رکھ لینا بڈی اسکا ایثار رائیگا نہیں جانا چاہیے۔"
ضبور نے بھاری دل سے کہا تو جبروت نے زخمی نظروں سے اُسے دیکھا اور اسکا کندھا دباکر تیز تیز قدموں سے وہاں سے چلا گیا۔۔۔

ضبور کو اچانک سے ردا کا خیال آیا تو وہ جبروت کے بیڈروم کے عین مقابل ٹاف فلور پر اپنے بیڈروم میں جانے کیلئے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔۔۔

دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو بیڈ پر کوئی موجود نہیں تھا جبکہ ردا بالکنی میں کھڑی تھی۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا اسکے پاس آکر اسکے برابر میں کھڑا ہوگیا۔۔۔
ضبور کی مہک اپنے پاس محسوس کرکے ردا کے گالوں پر بہتے آنسو مزید بے لگام ہوئے تھے۔۔۔

ضبور کو اسکی ہچکیاں سُنائی دیں تو دھیرے سے اسکی طرف مڑا اور اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔۔

ردا سر جھکائے رو پڑی تو ضبور نے اسکے گرد بازو پھیلا کر اپنے چوڑے سینے میں چھپایا اور انگلی سے اسکے گال پر بہتے آنسو چُنا۔۔۔

"نایاب کو پتہ چلا کہ میرے ہوتے ہوئے بھی میرے ہی سامنے روئی ہو تم تو وہ پٹھانی میرا حشر بگھاڑ دے گی۔۔۔پھر بیٹھی رہنا پھٹے ڈھول جیسی شکل والے شوہر کا غم مناتے ہوئے۔۔۔۔"
جبروت نے سنجیدگی بھری شرارت سے کہتے ہوئے اسکے چہرے پر آئی آنسوؤں سے بھیگی لٹ کھینچی تو ردا نے فوراً اُس سے الگ ہوتے ہوئے اسکے سینے پر دو مکّے جڑے تھے۔۔۔

"ظالم عُروسِ نو کے تیور تو دیکھو ذرا۔۔۔چڑیل نا ہو تو۔"
ضبور نے مسکراتے ہوئے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور اسکے ماتھے پر مہرِ محبت ثبت کر دی۔۔۔۔

"ہیر! رب کیلئے کیے گئے ایثار پر ماتم نہیں کرتے۔۔۔۔وہ پاک ذات اپنی طرف بندوں کا قرض نہیں چھوڑتا اور خوش نصیب ہوتے ہیں وہ بندے جو اُسے بہترین قرض دیتے ہیں۔اللہ نے جاہ اور

نایاب کو آزمائش میں ڈالا ہے تو اس میں اسکی حکمت ہوگی،وہی انکی مدد فرمائے گا اور وہی انہیں اسکا اجر بھی دے گا۔یہ پیچیدہ گرہیں ہم بندوں کے سُلجھانے کی بس کی بات نہیں ہوتی انہیں اسکے خالق کے سپرد کرنا ہی بندگی کا ذوق ہے۔۔۔"
ضبور نے اسکے آنسو پونچھتے ہوئے نرمی سے کہا۔۔۔

ردا کا تھام کر اسے ہلکا سا اپنی طرف کھینچتے ہوئے ضبور نے خود سے لگایا تو ردا کے درد سے بلکتے دل کو اک عجب سا قرار آیا تھا۔۔۔

اذور اپنے فون میں کچھ دیکھتا بے دھیانی میں سامنے سے آتی ونیزہ سے بری ٹکرایا تھا جو عجلت میں گیتی کے پاس کل صبح واپس کوئٹہ جانے کا کہنے آرہی تھی۔۔۔۔

پارسا سے اسکی کوئی رنجش نہیں تھی مگر جبروت کو کسی اور کیساتھ دیکھنا بھی تو محال تھا۔۔
وہ واپس اپنے گھر جانا چاہتی تھی اور ساتھ میں اپنے بھائی آہل کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی کیونکہ آہل کا محویّت سے دُرّے کو تکنا ونیزہ کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

"دھیان سے محترمہ کہیں ہاتھ پیر ٹوٹ گیا تو میں پھانسی پر لٹک جاؤنگا۔۔۔ویسے بھی ہروقت فردِ جرم کی تلوار ہم پیچاروں کے سروں پر لٹکی ہی تو رہتی ہے۔"

اَذور شرارت سے بولا۔۔۔اشارہ گیتی اور ساحرہ کا ونیزہ اور آہل کے بارے میں پوزیسیو ہونے کی طرف تھا۔۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" ونیزہ اس مداخلت پر تڑخ کر بولی۔۔۔

"سادہ ہی تو بات کی ہے کوئی جغرافیے کا نقشہ تھوڑی کھینچا ہے۔۔۔خیر مرچیں تھوڑی کم کھایا کرو مضر صحت ہوتی ہیں۔۔۔کبھی شہد کے ذائقے بھی چکنے میں اپنی الگ ہی لذت ہے"
اَذور نے اسے چھیڑا تو وہ اُسے تُند سے گھورتی دھپ دھپ کرتی وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔

"عجیب مخلوق ہے بھئی یہ تو۔۔۔۔ویسے اسکا وہ بھوت بھائی کہاں مر گیا۔۔۔۔؟"
پیچھے اَذور سر جھٹکتا ہنس کر گنگناتے ہوئے آہل کو کال ملاتا اپنے بیڈروم میں جانے لگا۔۔۔۔

دُرّے اپنے بیڈ پر بیٹھی ہیری کو بازو پر بٹھائے اس سے باتیں کر رہی تھی جب روحی مروان اور ابیر کیساتھ دستک دے کر روم کے اندر آئی تو دُرّے انہیں دیکھ کر مسکرادی۔۔۔

"چاچی۔۔۔۔"مروان تیزی سے اسکے پاس آکر بیڈ پر چڑھتے ہوئے اسکی گود میں بیٹھا۔۔۔

"ادّی آپ آئی یں نا بیٹھیں" دُرّے نے خوشدلی سے کہا۔۔۔

روحی اور ابیر اسکا صبر دیکھ کر اپنی آنکھوں کی نمی پر قابو نا پاسکی تھیں۔۔۔

"مانی تمہارے پاس سونے کی ضد کررہا تھا مگر یہ نا خود سوئے گا نا تمہیں سونے دے گا۔۔۔تم سوجاؤ سارا دن بغیر اک پل چین سے بیٹھے تم نے ہر چیز کی خود نگرانی کی ہے۔۔۔تھک گ ئی ہو چندا سو جاؤ اب۔۔۔چلو مانی صبح آجانا انکے پاس"
روحی نے دُرّے کی ٹھوڑی ہلکا سا چھو کر نرمی سے کہا۔۔۔

"نہیں میں کہیں نہیں جاؤ نگا۔۔۔مجھے چاچی کے پاس رہنا ہے بس"
مروان ضدّی لہجے میں بولا۔۔۔

"مانی بچے وہ تھک گ ئی یں ہیں چلو تم آج ابی چاچی اور اذی چاچو کیساتھ سو جاؤ کل پورا دن انکے ساتھ رہنا ٹھیک"
ابیر نے مروان کو بہلایا مگر وہ دُرّے سے لپٹا ضدی بنا رہا۔۔۔

"اَدّی آپ لوگ جائی یں آرام کیجیے آج ہمارا بیٹا ہمارے ساتھ سوئے گا۔۔۔"

دُرّے مروان کے سلکی براؤن بالوں میں انگلیاں پھیر کر مسکراتے ہوئے بولی تو روحی نے مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر دبایا۔۔۔ابیر نے دُرّے کا گال ہلکے سے تھپکا اور وہ دونوں روم سے نکل گ ئی یں۔۔۔۔

"Chachi.... Maani love you so much"

مروان نے اسکا گال چوما تو اسنے بھی ہنستے ہوئے مروان کا ماتھا چوما۔۔۔

"مانی ہماری ایک بات مانوگے پلیز؟" دُرّے نے اُسی کے انداز میں ایک معصوم سی ریکویسٹ کی۔

"جی بولیں۔۔۔"

"آج سے ہمیں نہیں پارسا کو چاچی کہوگے تم ٹھیک ہے نا؟"

مروان کے تیور اسکی بات پر بگڑے تھے۔۔۔۔

"نہیں وہ آنی ہیں چاچی صرف آپ ہیں۔۔۔۔"

"مانی پلیز ہم بیسٹ فرینڈز ہیں نا۔۔۔آپ ہماری چھوٹی سی بات نہیں مان سکتے؟"

دُرّے نے اسکی ٹھوڑی چھو کر منانا چاہا۔

"میں آپ سے کبھی بات نہیں کرونگا پھر۔۔۔جارہا ہوں میں"
مروان اسکی گود سے اتر کر چھلانگ مارتا بیڈ سے اترا۔۔۔

"ہیری شائی د صرف ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے بیسٹ فرینڈز ہیں بس"
دُرّے کے دھیرے سے کہنے پر دروازے کی طرف بڑھتا مروان ٹھہر گیا۔۔پھر پلٹتے ہوئے تیزی سے آکر پھر سے دُرّے کی گود میں چڑھ گیا۔۔۔

"جیسا آپ کہیں چاچی مطلب آنی۔۔۔مگر ہم بیسٹ فرینڈز رہینگے نا؟آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائی نگیں۔"
مروان نروٹھے لہجے میں بولا تو دُرّے نے خوش ہوکر اسے خود میں بھینچا۔۔۔

"ہمارا پیارا سا گڈا۔۔"دُرّے نے اسے پیار کیا اور اپنے ساتھ لٹا کر سلانے لگی۔۔۔

دُرّے کو چھوٹے بچے بے انتہا پسند تھے اور مروان اسکے دل میں ٹھاٹیں مارتے سمندر جیسی ممتا کے قرار کا باعث تھا۔۔۔

مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ قدرت اب کی بار اسکی ممتا کا بھی امتحان لینے کی ٹھان چکی ہے۔۔۔۔

جبروت آہستگی سے چلتا اپنے بیڈروم کے دروازے کے سامنے پہنچا اور جو دروازے پر دستک دینے کو ہاتھ بڑھانا چاہا تو وہ گویا مفلوج ہوکر منوں بھاری اُٹھنے سے ہی انکاری ہوگیا۔۔۔۔

بدقت اُسنے دروازے پر ہلکی سی دستک دی مگر جواب ندارد۔۔۔۔
دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو اسکا خوبصورت وسیع بیڈروم دُرّے نے خود اذرنگ ، ابیر اور اَذور کیساتھ ٹریڈیشنل طرز پر دلکشی سے سجایا ہوا تھا۔۔۔۔۔

پورے روم میں ابھی تک اُسی دُشمنِ جاں کی مہک رچی بسی تھی جو صرف جبروت کو ہی محسوس ہوا کرتی تھی۔۔۔۔
یہ مہک اُسکی ٹوٹتی سانسوں کیلئے آبِ حیات تھی۔۔۔

جبروت کی نگاہ بے دھیانی میں پارسا کی جانب اُٹھی تھی۔۔۔
دُرّے اور ردا ہی کی ہم عمر وہ لڑکی بے انتہا خوبصورت ہونے کیساتھ بہترین اور من موہنی شخصیت کی مالک تھی مگر جبروت کی آنکھوں کو کبھی بھی کوئی حُسن نہیں بھایا تھا۔۔۔۔

حتّٰی کہ دُرّے کو بھی اسنے احترام کے سبب کبھی بھی غور سے نہیں دیکھا تھا۔۔۔
دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ تو بچپن سے ہی روح بن کر اسکے سرد وجود میں زندگی کی مانند داخل ہوکر دل بنی دھڑکتی تھی۔۔۔

غنودگی کی حالت میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پارسا بھاری قدموں کی آہٹ پر ذرا سا چونک کر جاگی تو جبروت کے تھکے تھکے سے خوبرو نقوش دیکھ کر دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی۔۔۔

جبروت کے چہرے پر چھائے باوقار سے ملال پر وہ بری طرح دل ہار گ ئی تھی۔۔۔
وہ سیدھی ہوکر سر جھکائے بیڈ پر بیٹھ گ ئی۔۔۔۔

"السّلام علیکم" جبروت نے سلام میں پہل کی۔۔۔

"وعلیکم السّلام۔۔۔"پارسا کی آواز قدرے لرزی تھی جسے جبروت نے فوراً بھانپ لیا تھا۔۔۔
پتہ نہیں کیوں وہ جبروت سے ڈرتی تھی۔۔۔

"کیسی ہیں آپ؟طبیعت کیسی رہتی ہے؟" جبروت نے نرمی سے کہا۔۔۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔"پارسا کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔
وہ خود اعتماد لڑکی جانے کیوں جبروت اور دُرّے کے سامنے نروس ہوجایا کرتی تھی۔۔۔

"ڈنر ٹھیک سے کیا تھا؟میڈیسنز لی ہیں آپ نے؟"
لہجہ ہنوز نرم تھا۔۔۔

"جی۔۔۔"سوکھا حلق تر کرکے پارسا نے جواب دیا۔۔

جبروت دھیرے سے سینٹر ٹیبل کے ارد گرد رکھے سٹولز میں سے ایک بیڈ کے قریب کھینچ کر اس پر پارسا کے سامنے بیٹھا مگر نظر جھکی تھی۔۔۔

"آپ مجھ سے ڈر کیوں رہی ہیں؟" چند لمحے خاموش توقف کے بعد جبروت کی بات پر پارسا نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔
وہ کیسے جان گیا تھا۔۔۔۔

"نہیں میں کیوں ڈرونگی؟" آواز میں قدرے لرزش تھی۔

"وہی تو میں جاننا چاہ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے کیوں ڈر رہی ہیں؟"
جبروت کی برجستگی پر وہ گڑبڑا گ ئی۔۔۔

"آں نن نہیں بس وہ آپ سے پہلی مرتبہ سامنا ہورہا ہے اسلیے تھوڑا سا تکلف ہے"
پارسا نے بمشکل ہی جواب دیا۔۔۔

"حالانکہ کینیڈا میں آپ مجھے دیکھ چکی ہیں ایک دفعہ مادام"
جبروت کی بات پر وہ جھینپ سی گ ئی۔۔۔

تین سال پہلے جبروت جب اپنے بزنس کے سلسلے میں کینیڈا میں اپنے زیرِ مشاہدہ پراجیکٹس کیل ئے گیا تھا تو حیدر کے بہت اصرار پر صرف ایک آدھ گھنٹے کیل ئے ہاشم وِلا بھی گیا تھا جہاں تحریم اور ہاشم گرمجوشی سے اسے ریسیو کرکے پھر جانے ہی نہیں دے رہے تھے اور پارسا جو اسے سلام کرکے پھر اسکے سامنے نہیں آئی تھی۔۔۔

جبروت جانتا تھا وہ چپکے چپکے اسے مسلسل تک رہی تھی۔۔۔

"وہ تو فارمل سا تعارف تھا نا اسلیے۔۔۔آپ تو بمشکل چند منٹ ہی ٹھہر کر چلے گ ئے تھے۔"پارسا خجل سی ہوئی۔۔۔

"چند منٹ نہیں پانچ گھنٹے۔۔۔۔ویسے مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ سب فارمل تھا"
جبروت نے بڑے غیر محسوس انداز میں اسکے دل کی چوری پکڑی تھی۔۔۔
پارسا کے گال لال ہوئے تھے۔۔۔۔

"پتہ نہیں مگر مجھے عجیب سا ڈر لگتا تھا آپ سے بلکہ اب بھی لگتا ہے مگر دُر صحیح کہتی ہے کہ آپ کیساتھ کچھ لمحے گزارنے پر احساس ہوتا ہے کہ اصل خوف آپ کے ساتھ رہنے میں نہیں بلکہ آپ کے بغیر رہنے میں ہے۔"
پارسا ڈولتے دل کیساتھ بولی تو جبروت کا دل پھر سے تڑپا تھا۔۔۔۔
اسکی رابیل اسکے بغیر سانس تک لینے میں ہلکان ہوجاتی تھی اور آج کیسے اس سے دستبردار ہوگ ئی تھی۔

مانسہرہ میں تو وہ کسی اور کو جبروت کے قریب تک نہیں آنے دیا کرتی تھی۔
جبروت کے معاملے میں وہ بلا کی ضدی آج کیسے خاموشی سے جھک گ ئی تھی۔۔۔۔

"اُس چڑیل سے مجھے زچ کرنے کے طریقے سیکھ لیں آپ۔۔۔یقیناً پھر ڈر نہیں لگے گا آپکو اسکے بقول مجھ جیسے بھوت سے۔"

جبروت کے لہجے میں دُرّے کیلئے محبت بھری بے تکلفی دیکھ کر پارسا مسکرادی۔

جبروت نے اپنے جیکٹ کی جیب سے سیاہ مخملیں لمبا سا باکس نکال کر پارسا کے سامنے کیا۔۔۔
پارسا نے جھجھکتے ہوئے باکس لیکر کھولا تو اس میں بیحد خوبصورت پلاٹینم چین والا پینڈینٹ تھا جسکے آخرے سرے پر ایک پیارا سا سیاہ ڈائی منڈ جگمگا رہا تھا۔۔۔

پارسا نے خوشی سے لبریز مسکان کیساتھ بے اختیار وہ باکس لبوں سے لگا کر مسکراتے ہوئے جبروت کو دیکھا۔۔۔

"Thank you so much Jaah"

"یہ آپکا گفٹ مجھ پر آپکا حق تھا۔۔۔ تھینکس مت کہیں۔فریش ہوکر ریسٹ کرلیں تھک گ ئی ہیں" متانت سے کہتے ہوئے جبروت سٹول سے اُٹھا اور سٹول واپس اپنی جگہ پر رکھ کر واپس پارسا کی جانب آیا اور ہلکا سا اسکی جانب اپنا کندھا جھکا کر کھڑا ہوگیا۔۔۔

پارسا کو اسکی یہ ادا بہت بھائی تھی۔۔۔اسکے کندھے کا سہارا لیکر وہ اپنا برائیڈل ڈریس سنبھالتی بیڈ سے اُتری اور واک اِن کلوزٹ میں چلی گ‌ئی۔۔۔

ڈریس تبدیل کرکے واپس آئی تو جبروت بیڈروم کی وسیع بالکنی میں جائے نماز بچھائے نماز پڑھنے میں مگن تھا۔۔۔

پارسا مبہوت سی ہوکر اسکے بیحد خوبرو چہرے پر پھیلے نور کے ہالے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔
خود بھی وضو کرکے وہ اسکے قریب جائے نماز بچھاکر کھڑی ہوگ‌ئی اور نماز پڑھنے لگی۔۔۔

جبروت انتہائی پُرسکون انداز میں طویل نماز پڑھنے میں مگن پارسا کی موجودگی محسوس کرکے اپنی نماز مختصر کرتے ہوئے سلام پھیرنے کے بعد اُٹھا اور اپنی جائے نماز تہہ کرکے اسکی جگہ پر رکھ دی اور پھر آتشدان کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"جاہ! آپ کو مجھ سے اجنبیت تو محسوس نہیں ہوتی نا؟"
پارسا نے جبروت کے پاس والے صوفے پر بیٹھ کر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

جبروت نے سوالیہ انداز میں لحظہ بھر اُسے دیکھنے کے بعد پھر سے نظر جھکالی۔۔۔

"آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟" جبروت نے دھیمی آواز میں کہا۔۔۔

"مجھے کوئی نِک نیم سے بلاتا ہی نہیں۔۔۔آپ بھی تو مجھے بڑے بزرگوں کی طرح آپ کہہ کر بلاتے ہیں۔"پارسا بچوں کی سی معصومیت سے بولی تو جبروت ہنس پڑا۔۔۔

"آپکا اپنا نام اتنا خوبصورت اور خالص ہے اور شناسائی کا تعلق بے تکلفی سے نہیں ہوتا۔۔۔میں آپ کہتا ہوں تو اس لئے کہ آپ میرے لئے بہت بلند تر مقام پر ہیں۔"
جبروت ہاتھ جھاڑ کر اُٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

"?May I have the honour to be your friend Jaah"
پارسا بھی اسکے ساتھ اُٹھتے ہوئے کچھ لمحے خاموشی سے جبروت کو تکتے رہنے کے بعد اسکے سامنے کھڑی ہوکر بولی تو جبروت خاموش سا ہوگیا۔۔۔

ذہن کے پردے پر وہی منظر واضح ہوا تھا جب ننھی دُرّے اسکی دوست بننے کیلئے ضد کررہی تھی۔۔۔

"....Sure Haala"

خود پر پارسا کی آس سے لبریز نظریں محسوس کرکے جبروت نے نرم سی مسکراہٹ سے جواب دیا تو پارسا کی آنکھوں میں خوشی کے ننھے جگنو دمکنے لگے۔۔۔

جبروت نے اُسے اتنا میٹھا نام دے دیا تھا۔۔۔یہ اعزاز بھرا احساس اُسکے دل کو چین نہیں لینے دے رہا تھا۔۔

وہ بچوں کی طرح پُرجوش ہوکر بے ساختہ جبروت کے سینے سے لگی تو جبروت کے سینے میں کوئی آتش فشاں سا پھٹ پڑا تھا۔۔۔
چند لمحے پہلے خاموش دھڑکن اتنی تیز ہوگئی تھی گویا دل پسلیوں کی سلاخیں توڑ کرہی دم لے گا۔۔۔

سرد وجود یک دم انگارے کی طرح دہکنے لگا تھا۔۔۔۔
پارسا کچھ گھبرا کر ہراساں نگاہوں سے جبروت کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

"ہالہ آپ سوجائیں۔۔۔۔"جبروت نے اپنے اندر اُبلتے ہوئے ناقابلِ بیان سے احساس کو بمشکل دباتے ہوئے پارسا سے کہا۔۔۔

"جاہ آپ ٹھیک نہیں لگ رہے کیا ہوا؟" پارسا نے متوحش سا ہوکر اسکا ہاتھ پکڑا تو وہ گویا آگ میں جھلس رہا تھا۔۔۔

"آپ پریشان نا ہوں سوجائیں میں ٹھیک ہوں۔"جبروت اسے بیڈ تک لے آیا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ پریشان سی بیڈ پر ایک طرف لیٹ گئی۔۔۔

جبروت نے کمبل اس پر برابر کیا اور خود بیڈ پر اسکے دوسری جانب نیم دراز ہوکر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔۔۔

پارسا اسکی طرف رُخ کرکے پریشانی میں جانے کب سوگئی تھی۔۔۔

جبروت کو جب محسوس ہوا کہ وہ سوگئی ہے تو دوبارہ سے اُٹھ کر جائے نماز بالکنی میں بچھاتے ہوئے نرم خنک ہوا میں نماز پڑھنے کھڑا ہوگیا۔۔۔

نماز پڑھنے کے بعد قریباً گھٹنوں کے بل گرنے کے سے انداز میں جائے نماز پر بیٹھ کر دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے وہ بے انتہا مضبوط مرد بے بسی کے عالم میں بے تحاشا رو پڑا تھا۔۔۔

"میرے مولا! آپ ہی نے فرمایا ہے نا کہ ہم کسی انسان پر اسکی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے، میرے اللہ صرف آپ ہی میرے ظاہر و باطن کی رگ رگ سے واقف ہیں۔آپ ہی میرے حالِ دل،میری تکلیف ،میری بے بسی پر گواہ ہیں۔مجھ پر یہ آزمائش آپکی رضا ہے مولا تو اس پر کھرا اُترنے کی ہمت عطاکر دیجیے۔میں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہا ہوں،ریزہ ریزہ ہوکر ختم ہورہا ہوں مجھے تھام لیجیے۔"

جبروت کی خاموش سسکیاں فضا میں گونجی تھیں۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"

بیڈ پر لیٹی بے چینی سے کروٹیں بدلتی دُرّے اچانک گھبرا کر نیند جاگی تھی۔۔۔

گھٹن میں گھرے دل کو حبس زدہ سے ماحول میں سانس لینے میں دُشواری محسوس ہوئی تو وہ دھیرے سے کمبل ہٹاتے ہوئے دبے قدموں دل پر ہاتھ رکھے بالکنی میں آئی تو ٹھنڈی ہوا نے اسکے گھنگریالے بالوں کو چھیڑا تھا۔۔۔

دُرّے کو اپنے گالوں پر نمی محسوس ہوئی تو بے اختیار اُنگلیوں سے چہرے کو چھونے پر ادراک ہوا کہ وہ خواب میں روتی رہی ہے۔۔۔۔

بالکنی کی ریلنگ پر ہاتھ جمائے شکستگی سے سر جھکائے وہ روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی۔

"اللہ ہمارے صبر کو ڈگمگانے سے بچالیجیے۔"

فلک پر پھیلے رات کی دبیز چادر ہلکا سا سرکنے پر صبح کی آثار نمودار ہونا شروع ہوگئے تھے۔۔۔۔
جبروت مسجد جانے سے پہلے پارسا کے پاس آیا اور ہلکا سا اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے فجر کیلئے جگانے لگا۔۔۔

وہ جاگی تو نرم سی مسکان کیساتھ جبروت کو دیکھتے ہوئے اُٹھی اور وضو کرنے چلی گئی۔۔۔۔
جبروت روم سے نکل کر سیڑھیوں پر اُترتے ہوئے نیچے دالان میں آیا تو حیدر زارا کیساتھ کھڑے تھے۔۔۔

جبروت کو دیکھ کر محبت سے اُسے دیکھا۔وہ خاموشی سے آکر جانے کیوں زارا کے گلے لگا تو وہ دونوں ہی حیران رہ گئے۔۔۔۔

"چلیں بابا باہی کہاں ہے؟" حیدر سے کہتے ہوئے جبروت نے متلاشی نگاہوں سے ارد گرد دیکھا۔۔۔

"ہم یہاں ہیں برادرِ محترم۔۔۔"ضبور مسکراتے ہوئے ان کے پاس آیا تھا۔۔۔

کچھ لمحے بعد اذرنگ، اَذور،ہاشم،بابر اور اشف وغیرہ بھی انکے پاس آئے تو وہ سب اکٹھے مسجد چلے گ ئے۔۔۔۔

واپس آئے تو میر رئیسانی حویلی کی چہل پہل کا آغاز ہوچکا تھا۔۔۔

ردا اپنے بیڈروم سے نکلی تو بیڈروم سے نکلتی پارسا اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اسکے پاس آئی تھی۔ جواباً ردا نے بھی مسکراہٹ سے اسکا استقبال کیا تھا۔۔۔

وہ دونوں دُرّے کے بیڈروم میں آئیں تو وہاں کشمالہ اور مروان کو پہلے سے موجود دُرّے سے گپیں لڑاتے دیکھا۔۔۔۔

دُرّے ردا کی آنکھوں کی سوگواریت پر نظروں ہی نظروں میں اُسے ڈپٹتے ہوئے اب نرم سی مسکراہٹ کیساتھ پارسا کو دیکھ کر اُٹھتے ہوئے اسکے پاس آئی۔۔۔

"کیسی ہو؟نیند ٹھیک سے آئی تھی نا؟"

اسکے لہجے کی اپنائیت دیکھ کر پارسا نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے دھیرے سے اسکا ہاتھ تھام کر نظروں ہی نظروں میں اُس سے کچھ کہنا چاہا تو دُرّے نے مسکرا کر گویا اسکا مدّعا سمجھتے ہوئے نظروں سے اثبات کا اشارہ دیا۔۔۔

پارسا کو جانے کیوں لمحہ بہ لمحہ دُرّے اور جبروت سے اُنسیت پہلے ہر پل بڑھ رہی تھی۔۔۔
دُرّے اسکی خاموش فرینڈشپ ریکویسٹ سمجھ گئی تھی اور اسے اپنی رضامندی کا احساس بھی دلادیا تھا۔۔

"چاچی آپ کو پتہ ہے آج ہم سب مولا چوٹوک دیکھنے جائینگے۔"
دُرّے کا ہاتھ تھامے مروان نے چہکتے ہوئے پارسا سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھی اور پیار سے اسکے نرم سیب جیسے گال اپنے ملائم ہاتھوں میں تھام کر چومتے ہوئے اسے پیار کیا۔

پارسا کو بھی ننھے بچوں سے جنونی لگاؤ تھا۔۔۔

وہ سب اکٹھے باتیں کرتے سڑھیوں پر اُتر کر کاریڈور سے گزرتے دالان میں آئے تو ساحرہ جمال گیتی آرا٦١، فارینہ،ابیہا،زارا اور وہیل چئیر پر بیٹھی تحریم کیساتھ وہاں موجود تھیں۔۔۔

ردا اور پارسا فرداً فرداً سب سے ملی۔۔۔زارا نے دُرّے اور کشمالہ کو اشارے سے اپنے پاس بلا لیا تھا۔۔۔

تحریم کی نظر دُرّے پر پڑی تو اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنے پاس آنے کا کہا۔۔۔

دُرّے انکے پاس آئی تو تحریم نے اسے بانہوں میں چھپا کر پیار کیا۔۔۔

حیدر اور ضبور کیساتھ ہجرے سے اندر آتے جبروت کی نظر بھٹکتے ہوئے تحریم کے پاس وہیل چئیر کے قریب پنجوں کے بل بیٹھی مسکرا کر ان سے حال احوال پوچھتی دُرّے پر پڑی تو کل سے تپش کی زد میں آئے ہوئے جلے دل پر ٹھنڈے میٹھے مرحم کے احساس نے اسکے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ دوڑادی تھی۔۔۔

وہ نظر جھکائے حیدر اور ضبور کے ہمراہ انکی طرف آیا تو دُرّے اسکی موجودگی پاکر غیر محسوس انداز میں تحریم کے پاس سے اُٹھ کر زارا کے پیچھے کھڑی ہوگئی تھی۔۔۔

تحریم نے محبت سے جبروت اور ضبور کو دیکھا تو وہ دونوں انکے پاس آئے۔۔۔

تحریم نے انکے سر پر ہاتھ رکھ کر ڈھیروں دعائیں دی۔۔۔

پارسا اور ردا حیدر کے پاس آئیں تو انہوں نے پیار سے دونوں کے گرد بازو پھیلا کر خود سے قریب کیا۔۔۔

دُرّے نے بھی حیدر کو دیکھا تو انہوں نے پیار سے اسے نگاہوں میں ہی پیار کیا۔۔۔

ناشتے کے بعد وہ سب مولا چوٹوک دیکھنے خضدار کیلئے نکلنے لگے تو ونیزہ نے دھیرے سے گیتی آرا٦١ سے کہا۔۔۔

"مما میں واپس کوئٹہ جانا چاہتی ہوں آہل کو لیکر۔۔۔"
اسکی یہ سرگوشی جبروت نے سُن لی تھی۔

"ونیزے آپ بھی ہمارے ساتھ خضدار چلیں نا۔۔۔۔"
جبروت نے بغیر پلٹے کہا تو ونیزہ کا دل خوشی سے اُچھلا تھا۔۔۔

شائد پہلی مرتبہ جبروت نے براہِ راست مخاطب کرکے اس سے کچھ کہا تھا۔۔۔

"جی میں وہ۔۔۔"وہ کچھ کہہ ہی نا پائی۔۔۔

"اگر آپ لازماً جانے کی خواہاں ہیں تو ہم واپس بھوربن جاتے ہوئے آپ کو کوئی ٹہ چھوڑ آئی یں گے۔ابھی سب انجوائے کررہے ہیں تو آپ بھی چلیں۔خوشی کے لمحات کی ناقدری نہیں کرتے " وہ متانت بھری سادگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

ونیزہ نے گیتی کو دیکھا تو ان کی اجازت پر وہ بھی انکے ساتھ خضدار چلی گ ئی۔۔۔۔
مولا چوٹوک دیکھنے کے بعد وہ سب گوندڑانی کے غار دیکھنے چلے گ ئے۔۔۔۔

رات گ ئے واپس لوٹ کر اگلے دو دن زیارت میں ہی گزارنے کے بعد واپس بھوربن چلے آئے۔۔

✿✿✿✿

رئی یسانی مینشن،بھوربن:

جبروت اور ضبور اس وقت مینشن کے عقبی جانب بنے وسیع اور خوبصورت لان میں ٹہل رہے تھے۔۔۔

بھوربن کی ٹھنڈ خنک ہوا بار بار انکے نرم بلونڈ بالوں سے چھیڑ خانیاں کرکے انہیں ماتھے پر بے ترتیب کیے جارہی تھی۔۔۔

"اتنے سالوں بعد افراسیاب شائد پھر سر اُٹھانے لگا ہے اور اب تو صرف وہ ایک ہی نہیں ہے تمہارے دشمنوں میں بلکہ لگتا ہے گویا گنتی کے چند افراد کے علاوہ ساری دنیا کے غنڈے ہی تمہیں نیست ونابود کرنے کو مچل رہے ہیں بڑی۔کیا ایسے میں ہم نایاب کو اتنی دور بھیجنے کا رسک لے سکتے ہیں؟"

ضبور سینے پر ہاتھ باندھے جبروت سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"بچپن سے لیکر آج تک اسکی تمام زندگی پہلے اپنے دادا کے سخت اور بے رحم مخالفین سے خطرے کے پیش نظر بہت پابند گزری ہے اور اب میرے ساتھ رہ کر بھی اگر اسے یہی حبس کی زندگی گزارنی پڑے تو میرے خود کو اس سے فاصلے پر رکھنے تاکہ اس پر مجھ سے جڑی تاریکیوں کے بادل نا منڈلائے،اس فرشتہ صفت انسان تک مجھ آدم خور کے سائے کی بھی رسائی نا ہو۔۔۔پھر میرے یوں اس سے دور رہ کر آپ ہی اپنے جسم سے روح کھینچ کر خود کو تار تار کرنے کی کیا جزا ہے؟ میں نے اسے وہ مضبوط فولاد اس لئے بنانا چاہا تھا تاکہ اسکی آزادی سے سانس لینے کے حق کی کسی کو سبوتاژ کرنے کی جرّات نا ہو۔افراسیاب اور اسکے جیسے بدمعاشوں سے نمٹنے کا زورِ بازو اللہ نے دیا ہے مجھے اور

بھلے ہی میرے بازوؤں کے سائے رابیل کو نظر نا آئے مگر یہ ہمیشہ اسکے گرد اپنا مضبوط حصار بنائے رکھیں گے"

جبروت مضبوط لہجے میں بولا تھا۔۔۔

باہی نے بس خاموشی سے اپنے پراسرار سے بھائی کے بے تاثر چہرے کو دیکھا تھا۔۔۔

وہ جبروت کو دُرّے کیلئے مجنوں بنتے دیکھ چکا تھا۔۔۔

ضبور ہی تھا جو اسے انتہائی قریب سے جانتا تھا۔

کل دُرّے کی لندن کی فلائیٹ تھی جہاں اُسے کنگز کالج آف لندن میں سپیشل سکالر شپ پر ایڈمشن ملا تھا۔۔۔

چونکہ مہابت خان یوسفزئی نے بھی یہی سے اپنی ڈگری لی تھی اور وہ دنیا کے ٹاپ اورل اینڈ میگزیلو فیشل سرجنز میں شمار ہوتے تھے۔۔۔

جبروت نے دُرّے کیلئے بھی اسی کالج کا انتخاب کیا تھا جس پر دُرّے بیحد مسرور تھی۔۔۔

دُرّے اور جبروت کا آئی کیو لیول کافی نایاب اور بہت زیادہ تھا۔۔۔

گنگز کالج لندن کا سپیشل انٹری ٹیسٹ چند دن پہلے ہی بہترین سکور کیساتھ ٹاپ کرلینے پر دُرّے کو وہاں سے خصوصی سکالر شپ ملا تھا۔۔۔

ضبور اور جبروت نے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے کچھ خصوصی گفتگو کی جسکے بعد ضبور اندر حیدر کے پاس آگیا جبکہ جبروت اب اپنے ماسٹر سوئیٹ کی بالکنی میں کھڑا فون پر کسی سے بات کررہا تھا تھا۔۔۔

"....Ayaz be here immediately as soon as possible"

جبروت نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

"حکم بھائی۔۔۔فجر کی نماز ساتھ پڑھینگے ان شاء اللہ"

دوسری جانب ایاز خوشدلی سے بولا۔۔۔

"اللہ کی آمان میں رہو۔۔۔"جبروت نے نرمی سے کہہ کر کال منقطع کردی۔۔۔

ملک ایاز چوہدری،ملک کے نامور بیوروکریٹ ملک اکرام چوہدری کا ہونہار،نیک سیرت،خوبرو،باصلاحیت اور بہترین بیٹا ملک آصف عباسی کا داماد اور عشال عباسی کا شوہر تھا۔۔۔

ایاز لندن میں تعلیم کے دوران یونیورسٹی میں عشال سے تین سال سینیئر تھا۔۔چونکہ دونوں ہی بہترین خوبیوں اور سیرتوں کے مالک تھے لہذا جلد ہی دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے اپنائیت کا بویا گیا بھیج محبت کا ایک تناور درخت بن گیا۔۔۔

یونی سے فارغ ہونے کے بعد ایاز نے اپنا خاندانی بزنس سنبھالا اور عشال کی یونی سے فراغت کے بعد اسکے لئے پروپوزل بھجوادیا۔۔۔

ملک آصف عبّاسی اگرچہ ملک اکرام چوہدری کے پرانے مگر خفیہ رقیب تھے لیکن صہبا عباسی کی ایاز کی والدہ نصرت چوہدری سے دیرینہ تعلقات اور رشتے داری تھی۔۔۔

چنانچہ آصف عباسی اور افراسیاب کی ڈھکی چھپی مخالفت کے باوجود صہبا اور ارسلان کی حمایت پر عشال کی شادی ایاز سے ہوگئی تھی۔۔۔۔

ایاز کو جلد ہی افراسیاب کے خطرناک عزائم کا پتہ چل گیا جسکے مطابق اسکا ارسلان اور آصف عبّاسی کو راستے سے ہٹاکر خود جرائم کی دنیا میں آصف عباسی کی بادشاہی کے منسب پر بیٹھ کر سارے اثر و رسوخ کا مالک بننا تھا۔۔۔۔

نیز ایاز بھی اپنی بااثر حیثیت،متاثر کن شخصیت اور ذہین و ہوشیار طبیعت کے سبب افراسیاب کو اپنے لئے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔۔۔

اکرام چوہدری چونکہ آصف عباسی کیلئے سراسر خطرے کا باعث تھا اسی لئے وہ اس سے جان چھڑانے کیلئے کئی بار اس پر خفیہ قاتلانہ حملے بھی کرواچکا تھا مگر ہر بار وہ بچ جاتا۔۔۔

ایاز کو آصف اور افراسیاب کے تمام کرتوتوں کا پتہ تھا۔۔اس سے پہلے کہ ایاز اُن دونوں کو بے نقاب کرکے ساتھ میں مشعل عباسی کو افراسیاب کے فریبی چنگل سے آزاد کرواتا اور صہبا عباسی کو صورتحال کی سنگینی سے مطلع کرواتا ،افراسیاب نے ایک دن بڑی صفائی سے ایاز کو اپنے خفیہ بندوں کے ذریعے اغوا کراتے ہوئے یہ مشہور کرادیا کہ آصف عباسی جیسے غنڈے سے روابط ہونے کی بنا پر ایاز کو خفیہ ایجنسی والوں نے اُٹھوالیا ہے۔۔۔

دوسری جانب افراسیاب نے اپنے آدمیوں کو ایاز کے ہمیشہ کیلئے خاموش کرانے کے فرمان جاری کردیے۔۔۔

وہ بے رحم لوگ ایاز کو بیدردی سے مار ہی دیتے اگر جبروت جو اس وقت اندرونِ ملک لڑے جانے والے گینگ وارز کا روح رواں اور مافیا کے سر قلم اور بدمعاش غنڈوں کی جڑیں اکھاڑ رہا تھا۔۔ایسی

ہی ایک شدید جھڑپ کے دوران کراچی کے علاقے لیاری میں قید ایاز چوہدری کیلئے مسیحا بن کر آیا تھا۔۔۔

ایاز سمیت دیگر کئی مغویوں کو بازیاب کروا کر جبروت نے انہیں باحفاظت واپس اپنے گھروالوں کے پاس پہنچادیا جبکہ ایاز جو جبروت سے بیحد متاثر ہوا تھا۔۔اسکا دل کی گہرائیوں سے گرویدہ پرستار بن کر اُسی دن سے اسکا جانثار بن گیا۔۔

ایاز اور گلزار عمر میں جبروت سے بڑے ہونے کے باوجود بیحد احترام کے سبب اُسے بھائی کہتے اور اسکے ایک اشارے پر اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے۔۔۔
صرف یہ دونوں ہی کیا بلکہ لاکھوں جانباز جو دنیا بھر میں موجود تھے، جبروت جیسے شمعے کے پروانے تھے۔۔۔
ان سب کی زندگی کی کسی نا کسی تلخ پہلو میں جبروت انکے لئے مسیحا بنا تھا۔۔۔
✿✿✿✿✿

بلوچستان سے واپس آئے انہیں قریباً دو ہفتے ہوچکے تھے۔ان گزرے دنوں میں پارسا،ردا اور دُرّے تینوں ہی اپنے اپنے ٹیسٹس کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔۔

آج صبح ہی ٹیسٹ رزلٹس اناؤنس ہوئے تھے اور تینوں نے ہی میدان مار لیا تھا۔۔۔

سارا دن کافی سارا ہلّہ گلّہ کرکے اب ڈنر کے بعد دُرّے اور حیدر رئیسانی بڑے ہال میں آتشدان کے قریب آمنے سامنے بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے۔پارسا اور ردا حیدر کی حامی تھیں جبکہ زارا رئیسانی دُرّے کو سپورٹ کررہی تھیں۔۔۔

بچپن میں دُرّے یا تو اپنے نانا اوغوز خان یا پھر جبروت کیساتھ شطرنج کھیلا کرتی تھی۔۔۔

جبروت کبھی بھی اُس سے نہیں جیتا تھا بلکہ شائد جان بوجھ کر ہار جاتا تھا۔۔۔۔

ایک گھنٹے پر محیط کانٹے دار مقابلے کے بعد دُرّے حیدر رئیسانی جیسے منجھے ہوئے کھلاڑی کو بھی شطرنج میں مات دے کر اب خوشی سے اُچھل اُچھل کر سیلیبریٹ کررہی تھی جبکہ حیدر اور زارا اپنی لاڈلی بیٹی کو محبت سے تکتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔۔۔۔

"یہ ہماری پرنسز کا انعام"

حیدر نے دُرّے کا فیورٹ ایک بڑے سائز کا چاکلیٹ بار اسے بطورِ انعام دیا جسے ردا اسکے پورا چٹ کر جانے سے پہلے ہی حیدر کے ہاتھ سے اُچک کر خود لے اُڑی تو دُرّے اسکے پیچھے بھاگی تھی۔۔۔۔

حیدر اور زارا ان کو یونہی مستیاں کرتے ہوئے دیکھ کر مسرور سے ہنستے رہے۔۔۔

پارسا حیدر کے قریب بیٹھی ان دونوں کی خوشی دیکھ کر بس زیر لب ہلکا سا مسکرارہی تھی۔۔۔۔
حیدر نے غیر محسوس انداز میں اُسے اپنے قریب کرکے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔۔۔
زارا نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر حیدر کے قریب سے اُٹھاتے ہوئے اپنے اور انکے درمیان بٹھادیا اور اپنی بانہوں میں بھینچ کر اسکا سر چوما۔۔۔

"مجھے تو کچرے کے ڈھیر سے اُٹھاکے لائے ہیں نا۔۔ذرا جو کبھی بھولے سے میرے گنہگار منہ کو بھی چوما ہو کسی نے۔۔۔پہلے وہ ہیر نامی چڑیل اور اب یہ فرنگن بھوتنی۔"
ضبور جو دُرّے کی طرح پارسا سے بھی بے تکلف تھا،اس نے زارا کے لاڈ دیکھ کر ہمیشہ کی طرح منہ لٹکاتے ہوئے شرارت سے کہا تو زارا نے پاس پڑا ایک کشن اُٹھا کر اُسے دے مارا۔۔۔

"ہاں ہاں ہماری تو سنگساری سے ہی تواضع ہونے کی کسر رہ گئی ہے بس ورنہ امّی حضور کے جوتے اور صوفوں کے کشن تو ہماری بلائیں لیتے لیتے تھک گئے ہیں بیچارے۔۔۔۔"
ضبور پھر بھی باز نہیں آیا تھا۔۔۔

اس سے پہلے کہ زارا ایک اور کشن اُس پر پھینکتیں،وہ ہنستا ہوا وہاں سے نکل بھاگا۔۔۔

"پارو آپ جاکر سوجائیں اب کل صبح اپنی بیسٹ فرینڈ کو سی آف کرنا ہے نا۔۔۔۔"حیدر پارسا کو دیکھ کر نرمی سے بولے۔۔۔۔

"ہاں جی بلکل مگر پارو نہیں بابا جان ہالہ کہیے۔۔۔جاہ نے رکھا ہے یہ نام اور مجھے یہ بیحد پسند ہے۔۔۔۔"
وہ سرشاری سے بولی تو حیدر اور زارا نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر پارسا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا۔۔۔۔

پارسا ان دونوں سے پیار لیکر اپنے بیڈروم میں آئی تو جبروت بالکنی میں کھڑا سامنے دیوار پر پھیلیں بے ترتیب بیلوں کو تکتے ہوئے دُرّے پر گرو سے مبہم سا مسکرا رہا تھا۔۔۔

پارسا دبے قدموں آکر اسکے برابر میں کھڑی ہوگئی اور گھنی بلونڈ چھوٹی داڑھی سے سجے اسکے خوبرو چہرے کو اُداس سی مسکان میں ڈھلے دیکھ کر مبہوت سی اُسے تکنے لگی۔۔۔پارسا کے دل نے ایک بیٹ بُری طرح ہاری تھی۔۔۔

جبروت خود پر نظروں کی تپش محسوس کرکے ایک لمبی سانس کھینچ کر اسکی طرف مڑا مگر نظر جھکی تھی۔۔۔۔

"کل آپکی اپائنٹمنٹ ہے۔۔۔آپ کو دقت نا ہو تو چلیں کل ہاسپٹل بلڈ ٹرانسفیوژن کیلئے؟"
وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

"میری پرمیشن کی ضرورت تھوڑی ہے ،اپائنٹمنٹ تو ویسے بھی فائنل ہی ہے نا؟"
وہ شوخی سے بولی۔۔۔

"اگر آپ نا جانا چاہیں تو ہم ہاسپٹل سے سٹاپ کو گھر بلوالیں گے۔"
وہی متانت بھری نرمی۔۔۔۔

"وہ سب اپنے ضروری کام چھوڑ چھاڑ کر صرف میرے لئے آجائیں گے؟"
وہ ہنوز شوخ تھی۔۔۔۔

"کیوں نہیں آئیں گے وہ؟ آپ کیلئے انہیں زبردستی لیکر آنا پڑا تو یہ گردن سے پکڑ کر اُٹھوا لائیں گے مگر اسکی نوبت نہیں آئیگی۔وہ پروفیشنل لوگ ہیں میرے کہنے سے پہلے ہی حاضر

ہو جائی نگے اور اگر آپ چاہیں تو کینیڈا سے آپکے ذاتی کنسلٹنٹ کو یہاں بلوالیتے ہیں۔۔۔چند دنوں میں ویسے بھی یہیں گھر پر ہی آپکے ل ئے بلڈ ٹرانسفیوژن روم بن جائے گا"
جبروت نے سادگی سے کہا۔۔پارسا کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔۔۔

"لیکن پھر میرا بلڈ کہاں سے ملے گا؟کینیڈا میں بھی میرے بلڈ کیل ئے بابا بہت خوار ہوا کرتے تھے۔"
پارسا دھیمے لہجے میں بولی۔۔۔

"اسکی فکر مت کیجیے آپ۔۔۔میں کس ل ئے ہوں؟میرے جسم سے جتنا بلڈ لینا چاہیں لے لیں۔۔۔اب سے میرا خون آپکے نام۔۔۔ہر ماہ آپ کو بلڈ میں ڈونیٹ کر دیا کرونگا۔۔۔"
جبروت کی بات پر پارسا نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔۔۔

"آپ کا بلڈ گروپ میرے جیسا ہے؟سیریسلی؟" وہ جوش سے بولی۔۔۔جبروت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔

جبروت،دُرّے اور پارسا تینوں کا بلڈ گروپ ہی نایاب تھا۔۔۔دُرّے اپنا بلڈ پارسا کو ڈونیٹ کرنا چاہتی تھی مگر جبروت نے اُسے کرنے ہی نہیں دیا۔۔۔

"Oh my goodness! I am honoured.....I....am....honoured"

جوش میں پارسا کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہہ رہی ہے۔۔۔

"سوجائیں ہالہ۔۔۔آپ سویرے اُٹھتی ہیں تو نیند پوری لیا کریں تاکہ صحت خراب نا ہو۔۔۔"

جبروت کے دھیرے سے کہنے پر پارسا جانے کیوں جھینپ کر بچوں کی طرح سر ہلاتی سونے چلی گئی۔۔۔

جبروت کے دل میں کوئی نوکیلا سا درد بار بار اُٹھ رہا تھا جسے اس نے دبا رکھا تھا۔۔۔

دُرّے کل ایک لمبے عرصے کیلئے اس سے دور جارہی تھی اور یہ احساس اسکے لئے جان لیوا تھا۔۔۔

ایاز کو اسنے اسی لئے بلایا تھا تاکہ وہ بھی لندن چلا جائے اور دُرّے کو بنا محسوس کرائے اسکی نگرانی کرے کیونکہ افراسیاب پھر سے شر پھیلانے کیلئے پر تول رہا تھا۔۔۔

جبروت نے دُرّے کی سیکیورٹی بیحد سخت کردی تھی مگر اس طرح کہ اسے کبھی محسوس نا ہو کہ کوئی اسکی نگرانی کررہا ہے۔۔۔

خود دُرّے کے استعمال کی ہر چیز میں جبروت نے خفیہ منی چپس لگادیے تھے جسکے ذریعے وہ خود بھی لمحہ بہ لمحہ اسکی مانیٹرنگ کرتا رہتا تھا۔۔۔

اگلی صبح بھوربن کا آسمان ابر آلود تھا۔۔ٹھنڈی خنک ہوا بے لگام سی فضا میں مٹرگشت کررہی تھی۔

زارا دُرّے کو بڑے لاڈ سے خود ناشتہ کروارہی تھی ورنہ تو خود وہ کہاں کھانے کی زحمت کرتی۔۔۔۔۔۔جبروت کے ہاتھ سے کھانے کی کمینی عادت بھلا اتنی جلدی کہاں چھوٹ سکتی تھی۔۔۔جبکہ اُس دُشمنِ جان کے سوا باقی سب بھی دُرّے کو گھیرے آنکھوں کی پیاس بجھا رہے تھے۔۔۔

فلائٹ صبح نو بجے کی تھی۔۔۔ناشتے کے فوراً بعد ہی ضبور دُرّے کا بیگ گاڑی میں رکوا کر اب باہر جیپ کی پشت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔

دُرّے دروازے پر خود کو سی آف کرنے کیلئے کھڑے حیدر اور زارا سے مل کر اور ڈھیر ساری دعائیں و ھدایات لیکر اب پارسا اور ردا کیساتھ باہر آئی تو جبروت بھی اس سمے تک ضبور کے پاس آچکا تھا۔۔۔

دُرّے جان بوجھ کر ضبور اور ردا کیساتھ گاڑی میں بیٹھ گ ئی تاکہ پارسا اور جبروت ایک ساتھ رہیں۔۔۔

جبروت نے بس ایک ذرا سی ہی نظر اُس پر ڈالی تھی مگر وہ بھی اس کو اندر کہیں گہرائی یوں تک چھیر دینے کیل ئے کافی تھی کیونکہ وہ ضبور اور ردا کیساتھ گاڑی کی جانب بڑھتے ہوئے جبروت کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

دُرّے کی عادت تھی کہ جب وہ جبروت کیساتھ ٹہلتی تو اسکے برابر میں چلنے کے بجائے اسکے سامنے ہی اسے دیکھتے ہوئے الٹے قدموں پیچھے کی جانب قدم اُٹھاکر گویا ریورس انداز میں چلتی۔۔۔۔

آج بھی وہ ضبور اور ردا کے ساتھ جاتے ہوئے پارسا اور جبروت کی جانب مڑی بلکل ویسے ہی چل رہی تھی۔۔۔

پارسا کی آنکھیں اسکے دور جانے کے غم میں نم تھی۔۔۔اسکے دل میں عجب سا خوف کھنڈلی مارے بیٹھ گیا تھا۔۔۔آج دُرّے بس چند سالوں کیل ئے دور جارہی تھی مگر کبھی اگر اُسے ہمیشہ کیل ئے کسی اور آنگن کو مہکانے جانا پڑا تو وہ دُرّے کے بغیر کیسے رہے گی۔۔۔۔

اسی سوچ میں غلطاں جانے کیسے پارسا کے دل میں ایک خیال جاگزیں ہوا تو اسکے نازک لبوں پر ایک بڑی دل آویز مسکراہٹ در آئی۔۔۔۔

آنکھیں ہنوز نمی سے لال تھیں جبکہ جبروت کی آنکھوں میں گویا لہو کا سمندر اُمڈا ہوا تھا۔۔۔

وہ دُرّے کو اپنے مضبوط حصار میں خود لندن لیکر جانا چاہتا تھا مگر ضبور نے اُسے منع کر دیا کیونکہ اُسے جبروت کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگی تھی۔۔۔

دُرّے نے نچلا لب کاٹتے ہوئے ہولے سے نفی میں سر کو جنبش دے کر مڑتے ہوئے واپس انکی جانب پشت کرکے گویا پارسا اور جبروت دونوں کو ہی خود اذیّتی سے روکا تھا۔۔۔۔

ضبور اور ردا اسکے ساتھ ائیر پورٹ تک آئے اور اسکے فلائیٹ میں بیٹھ جانے تک اسکے پاس ہی رہے۔۔۔۔

✿✿✿✿✿

جبروت پارسا کو خون کی تبدیلی کیلئے ہاسپٹل لیکر گیا تھا۔۔۔۔۔

اپنا بلڈ ڈونیٹ کرنے کے بعد اب وہ پارسا کے پاس بیڈ کے سرہانے کھڑا تھا۔۔۔

نرس روم میں داخل ہوکر پارسا کو خون کی ڈرپ لگوانے آرہی تھی کہ جبروت نے پارسا کے چہرے پر ہلکی سی ہراسگی ہویدا دیکھی۔۔۔۔

جبروت نے دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر اسکے ماتھے پر اپنا یخ بستہ ہاتھ رکھا تو وہ ساکت سی ہوگئی۔۔۔

پارسا نے جبروت کو دیکھا تو اسنے پلکوں سے اسے دلاسا دیا۔۔۔
جبروت جانتا تھا کہ پارسا کو ٹریپانو فوبیا (Trypanophobia) یعنی نوکیلی سوئیوں سے انتہائی خوف محسوس ہوتا ہے۔۔۔

جبروت کی نرم نظروں نے پارسا کو ایسا جھکڑا کہ اُسے اپنے بازو میں انجیکشن کی سوئی چبھنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔۔۔۔

نرس اُسے خون کی ڈرپ لگاکر چلی گئی تو جبروت ڈرپ ختم ہونے تک بیڈ پر اسکے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔۔۔۔

خون کی تبدیلی کے بعد وہ دونوں اسلام آباد میں واقع شاندار لگژری جے آر ولا پہنچے جہاں زارا اور حیدر پہلے ہی انکے منتظر تھے جبکہ دوپہر تک ضبور اور ردا بھی گھر پہنچ گ ئے۔۔۔

اگلے دن ردا کا انٹرنیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے ایرو سپیس انجینیرنگ ڈیپارٹمنٹ میں سکالرشپ پر ایڈمشن ہوگیا جبکہ پارسا کو بھی اسی یونیورسٹی میں سکالرشپ پر ٹاپ سٹوڈنٹس کے درمیان آرکیٹیچر کے ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمشن مل گیا تھا۔۔۔

کلاسز سٹارٹ ہونے پر وہ دونوں اکٹھے یونی جاتیں،ہر پل ساتھ ساتھ رہتیں،کھانا پینا،اُٹھنا بیٹھنا غرض ہر چیز انکا مشترک ہوچکا تھا مگر اسکے باوجود دُرّے سے ان دونوں سمیت کشمالہ کا تعلق بھی بہت گہرا ہوچکا تھا۔۔۔
کشمالہ کو بھی حیدر اپنے ساتھ اسلام آباد لیکر آگ ئے تھے۔۔کیونکہ اسکا بھی ردا اور پارسا کیساتھ نسٹ میں سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمشن ہوا تھا۔۔۔
وہ تینوں ہفتے میں ک ئی ک ئی مرتبہ فون پر دُرّے سے باتیں کرتی نہیں تھکتی تھیں۔۔۔۔

دُرّے کے لندن چلے جانے کے بعد جبروت اپنے کاموں میں خاصا مصروف ہوگیا تھا یا شائد وہ جان بوجھ کر خود کو چین نہیں لینے دیتا تھا۔۔۔جب بھی کوئی خاموش ساکن سا لمحہ اُس پر آکر گزرتا تو نگاہوں کے سامنے بس وہی ایک عکس نمودار ہوجاتا تھا۔۔۔

البتہ پارسا کیساتھ اسکا رویّہ نہایت مخلص،محبت بھرا،دوستانہ اور قدرے بے تکلف سا ہو گیا تھا۔۔۔

اُسے جب بھی اپنی سٹڈیز میں ہیلپ چاہیے ہوتی تو وہ بلا جھجھک جبروت کی لائبریری میں آکر اپنی مرضی سے بکس لے جاتیں یا تو پھر جبروت سے ہی مکمل طور پر ہر لفظ سمجھ کر ہی اپنی جگہ سے ہلتی۔۔۔۔

دُرّے کو گ ئے بمشکل تین ہفتے ہوئے تھے۔۔۔جبروت صبح سویرے ہی گھر سے نکلا رات ایک بجے گھر پہنچا تھا۔۔۔
زارا اور حیدر چونکہ اسکی زندگی سے واقف تھے لہذا وہ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے۔۔۔۔

ضبور آجکل ہیڈکوارٹر میں ہی ہوا کرتا تھا اسی ل ئے کشمالہ ردا کیساتھ اسکے بیڈروم میں سو گ ئی تھی۔۔۔

پورچ میں کھڑی اپنی جیپ سے اُتر کر جبروت گھر میں داخل ہوا تو پورا گھر ملگجے اندھیروں میں لپٹا ہوا تھا۔۔۔

وہ آہستہ قدموں سے لاؤنج عبور کرتا سیڑھیوں کی جانب آکر اُن پر چڑھ ہی رہا تھا کہ اُسے یوں لگا جیسے کوئی اور بھی اسکے ہمراہ سیڑھیاں چڑھ رہا ہے۔۔۔۔

اسنے اپنے برابر میں دیکھا تو وہ دُرّے تھی جو شرارت سے اسے دیکھتی مسکرا رہی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"جبروت نے بیقراری سے رُک کر بے اختیار اسکی ٹھوڑی کو چھونا چاہا تو ہنسی کی ایک جلترنگ کیساتھ دُرّے کا ایلوژن غائب ہوگیا۔۔۔۔

جبروت کا بڑھا ہوا ہاتھ بھاری سا ہوکر اسکے پہلو میں گرگیا اور وہ بوجھل قدموں سے پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔۔۔

پچھلے تین ہفتوں میں کوئی ایسا لمحہ اُسے یاد نا تھا جب دُرّے کے ایلوژن کو اسنے اپنے قریب نا پایا ہو۔۔۔

کبھی وہ اُسے ڈائی نگ ٹیبل پر اپنی جانب منتظر نگاہوں سے تکتی ہوئی پائی جاتی تاکہ وہ آکر اپنے ہاتھوں سے اُسے کھانا کھلائے۔۔۔۔

کبھی عقبی لان سے جڑے پائیں باغ میں وہ اُسے لکڑی کے جھولے پر بیٹھی ہیری کو بازو پر بٹھائے اس سے باتیں کرتی نظر آتی۔۔۔۔

کبھی ہنستی کھیلتی، تتلی کی طرح پورے گھر میں اُڑتی بچپن کی ننھی دُرّے دکھائی دیتی۔۔۔۔
اسکی متغیر حالت سے ابھی تک کوئی بھی واقف نا تھا مگر پارسا اکثر اسکے سامنے بے بس ہوجاتی۔۔۔۔

جبروت ہمیشہ نظر جھکا کر اور ہاتھ سینے پر باندھے ہی اس سے بات کرتا تھا۔۔اسکے کئی انوکھے انداز پارسا کا دل چرالیا کرتے تھے،اسکا نہایت احترام سے پُر نرم دھیما لہجہ ،اسکا غیر محسوس انداز میں پارسا کی بیحد پروا کرنا اور ہمیشہ اسکے لئے جھک جانا پارسا کے دل میں جبروت کی عقیدت اور محبت بے شمار گنا سوا کرگیا تھا۔۔لیکن اندر کہیں گہرائیوں میں پارسا کی ذات میں ایک خلا تھا جس سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔۔۔بس ایک عجیب سی بے کلی تھی جو اُسے لمحہ بہ لمحہ کھائے جارہی تھی۔

جبروت اپنے ماسٹر سوئٹ میں آیا تو پارسا کو آتشدان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھے غنودگی کی حالت میں دیکھا۔۔۔

وہ جو جبروت کے ہی انتظار میں جانے کب کچی نیند میں چلی گئی تھی ،اسکے قدموں کی مانوس آہٹ پر قدرے ہڑبڑا کر جاگی تو اسے روم میں پاکر فوراً اُٹھتے ہوئے اسکے پاس آئی۔۔۔

"سوری آپ کو انتظار کرنا پڑا مجھے اپنے دیر سے آنے کے متعلق انفارم کرنا چاہیے تھا۔۔۔"

جبروت نے متانت سے کہا۔۔۔

"کوئی بات نہیں جاہ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔۔۔"
وہ محبت سے بولی۔۔۔

"اور میں اپنی پوری کوشش کرونگا کہ آپکو کبھی بھی مجھ سے شکایت نا ہو"
وہ متانت سے کہتا ہوا واک اِن کلوزٹ کی جانب بڑھ گیا اور کچھ دیر بعد فریش ہوکر کپڑے چینج کرکے باہر آیا۔۔۔

پارسا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔۔۔جبروت پر نظر پڑی تو پل بھر کو مبہوت سی رہ گئی۔۔۔
سُرمئی رنگ کے کرتے اور سفید شلوار کیساتھ گہرے بادامی رنگ کی شال نفاست سے اوڑھے،ماتھے پر بکھرے گیلے بالوں اور چہرے کا طواف کرتی گھنی چھوٹی گھٹی ہوئی بالوں کی ہم رنگ بلونڈ داڑھی میں وہ بے نیاز سی وجاہت والا خاموش انسان اسکے دل پر غضب ڈھاگیا تھا۔۔۔

"ہالہ آپ بھی ہیری کی صحبت میں اب اسکے جیسے برتاؤ اپنا رہی ہیں کیا؟سوجائیں کافی دیر ہوگئی ہے"

جبروت نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو پارسا ہنس دی۔۔۔

"ہیری کا اس میں کیا دوش جب ہمارا ناطہ ہی شبِ بیداروں سے ہے۔۔۔۔"
پارسا نے کھنکھتے لہجے میں کہہ کر جبروت کو کچھ جتایا تو وہ مسکرادیا۔۔۔۔

"یہ شبِ بیداریاں بھی بے سبب تو نہیں ظہور پذیر ہوتیں۔۔۔کچھ تو ڈھکی چھپی کارستانیاں ہیں جو جاں بہ لب کیے رہتی ہیں۔۔۔۔"
جبروت کے گہرے انداز پر یکبارگی اسکا دل ساکت سا ہوا تھا۔۔۔۔

مگر اگلے ہی پل جبروت کی صبیح پیشانی پر جنوری کے سرد موسم میں بھی ننھی ننھی بوندیں دیکھ کر وہ پریشان سی اسکے پاس آئی تھی۔۔۔۔

پارسا نے ایڑھیاں اونچی کرکے خود سے کافی لمبے جبروت کے ماتھے پر اپنے ہاتھ کی پشت جمائی تو وہ گویا ہلکا سا کرنٹ کھاکر غیر محسوس انداز میں پیچھے ہوا تھا۔۔۔۔

"آپکو تو بہت تیز بخار ہے۔۔۔۔اللہ اللہ آپ نے بخار میں شاور لے لیا؟"
وہ بے چینی سے بولی۔۔۔۔جبروت کے سر میں درد کی شدید ٹھیس اُٹھی تھی۔۔۔۔

"نہیں میں ٹھیک۔۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا پارسا نے فوراً دونوں ہاتھوں سے اسکے شانے تھام کر قریباً زبردستی بیڈ پر بٹھادیا اور جلدی سے جھک کر اسکے جوتے اُتارتے ہوئے اسکے پاؤں اوپر کرکے بیڈ پر رکھے۔۔۔۔

"ہالی میں ٹھیک ہوں بس آپ سوجائیں کل یونی جانا ہے نا۔۔۔"
وہ اسکی پریشانی بھانپ کر بولا۔۔۔

"بھاڑ میں جائے یونی آپ دیکھ نہیں رہے اپنی حالت؟اپنا خیال نہیں رکھتے اگر کچھ ہوگیا تو۔۔۔۔۔"
وہ جھنجھلا کر غصّے سے لب بھینچ کر بولی۔۔۔آنکھیں چھلکنے لگی تھیں۔۔۔۔

"میرا کیا ہوگا پھر بولیں کہاں جاؤنگی میں آپکے بغیر۔۔۔۔میں تو زندہ بھی آپکی مقروض خون پر ہوں۔۔۔میں۔۔۔"
بھرّائی ہوئی آواز میں وہ بس اتنا ہی بول پائی تھی کہ جبروت کی ناراض نظروں نے روک دیا۔۔۔

"آپ کیوں ایسا سوچتی ہیں ہالہ۔۔۔۔میرا خون ہمیشہ آپ کیلئے حاضر رہے گا۔۔۔۔"
جبروت کے لہجے میں تکلیف تھی۔۔۔۔اسکا پارسا کو بلڈ ڈونیٹ کرنا بے لوث تھا۔۔۔۔

وہ اُسے خوش رکھنا چاہتا تھا، کبھی اسکی جانب سے کوئی کمی رہ جاتی تو وہ خود پر گھنٹوں کڑھتا رہتا تھا۔۔۔

پارسا بیڈ پر اسکے قریب بیٹھی اور اسکا چوڑا ہاتھ اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لیا۔۔۔۔

" اپنا خیال رکھا کریں۔۔۔۔آپکو خراش بھی آئے تو جان نکلنے لگتی ہے۔۔۔۔آپکے بغیر ہر لمحہ دل خوفزدہ رہتا ہے۔۔۔۔میری یہ زندگی تو ریت کی طرح میری ہتھیلیوں سے پھسل رہی ہے۔۔۔۔ان چند ساعتوں میں ایک پل بھی آپکے بنا گزارنا وبالِ جاں ہے۔۔۔۔پلیز سمجھیے نا میں اور نہیں سمجھا سکتی اپنی بات۔۔۔۔۔"
پارسا بس رو دینے کو تھی۔۔۔۔۔پتہ نہیں کیوں آج اسکا دل اتنا بے اختیار ہو چلا تھا۔۔۔۔

جبروت نے خاموشی سے کچھ دیر اُسے تکتے رہنے کے بعد ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اسکا سر تھپکا۔۔۔۔

"ہالی آپ کیوں ڈرتی ہیں؟اللہ تعالٰی ہیں نا ہمارے پاس۔۔۔۔وہ کبھی کسی انسان پر اسکی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔۔۔مجھے بس تھوڑا سا بخار ہے اور کچھ نہیں۔۔۔۔چلیں اگر آپ کا دل یوں مطمئن ہوتا ہے تو میں یہاں سے ہلونگا ہی نہیں۔۔۔۔"

جبروت کے نرم لہجے پر پارسا نے مبہم سی مسکان سے اسے دیکھا اور اسکے پاس سے اُٹھ کر روم سے نکل گ ئی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دوبارہ آئی تو ہاتھ میں ٹھنڈے پانی سے بھرا باؤل اور سفید پٹیاں تھیں۔۔۔۔
خاموشی سے آکر بیڈ پر جبروت کے برابر میں اسکے سرہانے بیٹھتے ہوئے وہ پٹیاں ٹھنڈے پانی میں بگھو کر اسکی پیشانی اور ماتھے پر رکھنے لگی مگر بخار کا زور تھا کہ دم ہی نہیں توڑ رہا تھا۔۔۔۔

پارسا کو لگ رہا تھا جیسے وہ دہکتے ہوئے انگاروں کو چھو رہی ہو جو لمحہ بہ لمحہ مزید بھڑک رہے تھے۔۔۔۔

بخار کی شدت اور سر میں شدید درد سے جبروت غنودگی میں چلا گیا تھا۔۔۔اسکے چہرے پر شدید تکلیف کے باوجود کوئی تاثر نہیں تھا۔۔۔۔

پارسا نے بے اختیار اپنے لب اسکی پیشانی پر رکھے۔۔۔آنکھ سے ایک موتی ٹوٹ کر جبروت کی پیشانی پر گرا تھا۔۔۔۔

تقریباً فجر کی آذانوں تک وہ مسلسل اسکی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں رکھتی رہی تبھی جاکر بخار کا زور ہلکا سا کم ہوا تھا۔۔۔

جبروت کسمسا کر جاگا تو پارسا بیڈ کے قریب جائے نماز بچھائے نماز پڑھ رہی تھی۔۔۔
سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگ کر وہ اُٹھی اور جائے نماز لپیٹ کر اپنی جگہ پر رکھی تو جبروت تب تک بیڈ سے اُتر کر وضو کرنے جاچکا تھا۔۔۔

ابھی جبروت نے وضو کرنے کیلئے پانی کے سامنے ہتھیلیاں پھیلائی ہی تھیں کہ سینے میں ایک شدید درد کی لہر سی اُٹھی اور اگلے پل خون کا ایک فوارہ سا اسکے لبوں پر پھسل کر ہاتھوں کے پیالے میں پانی کیساتھ شامل ہوگیا۔۔۔۔

بدقت اسکے منہ سے خون نکلنا بند ہوا تو اسنے پانی سے منہ دھو کر سانس بحال کی اور وضو کرکے باہر نکلا۔۔۔
شفاف سُرخ و سفید چہرہ زرد رنگت میں ڈھل گیا تھا۔۔۔

اس نے آج فجر کی نماز گھر پر ہی پڑھ لی اور اب دعا کیلئے اُٹھائے گئے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا۔۔۔

"اللہ تعالٰی! میری حالت تو صرف آپ پر آشکارا ہے نا۔۔۔اسے سرعام زبان زدعام ہونے سے بچالیں۔مجھ پر میری رابیل کا مان ٹوٹ جانے سے بچالیں۔آپ نے ہالہ کیل ئے مجھے چُنا ہے نا مولا ۔۔۔کون ہے آپ کے سوا جو میرا ظاہر باطن سب کچھ جانے،کون ہے آپ کے سوا جو میری ریت سی پھسلتی ذات کو سنبھالے۔۔۔آپکے بھروسے ہی تو زمینی فراعین سے اُلجھ بیٹھا ہوں۔۔۔ان اندھیر نگریوں کا مسافر ٹھہرا ہوں۔۔آپکی ذات کے سوا مجھ گنہگار کی جائے پناہ کہاں ہے بھلا۔۔۔۔"
وہ بلکتے دل کے ساتھ خاموش آواز سے فریاد کررہا تھا۔۔۔

کافی طویل دعا مانگنے کے بعد وہ جائے نماز سے اُٹھا تو پارسا اسکی منتظر تھی۔۔۔
اسنے آکر جبروت کی پیشانی پر ہاتھ رکھا،پھر نبض دیکھی تو وہ گویا ٹوٹ رہی تھی۔۔۔

پارسا نے گھٹنوں کے بل جبروت کے سامنے بیٹھ کر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور آنکھیں بند کرکے زیرِ لب کچھ پڑھتے ہوئے جبروت پر پھونکنے لگی۔۔۔

دوسری جانب اسی پہر فجر کے وقت جب دُرّے جاگ کر وضو کرنے واشروم گ ئی تو آئینے میں اپنے اناری لبوں پر سُرخ گاڑھا جما ہوا لہو دیکھ کر ششدر رہ گ ئی۔۔۔

اسنے انگلیوں سے اپنے لب چھوئے تو زبان پر کچھ عجیب سا ذائقہ محسوس ہوا اور چند لمحوں بعد خون کی ایک دھار اسکے لبوں پر سے پھسلی تھی۔۔۔۔

دُرّے کا سانس اٹکنے لگا تو وہ جلدی جلدی منہ پر پانی کی چھینٹیں مار کر فوراً کھڑکی کے پاس آئی اور دبیز پردے ہٹا کر کھڑکی کھولتے ہوئے تازہ ہوا میں سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے جبروت کی یاد میں رو پڑی۔۔۔۔

پچھلے تین ہفتوں سے اسکی روح بھی تو سکون کیلئے ترس گئی تھی۔۔۔۔
دوبارہ واشروم جاکر وضو کرلینے کے بعد اسنے نماز پڑھی اور جائے نماز پر سجدے میں گرے اسنے روتے ہوئے اپنے باغی ہوتے دل کی شکایت رب سے لگادی۔۔۔۔

کیسا عجیب تعلق تھا کہ میلوں دور جبروت کی سانسیں اٹکی تو اِدھر دُرّے بھی جاں بہ لب ہوگئی تھی۔۔۔۔

قدرت بھی تو چنے ہوئے لوگوں کو آزماتی ہے اور ان دونوں کو ابھی مزید اسی بھٹی میں سُلگ کر کُندن بننا تھا۔۔۔۔۔

* * * * * * *

PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS

(آرزوئے مسیحائی)

:One year later

جے آر ولا،اسلام آباد:

اسلام آباد کے وسیع آسمان پر اس وقت نیلگوں شام کے شربتی رنگ عکس رات کی گھور سیاہیوں میں مدغم ہوتے شفق کے حسین منظر کو ڈوبا رہے تھے۔۔۔

موسمِ بہار اپنے جوبن پر تھا اور نرم قدرے خنک ہوا ہولے ہولے فضا میں اٹھکیلیاں کرتی، پُرشباب انگڑائی یاں لیتی پھل دار بیلوں کی ٹہنیوں اور نرم و نازک پتیوں کا لباس اوڑھے غنچگانِ گلابان سے چھیڑ خانیاں کررہی تھیں۔۔۔۔

پرندوں کے غول بھی اب اپنے آشیانوں کی جانب محوِ سفر تھے۔۔۔۔

شہر اقتدار کے نہایت پوش،سرسبز اور قدرے پہاڑی علاقے میں خاصی بلندی پر موجود جبروت رئیسانی کی ذاتی وِلا اپنی پوری شان و شوکت سے سر اُٹھائے کھڑی دُھند سے بغل گیر ہورہی تھی۔۔۔۔

اس حویلی نما شاندار گھر کی مشرقی و مغربی طرزِ تعمیر اسکی قدامت و جدیدیت کے حامل منفرد حسن میں مزید اضافہ کرتی تھی۔۔۔۔

یوں تو اس آشیانے کے در و بام اور گوشے گوشے میں اسکے مکین کی باوقار اور سکوت بھری خاموشی گھلی ہوا کرتی تھی مگر پچھلے ایک سال سے یہاں کھکھلاہٹوں کی چہل پہل تھی۔۔۔۔
وجہ تین ہنستی مسکراتی بلبلوں کی مانند رئیسانی خاندان کی تین صاحبزادیاں تھیں جنکی چہچہاہٹیں ہر سو گونجتے ہوئے یہاں کے خاموش، پُرسکوں اور ساکت سمندر سے ماحول میں حیات سے بھرپور طلاطم برپا کیے رکھتی تھیں۔۔۔۔

مغرب کی نماز پڑھ لینے کے بعد بھی اس وقت ردا،پارسا اور کشمالہ کچن میں اودھم مچارہی تھیں۔۔۔ماجرا یوں تھا کہ آجکل وہ تینوں ذرا فری تھیں اسی لئے انکے سروں پر کوکنگ میں مشّاق ہونے کا خبط سوار ہوگیا تھا جسکا فریضہ زارا نے گلستان اور دبستان خانم کے سپرد کردیا تھا کیونکہ انہیں خود رئیسانی فاؤنڈیشن کے کاموں سے ہی بمشکل فراغت کی چند گھڑیاں نصیب ہوتی تھیں۔۔۔

اب بھی وہ کچن میں دبستان اور گلستان کیساتھ موجود کوکنگ سیکھ رہی تھیں۔۔۔کوکنگ تو کجا انکی آمد سے کچن کا کباڑا ہوچکا تھا اور دونوں خانم جان سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

آخر کار خدا خدا کرکے ان تینوں نے کئی من پسند ڈشز بنالیں اور عشا٦ کی نماز کے بعد بذاتِ خود ڈائی ننگ ٹیبل پر سَرو کردیں۔۔۔۔

جبروت تو گھر پر تھا ہی نہیں اور ہوتا بھی تو اس طرف آتا ہی نہیں۔۔۔۔ضبور تین مہینوں سے بلوچ لبریشن فرنٹ کی کالعدم تنظیم کیخلاف اپنے مشن جس میں جبروت اسکی بھرپور مدد کررہا تھا، کے سلسلے میں مستونگ گیا ہوا تھا۔۔۔۔

زارا آفس سے حیدر رئیسانی کیساتھ جو کافی دیر گئے جی ایچ کیو سے فارغ ہوئے تھے، ابھی ابھی ہی گھر پہنچی تھیں۔۔۔۔۔

آمد کے کچھ دیر بعد جب وہ دونوں فریش ہوکر ڈائی ننگ ہال میں آئے تو سُرمئی رنگ ماربل سے مزیّن لمبی میز پر انواع کے پکوان دیکھ کر پہلے حیران ہوئے مگر پھر کچن سے چہکتی اُٹھلاتی ہوئی یں ردا ،پارسا اور کشمالہ کی شریر آوازیں سُن کر مسکرادیے۔۔۔۔۔

وہ تینوں دبستان خانم اور گلستان خانم کیساتھ ڈائی ننگ ہال میں آئی یں تو زارا اور حیدر کو موجود دیکھ کر پُرجوش سی انکے پاس آکر بیٹھتی داد طلب نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگیں۔۔۔

"خانم آپا آپ لوگ کھڑی کیوں ہیں بیٹھیں نا پلیز کھانا کھائیں ہمارے ساتھ"
زارا نے دبستان اور گلستان خانم کو دیکھ کر اپنائیت سے کہا تو وہ دونوں ہچکچاتے ہوئے انکے پاس بیٹھ گئیں حالانکہ انکے ساتھ دن میں تینوں مرتبہ اکٹھے بریک فاسٹ،لنچ اور ڈنر کرنا ان دونوں کا معمول تھا مگر روزِ اوّل کی جھجھک ابھی تک قائم تھی۔

"ماشاءاللہ! بہترین۔۔۔۔کافی لذیذ پکوان ہیں۔۔بھئی یہ خانم آپا لوگ تو ایک دوسرے کی کھنچائی سے ہی باز نہیں آتیں اور بیچ کچن میں کوکنگ کے لوازمات لاوارث پڑے رہتے ہیں جبکہ یہ کھانا تو کسی نے بہت توجہ سے بنوایا ہے۔۔۔کہاں سے منگوائے ہیں؟"
حیدر رئیسانی کھانا کھاتے ہوئے شریر انداز میں بولے تو جہاں ردا اور کشمالہ کے منہ گھل گئے وہیں دبستان اور گلستان خانم بچوں کی طرح منہ بنا کر رُخ پھیرے بیٹھ گئیں۔۔۔پارسا البتہ ہنس پڑیں۔۔۔۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے لاکھ چڑتی مگر ایک دوسرے کے بنا انکا گزارا بھی نہیں ہوتا تھا۔۔۔خصوصاً جب ضبور گھر پر ہوتا تب انکے بیچ پانی پت کی جنگ چھڑ جاتی اور وہ بیٹھا شرارت سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔۔۔۔

جبروت بھی انکے دلوں کی جان تھا مگر اسکی ریزرو طبیعت کے باعث وہ اُس سے زیادہ بے تکلف نا ہو پاتی تھیں۔۔۔

"اللہ بابا جان! اب آپ باہی کا فریضہ سنبھال لیں ذرا جو آپ دونوں ہمیں کوئی داد دے دیں نا۔۔۔کب سے ہم کچن میں کھڑے کھپ رہے تھے۔۔۔"
ردا چڑ کر بولی تو حیدر کی ہنسی چھوٹ گ ئی۔۔۔وہ اور باہی اکثر ردا کو بہت ستایا کرتے تھے۔۔۔

"ارے بچے معافی چاہتا ہوں مجھے دھیان ہی نہیں رہا کہ ہمارے گھر بھی اب تین تین بہترین کُکس ہیں۔۔۔عقل جواب دیتی جارہی ہے شائد بوڑھے ہورہے ہیں ہم ہیں نا ثمر؟"
وہ ہنوز شرارت سے کہتے آخر میں زارا کو دیکھ کر بولے۔۔۔

"کرّار مت ستائیں میری بیٹیوں کو۔۔۔"وہ مصنوعی خفگی سے سر جھٹکتی ہوئی بولیں۔۔۔

"اونہوں میری کیا ہوتی ہیں ہماری بیٹیاں ہیں۔۔۔۔اللہ کرے نایاب سے دوری بھی اب جلد ختم ہوجائے اور رہا نہیں جاتا اسکے بغیر۔۔۔"
حیدر کرّار محبّت بھرے لہجے میں بولے تو وہاں موجود سب مسکرادیے۔۔۔
یوں ایک خوشگوار ماحول میں کھانا کھالینے کے بعد اب وہ سب لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ساتھ میں ٹی وی بھی دیکھ رہے تھے۔۔۔

جبروت قریباً رات دس بجے گھر پہنچا تو سب کو لاؤنج میں براجمان پاکر دھیرے سے مسکراتا انکی جانب آیا اور نرم و گداز خوبصورت صوفوں میں سے ایک پر حیدر اور زارا کے برابر میں بیٹھ گیا۔۔۔۔

پارسا جو ردا اور کشمالہ کے ہمراہ جبروت سے ذرا فاصلے پر فرش پر بچھے گداز مخملیں غالیچے پر دوزانوں ہوکر بیٹھی تھی۔۔۔کنکھیوں سے جبروت کو گاہے بگاہے محویت سے تکتے ہوئے ردا اور کشمالہ سے محوِ گفتگو تھی۔۔۔

"جاہ! بیٹے آجکل تمہاری روٹین کافی ٹف نہیں ہوگئی ہے؟ اتنا سارا کام ایک ساتھ سر پر نہیں لیتے نا بچے اگر طبیعت خراب ہوگئی تو پھر ہمیں ہمارا اتنا پیارا سا گُڈا کون لاکر دے گا؟"
زارا نے لاڈ سے ہاتھ بڑھا کر اپنے بیحد لاڈلے بیٹے پر ممتا نچاور کرتے ہوئے اسے خود سے لگایا تو وہ مسکرادیا۔۔۔

"خانہ خراب گلزار سے پتہ کر آیا ہوں میں۔۔۔جاننے میں آیا ہے کہ آجکل بڑی تگڑی شخصیات کو لوہے کے چنے چبوارہے ہو تم۔۔۔ایک دن میں کئی کام ایک ساتھ سرانجام دیتے پھررہے ہو ہو اور چین سے بیٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔۔۔ماں کے سامنے اس معصوم بلیک میلر مسکراہٹ سے تو تم بچ نہیں پاؤ گے۔۔۔بعد میں ذرا آنا تم میرے پاس حساب برابر کرنا ہے۔"

حیدر مصنوعی شرارت بھرے رعب سے بولے تو جبروت نے ہلکا سا ہنستے ہوئ تابعداری سے سر ہلا دیا۔۔۔

پارسا کو لگا جیسے گرتی مدھر آبشار سے اُٹھتا کوئی مترنم نغمہ شرارت سے اسکے کان کے پردے سے متصادم ہوکر گزرا ہو۔۔۔۔

اُنگلیاں باہم پھنسائے ہولے ہولے مبہم سے مسکراتے جبروت نے یونہی سر اُٹھا کر دیکھا تو خود کو محویت سے تکتی پارسا پر نظر پڑی جو اسکے یوں اچانک متوجہ ہونے پر گڑبڑا کر فوراً ردا سے باتوں میں مشغول ہوگئ۔۔۔جبروت نرمی سے سر جھٹکتا پھر سے حیدر کی طرف متوجہ ہوگیا۔۔

"پارو! تم نے اپنا وہ آرکیٹیکچرل اسائمنٹ سَب مِٹ کروادیا تھا نا؟پرسوں اسکی لاسٹ ڈیٹ ہے کیا بنا اسکا؟"
کشمالہ نے اچانک اُس سے پوچھا۔۔۔

"نہیں وہ تو ابھی تک سَب مِٹ نہیں کیا۔۔۔ایکچوئلی اتنے سارے آئیڈیاز کی یلغار ہے ذہن پر مگر سمجھ ہی نہیں آرہا کہ کونسا والا اپروو کروں۔۔۔جس آئیڈیا پر بھی دل آتا ہے تو دماغ اسکی نفی کردیتا ہے۔"

پارسا کا لہجہ قدرے کنفیوز سا تھا۔۔۔

"ارے کنفیوژن کیسی؟ ادا جان کیساتھ شئیر کرنے تھے نا اپنے آئیڈیاز۔۔۔یقین جانو آرکیٹکچر اور انجینیرنگ میں ادا جان کی ٹکر کا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا آج تک"
کشمالہ نے بڑے مان سے جبروت کو دیکھ کر پارسا سے کہا تو اسنے ایک چور نظر جبروت پر ڈالی۔۔۔

اس پر ہر گزرتے لمحے منکشف ہوتے جبروت کی جداگانہ خوبیوں کے راز اسے ہر دم حیران کیے رکھتے تھے۔۔۔پارسا جو تخلیقی صلاحیتوں میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی،اُسے اپنا آپ جبروت کے سامنے پانی بھرتا ہوا نظر آتا تھا۔۔۔۔

بھوربن میں موجود رئیسانی مینشن اور نتھیا گلی میں خاص دُرّے کیلئے بنوائی گئی حویلی خود جبروت نے ڈیزائن کروا کر اپنی نگرانی میں ماہر کاریگروں سے بنوائی تھی۔۔۔۔

ملکی و عالمی سطح پر رئیل اسٹیٹ بزنس میں اسکا کوئی ثانی نہیں تھا۔۔۔اسکے اچھوتے تجاویز کئی ماہرینِ تعمیرات کو دنگ کیے رکھتے تھے۔۔۔۔

مگر پارسا اس سے اپنے لامحدود اور اعلیٰ ذوق آئیڈیاز ڈسکس کرنے کی ہمت نہیں کرپاتی تھی۔عجیب سی حد بندی تھی جو اُسے جبروت کے قریب نہیں جانے دیتی تھی۔۔۔

"ہالہ! آپ نے کبھی مجھ سے کچھ کہا کیوں نہیں۔۔۔ہچکچائیں مت مجھ سے شیئر کریجیے گا جتنے بھی آئیڈیاز ہیں میں آخری حد تک ہیلپ کرونگا آپکی۔۔۔۔"
جبروت نے نرمی سے کہا تو پارسا نے پہلے ممنون نظروں سے کشمالہ کو اور پھر محبت پاش نظروں سے جبروت کو دیکھا۔۔۔

"ایک رَف سا سکیچ بنوایا تو ہے آپ سب دیکھ لیں اگر ٹھیک ہو تو پھر میں اُس پر مزید کام کرلونگی۔۔۔"
پارسا اپنی جگہ سے اُٹھ کر دھیرے سے بولتے ہوئے اپنے بیڈروم میں چلی گئی اور کچھ دیر بعد کچھ فائل ہاتھ میں تھامے جبروت کے پاس آئی۔۔۔۔

جبروت نے اسکے ہاتھ سے فائل لی اور خود ذرا سا سِرک کر اسکے بیٹھنے کیلئے جگہ بنائی تو وہ اسکے قریب سِمٹ کر بیٹھ گئی۔۔۔

جبروت فائل کھول کر اسکے اندر رکھی سفید کاغذات پر بنی سکیچیں دیکھنے لگا تو آنکھوں کے سامنے ننھّی دُرّے کا سراپا آیا۔۔۔

درے بہت چھوٹی سی عمر میں ہی بہترین مصّوری کرنے لگی تھی۔۔۔۔
ہمیشہ دُرّے اسکے سر پر سوار اپنی پینٹنگز اسے دکھایا کرتی تھی اور وہ جو بظاہر کوئی ردِّعمل ظاہر نہیں کرتا،دل ہی دل میں اسکی دل آویز مناظر سے سجی پینٹنگز کو سراہتے ہوئے بے اختیار نظرِ بد سے آمان کی دعائیں دیا کرتا تھا۔۔۔
دل میں عجب سی ٹھیسیں اُٹھیں تھیں۔۔۔

اُسنے نہایت غور سے پارسا کا بنایا ہوا ہر سکیچ دیکھا تو وہ سات سکیچ بلاشبہہ واقعی بے مثال تھے۔۔۔

" Haala! they.....are magneficient...I'm amused to see my lady's splendid art."

جبروت نے کھلے دل سے اُسے سراہا تو پارسا کا ساکت سا دل خوشی سے اُچھلنے لگا۔۔۔

"ہالی اگر آپ کو کوئی مشکل نا ہو تو کیا آج سے میرے ہر پراجیکٹ کا سکیچ آپ بنوا دیا کریں گی میرے لئے؟"

جبروت نے اچانک بڑے سادہ سے لہجے میں کہا تو اُسے ہونق سے تکتی پارسا کا سر خود بخود اثبات میں ہلنے لگا اور آنکھوں میں خوشی کے جگنو ٹمٹانے لگے۔۔۔۔

ردا اور کشمالہ نے حیدر اور زارا کو دیکھا تو انہوں نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔۔۔۔۔

کچھ دیر انکے پاس بیٹھے رہنے کے بعد وہ چاروں اُٹھ کر اپنے بیڈروم میں چلے گ ئے جبکہ لاؤنج میں صرف جبروت اور پارسا رہ گ ئے۔۔۔۔

پارسا اپنے سکیچیس اور دیگر آئیڈیاز کھلے دل سے اسکے ساتھ شیئر کرنے لگی اور وہ انہماک سے سنتا رہا۔۔۔
کافی دیر تک حوصلہ افزا ڈسکشن کے بعد جب وہ خاموش ہوگ ئی تو اپنی جانب مڑے توجہ سے سُنتے مگر جھکی نظروں کیساتھ بیٹھے جبروت کو دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرادی۔۔۔۔
پچھلے دو ہفتوں کی ٹینشن جبروت نے چھٹکیوں میں اُڑا دی تھی اور اب وہ خاصی مطمئن تھی۔۔۔۔

اگلے دن سارا وقت وہ سکیچ بنانے میں مصروف رہی اور شام کو وہ سکیچ لیے جبروت کے خوبصورت و فصیح بڑے سٹڈی روم میں آئی تو وہ رولنگ چیئر پر بیٹھا ٹیبل پر لیپ ٹاپ سامنے رکھے کسی کام میں مصروف تھا۔۔۔۔

پارسا کی دستک سے پہلے ہی جبروت نے اُسے اندر آنے کی اجازت دیدی تو وہ قدم قدم چلتی اسکے پاس آئی۔۔۔۔

"ہالی! آپ کو اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑ گ ئی؟"
جبروت نے اک ذرا سی نرم نگاہ اس پر ڈال کر کہا۔۔۔

"آپ بزی تھے نا اسلیے میں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔"
وہ سادگی سے بولی تو جبروت نے آبرو اُٹھائے اسے دیکھا اور پھر لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوگیا۔۔۔

"آپ کیل ئے میں ہر لمحہ فری ہوں۔۔۔"جبروت کے متانت سے کہنے پر پارسا کا دل کِیا زور سے جاکر اسکے گلے لگ جائے مگر وہ نہیں کر سکی۔۔۔

جبروت اپنی چ ئیر سے اُٹھ کر مخملیں صوفوں جن پر سُرم ئی رنگ کے غلاف چڑھے تھے، کے پاس آیا تو پارسا ہنوز اپنی جگہ سے ہلی ہی نہیں۔۔۔۔
جب جبروت چلتا تو زمین پارسا کے قدم جھکڑ لیتی تھی۔۔۔۔

"ہالہ! آجائیں کھڑی کیوں ہیں؟" جبروت نے صوفوں کی جانب اشارہ کرکے کہا تو وہ آہستہ قدموں سے آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔جبروت اسکے بیٹھ جانے کے بعد ہی اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا۔۔۔

"سکیچ بنانے کے چکر میں لنچ نہیں کیا ہے نا آپ نے نا ہی میڈیسنز لی ہیں۔۔۔ہماری صحت ہمارے پاس اللہ کی آمانت اور بیماری سے پہلے غنیمت ہے۔۔۔اس نعمت کی ناقدری نہیں کرتے۔۔۔آئندہ سے ایسا مت کیجیے گا۔۔۔"
جبروت نے نرمی سے تنبیہہ کی تو پارسا نے دھیرے سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے سکیچ جبروت کے سامنے رکھا تو وہ انہماک کیساتھ ہر پہلو سے سکیچ کو دیکھنے لگا۔۔۔

وہ ایک میڈیکل انسٹیٹیوٹ کا سکیچ تھا جسے انتہائی مہارت سے بنوایا گیا تھا۔۔۔۔
پارسا نے یہ سکیچ اسلیے سیلیکٹ کیا تھا کیونکہ اُسنے ایک مرتبہ اسی سٹڈی روم میں جبروت کے ٹیبل پر پڑا نامکمل رَف سا سکیچ دیکھا تھا جو کہ ایک ہاسپٹل کا تھا جسے جبروت شائد کسی وجہ سے نامکمل چھوڑ گیا تھا۔۔۔۔

پارسا نے وہی سکیچ اُٹھا کر اُسے مکمل کیا اور آج جبروت کو دکھایا تو پل بھر کو وہ خاموش سا ہوگیا۔۔۔

یہ اُسی ہاسپٹل کا سکیچ تھا جو وہ دُرّے کیلئے بنوانا چاہتا تھا جہاں وہ اپنے کیرئیر کیساتھ دوسرے نوآموز ینگ میڈیکل آفیسرز اور سرجنز کی گرومنگ کرتے ہوئے فروفیسر بننے کا خواب پورا کرسکے۔۔۔۔۔

اگرچہ یہ خواب شرمندہ تعبیر ہونا آسان نہیں تھا مگر پھر بھی جبروت اسے ہر حال میں پورا کرنے کی ٹھان چکا تھا۔۔۔۔
جبروت اس انسٹیٹیوٹ کا سکیچ بنوا ہی رہا تھا کہ اسکی غیر معمولی زندگی کے پیچ و خم نے اُسے وہ سکیچ پورا کرنے نہیں دیا۔۔۔۔

اُس شام اسنے لاتعداد خفیہ ای میلز ہیک کروائی تھیں جو ملک میں جا بجا چھپے کرمنلز اور انکے سرپرستوں کی ایک دوسرے کے درمیان کوڈ لینگویج تھی جنکے مطابق ملک میں ایک ماہ بعد ہونے والے الیکشنز سے پہلے مخصوص اور حساس مقامات پر خفیہ حملے کروانا اور کچھ چیدہ چیدہ نامور سیاستدانوں کو جان سے مارنا تھا تاکہ لوگوں کی ہمدردیاں بٹور کر ملک کی بھاگ دوڑ غلط ہاتھوں کے سپرد کرسکے۔۔۔۔

جبکہ دوسری جانب اس انتشار کی آڑ میں بارڈرز پر جہاں سمگلرز اپنا کاروبار چمکا رہے تھے وہیں کئی دل سوز جرائم بھی سرانجام ہونے کو تیار بیٹھے تھے جن میں پاکستان سے اغوا شدہ لڑکیوں کو دُبئی

سمگل کروانا، بارڈر پار سے ڈرگز سمگل کروا کر یونیورسٹیز کے کم عمر ناسمجھ طلبا٦ میں وبا٦ کی طرح پھیلانا اور ملک دشمن بیرونی عناصر کا ملک کے اندر موثر داخلہ ممکن بنوانا تھا۔۔۔۔

عسکری محاذ پر بھی پاکستان کئی سازشوں سے نبرد آزما تھا اور مخالفین کسی بھی ناروا الزام کو پاکستان کے سر دھرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے تھے۔۔۔۔
اندرونی طور پر کئی غاصب مافیاز اور وائٹ کالر کرمنلز نے وطن کی کمر توڑنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔۔۔

جبروت جو ایک طرف شکاگو اور میلان میں ہونے والے باہمی گینگ وارز کو سنبھال رہا تھا تو دوسری جانب اُسے اپنے ہی ملک میں دندناتے پھرتے بدمعاشوں کا دماغ درست کرنا تھا۔۔۔

ساتھ ہی اُسے ہر پل دُرِّنایاب عدن کی خبر رکھنی تھی کیونکہ وہ جبروت کے پاس نہیں تھی تو ہر جانب سے خطرات میں گھری تھی۔۔۔۔
ایاز نے یہ گزشتہ پورا ایک سال اسکے آس پاس گزارا تھا جہاں وہ رئیسانی ایمپائیر کے اُمور سنبھالتے ہوئے ساتھ میں دُرّے کی نگرانی بھی کرتا تھا۔۔۔

گلزار آجکل اٹلی کے شہر میلان میں موجود تھا اور وہاں سے جبروت کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔۔۔

دیگر کئی ایسے جانثار نوجوان تھے جو کسی نا کسی جگہ خفیہ طور پر موجود جبروت کے احکام پورے کررہے تھے۔۔۔۔

الیکشنز تک تقریباً وہ پورا ایک ماہ جبروت نے ازحد مصروفیت میں گزارا تھا۔۔۔ایک طرف دُرّے کیلئے جان تڑپتی تھی تو دوسری جانب وطن کو بچانا تھا۔۔۔۔

یہ دونوں فرائض خوش اسلوبی سے نبھاتے نبھاتے وہ بیمار پڑگیا اور جب اس دن وہ بخار میں جل رہا تھا تب دُرّے کے بجائے کسی اور لمس کی تپش نے اسکے سرد وجود میں عجب سی آتش فشاں بھڑکا دی تھی اور دل جو اپنی جان کی کسی غیر کے ہاتھ سپردگی کے دن سے گویا صدیوں لہو کے آنسو روتا رہا تھا۔۔۔اس دن وضو کے دوران دل کی ساری نارسائی جیسے لہو کی صورت منہ کے راستے روح کے اس بند تہہ خانے سے فرار چاہ رہی تھی۔۔۔مگر یہ اذیت تو اب جبروت کی جان سے چمٹ گئی تھی اسے کیونکر اسکا پیچھا چھوڑنا تھا۔۔۔۔

چنانچہ اُس سے اگلے دن کی روشن صبح کو جب حیدر نے اپنے خوبرو بیٹے کا دمکتا چہرہ ہلدی جیسا زرد دیکھا تو اسی وقت حکم صادر کردیا کہ وہ اپنے کام سے اب کچھ فرصت لے لے۔۔۔۔

یوں دُرّے کیلئے بنوایا گیا وہ نامکمل سا سکیچ کسی نوکیلے خنجر کی طرح اسکے دل میں گھڑا رہا مگر جب بھی وہ اسے مکمل کرنا چاہتا تو دل درد میں ڈوب جاتا اور وہ اس رَف سے سکیچ کو خالی نظروں سے تکتا رہتا۔۔۔۔۔۔

"جاہ! کیا ہوا ٹھیک نہیں بنا کیا؟" پارسا نے خاموش سے بیٹھے جبروت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے کہا تو اُسنے ہلکا سا کرنٹ کھا کر اُسے دیکھا۔۔۔

"Haala! Its.....priceless.Thank you so much partner"

ہالہ نے شائد پہلی دفعہ اُسے یوں بے اختیار سا دیکھا تھا۔۔۔اسکی خوبصورت بڑی بڑی، باوقار گھنیری پلکوں سے سجی سِلور گرے آنکھوں میں تیرتی نمی دیکھ کر ہالہ نے جھجھکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر جبروت کے چہرے کو تھاما تو جبروت نے خاموشی سے اُسے دیکھا اور ممنونیت سے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اسکا سر تھپکا۔۔۔

وہ دونوں دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے جس میں پارسا کا موضوع گفتگو زیادہ تر دُرّے کے گرد گھومتا رہا جبکہ جبروت حتّی الامکان اسکے ذکر سے گریزاں ہی رہا۔جانتا تھا نا کہ پھر روح جسم سے نکل کر اُسی دُشمنِ جاں کے پاس جانے کی ضد کرے گی۔۔۔۔

✿✿✿

:years later 4

گنگز کالج آف لندن:

رُت بہار کی نرم بہکی مہکتی ہوا لندن کی فضاؤں میں خراماں خراماں ٹہل رہی تھی۔۔۔آسمان ابر آلود تھا۔۔زندگی کی چہل پہل کا آغاز ہوچکا تھا۔۔۔

کالج کے لان میں کئی گریجویٹ سٹوڈنٹس خوش و خرم پُرشوخ انداز میں چہکتے ہوئے ٹہل رہے تھے،کچھ گھاس پر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔۔۔

آج ان سب کیلئے نہایت اہم دن تھا۔۔۔آج گنگز کالج آف لندن میں کانوکیشن کی تقریب تھی اور وہ سب اپنی گریجویشن کی ڈگریاں وصول کرنے کیلئے بے صبری سے ایک گھنٹے بعد شروع ہونے والی تقریب کے منتظر تھے۔۔۔

دُرِّنایاب عدن۔۔۔۔جبروت رئیسانی کی وہ ننھی سی شیرنی اب ایک گریس فل نوجوان خاتون بن چکی تھی۔۔۔آج کالج کے پہلے دن کی طرح اپنی ذات اور روح کے گرد اک باوقار مگر غیر محسوس سخت پہرہ لگے ہالے کے حصار میں فیروزی آنکھوں کی باحیا نگاہیں جھکائے،اپنے خوبصورت گھنے دراز

ایش ریڈ بلونڈ بال سکارف میں چھپائے گریجویشن کا مخصوص لباس پہنے ایک ہاتھ میں فون تھامے کالج کے کاریڈور سے گزرتے ہوئے آڈیٹوریم کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔۔

دل کے کسی کی آمد کا بے چینی سے منتظر ہونے کے باوجود اسکے قیامت خیز مگر فرشتوں جیسے معصوم حُسن سے لبریز چہرے پر کوئی تاثر نا تھا۔۔۔۔۔

وہ جب پہلی مرتبہ اس کالج میں داخل ہوئی تھی تو سب کی مبہوت نگاہوں کا مرکز اور کئی دلوں کے بے ربطگی کا باعث بنی تھی۔۔۔۔
اپنی جانب دوستی کے خاطر بڑھے جانے کتنے ہاتھوں کو اُسنے مایوس لوٹایا تھا۔۔۔۔
پہلے دن سے لیکر آج کالج سے گریجویٹ ہونے تک کوئی بھی اُس تک معمولی رسائی تک حاصل نہیں کرسکا تھا بھلے ہی وہ کوئی صنف نازک ہی کیوں نا ہو۔۔۔۔

وہ ہمیشہ ایک سیپ میں بند موتی کی طرح رہی تھی جسے پانے کیلئے کئی جوہری اب تک خوار ہورہے تھے۔۔۔۔۔

وہ اپنی دُھن میں چل رہی تھی جب اسکے برابر میں مخالف سمت سے آتے دو افراد بے دھیانی میں ایک دوسرے سے ٹکرائے تو ایک فرد کے بازو پر لٹکا کوٹ فرش پر دُرّے کے قدموں میں گر کر گرد آلود ہوا تھا۔۔۔

دُرّے کوٹ اُٹھانے کیلئے جھکی تو دوسرا وجود بھی اسکے ساتھ ہی جھکا تھا۔۔۔شائد اپنا کوٹ خود اُٹھانے کیلئے۔۔۔

دُرّے نے جیسے ہی کوٹ اُٹھا کر اُس سے گرد جھاڑتے ہوئے اپنے سامنے پنجوں کے بل بیٹھے انسان کے حوالے کرنا چاہا تو پل بھر کو منجمد سی ہوکر اُسے دیکھنے لگی۔۔۔۔

"آئی ایم رئیلی سوری سر۔۔۔۔"ٹکرانے والے لڑکے نے لحاجت سے کہا مگر وہ گویا پتھر کا بُت بنا یک ٹک دُرّے کو تک رہا تھا۔۔۔

وہ کوئی اور نہیں ملک ارسلان عبّاسی تھا۔۔۔۔

"آپ۔۔۔یہاں؟" دُرّے کی مدھر آہستہ آواز سُن کر وہ جیسے کسی خواب سے جاگا اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

دُرّے بھی اُٹھتے ہوئے اب اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔۔۔

"ڈاکٹر ارسلان! شکر خدا کا تم یہاں ہو مجھے لگا آج بھی نا آنے کے بہانے تراشوگے۔۔۔۔۔۔۔ویسے اچھا ہوا تمہاری ملاقات خود ہی ہماری Abulcasis (ابو القاسم علی زہروی) سے ہوگئی۔۔۔۔۔میں آج تمہیں خصوصی طور پر اپنی خداداد صلاحیتوں اور اچھوتی شخصیت کی مالک سٹوڈنٹ سے ملوانا چاہتا تھا۔۔۔۔اسے تم اپنی کم نصیبی کہہ لو کہ انٹرنز کو مانیٹر کرتے ہوئے تم Abulcasis کی سرپرستی کے شرف سے محروم رہ گئے۔۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ جو آڈیٹوریم کی طرف جاتے ارسلان کو دیکھ کر اسکے پاس آئے تھے۔۔۔۔بے تکلفانہ لہجے میں شُستہ انگریزی زبان میں ہنستے ہوئے بولے۔۔۔۔

"So my Abulcasis....."

فروفیسر آرنلڈ مشفقانہ اور دوستانہ لہجے میں دُرّے سے مخاطب ہوئے۔۔۔۔۔

وہ دُرّے کے مزاج کو جانتے تھے اور وہ اس کالج میں انکی فیورٹ نہایت حاضر جواب اور ایکٹیو سٹوڈنس میں سے ایک تھی اور پریکٹیکل ورک گریجویشن کے نہایت اوائل دنوں میں ہی سیکھ کر اپنے کلاس میٹس پر بازی لے گئی تھی۔۔۔۔

کنگز ہاسپٹل میں انٹرنشپ کے دوران بھی اسکی غیر معمولی صلاحیتیں کسی طلوع ہوتے آفتاب کی طرح روشن ہوئی تھیں جس میں وہ تاحال انڈر گریجویٹ ہوکر بھی سین ئیر سرجنز کیساتھ پیچیدہ کیسز کامیابی سے حل کرتی تھی۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ گوکہ ارسلان کے ہم عمر اور دُرّے سے تیرہ برس بڑے تھے مگر اُسے اپنی بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے۔۔۔ان دونوں کی مضبوط اور نہایت دوستانہ تعلق سے سب واقف تھے۔۔۔
فروفیسر آرنلڈ نہایت شفقت اور محبت سے دُرّے کو Abulcasis کہہ کر بُلاتے تھے۔۔۔

"ان سے ملیں۔۔۔۔ہمارے بچپن کے بہترین دوست،کلاس میٹ،اس کالج کے گزشتہ سین ئیر اور قابل ترین سٹوڈنس میں سے ایک اور کنگز کالج لندن کے ماہر اور تجربہ کار اورل اینڈ میگزیلو فیشل سرجن ڈاکٹر ملک ارسلان عباسی۔۔۔۔یہ کنگز ہاسپٹل لندن میں انٹرنشپ ڈیپارٹمنٹ کے انچارج بھی ہیں لیکن شائد آپ سے فیضیاب ہونا اس گھامڑ کے نصیب میں نہیں تھا۔۔"
فروفیسر آرنلڈ نے ہنستے ہوئے دُرّے سے کہا تو وہ بس ذرا سی مسکرادی۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ کا ان دونوں سے مزید گپ شپ لگانے کا پکا ارادہ تھا مگر وہاں سے گزرتے ہوئے کالج کے ڈین سر چارلس بشپ اُن پر نظر پڑتے ہی جلدی میں آڈیٹوریم کی طرف جاتے انہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر لے گئے۔۔۔

دراصل فروفیسر آرنلڈ اور چارلس بشپ ارسلان کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے اسی لئے وہ دونوں اسکی ساتھ جانے سے معذرت پر مزید اصرار کیے وہاں سے آڈیٹوریم میں چلے گئے۔۔۔۔

کئی لمحے خاموشی سے بیت جانے کے بعد بالاآخر ارسلان نے خشک گلا تر کرتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔

"تو آپ نے بالا آخر اپنا خواب پورا کر دکھایا۔۔۔"ارسلان دھیرے سے مسکرا کر بولا۔۔۔

ارسلان کا اشارہ سری لنکا سے واپس آنے کے بعد اُس آخری شام کی طرف تھا جب گیارہ سالہ دُرّے اسکے ساتھ لاہور میں واقع عبّاسی مینشن کے ٹیرس سے نظر آتے مسجد وزیر خان کو دیکھ کر شدید تکلیف کے باوجود مسکرارہی تھی تب اُس سے بات کرتے ارسلان نے اُس سے پوچھا تھا کہ وہ بڑے ہوکر کیا بننا چاہتی ہے۔۔۔۔
اور دُرّے نے بڑے مان سے کہا تھا کہ وہی جو مما بابا تھے۔۔۔۔

"ابھی تو صرف پہلا قدم ہی رکھا ہے اس راہ پر۔۔۔سفر بھی باقی ہے اور منزل بھی منتظر ہے۔۔۔خواب اتنی آسانی سے پورے ہوتے تو آج دنیا انسانوں کے قدموں میں پڑی دھول ہوتی۔۔۔۔"

دُرّے نے ہلکا سا سر جھٹکتے ہوئے نرمی سے کہا۔۔۔

"ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آپ بھی اسی فیلڈ میں انٹرسٹڈ ہیں۔۔۔۔ہاں مگر ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ آپ ہمارے ہم منصب۔۔۔۔نہیں بلکہ ہم سے کئی گنا آگے ہیں۔"
دُرّے نے شائستگی سے کہا تو ارسلان کو بے اختیار ہی خود پر فخر محسوس ہوا تھا۔۔۔

دُرّے سے ملنے کے بعد اسکی خزاں رسیدہ زندگی میں جینے کی اُمید بہار بن کر آئی تھی۔۔۔پہلے شائد وہ اس فیلڈ میں نا آتا مگر دُرّے کی وجہ سے اُس نے یہ فیلڈ جوائن کیا تو پھر خود ہی اس میں آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔۔۔۔

"نایاب! " ابھی وہ دونوں ہی کچھ کہہ نا پائے تھے کہ دُرّے کو اچانک ضبور کی آواز سُنائی دی۔

اُسنے فوراً آواز کے تعاقب میں ارسلان کی پُشت کی جانب دیکھا تو اسکی زندگی کے اہم ترین اور محبوب سب انسان آج اسکے اس بیحد خاص دن کو مزید خوبصورت بنانے اسکے پاس موجود تھے۔۔۔۔لیکن وہ دُشمنِ جاں کہیں نہیں تھا جسکے لئے اسنے اتنے سال انتظار کیا تھا۔۔۔

ضبور کیساتھ کھڑی ردا دوڑ کر بنا ارسلان کی موجودگی کی پروا کیے آتی ہوئی دُرّے کے گلے لگ گ ئی اور اُسے زور سے خود میں بھینچا۔۔۔

دُرّے نے بھی ازحد فرطِ جذبات سے اُسے خود میں بھینچ لیا۔۔۔
دُرّے کے گلے کا ہار بنے رہنے کے بعد ردا نے الگ ہوتے ہوئے اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیکر زور سے اسکا ماتھا چوما تو دُرّے جھینپ کر ہنس دی اور پھر خود کو محبت سے تکتے حیدر اور زارا کے پاس آئی۔۔۔

"مومی۔۔۔بابا جان آپ سب کو کل آنا تھا نا۔۔۔اتنی دیر؟ ہم تو ڈر ہی گ ئے تھے کہ لاوارث ہی گریجویٹ ہوکر جائینگے لندن سے واپس"
دُرّے منہ بسور کر بولی تو زارا نے اُسے خود میں زور سے بھینچا اور حیدر نے اسکے سر پر محبت سے لبریز ہاتھ رکھا۔۔

"ہم کل ہی پہنچ گ ئے تھے بیٹے بس آج اپنی پرنسز کو سرپرائ ز دینا چاہتے تھے۔۔۔۔"
زارا نے پیار سے اسکا ماتھا چوم کر کہا۔۔۔

"محترمہ! یہ آپکا کچھ لگتا بھک منگوں جیسا منہ لیے جھک مارنے آیا ہے ادھر؟۔۔۔ہمارے کشکول غریبانہ میں بھی مابدولت کی نظرِ کرم کے موتی گریں گے کہ نہیں؟"
حیدر کے ہمراہ کھڑے ضبور نے منہ بناکر کہا تو دُرّے کی ہنسی چھوٹ گ ئی۔۔۔

"آں ہاں ایسے ہی تو نہیں۔۔۔۔۔"
دُرّے نے اسکے سامنے ہتھیلی پھیلا کر اُٹھلاتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہہہ پتہ تھا مجھے۔۔۔سرکس میں ایک بندریا کی کرتب بازیاں دیکھنے آیا ہوں نا میں تو۔۔۔ٹکٹ تو لینا ہی تھا۔۔۔لالچی عورت نا ہو تو"
ضبور نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے دُرّے کی فیورٹ بڑی بڑی تین چاکلیٹ بارز اسکی ہتھیلی پر رکھی تو وہ مسکراہٹ دباگ ئی۔۔۔اور ہاتھ ماتھے تک لے جاکر ضبور کو شرارت سے آداب کیا۔۔۔

دُرّے نے زارا کے قریب کھڑی کشمالہ اور اپنی جانب محبت سے تکتی پارسا کے ہاتھ تھام کر مضبوطی سے دبائے اور پھر انکے گال تھپک کر اپنے مخصوص انداز میں خوش آمدید کہا تو وہ دونوں محبت سے مسکرادیں۔۔۔

"ارے۔۔۔ہم معذرت چاہتے ہیں اپنی بدتہذیبی کیلئے۔۔۔دراصل کئی سال بعد اپنی گڑیا سے مل رہے ہیں نا تو بس جذبات پر قابو ہی نہیں رکھ سکے۔۔۔"
حیدر نے خاموشی سے اپنی جانب مسکرا کر دیکھتے ارسلان کو دیکھ کر دوستانہ لہجے میں کہا۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا ہوا آکر حیدر اور ضبور سے گلے ملا اور باقی سب کو سر کے خم سے سلام کیا۔۔۔
ردا کے ساتھ کھڑی دُرّے پر اسکی ایک تڑپ بھری نظر آکر رُکی ضرور تھی جسے وہ بمشکل ہی ہٹنے پر راضی کرسکا تھا۔۔۔
ہاں مگر خود ارسلان پر جسکی بے اختیار ہوتے دل کیساتھ جھجھکتی نظر رُکی تھی۔۔۔وہ اُس سے بے خبر تھا۔۔۔
کشمالہ زندگی میں پہلی بار کسی مرد پر ایسے بری طرح دل ہار گئی تھی اور وہ بھی دراز قد،خوبرو، ڈیسنٹ سے ارسلان عبّاسی پر۔۔۔۔
اُسے اپنے بے ربط ہوتے دل پر بے ساختہ تاؤ سا آیا تھا۔۔۔آخر وہ یہ کونسی ڈگر پر سرپٹ دوڑنے لگا تھا کہ کشمالہ کیلئے اُسکا سنبھالنا محال ہونے لگا۔۔۔
ارسلان عباسی کی دُرّے پر پڑی وہ بیتاب سی نظر ردا اور پارسا کی نگاہوں سے بچ نہیں پائی تھی۔۔۔

ردا نے جواباً قدرے جارہانہ نظر ارسلان پر قریباً گاڑھی تھی جبکہ پارسا۔۔۔اُسنے سہم کر دُرّے کو دیکھا۔۔۔

اُسے لگا وہ اپنے روح کی مُٹھی میں تھامی سانسوں کی ریت کو پھسلنے سے روک نہیں پارہی۔۔۔
اگر دُرّے کو کوئی اور اُن سب سے ہمیشہ کیلئے دور اپنے ساتھ لے گیا تو وہ اپنی بمشکل ہی جھکڑی زندگی کی ڈور کب تک سنبھال پائے گی؟
پارسا نے مضبوطی سے دُرّے کا ہاتھ پکڑا تو اسنے قدرے چونک کر پہلے پارسا کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ میں موجود اسکے ہلکے سے کانپتے ہاتھ کو اپنی مضبوط مُٹھی میں ڈھانپ کر دباتے ہوئے نرمی سے مسکرا کر پارسا کو گویا خاموش دلاسا دیا تھا۔۔۔
ارسلان حیدر رئیسانی اور زارا کی متاثرکُن اور گریس فل شخصیت سے کافی متاثر ہوا تھا۔۔۔۔جبکہ ضبور بھی اسے بیحد اچھا لگا تھا۔۔۔۔

ضبور تو اُسے پہلے سے ہی جانتا تھا بس انجان بنا رہا جبکہ انکے تعارف کے دوران ردا اور پارسا دُرّے کو چپکے سے اپنے ساتھ وہاں سے تھوڑا دور لے گ‌ئیں۔۔۔۔
دُرّے کے دل کی بے چینی اب برداشت سے باہر ہورہی تھی مگر وہ ضبط کیے رہی۔۔۔
اسکی متلاشی نظریں غیر محسوس طور پر آس پاس بھٹکتی جبروت کی آمد کی منتظر تھیں مگر وہ کہیں نہیں تھا۔۔۔۔
کچھ دیر بعد سب لوگ آڈیٹوریم کی جانب بڑھنے لگے جو سٹوڈنٹس،فروفیسرز،گیسٹس اور کالج سٹاف سے کھچا کچ بھرا ہونے کے باوجود نظم و ضبط کا منظر پیش کررہا تھا۔۔۔

ارسلان حیدر،ضبور کے ساتھ ہی بیٹھ گیا جبکہ زارا کو دُرّے نے اُچک لیا تو وہ ردا،پارسا اور کشمالہ سمیت دُرّے کے ساتھ بیٹھ گ ئی یں۔۔۔۔

تقریب کا آغاز ہوچکا سٹوڈنس اپنی ڈگریاں وصول کرنے اپنی باری پر نشستوں سے اُٹھ کر سٹیج کی طرف جانے لگے۔۔۔۔۔

ارسلان چونکہ چیف گیسٹس میں سے ایک تھا اسی ل ئے اپنی باری سے پہلے دُرّے نے میزبان کو ارسلان کا نام لیکر سٹیج کی طرف آنے کی آواز سُنی۔۔۔۔۔

ارسلان اُٹھتے ہوئے سٹیج کی طرف گیا اور ایک موِثر سپیچ کے بعد جب میزبان نے دُرّے کا نام لیا تو دُرّے بے تحاشا تالیوں کی گونج میں بھرپور کانفڈینس سے اُٹھ کر سٹیج کی جانب بڑھنے لگی۔۔۔۔۔

ارسلان کے ساتھ کھڑے فروفیسر آرنلڈ نے خوشی سے نم فخر بھری نظروں سے اُسے دیکھا۔۔۔۔۔

دُرّے کے ہر اُٹھتے اور اپنی جانب بڑھتے ہوئے قدم کیساتھ ہی ارسلان کا دل گویا حلق میں دھڑکنے لگ گیا تھا۔۔۔۔

دُرّے ارسلان کے سامنے پہنچی اور ابھی اسنے ارسلان کے اپنی جانب بڑھے ہوئے ہاتھوں میں موجود بیچلر ڈگری سرٹیفیکیٹ کو تھاما ہی تھا کہ اچانک ان دونوں کے درمیان کھڑے فروفیسر آرنلڈ نے نے بھی سرٹیفیکٹ کو تھام کر ان دونوں کے ہاتھ ہوا میں بلند کردیے اور ساتھ ہی آڈیٹوریم میں موجود سٹوڈنس کی اپنی ٹاپر بیچ میٹ کیل ئے تالیوں کی گونج میں مزید اضافہ ہوگیا۔۔۔۔۔

دُرّے نے سرٹیفیکیٹ تھامے مسکراتے ہوئے آڈیٹوریم کے ہجوم کی طرف دیکھا تو آڈیٹوریم کے آخری سرے پر سیڑھیوں کے درمیان کھڑے اپنی جانب دیکھ کر فخر سے مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ

باندھے شخص کو دیکھ کر بے ساختہ دل دھڑکنا بھول گیا اور گرد و پیش کا شور جیسے کہیں گم ہو گیا۔۔۔۔

نوابزادہ میر محمد جبروت خان رئیسانی اپنی زندگی کی محور، اپنے وجود میں روح کی مانند مہکتی ہوئی اپنی رابیل کے اتنے خاص دن کو بھلا کیسے پسِ پشت ڈال کر نظر انداز کر سکتا تھا۔۔۔۔
اسکی مشکل زندگی کی بیڑیاں بھلے ہی اُسے دُرِّنایاب عدن سے چھین کر دور لے جانے کی سرتوڑ کوششیں کرتی مگر وہ ہمیشہ انہیں توڑ کر پھر سے اسکا سایہ بن جاتا تھا۔۔۔۔
دُرّے نے اپنا سرٹیفیکیٹ وصول کیا اور مسحور سی ہو کر جبروت کو تکتی سرشار قدموں سے آکر پھر سے زارا کے برابر میں بیٹھ گ ئی۔۔۔۔۔
جبروت مسکراتا ہوا آکر ضبور کے برابر میں بیٹھا تو اُسنے پہلے قدرے چونک کر اور پھر خوش ہوتے جبروت کے ہاتھ پر اپنا مکّا ہلکے سے دے مارا۔۔۔۔۔
چونکہ ارسلان کی موجودگی کا جبروت کو پہلے سے ہی علم تھا اسی ل ئے وہ بنا کسی حیرت کا مظاہرہ کیے نارمل ہی رہا۔۔۔۔
تقریب ختم ہو جانے کے بعد کالج کے لان میں تمام سٹوڈنس خوشی سے سرشار اپنی ٹوپیاں ہوا میں اُچھالتے ہوئے ایک ساتھ تصاویر بنوانے لگے۔۔۔۔
دُرّے ردا، کشمالہ اور پارسا کیساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھیں جبکہ جبروت اب ارسلان اور ضبور کیساتھ کھڑا تھا۔۔۔۔۔

زارا اور حیدر اپنی لاڈلی بیٹی کی کامیابی پر بیحد خوش تھے۔۔۔۔۔

یوں وہ دن ہنستے مسکراتے گزر جانے کے بعد اگلا پورا ہفتہ لندن میں گزار کر وہ سب پاکستان واپس چلے آئے۔۔۔۔۔

* * * * * * * * *

PRIME URDU NOVELS

(چارہ گر)

زیارت،بلوچستان:

اوائی ل م ئی کے سمے کَن مَن سا موسمِ گرما بڑی دلکش انگڑائی یاں لیتا شام کے اس پہر دل کو عجب سا سُرور بخش رہا تھا شفق کی لالیوں میں گھلا آکاش بھی بڑا روح فرسا تھا اور نرم بہکی سی مہکتی مٹکتی نسیم مسکنِ قائی د اعظم اور دنیا کے دوسرے گھنے سرسبز صنوبر کے جنگلات سے سجیلے بلوچستان کے نہایت خوبصورت شہر "زیارت" کی فضاؤں میں اٹھکیلیاں کرتی، دیو قامت پیڑوں سے لدے گھنے درختوں کے بیچوں بیچ موجود کروفر سے کھڑی "میر رئی یسانی حویلی " کے در و بام سے چھیڑ خانیاں کرتی گزر رہی تھی جہاں آج کھکھلاہٹوں اور شادمانیوں کا سماں تھا۔۔۔

ایسے میں حویلی کی جانب آتی بل کھاتی،پانی کے چھڑکاؤ سے تر ہوئی پختہ سڑک پر ایک سیاہ لینڈ کروزر اور اسکے پیچھے مسلّح محافظوں سے لدی ایک اور جیپ فراٹے بھرتی حویلی کے مرکزے دروازے سے اندر داخل ہو کر پورچ میں آرکی۔۔۔

شوفر نے چابکدستی سے آکر ڈرائی یونگ سیٹ کی برابر والی سیٹ کا دروازہ کھولا تو نقاب میں چھپی بیحد خوبرو اور ہنوز پُرشباب سراپے کی مالک زارا رئی یسانی جبکہ ڈرائی یونگ سیٹ سے حیدر رئی یسانی ایک ساتھ اُترے۔۔۔

انکے پیچھے انکی لاڈلی تتلیاں دُرّے،ردا،پارسا اور کشمالہ بھی ایک ایک کرکے دائی یں بائی یں پچھلی نشست سے اُتر کر انکے ساتھ شامل ہوئی یں اور وہ سب حویلی کے اندر جانے لگے جہاں قیمتی آبنوس

کے قد آدم چوڑے مرکزی گیٹ سے داخل ہوتے ہی ان کا سامنا اشف رئیسانی سے ہوگیا جو شائد انہی کو ریسیو کرنے باہر آرہے تھے۔۔۔۔

اشف رئیسانی اور حیدر رئیسانی گرمجوشی سے بغلگیر ہونے کے بعد الگ ہوئے تو اشف رئیسانی نے پہلے زارا کو سلام کیا جسکا انہوں نے خوشدلی سے جواب دیا اور پھر اشف رئیسانی کی اپنی جانب متوجہ ہونے پر ردا،پارسا اور کشمالہ دوڑ کر اُن سے لپٹی تو انہوں نے ہنستے ہوئے انکے گرد بازو پھیلا کر خود میں بھینچا۔۔۔

ان تینوں کو پیار کرتے ہوئے اشف رئیسانی نے شفقت سے حیدر کیساتھ کھڑی مسکراتی ہوئی دُرّے کو دیکھا تو جواباً اسنے سر کو خم دیا جس پر وہ مسکرادیے۔۔۔

"اتنا وقت کوئی اپنے پپا کو اپنے پیچھے خوار کراتا ہے بھلا؟کتنا یاد کیا ہم نے اپنی گلہریوں کو اور تم محترمائیں اب آرہی ہو۔۔۔اب بھی بہانہ ملا تبھی آئیں ورنہ تو اپنے بوڑھے پپا کو بھول ہی چکے بس۔۔۔۔"

اشف رئیسانی نے محبت بھرا شکوہ کیا۔۔۔

"اللہ پپا بوڑھے ہوں آپکے دشمن۔۔۔آپ تو ابھی بھی کافی ہینڈسم اور ڈیشنگ ہیں ماشاءاللہ۔۔۔ہماری یونی کی کانوکیشن میں سب نوجوان لڑکیاں اور پختہ عمر کی خواتین بھی مسلسل آپ کو اور کرّار بابا کو تاڑ رہی تھی سچی۔۔۔۔"

کشمالہ نے جھٹ سے باپ کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ کیا۔۔۔

"شش ارے چُپ۔۔۔اپنی ماں کے ہاتھوں قتل کروانے کے ارادے ہیں کیا؟ویسے بھی آج تھانیدارنی صاحبہ بڑی ایکٹیو ہوکر گیتی آپا کیساتھ حویلی میں قدم رنجہ ہیں کیونکہ حویلی کے لاٹ صاحب یعنی ہمارے ماموں جان اور آپکی امّاں جان کے والد صاحب اپنے پورے آل و عیال کیساتھ کوئٹہ سے یہاں تشریف آور ہیں۔۔۔"

اشف رئیسانی کے شریر لہجے پر وہ سب ہنس پڑے۔۔۔

لالا آپ بھی نا۔۔۔جان نہیں چھوڑتے ماموں کی۔۔۔بھابھی کو تو خیر چھوڑیں اگر امی جان کو پتہ چلے کہ آپ انکے لاڈلے بھائی سے متعلق کتنا دل کھول کر پھبتیاں کَستے ہیں تو بہت ڈانٹیں گی اور شائد جوتا اُٹھانے سے بھی گریز نا کریں۔۔۔محتاط رہیں"

حیدر نے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے خبردار کیا۔۔۔

"بھئی وہ ہر جگہ بہت ہی دل جلاتے ہیں ہمارا اب کہیں تو بھڑاس نکلے گی نا۔۔۔ویسے ہمارے وہ دو شیر نظر نہیں آرہے۔۔۔کہاں ہیں آجکل"

اشف رئیسانی نے آنکھ دباکر کہتے ساتھ ہی اپنے لاڈلے بھتیجوں کے متعلق دریافت کیا۔۔۔

"باہی تو را ولپنڈی میں تھا پچھلے تین مہنیوں سے اور جاہ کا بھی پتہ نہیں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے لالا"

زارا رئیسانی نے ہلکی سی آہ بھر کر جواب دیا۔۔۔

"کوئی بات نہیں ثمر ان شاء اللہ ہمارے بچے جلد ہمارے ساتھ ہونگے اور یہ دوریاں بھی ختم ہوجائی نگی"

اشف رئیسانی نے انہیں تسلّی دی۔۔۔

"ارے کرّار لالا، ثمر تم لوگ کب آئے۔؟" اتنے میں ایہا رئیسانی بھی وہاں آکر انہیں دیکھتے ہوئے خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوئی یں۔۔۔

"بس ابھی پہنچے ہیں آپ سُنائی یں کیا حال احوال ہیں؟ اللہ کا کرم آپکو بہت بہت مبارک ہو بہنا" حیدر رئیسانی نے حال چال دریافت کرنے سمیت انہیں مبارکباد بھی دی۔۔۔۔

"بہت شکریہ لالا۔۔۔اللہ کا شکر ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ اس خوشی میں شریک ہونے آگئے۔۔۔اندر آئی یں نا تھک گئے ہونگے سب ایسے کیوں کھڑے ہیں؟"

ایہا نے اپنائیت سے کہا۔۔۔

"اوہ تیری میں بھی کب سے جگاڑ لگا رہا ہوں ادھر۔۔۔اندر آنے کا نہیں بولا۔۔۔چل اوئے اندر امّی لوگ سب تمہارے صبح سے منتظر تھے"

اشف رئیسانی پیشانی پر پر ہاتھ مار کر بولے تو وہ سب اندر کی جانب بڑھنے لگے۔۔۔۔

حویلی کے کاریڈور میں کھڑیں گیتی آرا٦١ ہاتھ میں ڈھکا خوان پکڑے ملازمہ کو کوئی ھدایت دے رہی تھیں جبکہ فارینہ بانو کچن میں خانساں ماں اور اپنی بہو روحی کو مہمانوں کیلئے عشائیے کے لوازمات سے متعلق کچھ بتارہی تھیں جب دونوں ہی انکی جانب متوجہ ہونے پر پُر مسرت چہرے لیے انکی طرف آئی یں۔۔۔

فارینہ بانو کو سینے پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے ہوئے حیدر رئیسانی بڑی بہن گیتی آرا٦١ کے گلے لگ کر الگ ہوئے جبکہ زارا بھی ان دونوں سے گلے ملیں۔۔۔۔

کشمالہ ردا اور اور پارسا نے بھی باری باری ان دونوں سے گلے مل کر پیار لیا جبکہ دُرّے پر ان دونوں نے ہی ایک ہلکی سے خشمگیں نگاہ ڈالی جسکا اسنے شریر سی مسکراہٹ سے سر کو خم دیتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا تو وہ دونوں ہی اسے خطرناک گھوری سے نواز گ ئی یں۔۔۔

حویلی کا صحن بیحد وسیع اور نہایت خوبصورت تھا۔۔۔انتہائی وسط میں سنگِ مرمر کے تین فوّارے تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر نسب تھے اور کچھ کچھ فاصلے پر خوبصورت سرسبز اور پھولدار کیاریوں سے سجے چمن گویا غالیچوں کی طرح جگہ جگہ بچھے ہوئے تھے۔۔۔

چوکس خدمتگار پھرتی سے حویلی میں پھرتے اپنے کام سرانجام دے رہے تھے۔۔۔۔

صحن پر ایک جانب سے سایہ فگن پختہ منڈیر ،چھجوں، ستونوں اور چاروں اطراف موجود خم دار زینوں اور صحن میں موجود گھنے پیڑوں پر قمقمے خوبصورتی سے لپیٹے گ ئے تھے جن سے صحن میں چراغاں تھا اور در و بام کو گرفت میں لیتے شفق رنگ لالیوں میں ڈھلے شام کے سائے بڑے سحر انگیز لگ رہے تھے۔۔۔۔۔

دُرّے کو حویلی کی چہل پہل اور گہما گہمی مانسہرہ کی یاد دلا گ ئی تھی۔۔۔۔۔وہ اشتیاق سے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتی ہر منظر کو بھر پور انداز میں جذب کرتی اپنائیت کی معطر مہک اپنے دل میں اُتار رہی تھی۔۔۔۔۔

میر رئیسانی حویلی کی یہ رونقیں معمول کی بات تھی مگر تہواروں اور دیگر خاص مواقع پر یہ روشنیاں الگ ہی رنگوں میں ڈھل جاتیں۔۔۔۔۔

صحن میں ہی لکڑی کے خوبصورت صوفہ کم بیڈز،چارپائیاں اور دیوان خاص ضابطے سے مرتب کیے گ ئے تھے جن پر مہمان خواتین براجمان خشک میوہ جات اور پھلوں کے شہر کوئٹہ سے منگوائے رسیلے پھلوں سے لطف اندوز ہورہی تھیں۔۔۔۔

سربراہی منسب پر ساحرہ جمال دیوان پر نیم دراز اپنی بھابھی اور محمود بزنجو کی اہلیہ شائستہ بانو سمیت اپنی بہنوں اور دیگر رشتدار خواتین سے محوِ گفتگو تھیں۔۔۔۔۔

حیدر سر جھکائے دیگر خواتین کو سلام کرتے ماں کے پاس گ ئے تو وہ طویل عرصے بعد لاڈلے بیٹے کو دیکھ کر خوشی سے آبدیدہ ہوگ ئیں اور انہیں گلے سے لگاکر دیر تر انکا سر اور چہرہ ہاتھوں میں لیے چومتی رہیں اور ساتھ میں زارا رئیسانی کو بھی شفقت سے اپنے ساتھ لگاکر انکے سر پر بوسہ دیا۔۔۔۔

ساحرہ جمال زارا رئیسانی کو انکی بہترین اور بیحد

پیاری شخصیت کی بنا پر بے پناہ چاہتی تھیں لیکن کبھی ظاہر نہیں کرتی۔۔۔

اپنی لاڈلی پوتیوں کو بھی اتنے عرصے بعد دیکھ کر انکی خوشی دیدنی تھی۔۔۔۔

سب نے باری باری انکا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے انکو تعزیم دی۔۔۔سب سے آخر میں دُرّے نے بھی آہستگی سے آکر دیوان پر بیٹھی ساحرہ کے سامنے گھٹنے پر جھک کر انکا مخملیں دودھیا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تو انہوں نے پہلے چونک کر اسے دیکھا اور پھر درشتی سے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر دُرّے کی گرفت بہت مضبوط تھی۔۔۔

اسنے ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے مسکرا کر نرمی سے چھوڑا تو ساحرہ اسکی مطمئن مسکراہٹ پر قہر آلود نظروں سے اُسے دیکھنے لگیں۔۔۔۔

غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی کچھ لمحوں بعد مغرب کی آذانیں شروع ہوتے ہی نماز کا اہتمام ہونے لگا۔۔۔۔

OBJ

نماز کے بعد زارا رئیسانی اور حیدر ان چاروں کیساتھ ابیر سے ملنے اسکے بیڈروم چلے گئے تو وہ ان کو دیکھ کر خوشی سے کِھل اُٹھی۔۔۔۔۔

حیدر نے اسکا سر تھپتھاتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں موجود بکے اُسے پیش کیا اور اسکے بیٹے کو بھی گود میں لیکر پیار کرتے رہے۔۔۔۔۔

کچھ وقت انکے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اشف رئیسانی کیساتھ باہر ہجرے میں چلے گئے کیونکہ انکے یار دوست اور کزنز ان سے ملنے کو بے صبرے ہورہے تھے جبکہ زارا کو بھی ابیہا رئیسانی اپنے ساتھ لے گئیں کیونکہ جب بھی زارا حویلی میں ہوتیں تب ان دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر گزارا نہیں ہوتا تھا۔۔۔۔

ان دونوں کے شریک حیات چونکہ جڑواں بھائی تھے اور وہ دونوں بھی ہم عمر تھیں۔۔۔نیز انکی شادی بھی ایک ہی دن ہوئی تھی لہذا ابتدائی سال حویلی میں ایک ساتھ گزارنے کے سبب انکی پکّی دوستی تھی جو اب تک قائم تھی اور گزرتے لمحوں کیساتھ مزید مضبوط ہوتی جارہی تھی۔۔۔۔

یہی وجہ تھی کہ اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہونے کے باوجود ایہا رئیسانی نے بخوشی ردا کو محض دو سال کی عمر میں ہی زارا کے حوالے کردیا تھا۔۔۔۔

ردا اور کشمالہ تو ابیر سے ملتے ہی فوراً اسکے برابر میں بیڈ پر لیٹے کمبل میں لپٹے ننھے وجود کے گرد تتلیوں کی طرح منڈلانے لگیں جبکہ دُرّے اور پارسا بیڈ پر ابیر کے قریب بیٹھ کر اس سے حال احوال دریافت کرنے لگیں۔۔۔۔

ابیر اور روحی بھی زارا اور ایہا کی طرح ایک دوسرے کی پکی سہیلیاں تھیں اور وہ دونوں اکٹھے ردا،پارسا،کشمالہ،نورین اور خصوصاً دُرّے سے بیحد مانوس تھیں۔۔۔۔

جب بھی وہ لوگ حویلی آتے تو وہ سب مل کر دنیا و مافیہا سے بے خبر خوب ہلّا گلّا کرتے۔۔۔

دُرّے کے انکی زندگی میں شامل ہونے سے پہلے ونیزہ بھی اس پلٹون کا ایک اہم فرد تھی مگر اب وہ خود ہی کنارہ کش ہوگئی تھی۔۔۔

تاہم دُرّے کی غیر موجودگی میں وہ انہی کے پاس بیٹھ کر پُرسکون اور خوش رہتی تھی۔۔۔

ابیر سے باتیں کرتے ہوئے دُرّے نے محسوس کیا کہ پارسا یک ٹک اس ننھے بچے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

دُرّے نے اسے ہلکی سی کُہنی ماری تو وہ گویا نیند سے جاگ کر قدرے ہڑبڑاتے ہوئے دُرّے کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

"کیا ہوا؟ ایلین تھوڑی ہے۔۔۔۔انسان کا ہی بچہ ہے نا اتنی حیرت کس بات کی؟"

دُرّے نے شرارت سے چھیڑتے ہوئے سرگوشی میں اُس سے کہا تو وہ خجل سی ہوکر جھینپتے ہوئے مسکرادی اور بچے کے پاس جاکر اسے پیار کرنے لگی۔۔۔۔

دُرّے کی زیرک نظروں سے پارسا کی بے چینی پوشیدہ نا رہ سکی تھی مگر وہ خاموش رہی۔۔۔۔

"ابی! بے بی کا نام کیا رکھیں گے؟" کشمالہ نے ابیر سے پوچھا۔۔۔۔

"آبدار رئیسانی۔۔۔۔" ابیر کے بجائے جواب دُرّے کی جانب سے آیا تھا جو قدرے جھک کر ہاتھ بڑھائے محبت سے بچے کے نرم سلکی براؤن بال ہاتھوں سے سہلا رہی تھی۔۔۔۔

اسکی تجویز پر اُن سب نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔۔۔

کرنل آبدار رئیسانی شہید حیدر رئیسانی کے سب سے بڑے بھائی تھے۔۔۔

حیدر رئیسانی اکثر بہت عقیدت سے اپنے بابا عبّاس رئیسانی شہید اور بڑے بھائی آبدار رئیسانی شہید کا تذکرہ کرتے تو دُرّے بہت محبت اور توجہ سے انکی باتیں سنتی رہتی۔۔۔۔۔

اس لمحے اس معصوم پیارے سے بچے کو دیکھ کر اسکے دل میں جانے کیا سُوجھا کہ اسنے وہ نام تجویز کردیا جسے اُسے سمے بیڈروم میں داخل ہوتی روحی اور نورین کے ہمراہ کچھ لمحے پہلے سی ایم ایچ سے گھر پہنچے آرمی میڈیکل کارپس کی وردی میں موجود بیحد خوبرو اذرنگ رئیسانی نے سُنا تو لحظہ بھر کو اک خوشگوار تعجب میں مبتلا ہونے کے بات اسنے فوراً دُرّے کی بات کی توثیق کردی۔۔۔۔

"ماشاءاللہ ! بہت ہی خوبصورت۔۔۔ہمارے صاحبزادے پر تو صرف یہی نام جچے گا۔۔۔۔"

اچانک ہی اذرنگ کی آواز پر وہ سب اسکی جانب متوجہ ہوئی یں تو ردا خوشی سے اُچھلتی کودتی جاکر بھائی سے لپٹی۔۔۔۔

بہن کے گرد بازو لپیٹ کر اسکا ماتھا چومتے ہوئے اذرنگ نے ایک مسکراتی محبت سے چور نظر ابیر پر ڈالی تو وہ بلش ہوکر اپنے بیٹے کی جانب رُخ پھیر گ ئی۔۔۔

"آ ھمم بھابھی جان اتنی بدذوق کب سے ہوگ ئی یں آپ۔۔۔یہ آپکا بیچارہ گھر والا کم از کم تین مہینے بعد گھر آیا ہے اور آپ یوں رُخ پھیر کر استقبال فرمارہی ہیں؟ یہ تو چھنگا نا ہوا جی۔۔۔۔۔"

نورین نے شرارتاً کھانس کر کہا تو ابیر کیل ئے سر اُٹھاکر اذرنگ کو دیکھنا ہی دوبھر ہوگیا جو بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

"نوری! تمہارا بھی کچھ کم ریکارڈ نہیں لگے گا پھر صبر کرجاؤ بس تھوڑے ہی دن بچے ہیں۔۔۔۔۔۔"

روحی نے آبرو اُٹھاکر معنی خیز انداز میں اسے لتاڑا تو بھابھی کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اسکی ساری شوخی جھاگ کی طرح بیٹھ گ ئی۔۔۔۔

"ہیں سچّی؟ نوری آپیا کی شادی قریب ہے نا؟"

بھائی کے گلے سے لگی ردا نے پُرجوش انداز میں پوچھا تو بلش ہوتی نورین کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے ردا کے سر پر تھپکی دے کر روحی نے جیسے ہی اثبات میں سر ہلایا تو ردا ایک جانب سے جبکہ کشمالہ آکر دوسری جانب سے اکٹھے ہی نورین سے لپٹ گ ئی یں۔۔۔۔

اذرنگ انکے اس پاگل پن پر مسکراتا ہوا دُرّے کے پاس آیا تو وہ اس کے ل ئے اُٹھنے لگی۔۔۔۔

"اونہوں اُٹھو مت بچے بیٹھ جاؤ۔۔۔"اذرنگ نرمی سے کہتے ہوئے بیڈ کی دوسری جانب جاکر بیٹھتے ہوئے اپنے بیٹے کو گود میں لیکر اسکے بال سہلانے لگا۔۔۔

پارسا اسکے آنے پر ذرا سا کھسک کر ابیر کے قریب ہوگئی تو اسنے اپنا بازو پارسا کے گرد لپیٹ کر اسے خود سے لگایا۔۔۔

"پارو! کیا بات ہے اتنی خاموش کیوں ہو چندا؟طبیعت ٹھیک نہیں ہے یا تھک گئی ہو؟"

ابیر نے فکرمندی سے اسکے قدرے اُترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر نرم انداز میں پوچھا۔۔۔

"نہیں ایّا میں ٹھیک ہوں بلکل۔۔۔بس آپکا گُڈا اتنا پیارا ہے کہ اور کسی طرف دیکھنے کی اجازت ہی نہیں دے رہا۔۔۔۔"

وہ معصومیت سے بولی تو ابیر اور اذرنگ مسکرادیے جبکہ دُرّے اسکے سادہ سے انداز پر کچھ ٹھٹکی تھی۔۔۔

پارسا کی ذات میں جو خلا تھا، اسکی اصل وجہ کاادراک اچانک اُسی لمحے دُرّے ہوگیا تو اُسنے بے چینی سے اپنی جگہ پہلو بدلا تھا۔۔۔

"نایاب! چلو اوپر چھت پر چلتے ہیں بڑی کمال کی محفل سجی ہے وہاں۔۔۔چلو پارو۔۔۔اب کیا ایک ہی باری میں اس گلاب جامن کو نظروں ہی نظروں میں ہڑپ کرجانے کے ارادے ہیں؟ "

دُرّے سے کہتے ساتھ ہی ردا پارسا کو بھی اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے بولی تو ابیر ہنس پڑی۔۔۔

"ایّا آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔۔۔"دُرّے نے ابیر سے کہا۔۔۔

"میں کیسے۔۔۔"ابیر شش و پنج میں مبتلا ہوگئی۔۔۔

"لالا پلیز ہیلپ۔۔۔۔"دُرّے نے اذرنگ کو دیکھ کر شریر سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکراہٹ دباکر اُٹھا، بچے کو پارسا کے حوالے کیا اور بڑے آرام سے ابیر کو گود میں اُٹھاکر ان سب کے پیچھے چلتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

"اذرنگ یہ کیا۔۔۔اُتاریں مجھے کوئی دیکھ لیگا۔۔۔"ابیر جزبز ہوکر مچلتے ہوئے اُترنے کی کوشش کرنے لگیں۔۔۔

"آپکی مزاحمت سے چھت کی جانب یہ سفر مزید طویل اور کٹھن ہوسکتا ہے خانم۔۔۔میں آپکو سالم وہاں تک نظر بچاتے ہوئے پہنچا سکتا ہوں بغیر کسی ریڈار کی زد میں آئے اگر آپ ذرا تعاون فرمائیں تو۔۔۔۔"

اذرنگ مزے سے بولتے ہوئے سیڑھیوں کے اختتام پر پہنچا تو ابیر کو دھیرے سے اپنے بازوؤں سے آزاد کیا اور پھر اسکے شانوں کے گرد بازو پھیلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانے کے بعد ایک دلفریب مسکراہٹ سے اُسے دیکھتے ہوئے دوبارہ نیچے چلا گیا۔۔۔

عید الاضحیٰ کا چاند دیکھنے کیلئے رئیسانی خاندان کی میزبان و مہمان البیلی سی دوشیزائیں حویلی کے وسیع و عریض ٹیرس پر گلہریوں کی طرح اُچھلتی کودتی اِدھر اُدھر بے چین و منتظر سی پھر رہی تھی۔۔۔

OBJ

چ

ھت کی جانب جاتے ہوئے دروازہ پہلے ایک وسیع اور خوبصورت ہال نما کھلے احاطے میں کھلتا تھا جہاں فرش پر مخملین غالیچے بچھے تھے اور ان پر گاؤ تکیے اور ساتھ میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت مونڈھے رکھے گ ئے تھے۔۔۔۔

مہمانوں و میزبانوں میں سے بڑے تو وہیں براجمان ہوکر چھت کی جانب کھلتے دوسرے دروازوں اور کھڑکیوں سے اندر آتی نرم میٹھی ہوا اور ساتھ میں بچوں اور نو عمر لڑکیوں کی شغل مستیوں سے لطف اندوز ہوتے گپ شپ لگانے لگے جبکہ نو جوان پلٹون نے اپنی سیماب صفت طبیعت کے سبب کھلے آسمان تلے وسیع چھت پر بیٹھنے کا خصوصی اہتمام کرکے وہیں ڈیرے ڈال لیے۔۔۔۔

اب عید کے چاند کا تو خیر موڈ بن جانے کے بعد ہی نظر آنے کا اِرادہ تھا لیکن رئیسانی خاندان کو قدرت نے قریباً ایک ہفتے پہلے ہی ایک پیارے دمکتے سے ننھے منھے چاند سے نوازا تھا۔۔۔۔

اذرنگ رئیسانی اور ابیر اپنی شادی کے پانچ سال بعد اپنی پہلی اولاد ،ایک نہایت خوبصورت بیٹے سے بہرہ ور ہوئے تھے جسکی آمد کا اُن دونوں سمیت سب نے نہایت بے صبری سے انتظار کیا تھا اور کل عید کے دن اس ننھے نوابزادے کا عقیقہ تھا جس میں شریک ہونے مہمان جوق در جوق حویلی آرہے تھے۔۔۔۔

حیدر رئیسانی جو حال ہی میں لیفٹننٹ جنرل کے عہدے پر فائز ہوگ ئے تھے۔۔۔انکو بڑی مشکل سے بس کچھ ہی فرصت کے دن میسّر ہوئے تو وہ اور زارا اپنی چاروں لاڈلی صاحبزادیوں کیساتھ فوراً

بلوچستان کیلئے روانہ ہوگئے اور اسی دن سہہ پہر کے وقت اپنی آبائی حویلی پہنچ گئے جہاں انکا پرتپاک استقبال کیا گیا تھا۔۔۔

ضبور پچھلے تین ماہ سے راولپنڈی جی ایچ کیو میں ٹہرا تھا جبکہ جبروت بھی پچھلے ایک مہینے سے گھر نہیں آیا تھا۔۔۔نا جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھرتا رہتا۔۔۔اس بارے میں صرف حیدر اور ضبور ہی جانتے تھے۔۔۔

زارا کو بے خبر ہی رکھا گیا تھا ورنہ تو پھر ہر لمحہ انکا دل بیٹوں کیلئے ہولتا رہتا۔۔۔۔

حویلی پہنچنے کے کچھ ہی وقت بعد مغرب کی نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد ہی فلک پر چندا ماما کی تلاش شروع ہوگئی جو روزِ اوّل سے حویلی کے ینگ پلٹون کا مرغوب مشغلہ تھا اور ہر سال عیدین میں چاند رات کا خوب اہتمام ہوا کرتا مگر اس بار چندا ماما انہیں اور زونل رویت ہلال کمیٹی کو اپنا دیدار کرانے میں خاصے نخرے دکھارہے تھے۔۔۔۔

چونکہ اکثر مہمان کی آمد کل متوقع تھی اسی لئے اس سمے چھت پر زیادہ تعداد میزبانوں کی ہی تھی۔۔۔

OBJ

میر رئیسانی حویلی کا گوشہ گوشہ اس وقت بقعہِ
نور بنا مسرّت بھری مسکراہٹوں اور بے فکر کھکھلاہٹوں سے گونج رہا تھا۔۔۔

ٹیرس پر بچھے خوبصورت منقش مخملیں غالیچوں پر بیٹھیں لڑکیاں اب مہندی لگواتے ساتھ مستیاں کررہی تھیں۔۔۔۔۔

"چلو ہم وہاں جاکر آرام سے بیٹھتے ہیں چندا ماما کو ڈھونڈنے کو پہلے ہی ایک بڑا قبیلہ تاک میں ہے۔۔۔جب نظر آئیں گے تو خود ہی دیدار ہوجائے گا ایویں ہم اپنی انجمن کیوں برباد کریں۔۔۔"

منڈیر کے قریب جگہ جہاں ترتیب سے سیڑیوں کے پاس والی دیوار کیساتھ آمنے سامنے اور برابر کے پہلوؤں میں مخملیں غالیچوں پر چھوٹے چھوٹے فوم اور گاؤ تکیے ترتیب سے سجاکر انکے درمیان لیمپ رکھے گئے تھے جنکی سُنہری روشنی شام کے بکھرتے ہوئے گھمبیر سائیوں میں دیواروں پر صحن میں لگے پیڑوں کی پھولوں سے لدی ٹہنیوں کے عکس بڑے دلفریب انداز میں پیش کررہی تھی۔۔۔کو خالی دیکھ کر روحی نے تجویز دیتے ہوئے ساتھ میں سب کو تائید طلب نگاہوں سے دیکھا تو باقی سب بھی متفق ہوکر چلتے ہوئے جوتے اُتار کر بیٹھتے ہوئے باتیں کرنے لگے جبکہ نورین ردا کی ہتھیلی تھام کر اُسے مہندی لگوانے لگیں۔۔۔۔

"پارو! کیا بات ہے اتنی گم سم کیوں ہو طبیعت ٹھیک نہیں ہے ؟"

دُرّے کافی دیر سے اپنے قریب بیٹھی پارسا کی خاموشی محسوس کررہی تھی،ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی چھوتے ہوئے پوچھا تو اسنے ہلکا سا مسکرا کر سر نفی میں ہلادیا۔۔۔

"ویسے ہیر بیگم! ایک خیال میرے ذہن میں آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔۔۔اجازت ہو تو ارشاد ہوجائے؟"

نورین ردا کو مہندی لگواتے ہوئے شرارت سے بولی۔۔۔

"جی جی کیوں نہیں فرمائیے۔۔۔"ہیر نے کڑک کر جواب دیا۔۔۔

"خیر سے خود تو آنی بن گ ئی ہو نا تو ہمیں کب آنی بنا۔۔۔۔۔آخ ہلو مت نقش خراب ہورہا ہے۔۔۔"

نورین جو مسکراہٹ دبائے کہہ ہی رہی تھی کہ اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے ردا وقت سے پہلے ہی اُچھل کر سیدھی ہوئی تھی۔۔۔

"ایسی کیا انہونی کہہ دی میں نے؟ بچھو نے ڈنک مار دیا کیا؟ساری محنت کا بیڑا غرق کروادیتی تم تو۔" نورین نے جل کر کہا۔۔۔

"نوری اپیا۔۔۔آپ کیا خرّانٹ ساسو کی طرح ابھی سے پوتے کی رٹ لگانا شروع ہوگ ئیں۔۔۔ابھی ہی تو پڑھائی کا کوہِ گراں سر سے ذرا سا سِرکا ہے۔۔۔فلحال تو بخش ہی دیں اُسے۔۔۔"

کشمالہ نے خود سے چند سال بڑی بہن کو لتاڑا۔۔۔

"خیر ہے نوری باجی کے آجکل ہواس ٹھکانے پر نہیں ہیں شیس لالا کی آمد کے صدقے۔۔۔اب بہکتے دل کو اپنی سِمت کی نظر نہیں آرہی تو کانٹا میری اولاد پہ آکر رُکا ہے خیر سے۔۔۔نی نوری آپ کو تو آجکل اپنے "اُن" کے ہرے ہرے گمان سوجھنے چاہیے۔۔۔آپ چلی ہیں میری نسل کا غم کھانے۔۔۔"

ہیر نے تو اُس بیچاری کو آڑے ہاتھوں ہی لے لیا۔۔۔

شیس کے نام پر نورین کا دل بڑا بے ہنگم ہوا تھا۔۔شیس رئیسانی حیدر کے بڑے بھائی کرنل آبدار رئیسانی شہید کی تین اولادوں میں سے اکلوتے بیٹے تھے۔۔انکی دو بڑی بہنوں میں سے سب سے بڑی ماہین رئیسانی پشاور میں مقیم بیس گریڈ سکیل کی سِول سروسز آفیسر اور کمشنر تھیں جبکہ دوسری بہن تاشمین رئیسانی آغا خان یونیورسٹی میں فروفیسر تھیں۔۔۔۔

وہ دونوں ہی شادی شدہ اور ویل سیٹلڈ تھیں جبکہ انکا چھوٹا بھائی میجر شیس رئیسانی جو ضبور کا عمر اور جگری دوست تھا، آرمی میں میجر کے عہدے پر فائز تھا۔۔۔

شیس کی ٹف روٹین اور نورین کی میڈیکل کی پڑھائی کے سبب انکی شادی التوا٦١ کا شکار تھی۔۔۔

نورین بچپن سے ہی اُس سے منسوب تھی اور اب گھر میں انکی شادی طے پاجانے کی تاریخ زیرِ بحث تھی۔۔۔۔

نورین اب کی بار خاموشی سے زیرِ لب مسکراتے ہوئے ردا کے ہاتھوں پر مہندی لگانے لگی۔۔۔۔۔

ردا کی مہندی مکمل کرنے کے بعد جب نورین نے دُرّے کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا کر اسکی جانب ہتھیلی بڑھانے ہی والی تھی کہ پارسا نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔۔۔

"نوری اپّی! دُر کو مہندی میں لگاؤ نگی۔۔۔۔"

پارسا کے سادگی سے کہنے پر اُن چاروں نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔۔۔

"اوئے تُو تو سنگ تراشی کی ماہر ہے نا۔۔۔بڑے بڑے در و بام کو حسین نقّاشی اور عکاسیوں میں ڈھالنے کے فن میں ملکہ ہے تجھے۔۔۔ان پتھریلے جہانوں میں سر دھنتے دھنتے تُو نے ریشم جیسی گداز ملائم ہتھیلیوں پر گُل بوٹے بنانا کب سے سیکھ لیا؟"

کشمالہ نے پارسا کے کندھے پر ہلکی سی دھپ رسید کرکے شوخی سے کہا۔۔۔

"اب نقش و نگار میرا فن ٹھہرا تو کیوں نا ان رنگوں کو اُسی شفاف کینوس پر اُتاروں جس کے شرف سے خود ان رنگوں کو دوام ہے۔۔۔۔"

پارسا نے بڑے دلکش انداز میں دُرّے سے اپنی محبت ظاہر کی تو دُرّے نے ایک قدردان مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور اسکے گرد بازو لپیٹ کر خود سے قریب کیا۔۔۔

باقی تینوں نے بھی خوشگوار مسکراہٹ سے ان دونوں کے اس انوکھے تعلق کو دیکھا تھا۔۔۔

ہاں مگر سیڑھیوں پر چڑھ کر زارا اور ایہا کیساتھ اوپر آتی ونیزہ نے یہ منظر سلگتی نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔

پارسا سے اسے کوئی پرخاش نہیں تھی مگر دُرّے کسی خار کی طرح اسکی آنکھوں میں چبھتی تھی۔۔۔

زارا اور ایہا انہی کے پاس آکر بیٹھ گ ئی یں۔۔۔۔پارسا نے دُرّے کے حسین دودھیا ملائم ہاتھوں پر بڑے دلکش رنگ بکھیر دیے تھے۔۔۔ساتھ میں نظر بچا کر عین بائیں ہتھیلی کے وسط میں گلاب کی شکل کے اندر مڑی ٹہنیوں جیسے انداز میں کچھ لکھا تھا جو بڑے غور سے دیکھنے پر بھی آسانی سے سمجھ نہیں آتا تھا۔۔۔

دُرّے کے دونوں ہاتھوں کو مہندی کے خوش رنگ عکس سے سجانے کے بعد پارسا نے مسکرا کر اس لکھی ہوئی یک لفظی تحریر کو دیکھا اور دُرّے کے ہاتھ چھوڑ دیے۔۔۔

باقی سب دُرّے کی دیدہ زیب اور انوکھی مہندی دیکھ کر رشک کرتے رہے۔۔۔۔

"ونیزے اس طرح اکیلے کیوں کھڑی ہو؟ چلو آؤ گپیں مارتے ہیں۔۔۔اتنے دنوں بعد آئی ہو تم کوئی ٹہ سے یار اتنا بھی کوئی دور رہتا ہے بھلا؟"

ونیزہ کو قدرے دور منڈیر پر جھک کر نیچے صحن کو خالی نظروں سے تکتے پاکر روحی نے دوستانہ لہجے میں اُسے پکارا تو اس نے پارسا کے قریب بیٹھی دُرّے پر ایک تیکھی نظر ڈالی۔۔۔جواباً اسنے مسکراتی ہوئی شریر نظروں سے اُسے دیکھا تو ونیزہ نے بڑی مشکل سے اپنے طیش پر قابو رکھتے ہوئے رُخ پھیر لیا۔۔۔

"نہیں میں یہاں ٹھیک۔۔۔"وہ ٹالنا چاہ رہی تھی مگر زارا نے اسے دیکھ کر نرم محبت سے پُر انداز میں اپنے پاس بلایا تو اس بار وہ منع نہیں کرپائی۔۔۔

زارا سے اسے ویسے بھی بیحد محبت تھی اسی ل ئے چُپ چاپ آکر انکے قریب بیٹھ گ ئی۔۔۔

دُرّے نے ایک بار پھر مسکراتی نظر سے اسکا استقبال کیا تو وہ جز بز ہوکر رہ گ ئی مگر بدقت خود پر قابو کیے رکھا۔۔۔

"پارو۔۔۔!"دُرّے نے ہلکے سے پارسا کے کان میں سرگوشی کی تو ابیہا سے باتوں میں مصروف وہ اسکی جانب متوجہ ہوگ ئی۔۔۔

"ونیزے کے ہاتھوں پر بھی اپنی مصوری کا جادو برپا کردو بڈی"

ان سے فاصلے پر بیٹھی فون میں ہاتھ چلاتی ونیزہ کو دیکھتے ہوئے دُرّے نے پارسا سے کہا۔۔۔

"ونیزے۔۔۔مرچی ہے پوری۔۔۔"پارسا نے لب دبا کر کہا۔۔۔

"وہ تیکھی صرف ہمارے لئے ہے۔۔۔تمہارے اور باقی سب کیلئے اسکا دل موم جیسا ہے بس ظاہر سے پتھر لگتی ہے۔۔۔تم سے تو دلّی لگاؤ بھی ہے اسکا۔۔۔تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ نا اسکے پاس۔۔۔۔اچھا لگے گا اسے"

دُرّے نے نرمی سے کہا تو پارسا نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔

"ونیزے! بچے آپ مہندی نہیں لگوا رہی؟" زارا نے پیار سے ونیزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو وہ کچھ شش و پنج میں مبتلا ہوگئی۔۔۔

"کیوں نہیں مومی ضرور لگوائے گی۔۔۔میں لگوادوں ونیزے؟"

پارسا جھٹ سے بولی تو ونیزہ نے بنا حیل و حجت کے ہتھیلی پارسا کے سامنے پھیلا دی جسے تھام کر وہ اس پر مہندی کے نقش و نگار بنانے میں مصروف ہوگئی۔۔۔

اسی سمے مروان اپنی روتی ہوئی ڈیڑھ سالہ چھوٹی بہن سجّل کو گود میں اُٹھائے قدرے ہانپتے ہوئے روحی کو ڈھونڈتا ہوا اس جانب آیا۔۔۔۔

"ممی! آپ یہاں ہیں اور اس چڑیل نے پورے گھر میں مجھے آپکے پیچھے خوار کرادیا۔۔۔پکڑیں اسے شائد بھوک لگی ہے چُپ ہی نہیں ہورہی۔۔۔۔"

دس سالہ مروان نے منہ بناتے ہوئے بہن کو ماں کے حوالے کیا۔۔۔۔

"ارے میرا گڈا بھوک سے نڈھال ہے۔۔۔۔بس آپ کی ٹمی کیلئے ابھی فٹافٹ سے کچھ انتظام کرتے ہیں پکّا والا۔۔۔۔"

سارا دن کام کی تھکن سے چور ہوکر روحی جو اب نورین سے اپنے ہاتھ پر مہندی لگوا رہی تھی، بخوشی بیٹی کو تھامنے کیلئے اُٹھنے لگی تو دُرّے اس سے پہلے اُٹھ کر مروان کے پاس آئی۔۔۔

دُرّے کو اپنی وہاں موجودگی پر ونیزہ کی ناگواری اور روحی کی تھکن واضح نظر آرہی تھی لہذا اُسنے وہاں سے چلے جانا مناسب سمجھا تاکہ ونیزہ اطمینان سے اُن کے پاس بیٹھ کر وقت گزار سکے۔۔۔

"آپی! ہم لے جائیں اسے ؟ آپ تھک گئی ہیں آرام سے بیٹھ کر گپ شپ لگائیں تب تک ہم اسے کچھ کھلا بھی دیں گے اور ساتھ میں اپنے مانی بڈی سے گپ شپ بھی لگالیں گے۔۔۔۔"

دُرّے نے مروان کی گود میں موجود سجّل کی جانب ہاتھ بڑھاکر روحی سے کہا۔۔۔

"ارے نہیں ایسے کیسے تم بھی تو کافی تھک گئی ہو سفر سے۔۔۔ویسے بھی یہ ننھی ویمپ بہت موڈی ہے بندے کو تنگ کرکے رکھ دیتی ہے۔میں بس ابھی آتی ہوں چند منٹ میں۔۔۔"

روحی نے متانت سے ٹالتے ہوئے کہا مگر دُرّے نے نظروں ہی نظروں میں اشارے سے کچھ کہا تو اُس نے ایک ذرا سی نظر بیزار سی بیٹھی ونیزہ پر ڈالی اور پھر مسکرا کر حامی بھرلی۔۔۔

"دھیان سے تمہاری مہندی خراب نا ہوجائے چندا۔۔۔"روحی نے تنبیہہ کی۔۔۔

"نو پرابلم ممی میں آنی کی مہندی کی حفاظت کرونگا"

مروان نے مسکرا کر دُرّے کو دیکھتے ہوئے کہا تو ونیزے کے سوا سب کے لبوں پر تبسم بکھرا تھا۔۔۔

"بڑا اچھا بہانہ مل گیا نا یہاں سے کھسکنے کا؟ یہ چھت ونیزے کے ابّا میاں کی ہے جو وہ یہاں ٹھاٹ سے بیٹھی رہے گی اور تم یوں مفرور مجرم کی طرح مغلوب ہوتی گمنام رہنے کے بہانے ڈھونڈتی پھروگی؟ پانچ منٹ کے اندر اندر تم واپس نا آئی تو خیر نہیں ہوگی۔۔۔۔۔"

ردا نے نظر بچاکر اسکے جانے سے پہلے مسکراتی دُرّے کے قریب ہوکر اسکا دوپٹہ کھینچتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔۔

"اسکے ابّا میاں کی چھت نہیں مگر نانا میاں کی چھت تو ہے نا۔۔ہیر بخش بھی دو بیچاری کو۔۔۔۔وہ پہلے ہی کم سَتی ہوئی ہیں جو ہم مزید ڈھیٹ بن کر یہاں بیٹھتے ہوئے اُسے مزید پکائیں۔۔۔۔تم لوگوں کیساتھ بیٹھ کر وقت گزارنا چاہتی ہے وہ جو ہمارے سبب ممکن ہونے سے تو رہا۔۔۔۔ہم اسکا دل جیتنا چاہتے ہیں اور تم مزید بَھٹّی سُلگارہی ہو پھاپھا کٹھنی عورت۔۔۔۔۔پارٹنر !یار کچھ تو تعاون کرو نا بڈی۔۔۔۔"

دُرّے نے اسکے بازو پر چھٹکی کاٹتے ہوئے سرگوشی میں جواب دیا اور مروان کو لیکر وہاں سے کھسک گئی۔۔۔

"جیت ہی نا جاؤ تم دل اگر تو یہی رفتار رہی تمہاری۔۔۔۔میسنی عورت"

ردا جل کر زیر لب کہتے ہوئے پھر سے محفل کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔۔

"آنی! آپکی اور ونیزے آنی کی دوستی کب ہوگی؟" دُرّے کیساتھ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے ہوئے مروان نے معصومیت سے دریافت کیا۔۔۔

"جب اللہ رب العزت کو منظور ہو گا۔۔۔ویسے بھی ونیزے اپنے نام کے معانی جیسی ہیں یعنی "گلاب" اور گلاب کیساتھ کانٹے تو لازمی ہوتے ہیں۔جس دن ہم نے پھولوں کے مانند ہماری زندگی کو مہکاتے دوستوں کے چمن میں اس نازنین گلاب کو چُننے کا کامل سلیقہ سیکھ لیا نا تو سمجھ لینا کہ تب یہ گلاب ہماری حیات میں کھل کر مہکتا ہوا رنگ بکھیرے گا۔۔۔"دُرّے نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

دُرّے مروان سے باتیں کرتی سیڑھیاں چڑھ کر نیچے حویلی کے کچن میں آئی تو ملازمین پھرتی سے کھانے کے لوازمات بڑے بڑے خوانوں میں سجاکر عقبی جانب بنے لان میں بچھے لمبے دسترخوانوں پر سجانے لیکر جارہے تھے۔۔۔

دُرّے نے جب لذیذ پکوانوں کی لاجواب مہک سونگھی تو اچانک اک خیال سوجھنے پر زیرِ لب مسکرادی۔۔۔

"مانی! بچے کچھ چاہیے تھا؟" کچن میں موجود فارینہ بانو ایک لاتعلق سی نگاہ دُرّے پر ڈال کر اپنے پوتے مروان سے مخاطب ہوئی یں۔۔۔

"مام! سجّل کو بھوک لگی ہے شائد روحی آپی بزی ہیں اسی لئے ہم اسے فیڈ کرانے لائے ہیں اِدھر۔۔۔"

دُرّے نے رسان سے کہا۔۔۔

فارینہ بانو کو گھر کے تمام بچے مام ہی کہتے تھے لہذا دُرّے نے بھی اسی نام کا انتخاب کیا جس پر فارینہ بانو نے اُسے کڑے تیوروں سے دیکھا تھا۔۔۔

"لاؤ اِدھر ہماری رانی بٹیا کو دادو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلائے گی اپنی گڑیا کو۔۔۔الحمدُ للہ ابھی ہمارے اندر وہ دم ہے کہ ہم اپنی بچی کی دیکھ بال خود کریں۔۔۔غیروں کی محتاجی سے اللہ سب کو بچائے یں۔"

دُرّے کو یکسر نظر انداز کرکے تیکھے لہجے میں کہتے ہوئے فارینہ بانو نے مروان کے ہاتھوں سے سجّل کو گود میں لیا تو دُرّے نے مروان کو دیکھا جس نے جواباً کندھے اُچکائے تو وہ دونوں خاموشی سے کچن سے نکل آئے۔۔۔

"آنی! لُولُو بھی گ ئی ہاتھ سے اور مجھے معلوم ہے کہ اوپر آپ جائی نگیں نہیں دوبارہ۔۔۔اب کہاں جانا ہو گا؟"

کچن سے نکلتے ہی مروان نے دُرّے سے کہا۔۔۔

"ہائے ہمارا گڈا کتنا سیانا ہے اور اک وہ ہماری جھلّی سہیلی ہیر میڈم ہے جو کسی دن مروا کر ہی چھوڑے گی ہمیں۔۔۔چلو ہم حویلی گھوم لیتے ہیں تب تک کھانا بھی لگ جائیگا "

دُرّے نے مروان کے بال پیار سے بگاڑ کر اسکے کندھے کے گرد بازو لپیٹ کر کہا۔۔۔

"ابھی تو حویلی گھومنے کا مزہ نہیں آئے گا کیونکہ جگہ جگہ مہمان ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور اوپر سے بڑی دادو کی عقابی نظریں بھی ہر جانب جمی ہوئی ہیں۔۔۔ایسا کرتے ہیں پول کے پاس چلتے ہیں وہاں اس وقت کوئی نہیں ہو گا۔۔۔رات کے وقت وہاں کا منظر بہت پیارا ہوتا ہے"

مروان نے تجویز دی تو دُرّے نے ہاتھ کا مکّا پیار سے اسکے گال پر نرمی سے جڑا اور اسکے ساتھ عقبی جانب بنے پول کے کنارے پہنچ کر دوزانوں براجمان ہوتے ہوئے شفاف نیلگوں پانیوں کو تکنے لگی۔۔۔۔

OBJ

ذہن کے پردے پر اپنے آبائی علاقے ناران میں بہتے دریائے کُنہار کا عکس لہرایا جسکے کنارے وہ اکثر بچپن میں اپنے دادا مودود خان یوسفزئی کیساتھ موج مستیاں کرتی تھی۔۔۔۔

واقعی اس سمے پول کے شفاف پانی میں نظر آتے عکس بڑے خوشنما لگ رہے تھے۔۔۔۔

ہوا بھی بڑی مدہوش ہوکر چلتی دُرّے کے گھنگریالے بالوں سے چھیڑ خانیاں کررہی تھی۔۔۔۔

"مانی! اگر لُولُو کو فیڈ کردیا گیا ہو تو اُسے بھی لے آؤ یہاں مل کر کھیلیں گے"

دُرّے نے کچھ دیر بعد مروان سے کہا۔۔۔۔

"سوچ لیں آنی یہاں پر دیر ہوگئی تو ہیر آنی کچھا چباجائیں گیں وہ پہلے ہی آپ کے جانے پر برا سا منہ بنائے بیٹھی تھیں۔۔۔۔"

مروان نے متنبہہ کرنا ضروری سمجھا۔۔۔۔

"اُس محترمہ کو ہم دیکھ لیں گے۔۔۔۔اسکا غصّہ ہماری ایک مسکراہٹ کی مار ہے بس۔"

دُرّے اُسے دیکھ کر مزے سے آنکھ مارتی ہوئی بولی تو

وہ ہنستا ہوا لمبے لمبے ڈگ اُٹھاتا وہاں سے چل پڑا۔۔۔۔

✿✿✿✿

کوہاٹ ٹنل،درّہ آدم خیل:

OBJ

کوہاٹ ٹنل سے گزرتی پختہ روڈ بارش ہونے کی وجہ سے گیلی تھی۔۔۔بادلوں نے بھی علاقے کو گھیرے میں لیے سنگلاخ پہاڑوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔۔۔۔

ایک سیاہ ہائی یلکس ٹنل سے گزرتی درّہ آدم خیل سے اب واپس پشاور کی جانب محوِ سفر تھی۔۔۔۔

جبروت ڈرائی یونگ سیٹ سنبھالے درمیانی رفتار سے اپنی جیپ دوڑا رہا تھا۔۔۔۔

اچانک فون پر مدھر سی ٹون بجنے پر اسنے کال ریسیو کرکے کان میں لگا بلیو ٹوتھ ہینڈ فری اُنگلی سے دبایا تو دوسری جانب سے ضبور کی خوشگوار آواز کان کے پردے سے ٹکرائی۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم بڈی! کیا حال ہے؟ کہاں بھٹک رہے ہو آجکل بدروح کی طرح؟کوئی خبر ہی نہیں تمہاری تو۔۔۔"

ضبور سلام جھاڑتے ہی شروع ہوگیا۔۔۔

"بعد از سلام عرض ہے جناب کہ بھئی کچھ اُلٹی کھوپڑیوں کو ٹھکانے پر لانا تھا اور درّہ آدم خیل پراجیکٹ کے تابوت میں آخری کھیل ٹھونکنی تھی۔۔۔بس وہی سر انجام دے کر واپس آرہا ہوں۔۔۔ ویسے میری چھوڑ تمہارے ہاں موسم کا احوال کیسا ہے۔۔۔آجکل کالے بادل کچھ زیادہ ہی نہیں منڈلا رہے جونئیر۔۔۔۔"

جبروت سٹیرنگ گھما کر موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔۔۔۔

"ماشاءاللہ میں صدقے جاؤں اپنے شیر جیسے لالا پر۔۔۔اور بادلوں کا کیا ہے انکا تو کام ہی یہی ہے آکر فضا میں آنکھ مچولی کھیلنا اور جہاں موقع ملے وہیں برس پڑنا۔۔۔مگر اس دفعہ ان میں اتنا دم ہے نہیں۔۔۔بس گرج چمک کر واپس ہوجائیں گے جلد ہی۔۔۔۔"

ضبور نے معنی خیز انداز میں جواب دیا تو جبروت مسکرا دیا۔۔۔

"مشن کہاں تک پہنچا؟" جبروت نے دریافت کیا۔۔۔

"مشن تو مکمل ہوچکا ہے دو دن پہلے۔۔۔بس دو دن سے پشاور میں کچھ وقت ستانے کو قیام پذیر ہوں۔۔۔۔"

ضبور نے مطلع کیا۔۔۔

"گریٹ۔۔۔میں بھی بس ایک گھنٹے میں پشاور پہنچ رہا ہوں۔۔۔پھر اکٹھے بلوچستان جائیں گے۔۔۔۔"

جبروت نے خوش ہوکر جلدی سے کہا۔۔۔

"خیریت؟اس دفعہ عید زیارت میں سیلیبریٹ کرنی ہے؟ مومی بابا کو بتادیتے ہیں پہلے۔۔۔۔"

ضبور نے جواباً کہا۔۔۔

"وہ سب بلوچستان میں ہی ہیں۔۔۔بتانا مت مومی کو سرپرائز دینگے تو بہت خوش ہونگیں کافی پریشان رہیں ہیں وہ ہمارے لئے۔۔۔اور ہمارے اذرنگ میاں ابّا جی بن گئے مگر نا تو خود اسکو خبر تھی نا ہمیں ہوا لگنے دی۔۔۔بدتمیز آدمی "

جبروت نے ساتھ اطلاع بھی دی۔۔۔

"ارے یہ کب ہوا۔۔۔بس اب تو جلدی سے پہنچ تاکہ آج ہی بلوچستان پہنچ جائیں۔۔۔"

ضبور بے صبری سے بولا۔۔۔

"اوکے جونئیر بس ابھی پہنچ رہا ہوں۔۔۔"کہہ کر جبروت نے کال ڈسکنکٹ کردی اور اگلے ایک گھنٹے میں وہ پشاور میں داخل ہوچکا تھا۔۔۔۔

پشاور کنٹونمنٹ میں بنے پشاور سروسز کلب میں قیام پذیر ضبور کو پک کرکے وہ دونوں باچا خان ائیر پورٹ پشاور سے ڈومیسٹک فلائیٹ کے ذریعے کوئٹہ انٹرنیشنل ائیر پورٹ پہنچے تو قریباً سہہ پہر کا وقت تھا۔۔۔

وہاں سے وہ دونوں سیدھا قریباً دو گھنٹے اور چودہ منٹ کی مسافت طے کرکے زیارت میں موجود اپنی آبائی حویلی پہنچے تو شام کے سائے گہرے ہوچکے تھے۔۔۔۔

حویلی جانے سے پہلے دونوں نے مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی اور پھر پیدل ہی چلتے حویلی پہنچے تو گیٹ پر موجود گارڈز اور ملازمین انہیں دیکھ کر گرمجوش انداز میں ان سے ملے۔۔۔۔۔

وہاں سے فراغت کے بعد وہ دونوں حویلی کے اندر جانے سے پہلے ہجرے میں گئے تو وہاں بھی انکے نوجوان کزنز کی محفل جمی ہوئی تھی جو دیوار گیر ایل ای ڈی کے سامنے بیٹھے چاند کیلئے بیٹھی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس دیکھ رہے تھے۔۔۔۔

"کیوں خاندان کی ناک کٹوانے پر تُلے ہیں سب کے سب؟ کوئی ذرا باہر نگاہ مار کر در پر پڑے ان فقیروں کو بھی اندر بُلا لیتا۔۔۔باہر سڑ رہے تھے بیچارے! مہمان نوازی کا تو ذوق ہی اُٹھ گیا ہے۔۔۔کیا زمانہ آگیا بھئی۔۔۔"

ہجرے کے بڑے ہال کے دروازے سے ضبور کا چہکتا ہنس مکھ چہرہ برآمد ہوا تو سب پہلے اسکی اچانک بنا اطلاع کی آمد پر چونکے اور پھر کسی سیلاب کی طرح سب پروانے محفل کی اس شمع کی جانب لپکے تھے۔۔۔۔۔

"ارے ارے جذبات کو ذرا لگام دیجیے بھائیوں اب ایسی بھی کیا تاثیر تھی میرے خوار الفاظ میں کہ سب کی رگِ حمیّت ہی پھڑک اُٹھی۔۔۔پیار اب اتنا حد سے بڑھ گیا کہ گلے سے الگ ہوتے ہوتے مجھ غریب کی معصوم جان ہی نکال کر لے جاؤ گے کیا ساتھ میں۔۔۔چھوڑ بھی دو دم گھٹ رہا ہے کم بختوں"

سب کے اکٹھے ہی خود پر پل پڑھتے ہی ضبور نے دُہائی دی تو وہ سب اب ہنستے اسکی ہلکے ہلکے مکّوں اور لاتوں سے تواضع کرنے لگے۔۔۔۔

"گدھے اتنے وقت سے کہاں مرا پڑا تھا۔۔۔بندہ ایک کال شال ہی کر دے اور اب بھی ایسے ہی منہ اُٹھائے آگیا۔۔۔ایک بار اطلاع دے دینے میں کونسی موت پڑرہی تھی تجھے۔۔۔"

اذرنگ نے ضبور کے کندھے پر مکّا جڑ کر پیار بھری سرزنش کی۔۔۔

"اے میاں! اب آپ کے جیسے نواب کہاں ٹھہرے ہم جو اپنی مرضی سے منہ اُٹھائے کہیں بھی تشریف فرما ہوجائیں۔۔۔بمشکل دو دن پہلے ہی مُرغِ گرفتار آزاد ہوا تو بس اُڑ چلا آیا۔۔۔اب کیا گردن زنی کروگے؟ اپنے گھر آنے سے پہلے بھی اب بندہ علاقے بھر میں اپنی آمد کا ڈھول بجاتا پھرے۔۔۔حد ہے"

ضبور ناک بھوں چڑھا کر بولا تو ہجرے قہقہوں سے گونج اُٹھا۔۔۔

"بندے کے سرپرائیز کا بیڑا ہی غرق چھوڑتے ہو تم۔۔۔ہائے کیسا سُہانا خواب سجاکر آیا تھا کہ اتنے دنوں بعد گھر کے شیر سپوت کا کتنا شاندار استقبال ہوگا مگر یہاں تو اصل اوقات ہی یاد دلا دی گئی۔۔۔پوچھوں گا مومی سے کہیں میں سوتیلا تو نہیں ہوں۔۔۔"

ضبور کی مصنوعی دُہائی پر ایک بار پھر قہقہوں کے فوّارے پھوٹ پڑے تھے۔۔۔

جبروت مسکراتا ہوا اسکے پیچھے ہال میں داخل ہوا تو اذرنگ فوراً اسکے لتھے لینے پہنچ گیا۔۔۔

"میاں تمہارا بھی کوئی حال نہیں۔۔۔کیا بیر ہے تیرا میرے ساتھ؟ جب میری شادی تھی تو تیرا میرے ساتھ ہر لمحے کھڑے رہنا فرض بنتا تھا تب بھی تو نے بیگانی شادی میں آخری لمحے انٹری ماری اور اب بھی تُو سب سے آخر میں پہنچ رہا ہے بدتمیز آدمی جبکہ تجھے اُڑ کر یہاں پہنچنا تھا۔۔۔"

اذرنگ نے دل کھول کر اُسے لتاڑا تو جبروت مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے مزید تپاگیا۔۔۔

"محترم آپ تو بس بھائی کی دُرگت بننے کے مزے ہی لیتے رہیں خیر سے۔۔۔نا ذرا بھی آپ کا دل تڑپا ہو کہ بھئی چھوٹا بھائی کُٹ کھارہا ہے تو ہم بھی ہاتھ پیر ہلالیں۔۔۔۔"

ضبور نے بڑے بھائی کی اپنی جیسی عزت افزائی نا ہونے اور اطمینان سے مسکرانے پر لتھے لیے تو اس نے جواباً ایک زور کی چپت اسکے سر پر رسید کی۔۔۔

" مومی کے پاس چلے جاؤ وہ کافی پریشان تھیں تم دونوں کیلئے۔۔۔"

ہنستے ہوئے دونوں سے باتیں کرنے کے کچھ دیر بعد اذرنگ نے جبروت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو ماں کی پریشانی کا سُن کر وہ دونوں فوراً ہجرے سے نکل کر حویلی کے اندر جانے لگے۔۔۔

ابھی وہ دونوں بس اندرونی حصّے میں چند قدم ہی آگے بڑھے تھے جب حویلی کے عقبی جانب بنے سوئمنگ پول کی طرف سے آتی دُرّے کی جلترنگ کھکھلاہٹ نے جبروت کے قدم جھکڑ لیے۔۔۔

"اوئے ابولہول کے مجسمے چل بھی چکو اب۔۔۔"

جبروت کو ساکت سا کھڑا دیکھ کر ضبور فوراً اسکے پاس آکر اسے اپنے ساتھ کھینچنے لگا۔۔۔

"باہی! وہ رابیل۔۔۔"الفاظ کسی سرسراہٹ کی مانند جبروت کی زبان سے ادا ہوئے۔

ضبور کچھ پل ٹھہر کر اُسکے چہرے پر آتے جاتے سائے دیکھنے کے بعد اسکے ہمراہ حویلی کے بیرونی سائیڈ سے باغ کی طرف جاتی روش پر چلتے ہوئے پول کے پاس پہنچا تو وہ نور کے لبادے میں لپٹی پری اپنے مرمریں پیر پول کے پانی میں ڈالے ایک ننھی بچی کو گود میں بٹھائے ساتھ میں پاس بیٹھے مروان کیساتھ موج مستی کرتی ہوئی بلکل کوئی چھوٹی سی سر مومی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔۔

"نایاب!۔۔۔"ضبور کی اپنائیت سے لبریز پکار پر یک دم مروان کے ساتھ چھیڑ خانیاں کرتے اسکے حنائی ہاتھ تھمے اور پل بھر کو اسکی صراحی دار گردن جونہی ضبور کی جانب مڑی تو بڑی بڑی فیروزی آنکھوں میں پہلے تو حیرت اور بے یقینی کے جگنو ٹمٹمائے اور پھر وہ خوشی سے اُچھل کر فوراً کھڑی ہوتے ہوئے اپنی جانب آتے ضبور کی طرف تیزی سے بڑھی۔۔۔

"باہی! یہ سچ میں آپ ہیں یا ہم خواب دیکھ رہے ہیں؟ مانی چھٹکی کاٹو ہمیں ذرا۔۔۔" دُرّے بچوں جیسی معصوم ایکسائی ٹمنٹ میں بولی۔۔۔

"آنی!باہی چاچو سچ میں ہمارے سامنے ہیں۔ارے! جاہ چاچو بھی تو آئے ہیں ساتھ میں۔۔۔" مروان اُچھلتے کودتے دوڑ کر جبروت سے لپٹا۔۔۔

اور جاہ کے نام پر دُرّے کی ساری سرمستی یک دم تھم گ ئی۔۔۔وہ یک ٹک ضبور کے عقب میں کھڑے جبروت کو تکنے لگی جو خود سے لپٹے مروان کے گرد بازو لپیٹے اسکے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے ہوئے مسکرا کر دُرّے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

لبوں کی مبہم مسکراہٹ بتارہی تھی کہ دل جانے کیوں کچھ قرار سا پاگیا تھا۔آج اُسنے دُرّے کو اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھا تو اُسے اپنی گود میں پلی بڑھی وہی ننھی شرارتی رابیل یاد آئی جو اُسے دو سیکنڈ چین سے بیٹھنے تک نہیں دیتی تھی۔۔۔۔اور آج کتنی بڑی ہوگ ئی تھی۔۔۔۔۔ہاں مگر آج بھی دراز قد ہونے کے باوجود جبروت کے چوڑے شانوں تک ہی پہنچ پاتی تھی۔۔۔۔

پارسا جب گریجویٹ ہوکر اپنی گریجویشن سرٹیفکیٹ وصول کررہی تھی تب وہ اسکے لئے خاص طور پر اپنی نشست سے کھڑے ہوکر کافی دیر تک تالیاں بجاتارہا تھا مگر لندن میں جب آڈیٹوریم کی سیڑھیاں اُترتے اُسنے سٹیج پر کھڑی دُرّے کو اپنی طرف حیران اور ازحد خوشی سے نم ،ٹمٹماتے جگنوؤں جیسی چمکتی بڑی بڑی فیروزی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پایا تو گویا بے جان مجسمہ بن گیا۔۔۔۔

آس پاس کا شور یہاں تک کہ اپنی دھڑکن تک کی آواز بھی اُسے خاموش ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔

ایسی ہی تو تھی وہ۔۔۔۔جسکے احترام میں اسکے متلاطم خیز لمحوں کی ساری گردش تھم جاتی۔۔۔

اُس پل دُرّے کے صبیح و ملیح چہرے پر سچّی خوشی دیکھ کر جبروت کو اپنی حیاتِ گزشتہ سے ملے سارے زخم مندمل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔۔۔۔۔

اور جب اُسنے اپنی جانب یک ٹک سی تکتی دُرّے کے تحیّر سے وا لبوں کو اپنے نام کی ادائیگی میں ڈھلتے دیکھا تو دُرّے کی اُس خاموش سی سرگوشی میں "شیر شاہ" سُن کر اُسے لگا کہ جیسے برسوں تاریک

ویرانوں میں بھٹکتی اُسکی درماندہ ذات کو نور کی ایک موہوم سی کرن عطا کردی گئی ہو۔۔۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔"ابھی بھی جبروت کو دیکھ کر دُرّے کے لب سرگوشی کے انداز میں وا ہوئے تھے۔۔۔

"اوہ محترمہ! ہوش میں آجاؤ بس تم دونوں۔۔۔مضافات میں دوسری مخلوقات پر بھی ذرا دھیان دے جاؤ"

ضبور نے دُرّے کے سامنے ہتھیلی ہلائی تو وہ ہڑبڑا کر جھینپ گئی۔۔۔

"اللہ اللہ باہی کیا بتائیں ہم آپکو کتنے خوش ہیں۔۔۔یہاں آتے ہوئے تو دل کھائی میں اَدھ مویا سا پڑا تھا کہ آپ کے بغیر عید بھی بھلا عید ہوگی۔۔۔ہائے اللہ کا شکر ہے آپ آگئے۔۔۔"

سجّل کو سنبھالتی شانوں پر پھسلتا دوپٹہ سر پر واپس جماتے ہوئے دُرّے اپنے پیارے سے دوست باہی کو دیکھ کر اپنی خوشی چھپانے سے قاصر تھی۔۔۔

"تمہیں یقین ہے کہ تمہاری یہ ہڑبونگ مجھے ہی دیکھ کر طاری ہوئی ہے تم پر؟ نظر آرہا ہے کس کی آمد پر اتنا بے اختیار ہوا جارہا ہے۔۔۔مطلبی عورت"

ضبور نے منہ بناتے ہوئے دُرّے کی گود میں موجود سجّل کے گال پر تھپکی دے کر کہا تو دُرّے کے کانوں کی لوئیں سُرخ پڑگئیں۔۔۔

"کبھی آپ کو بہن یا بیگم کی جانب سے ملا لاڈ راس آیا بھی ہے لالا؟بس کوسنے ملیں تبھی صحت ٹھیک ٹھاک رہتی ہے آپکی نہیں؟"

دُرّے نے جل کر کہتے ہوئے ضبور کو گھورا۔۔۔

"بیگم سے لاڈ اُٹھوانے کے اتنے نیک بخت مجھ غریب کے نصیب میں کہاں؟ہمیشہ دل ہی جلاتی آئی یں ہیں محترمہ۔۔۔اور بہن کے راج دُلارے تو ہم ہوتے ہیں مگر صرف انارکلی کے صاحبِ عالم کی آمد تک۔۔۔پھر تو ہماری اوقات استعمال شدہ ٹِشو کی بھی نہیں ہونی۔۔۔"

سجّل کے نرم سلکی بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ضبور نے دُہائی دی تو دُرّے کا منہ ہی کھل گیا جبکہ جبروت اسکی باتوں پر زیر لب مسکراتا رہا۔۔۔

مروان اسکا بازو کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ دُرّے کے پاس لیکر آیا۔۔۔

عین اسی سمے دُرّے کے ریشمی دوپٹے نے پھر شانوں پر پھسلنے کی شرارت کی تو دُرّے نے جھنجھلا کر دوپٹہ پھر سے سر پر جمایا۔۔۔۔۔

سجّل کی جیسی ہی جبروت پر نظر پڑی تو دُرّے کی گود میں موجود ننھی ہرنی اُچھلتی ہوئی جبروت کے آگے بانہیں پھیلائے ہوئے اپنے نظر انداز ہونے پر برہم ہورہی تھی۔۔۔

سجّل گویا پہلے دن سے ہی اپنے چاچو کی شیدائی تھی اور جب بھی کبھی اسکی نظر جبروت پر پڑتی تو بھلے ہی پھر پہلا والا بندہ اسکا کتنا ہی فیورٹ کیوں نا ہوتا،جبروت کے سامنے اسے کچھ نظر نہیں آتا اور اسکی گود میں جانے کیلئے وہ زمین آسمان ایک کردیتی تھی۔۔۔۔

سجّل کی یہی معصوم سی ادا جبروت کو ہمیشہ دُرِّنایاب عدن کی یاد دلا دیا کرتی تھی۔۔۔وہ بھی تو ایسی ہی تھی۔۔۔جسے بس شیر شاہ دکھائی دے جاتا تب کسی کی ہمّت نا ہوتی کہ اُسے اپنی گود میں لے سکے۔۔۔

وہ سیدھا پورے استحقاق کیساتھ بذاتِ خود گرتی پڑتی کسی نا کسی طرح شیر شاہ کے پاس پہنچ ہی جاتی۔۔۔

اور اگر کوئی پھر بھی دُرّے کو گود میں اُٹھانے کی کوشش کرتا تو اسکے ننھے ہاتھوں اس بیچارے کو وہ زور کا تھپڑ پڑتا کہ اللہ کی پناہ۔۔۔۔

سجّل کی معصوم برہمی سے خود کو تکنے پر جبروت دُرّے کا بچپن یاد کرتے ہوئے مسکراتا ہوا اسکے قریب آیا تو دُرّے بے اختیار چند قدم پیچھے لڑکھڑائی اور اسکا پیر پھسلا۔۔۔

جبروت نے فوراً اسے بازو سے تھام کر اپنی جانب کھینچا ورنہ تو وہ سجّل سمیت سوئی منگ پول میں گر چکی ہوتی۔۔۔۔

جبروت نے لحظہ بھر کو کچھ خفا سی نظروں سے اُسے دیکھا اور پھر اپنی فراخ بانہیں اسکے گرد پھیلاتے ہوئے اسکی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کرتے ہوئے ساتھ میں سجّل کو اسکی گود سے لیکر اس سے چند قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔۔

دُرّے اسکی طرح ایک بہترین تیراک تھی مگر دل۔۔۔دل تو پھر دل ہوتا ہے نا۔۔پل بھر کو دُرّے کے لڑکھڑانے پر وہ ذرا سا دہلا ضرور تھا۔۔۔

وہ دم بخود سی اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔بے تکلف تو وہ اس سے پہلے سے ہی تھا مگر محبت کی یہ بے باکیاں دُرّے کو بڑے عرصے بعد نظر آئی یں تھیں۔۔۔۔۔۔

"آہمم! محترم حاضرین گرامی ذرا اپنی یہ دل پشوریاں قابو میں رکھیں راہگیروں کے مزاجوں کا کچھ پتہ نہیں۔۔۔۔ویسے یاد دہانی کراتا چلوں کہ آپکی ایک عدد دوسری بیگم بھی ہے۔۔۔۔ان کی نظر کرم نا ہو جائے کہیں۔۔۔۔"

ضبور شرارت سے کھانس کر بولا تو دُرّے خجل سی ہوگئی۔۔۔

"ہالہ ان لوگوں جیسی نہیں ہیں۔۔۔وہ اتنی سینسیبل ہیں کہ سچویشن کو سمجھ سکیں"

جبروت نے نرمی سے پارسا کے حق میں بات کی تو دُرّے کے لبوں پر اک مسکراہٹ رینگ کر غائب ہوئی جسے ضبور نے محسوس کرلیا تھا۔۔۔۔

"لوگ شراب پی کر بہکتے ہیں اور آپ انسانوں کا خون پی کر۔۔۔۔کتنوں کو انکاؤنٹر میں ٹھوک آئے ہیں جو اب دل اوقات میں نہیں رہ رہا؟کوئی دیکھ لیتا تو؟"

دُرّے دھیرے سے مڑ کر پول کے پانیوں کو دیکھتے ہوئے خفگی سے بولی۔۔۔۔

"ستم ظریفی ہی تو یہی ہے کہ بہکتے بھی نہیں ہیں ہم پتھر سے بنے لوگ۔۔۔۔۔ہر سانحہ حواس میں ہی ہمارے اوپر گزر جانا مقدر ٹھہر گیا ہے اب تو۔۔۔۔اور شراب پی کر تو وہ بہکیں جنکے نصیب میں دو فیروزی جھیلوں کے آبِ حیات سے سیراب ہونا نہیں لکھا۔۔۔۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخری جملے پر جبروت نے شوخی سے دُرّے کو دیکھا تو جواباً اُسنے صرف گردن اسکی جانب موڑ کر ہلکی سی گھوری سے نوازا۔۔۔۔

"ویسے بھی سمندر کی باغی موجوں پر بھی کبھی کوئی بند باندھ سکا ہے بھلا۔۔۔وہ تو ساحل پر بھی کہرام مچادیا کرتی ہیں رابیل۔۔"

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے وہ بڑے گہرے لہجے میں بولا تو دُرّے جھرجھری سی لیکر رہ گئی۔۔۔۔

"سمندر کی موجیں بھی اسی ضعیف بشر کے دل کے سامنے سُرنگوں ہوسکتی ہیں شیر شاہ بشرطیکہ یہ دل سمندر سے بھی بڑھ کر گہرائیوں اور وُسعتوں کا مالک ہوجائے۔۔۔۔رب العزت کی جس تجلّی سے طور تک ریزہ ریزہ ہوگیا۔۔۔جب یہ دل اس شعلۂ عشق کا مسکن کہلانے کا شرف یافتہ ہوسکتا ہے تو اسکے آگے سمندر کی بپھرتی موجیں کیا چیز ہیں شیر شاہ؟"

اُسے بھی تو خاموش نا رہنا جبروت نے ہی تو سکھایا تھا۔۔۔۔

جبروت خاموش ہی رہا۔۔۔اپنی زبان پر آتے کئی سُلگتے لفظوں کا گلا وہ گھونٹ چکا تھا اور اُسے عشق کا یہ پہلا درس یعنی ادب شائستگی پیدائشی ہی ودیعت ہوا تھا۔۔۔

یہ معمّہ وہ کبھی نا سمجھاپایا تھا کہ وہ تو دوہری آگن میں جھلس رہا ہے۔۔۔

اسکی روح اور اسکا دل تو عشقِ حقیقی کے نور سے لبریز تھا۔۔۔مگر اسی دل کے مالک اور دل پر قادر حق ہُو ذات نے ہی تو دل میں اپنے ہی بندے کو گدّی نشین بنا رکھا تھا۔۔۔۔

اس سب میں بس وہ ایک خاموش سا انسان جو خود اپنی ذات میں اک پہیلی سا تھا۔۔۔وہ ہی جل جل کر کوہِ نور بن چکا تھا۔۔۔

اپنی تڑپ وہ دُرّے کو کیسے محسوس کرواتا جو خود پہلے سے ہی انہی شعلوں کی زد میں تھی۔۔۔

خاموشی کا اک پہر سا آکر انکے درمیان ٹھہر گیا تھا۔۔دونوں ہی پول کے پانی میں تیرتے ٹیولپس کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔

اتنے میں اوپر ٹیرس سے چاند نظر آنے کی خوشی میں لڑکیوں کی جوش سے چلّانے کی آوازوں پر ننھی سجّل جو جبروت کے کندھے پر سر ٹکائے اونگھ رہی تھی،قدرے ہڑبڑا کر جاگی تھی۔۔۔۔

"بابا۔۔۔"اسنے منہ بسور کر جبروت کو دیکھا۔۔۔۔وہ شور سے گھبرا گ ئی تھی۔۔۔جبروت کو وہ بابا ہی کہتی تھی۔۔۔۔

" شاہزادہ خانم بابا۔۔۔۔(بابا کی شہزادی)" جبروت نے دھیرے سے کہتے ہوئے سجّل کا سر تھپکا تو پھر سے اسکے کندھے پر سر رکھ کر سونے لگی۔۔۔

"شیر شاہ! اسے مجھے دے دیں آپ دونوں تھک گ ئے ہونگے۔۔۔مومی اور بابا سے مل لیں وہ آپکے ل ئے بہت فکرمند تھے۔۔۔ریسٹ کرلیں کل کا دن شائد خاصا تھکا دینے والا ہو۔۔۔۔"

دُرّے نے دھیرے سے کہتے ہوئے ہاتھ سجّل کی طرف بڑھاکر اسے جبروت کی گود سے لیا تو وہ کسی نرم ملائم ننھے خرگوش کی طرح اسکے بازوؤں میں سماگ ئی۔

"نایاب تم اوپر کک کیوں نن۔۔۔نہیں۔۔۔"ردا کشمالہ اور پارسا جو اوپر چھت سے اُسے ڈھونڈتی ہوئی یں اس جانب آئی تو دُرّے کے ہمراہ جبروت اور ضبور پر نظر پڑتے ہی ردا کے الفاظ منہ میں ہی اٹک گ ئے۔۔۔۔

"ادا جان!" کشمالہ خوشی سے چلّاتی ہوئی ان دونوں کے پاس آئی تو ان دونوں نے مسکرا کر اکٹھے اسے سلام کیا۔۔۔

اس گھر اور خاندان کا کوئی ایک فرد بھی ایسا نا تھا جو ان دونوں اور خصوصاً جبروت کا دیوانہ نا ہو۔۔۔۔

خود پر جمی ضبور کی دلچسپ نظروں کے سبب ردا کیلئے قدم اُٹھانا دوبھر ہوگیا۔۔۔۔

"ہیر! غالباً تم چھت سے اِدھر دیر کردینے پر اس گھامڑ کی کلاس لینے آئی تھی نا خود ہی ایسے جم کر کھڑی ہے اب گویا کیچڑ میں جوتا پھنس گیا ہو۔۔۔۔"

کشمالہ نے ردا کے لتھے لیے تو دُرّے اور ضبور ہنس پڑے۔۔۔

"تم ڈفر! ایک تو خود بھی لاپتہ اور ستم ظریفی یہ کہ میسنی خود اِدھر کھڑی ذرا سی آواز نہیں مار سکتی تھی ہمیں۔۔۔۔"

کشمالہ دُرّے کو گھورتے ہوئے بولی تو وہ سر جھکا کر مسکرانے لگی۔۔۔۔

پارسا کسی بے آواز جھونکے کی طرح آکر دُرّے کے قریب کھڑی ہوگئی تھی۔۔۔۔

جبروت کو دیکھ کر دل کو اب کہاں قابو میں آنا تھا۔۔۔۔

دُرّے پارسا کی موجودگی محسوس کرکے فوراً جگہ بدل کر یوں اسکے دوسری جانب ہوگئی کہ پارسا کو دانستہ طور پر جبروت کے قریب کردیا کہ پارسا کا دل گویا حلق میں ہی اٹک گیا اور اسنے لاچاری سے دُرّے کو دیکھا تو جواباً اس نے نرم گھوری دکھا کر مزاحمت دکھانے سے روکا۔۔۔۔

پارسا کسی معصوم بچے کی طرح شرمیلی مگر مشتاق نظروں سے جبروت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم ہالہ! کیسی ہیں؟ آج کے دن کوئی بد احتیاطی نہیں۔۔۔کھانا وقت پر کھالیجیے گا تاکہ میڈیسن بروقت لے سکیں۔۔۔ان شاء اللہ عید کے فوری بعد ہم بلڈ ٹرانسفیوژن کیلئے لازمی جائیں گے۔۔۔ناغہ نہیں ہونا چاہیے بلکل۔۔۔"

جبروت کے مخاطب کرنے پر اسکا سر میکانکی انداز میں ہل گیا۔۔۔

دُرّے جبروت کی پروا اور پارسا کی سادگی دیکھ کر زیرِ لب مسکرائی تو پارسا اسکی توجہ پاکر اسکی جانب قدرے کھسکی تھی۔۔۔

"کہاں تھی تم؟ اب کے میں تمہیں ہلنے بھی نا دوں اپنے پاس سے۔۔۔"

پارسا نے خفگی سے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

"نہیں ہلتے بابا اب جہاں بی بی صاحبہ کہیں گیں وہیں جا پڑیں گے۔۔۔"

دُرّے دھیرے سے ہنستے ہوئے بولیں۔۔۔

"کیا کھسر پھسر ہورہی ہے دونوں میں؟ محترمہ اب کہیں تم لاپتہ ہوئیں نا تو خیر نہیں ہوگی۔۔۔چل ڈنر کرتے ہیں اور عشا٦ کی نماز کے بعد پھر محفلِ یاراں سجاتے ہیں۔۔۔"

کشمالہ نے اپنی جگری یار دُرّے کو گھوری دکھائی تو وہ ہنس پڑی۔۔۔

"ہیر گڑیا! لالا سے ناراض ہو؟ بات بھی نہیں کروگی؟"

جبروت نے ردا کو لاڈ سے پکارا تو وہ گویا ہوش میں آئی اور مسکراتے ہوئے جبروت کے پاس آئی۔۔۔

"نہیں لالا آپ سے کیوں خفا ہونے لگی؟ہاں "کسی اور" کی بڑی تگڑی شامت متوقع ہے میرے ہاتھوں وہ بھی بہت جلد۔۔۔۔"

ضبور کو تُندہی سے گھور کر ردا نے تیکھے لہجے میں کہا تو اسکے لئے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔۔۔

"بس لائن آف کنٹرول۔۔۔ہیر یہاں نہیں۔۔۔بعد میں "

ہیر کو تپ کر ضبور کی جانب بڑھتے دیکھ کر دُرّے نے لب دباتے ہوئے اُسے روکا۔۔۔

"تمہیں بھی بعد میں پوچھونگی۔۔۔"ردا نے جل کر کہا تو دُرّے نے اسکا گال پیار سے کھینچا جس پر ردا کا منہ بن گیا۔۔۔

"لالا! چلیں مومی کے پاس چلتے ہیں وہ آپ دونوں کو بہت مِس کرتی رہی ہیں اور دادو لوگ سب بار بار آپ کا پوچھ رہے ہیں۔۔۔۔"

کشمالہ نے جبروت سے کہا تو وہ دھیرے سے اثبات میں سر ہلاتا اسکے ہمراہ چلنے لگا۔۔۔

پیچھے ضبور اور ردا اکیلے رہ گئے۔۔۔ردا اُسے کھلے عام نظر انداز کرتی آگے بڑھنے لگی تو ضبور نے بنا محسوس کرائے فوراً اسکا بازو تھام کر کھینچا اور ردا کو اپنے روبرو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسکا برہم چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر سامنے کیا۔۔۔

"ہمم تو اب کہیے جناب! اتنی برہمی کی وجہ؟"

ضبور نے شریر سنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

ردا کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اُسے ضبور پر آخر غصّہ کس بات کا ہے۔۔۔اسکی آنکھیں بے اختیار جھلملانے لگیں۔۔۔

مسلسل خود سے کافی لمبے ضبور کو دیکھتے رہنے پر اچانک اسکے سر کو چکر آیا تو اسنے آنکھیں میچ کر سر جھکالیا اور اپنے ہاتھ سے سر کو مضبوطی سے تھاما۔۔۔

"ہیر! کیا ہوا ہے تمہاری حالت ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔"

ضبور نے اچانک پریشان سا ہوکر اسکا بازو چھوڑتے ہوئے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پوچھا۔۔۔

"...Bahi! please let me go"

ردا کے لہجے میں واضح لاچارگی تھی۔۔۔وہ لب کاٹتے ہوئے فوراً پلٹ کر وہاں سے قریباً بھاگتے ہوئے دوبارہ ٹیرس پر چلی گ ئی تھی۔۔۔

وہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کو چھیڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے مگر ان میں سے ایک نا ہوتا تو دوسرے کو برنگِ بسمل چین نہیں ملتا تھا۔۔۔

ضبور کچھ شش و پنج میں مبتلا فکر مند سا قدم اُٹھاتا ہوا صحن میں آیا تو جبروت ساحرہ کے پاس بیٹھا باتیں کررہا تھا اور وہ محبت سے بار بار اسکے بالوں پر ہاتھ پیر رہی تھیں۔۔۔

ضبور کو دیکھ کر ساحرہ نے پُرمسرّت انداز میں اُسے پیار سے پکارا تو وہ مسکراتا ہوا جاکر انکے دوسری جانب بیٹھ گیا۔۔۔

کافی وقت تک انکے پاس بیٹھے رہنے کے بعد کشمالہ بڑی مشکل سے ساحرہ کے پاس سے ان دونوں کو اُٹھاکر ٹیرس پر لانے میں کامیاب ہوئی جہاں زارا اور ابیہا روحی اور ابیر کیساتھ بیٹھ کر باتیں کررہی تھیں۔۔۔

ضبور اور جبروت دھیرے دھیرے زارا کے پاس جاکر پیچھے سے ان سے لپٹ گ ئے تو وہ پہلے تو قدرے گڑبڑائی لیکن پھر فرطِ جذبات سے روتے ہوئے دونوں بیٹوں کو مضبوطی سے خود میں بھینچا۔۔۔۔

باقی سب بھی اس خوبصورت ملن کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔۔۔۔۔

وہ دونوں ماں سے الگ ہوئے تو وہ بے اختیار انکے سر چومتے ہوئے دونوں کے چہروں کو اپنے ہاتھوں میں محبت سے تھاما۔۔۔۔

ان دونوں کے معاملے میں وہ انتہائی حد تک حساس تھیں۔۔۔۔ضبور تو پھر بھی انکے پاس تھا مگر جبروت کے تو اب ذرا سا بھی اِدھر اُدھر ہوجانے پر ہی وہ دہل جایا کرتی تھیں۔اسی ل ئے جبروت کہیں جانے سے پہلے اُن سے پختہ اجازت نامہ لیکر جاتا مگر اس بار اُسے موقع نہیں ملا اور پھر اسے درّہ آدم خیل میں ک ئی دن رُکنا پڑا جسکے سبب زارا بہت ٹینسڈ تھیں۔۔۔

درّہ آدم خیل میں اسکا پراجیکٹ مکمل ہوچکا تھا اور اسکی افتتاح سے پہلے جبروت کو ہر ممکنہ تخریب کاری سے پہلے ہی نمٹنا تھا۔۔۔۔۔۔

ونیزہ کیساتھ دبک کر بیٹھی قدرے ہانپتی ہوئی ردا کے دل نے تھکے ہارے سے کڑیل مگر بیحد خوبرو ضبور کو دیکھ کر زور سے ایک بیٹ مِس کی تھی۔۔۔۔

وہ ہلکے سے لب وا کیے ساکت سی اپنے دل کے حکمران کو دیکھ رہی تھی جب ضبور کی سنجیدہ نظریں خود پر جمی دیکھ کر اس نے بے خیالی میں ونیزہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا جو سَتی ہوئی نظروں سے جبروت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

زارا اور ایہا اُٹھ کھڑی ہوئی یں تو زارا ضبور کا چہرہ ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسکا ماتھا اور چھوٹی سی گھنی خوبصورت داڑھی سے سجے چہرے کو چومنے لگیں۔۔۔۔

"مومی! مجھے خود پر کسی ن ئی نویلی پہلی بار میکے آئی دُلہن کا گمان ہورہا ہے۔۔۔۔مجھے تو اب شرم آرہی ہے"

ضبور ماں کی جانب متوجہ ہوکر شوخی سے بولا تو زارا روتے روتے ہنس دی اور اپنے کیوٹ سے شریر بیٹے کا گال کھینچتے ہوئے اسکے بال بگاڑے۔۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اَللہِ وَبَرکاتُہُ ساسو بیگم جان کیسے مزاج ہیں؟ دادی بننا گوڈے گوڈے مبارک۔۔۔۔ "

ضبور نے ساتھ میں ایہا کی طرف دیکھ کر خوش دلی سے بولا تو وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرادیں۔۔۔

"وَعَلَیکُم السَّلَام وَرَحمَۃُ اَللہِ وَبَرکاتُہُ میرا پیارا بچہ! بہت بہت شکریہ۔۔۔اور یہ ساس بیگم کیا ہوتا ہے؟ صرف امّی بولا کر برخوردار۔۔۔"

ایہا نے شفقت سے کہا۔۔۔۔

"چلو بچے آپ لوگ بیٹھیں میں کچھ کھانے کا انتظام دیکھ آؤں۔۔۔کافی دیر ہوگ ئی ہے "

ایہا نے نرمی سے کہا۔۔۔۔

"امّی جانی جُگ جُگ جیے۔۔۔۔صبح سے ہی ٹنکی خالی پڑی ہے۔۔۔آپ ہی کچھ ترس کھالیتی ہیں ورنہ تو آپکی نسل کا ہمیں تو کوئی چَرنے کو گھاس بھی نا ڈالے۔۔۔۔"

ضبور نے ردا کو دیکھ کر شریر ہانک لگائی تو وہ خجل سی ہوگئی۔۔۔

"ہیر! بری بات ہے بیٹا آ تو جاؤ اِدھر" ابیہا نے لاڈلی بیٹی کو آواز دی تو وہ سُستی سے اُٹھ کر ان کے پاس آگئی۔۔۔

دل تھا کہ ضبور کی شوخ نگاہوں پر پسلیاں توڑتا باہر آنے کو بے چین تھا۔۔۔۔

"امّی جی آپ لوگ بیٹھ جائیں ہم جاکر دیکھ آئیں گے۔۔۔کچن میں ویسے بھی ہمیں اک ضروری مہم سر انجام دینی ہے تو ریکی کرنا تو لازمی ہے نا۔۔۔"

دُرّے نے فوراً اُٹھ کر جھٹ سے کہتے ہوئے دل میں کچھ دیر پہلے اُمڈے ہوئے خیال کے تحت کہتے ہوئے آخری جملہ زیر لب مسکراتے ہوئے اتنی آہستگی سے کہا کہ جبروت کے تیز کانوں کے سوا کسی اور کے پلّے کچھ نہیں پڑا۔۔۔

اسنے قدرے مشکوک نظروں سے دُرّے کے چہرے پر مچلتی شرارت دیکھ کر کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ آیا اسکے کیا ارادے ہوسکتے ہیں۔۔۔

"میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔۔۔"ردا ڈولتے دل کو سنبھال کر فوراً اسکے ساتھ وہاں سے فرار ہوئی تھی۔۔۔

ضبور مسکراہٹ دباکر پھر سے ماں کی جانب متوجہ ہوگیا۔۔۔

ونیزہ کے برابر میں منڈیر کی دیوار سے ٹیک لگائے پارسا گرد و پیش سے بے خبر بس جبروت کو تکے جارہی تھی۔۔۔

جبروت نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ذرا سی نگاہ اِدھر اُدھر دوڑائی تو عین سامنے ہی زارا کے عقب میں منڈیر کے پاس ہی ایک اونچے خوبصورت چبوترے پر بچھے غالیچے پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بے خود سی خود کو تکتی پارسا کو دیکھ کر دھیرے سے دوستانہ انداز میں مسکرایا تو وہ جھینپ کر ونیزہ کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔۔

"ونیزے بری بات ہے چلو نا ملنا نہیں تو سلام ہی کرلیتے ہیں۔۔"

پارسا نے ونیزہ سے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسکے ساتھ اُٹھ کر ضبور اور جبروت کے سامنے آئی۔۔۔۔

پارسا نے ضبور کو سلام کیا تو وہ اسکی جانب متوجہ ہوا۔۔۔۔۔

"ارے ماشاءاللہ ہماری چھوٹی سی بلّی تو بہت بڑی ہوگئی ہے اور بہت قابل آرٹسٹ بھی۔۔۔۔تمہارے سکیچیس کی ایگزیبیشن دیکھی تھی میں نے راولپنڈی میں۔۔۔۔باکمال ہنر ہے تمہارے۔۔۔۔بھئی آپکے ماہر ہاتھوں کے تخلیق شدہ نقاشیوں سے سجی پراجیکٹس کی دھوم تو آجکل پوری دنیا میں مچی ہے اور ہمارے رئیل اسٹیٹ ڈیویلپر برادرِ محترم جبروت رئیسانی کے پیشہ ورانہ کٹر مخالفین دنیائے تعمیرات میں انکی اس فتح پر خوب تپے بیٹھے ہیں۔۔۔۔"

ضبور کے چہکتے ہوئے لہجے پر پارسا نے ایک چور نظر جبروت پر ڈالی جس پر جبروت نے سر کو ذرا سا خم دے کر سینے پر تعظیماً ہاتھ رکھتے ہوئے ضبور کی تائید کی۔۔۔۔

"ونیزے صاحبہ ! آپ آجکل اتنی سُدھری ہوئی اللہ میاں کی گائے کیوں بنی پھر رہی ہیں؟ بھئی ہمیں تو اپنی وہی چہچہاتی چڑیا واپس چاہیے۔۔۔۔سائیل کرو شاباش ورنہ پھر بھائی سے کٹّی ہوجانی ہے"

ضبور نے ونیزہ کو خاموش دیکھ کر پیار بھری دھونس سے کہا تو وہ مسکرادی۔۔۔

"خاک اللہ میاں کی گائے؟ یہ آپ کے سامنے اتنی معصوم اور گونگی بن رہی ہیں۔۔۔ہمارے بارے تو ان پر ہر دفعہ کسی نئی بھوتنی کا سایہ پڑتا ہے۔۔۔مجال ہے جو اس چڑچڑی مرچی نے مجھ سے کوئی بات بغیر پھاڑ کھانے والے انداز میں کہی ہو۔"

اسی سمے ردا کا جڑواں بھائی اَذور اچانک وہاں کہیں سے آدھمکا تو ونیزہ پر ایک شریر ہانک کَس کر بولا۔۔۔

"تو کس نے کہا ہے تم سے خواہ مخواہ میرے منہ لگنے کیلئے۔۔۔سدا کے فارغ انسان کو اور کوئی کام ہے نہیں بس بے پھر کی اُڑالے اس سے کوئی۔۔۔"

ونیزہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑی۔۔۔

"کیا کہا؟ میں فارغ انسان؟ دماغ کا رائی تہ بنوا کر بڑے پاپڑ بیلنے کے بعد فیڈرل انویسٹیگیشن اتھارٹی(ایف۔آئی۔اے) میں اعلیٰ طُرّے کا افسر بنا ہوں۔۔فارغ تو آپ ہوتی ہیں ملکہ عالیہ بس ہر وقت آرام فرماکر خدمتیں کرواتیں ٹھونستی ہی رہتی ہیں۔۔۔موٹی گنگو تیلی نا ہو تو۔۔۔"

اَذور نے اسکا منہ چھڑایا تو وہ اپنا جوتا اُتار کر اسکے پیچھے بھاگی۔۔۔۔

باقی سب پیچھے ہنستے رہے۔۔۔۔

"کشمی پُتر! چنگا حال ہے تہاڈا؟ اجی ہم نے سُنا ہے کہ بندری جئے پاگلوں کی ڈاکٹر بن چکی ہیں۔۔۔۔ویسے تمہاری اس دیوانی سہیلی کی دماغ گھما دینے والی کافر ادائیں نا مجھے بہت جلد پاگل خانے پہنچادیں گیں۔۔۔تب آپکے خدمات کی بہت ضرورت پڑے گی ڈاکٹرنی صاحبہ "

ضبور نے کشمالہ کو دیکھ کر شرارت سے کہا۔۔۔

"آئے اللہ خدا نخواستہ جو آپ پاگل ہوجائیں۔۔۔آجکل ویسے بھی اسکی بیٹری میں وہ دم خم نہیں رہا ۔۔۔میٹر ڈاؤن پڑا ہے اسکا پچھلے چند دنوں سے۔۔۔طبیعت پتہ نہیں کیوں تھوڑی بوجھل ہے اور پھر آپکی آمد مبارک نے محترمہ کے دل کے تار مزید بجادیے ہونگے۔۔۔تبھی تو تتلی بن کر اُڑ گئی۔۔۔"

کشمالہ کی اطلاع پر ضبور پل بھر کو سنجیدہ ہوا تھا۔۔۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ طبیعت کیوں خراب ہے؟" جبروت نے فوراً فکرمندی سے پوچھا۔۔۔

"پتہ نہیں کچھ دنوں سے اُسے سر میں چکر آرہے ہیں۔۔۔ڈاکٹر کے پاس وہ جا نہیں رہی اور میڈیسنز بھی ٹھیک سے نہیں لے رہی۔۔۔مزاج بھی کچھ چڑچڑا سا ہوگیا ہے اسکا"

پارسا نے رسان سے بتایا۔۔۔

"یہ ضدی کبھی نہیں سُدھرے گی۔۔۔کمال ہے بتایا تک نہیں ہمیں"

ایہا نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

"مجھے کسی نے خبر ہی نہیں ہونے دی۔۔۔اور یہ گلہری بھی مجال ہے جو کسی کو ہوا لگنے دے۔۔۔دیکھتی ہوں جاکر۔۔۔"

زارا کے لہجے سے ردا کیلئے پریشانی اور شفقت ٹپک رہی تھی۔۔۔

"مومی! مجھے کچھ بات کرنی ہے اس سے۔۔۔آپ لوگ بے فکر رہیں میں دیکھتا ہوں"

ضبور کہہ کر زارا کو روکتے ہوئے تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا نیچے چلا گیا۔۔۔

"چلیں جی معزز مہمانانِ گرامی آپ سب بھی نیچے چلیں ڈنر کرکے آرام کرلیں پھر"

ایہا نے باقی سب سے کہا تو باقی سب خواتین اور لڑکیاں بھی نیچے جانے لگیں۔۔۔۔

ضبور ٹیرس سے اُتر کر ردا اور دُرّے کو ڈھونڈتا حویلی کے کچن سے آتی دُرّے کی آواز سُن کر وہاں آیا تو دُرّے کو کرسی پر بیٹھی ٹیبل پر کہنیاں جمائے اپنا سر ہاتھوں میں لیے ردا کو خود سے لگائے دیکھا۔۔۔

"ہیر! ہم کہہ رہے تھے نا کہ آرام کرلینا مگر کب سنتی ہو تم ہماری۔۔۔پھر سے پڑ گیا نا سر چکرانے کا دورہ۔۔چلو اُٹھو شاباش ہمت کرو روم میں چلتے ہیں میڈیسن کھاکر سوجانا تھوڑی دیر۔۔۔تمہارا کھانا ہم روم میں لے آئیں گے۔۔۔"

دُرّے اسکے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتی ہوئی دھیرے سے کہہ رہی تھی جب قدموں کی دھمک پر سر اُٹھا کر کچن کے دروازے کی جانب دیکھا تو ضبور کو خاموشی سے ردا کو تکتے ہوئے پایا۔۔۔

وہ کچھ کہنے والی تھی جب ضبور نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلکا سا اثبات میں ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔

ضبور دھیرے چلتا ہوا ردا کے پاس آیا اور اسکی طرف جھک کر اسکے کندھوں کو مضبوطی سے تھام کر اُٹھاتے ہوئے ردا کو اپنے روبرو کیا۔۔۔

ضبور کو سامنے دیکھ کر جانے کیوں ردا کی ڈبڈبائی آنکھوں سے آنسو ٹوٹے تھے۔۔۔

ضبور اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتے رہنے کے بعد نرمی سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کچن سے نکل کر سیکنڈ فلور پر موجود اپنے اور ردا کے بیڈروم میں لے آیا اور دروازہ بند کرکے ردا کے سامنے کھڑا ہوا۔۔۔۔

وہ سر جھکائے خاموشی سے لب کاٹتی اپنے آنسو پی رہی تھی۔۔۔ضبور کو سامنے دیکھ کر جانے کیوں دل بھرّارہا تھا۔۔۔۔

"ہیر! میری عنادل! کیا بات ہے؟رو کیوں رہی ہو؟ اب اتنی ڈراؤنی شکل بھی نہیں ہے میری جو تمہیں ڈر کے مارے رونا ہی آگیا۔۔۔۔"

ضبور اسکی ٹھوڑی کو انگوٹھے سے چھو کر نرم مسکان سے کہا۔۔۔

"کتنے خراب ہیں آپ؟ کوئی اپنے دوست سے اتنے دن دور رہتا ہے کیا اور وہ بھی بنا کسی رابطے کے؟ میں آپ سے لڑتی ہوں،تنگ کرتی ہوں نا۔۔۔آپ تو بڑے سکون سے رہ رہے تھے وہاں جان جو چھوٹ گ ئی تھی مجھ سے۔۔۔مجھے بتادیتے ایک بار کہ کب آئی نگے تو یوں ہر پل ڈر ڈر کر تو نا گزارتے نا میں اور مومی۔۔۔۔"

ردا شکوہ کرتے ہوئے اسکے سینے پر ضرب لگاکر رو دی۔۔۔۔

ضبور مسکراتے ہوئے اسکے ناراض چہرے کو دیکھتا رہا اور پھر اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر خود میں چھپایا۔۔۔۔

"ہیر! تمہیں تو اللہ نے میری ہمزاد بنایا ہے۔اپنی روح کے بغیر بھی گوشت پوشت کا یہ ڈھنڈار مکان سکون سے رہ سکتا ہے بھلا؟ میں وہاں کیوں تھا تم جانتی ہو نا؟ اللہ نے مجھے ایک ایسی ہم سفر کا ایّان

عطا کیا ہے جو میری رازدار ہے،میرے زخموں کا مرہم میرے روگوں کی دوا ہے۔۔۔میری رگِ جان ہے۔۔۔وہ روئے گی تو میں تو ٹوٹ جاؤ نگا نا۔۔۔کیوں اپنے ہاتھوں میرا قتل کرنے کے درپے ہو؟ "

ضبور اسکے کان میں محبت سے چور سرگوشی کرتا ہوا بولا تو وہ گویا دہل کر اس سے الگ ہوئی تھی۔۔۔۔

"اللہ اللہ کیسی فضول گوئی کرتے ہیں آپ۔۔۔خبردار جو آئندہ ایسی غلط بات کی تو۔۔۔حشر بگاڑ دینا ہے میں نے۔۔۔"

ردا اسکے ہاتھ اپنے کانپتے ہاتھوں میں تھام کر چٹختے ہوئے بولی۔۔۔۔

جانِ ضبور! اپنی ذات سے تو پہلے ہی بیگانہ کرچکی ہیں آپ۔۔۔۔جسم سے جان نکالنے کا ارادہ ہے اب یوں "بیمار ہوکر؟ طبیعت کیوں خراب ہے؟ کچھ اُلٹا سیدھا کھالیا یا پھر موج مستیوں کی بے آرامی کا ثمر ہے یہ؟"

ضبور اسکے ماتھے پر آئی یں بوندوں کو انگلیوں کی پوروں سے چنتے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

"پتہ نہیں کچھ دنوں سے طبیعت بوجھل ہے۔۔۔سر رولر کوسٹر بنا ہر وقت چکراتا رہتا ہے۔۔۔۔میڈیسنز کھانے سے بھی افاقہ نہیں ہورہا۔۔۔۔"

ردا مضمحل سے لہجے میں بولی۔۔۔۔

" نیم حکیم خطرہ جان ہوتا ہے نیک بخت۔۔۔۔خود سے میڈیسنز کھالیں مگر ڈاکٹر کو نہیں دکھانا اور نا ہی کسی اور کو خبر لگنے دینی ہے۔۔۔اعلیٰ۔۔۔۔طبیعت زیادہ بگڑ جاتی تو؟میرا سکون راس نہیں آتا نا تمہیں۔۔۔۔ بے چین رکھنے کو بہانے ڈھونڈا کرو بس"

ضبور نے اسکے صبیح گال پر ہلکی سی تھپکی دے کر خفگی سے کہا۔۔۔

"ابھی ڈنر کرکے میڈیسن لیکر آرام کرنا ہے ٹھیک ہے۔۔۔ان شاء اللہ کل چیک کرانے جائیں گے پھر ڈاکٹر کے پاس اور کوئی بہانے نہیں سُننے مجھے"

ضبور نے اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے تنبیہ کی۔۔۔

"مگر کل تو ڈاکٹرز کی آف ہوگی نا۔۔۔"ردا نے ٹالنا چاہا۔۔

"ہم سی ایم ایچ جارہے ہیں بیگم! نہیں ہوتی انکی کوئی آف"

ضبور نے اسکا سر تھپکا۔۔۔

"نہیں ہم کچھ دن بعد چلے جائیں گے خواہ مخواہ عید کا دن ہاسپٹل کے چکر لگا کر برباد نہیں کرسکتے۔۔۔"

ردا نے منمنا کر کہا۔۔۔

"ٹھیک ہے مگر ڈاکٹر سے چیک اَپ لازمی کروانا ہے۔۔۔کوئی بہانہ نہیں چلے گا پھر۔۔۔"

ضبور نے مصنوعی وارن کیا تو ردا مسکراہٹ دباگئی۔۔۔

کچھ دیر بعد دُرّے اور پارسا کھانے سجے خوان ہاتھوں میں تھامے دروازہ ناک کرکے اندر آئیں تو ضبور نے انکے ہاتھوں سے ٹرے لیکر سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔۔۔

لالا! بلاشبہ اب اسکا پکّا علاج ہوجائے گا۔۔۔"

پارسا نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تو ردا کے گالوں پر لالیاں دوڑیں۔۔۔

"اجی مت ستائیں ہماری معصوم سی خلائی مخلوق کو ورنہ کافی علاج و معالجے تو آپکے بھی زیرِ التوا ہیں بیگم صاحبہ کہیں تو آپکے طبیب کو خبر کروادیں۔۔۔۔"

دُرّے کے نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے معنی خیز شریر لہجے نے پارسا کے گالوں کو تپ چھوڑنے پر مجبور کردیا جبکہ ردا اور ضبور دُرّے کے اطمینان پر دم بخود رہ گئے۔۔۔۔

پارسا فوراً ہی کمرے سے فرار ہوئی تو ردا نے آبرو اُٹھاکر دُرّے کو تفتیشی نظر سے دیکھا۔۔۔۔

"کیا تھا یہ محترمہ؟ ذرا وضاحت کرنا پسند کریں گی کہ پھر سے کیا کھچڑی پکارہی ہیں آپ؟"

ردا نے تنک کر دُرّے سے پوچھا۔۔۔۔

دُرّے نے ایک شریر نظر ضبور پر ڈال کر بیڈ پر بیٹھی ردا کے پاس بیٹھ کر اسکی جانب جھکتے ہوئے اسکے کان کے قریب منہ لے جاکر سرگوشی کی۔۔۔۔

"ہمیں ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم دونوں کی بدولت ہم بہت جلد بڑی امی جان یعنی کہ تائی بننے والے ہیں؟ چلو اک سودا کریں کہ اگر جلد سے جلد تم ہمارے ترستے کانوں میں ایک گڈ نیوز سُنا کر شیرینی گھول دو تو ہم تمہیں اپنے دماغ میں پکتی کھچڑی کا ذائقہ بھی چھکالیں گے پکّا۔۔۔اب اگر اتنی عجلت ہے تو تھوڑی سی خواری بنتی ہے نا محترمہ۔۔۔۔"

اور یہاں دُرّے کی بات سن ردا کر ردا کے کانوں سے دھواں نکل گیا۔۔۔۔

ردا نے جیسے ہی اسکی تواضع کیلئے بیڈ کے نیچے جھک کر جوتے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دُرّے کھکھلاتی ہوئی تیر کی طرح کمرے سے نکلی تھی۔۔۔۔

ضبور دُرّے کی سرگوشی سُن چکا تھا اور اب بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پر قابو رکھتے ہوئے سُرخ پڑتی ردا کو دیکھ رہا تھا جسکا سر مزید بھاری ہوکر اُٹھنے سے انکاری ہی ہوگیا تھا۔۔۔۔

"میں نے کچھ نہیں سُنا تم اوپر دیکھ سکتی ہو اب۔۔۔"

ضبور نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو ردا نے بدقت سر اُٹھاکر اسے دیکھا اور پھر دونوں اکٹھے ہنس پڑے۔۔۔۔

شادمانیوں سے لبریز لمحے یونہی سُست روی سے بیتتے مستیوں اور شوخیوں میں ڈوبے تھے۔۔۔ہر کسی کے لب خوشی سے مسکارہے تھے۔۔۔

ڈنر کے بعد رات دیر تک محفل جمی رہی جسکے بعد سب اپنے اپنے رومز میں نیند سے مغلوب ہوکر سونے چلے گئے۔۔۔۔

شب کا تیسرا پہر چل رہا تھا۔۔۔پوری حویلی پر ہُو کا عالم چھایا تھا۔۔۔۔

دُرّے بیڈ پر کشمالہ کے برابر میں سوتی بلکل چاندنی کے ہالے میں لپٹی کوئی دمکتا موتی لگ رہی تھی۔۔۔

ردا پہلے ہی ضبور کیساتھ تھی جبکہ پارسا کو دُرّے نے زبردستی جبروت کے پاس اسکے روم میں بھجوایا تھا۔۔۔۔

جبروت کافی دیر تک اُس سے گفتگو میں مشغول رہا مگر پھر وہ سوگئی اور وہ سدا کا شب بیدار کچھ پل نرم نگاہیں اس پر مرکوز رکھنے کے بعد دبے قدموں چلتا ہوا روم سے نکل کر بنا کوئی آواز پیدا

کیے سیدھا سوئی منگ پول کے کنارے اُسی جگہ آ پہنچا جہاں کچھ وقت پہلے دُرّے اسکے پاس کھڑی تھی۔۔۔۔

وہاں کی ہوا میں اب بھی اُسی دُشمنِ جاں کی مانوس سی مہک محسوس کرکے وہ مسرور سا آنکھیں بند کیے بازو سینے پر باندھے کھڑا تھا جب کچھ لمحے بعد اسکے فون کی مدھر گھنٹی کے ارتعاش نے ماحول کے سکوت کو توڑا تو وہ آنکھیں کھول کر اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے فون نکال کر کان سے لگاتا وہاں سے ہٹ گیا۔۔۔

دُرّے سوتے ہوئے کچھ بے چینی سے اپنی جگہ کروٹیں بدلنے لگیں۔۔اسکی صبیح پیشانی اس سے شکن زدہ اور عرق آلود تھی۔۔۔

اچانک وہ ہلکی سی چیخ کیساتھ اپنی جگہ پر اُٹھ کر بیٹھ گ‌ئی۔۔۔

ذہن میں کسی معصوم سی آواز کے لبادے میں لپٹا اک نام گونج رہی تھا۔۔۔

"مامونی۔۔۔"

دُرّے نے دل پر ہاتھ رکھ کر اسکی غیر معمولی طور پر تیز دھڑکن کو قابو کرنا چاہا مگر بے سود رہا۔۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر وہ ایک ہی سانس میں پی گ‌ئی اور پھر آہستگی سے کمبل ہٹاکر بیڈ سے اُترتے ہوئے وہ بالکنی میں آکر لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔۔۔

حالت تھوڑی سنبھل جانے کے بعد کسی خیال کے تحت وہ واشروم جاکر وضو کرلینے کے بعد واپس آئی اور جائے نماز بچھاکر تہجد کی نماز ادا کرنے لگی۔۔۔

وہ اور جبروت دونوں تہجد کے پابند تھے مگر آج وہ خواب میں گھبرا کر بیدار ہوئی تھی۔۔۔

تہجد کی نماز سکون سے پڑھ لینے کے بعد اسنے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور دل ہی دل میں دعا گو ہوئی۔۔۔

"پیارے اللہ تعالٰی! ہم نہیں جانتے کہ زندگی کس موڑ پر آرکی ہے اور آگے جاکر کونسی ڈگر پہ چلنے والی ہے۔آزمائش کی اک طویل اندھیری سُرنگ ہے جس کو ہم اور شیر شاہ بس آپکی عطاکردہ ہمت اور حوصلے سے عبور کرتے ہوئے اسکے پیچھے چھپی حکمت کی بھید سے بے خبر ہیں کہ آیا اس سرنگ کا روشن سرا کبھی ہمارے ہاتھ لگے گا بھی یا ہم ساری عمر سفر میں ہی گزار دینگے۔اللہ تعالٰی جو خیال ہمارے دل میں الہام بن کر اُتارا گیا ہے۔۔۔ہم بے بس ہیں اور اس سلیقے سے ناواقف ہیں کہ کیسے ہم اپنی بات پر شیر شاہ کو قائل کریں۔۔۔؟مولا جی ہمارے لئے یہ رستہ آسان بنادیجیے۔۔۔رب العزت ہمارے لئے کافی ہوجائیے۔۔۔"

دل ہی دل میں اپنے رب سے گفتگو کرنے کے بعد وہ اب کافی پُرسکون تھی۔۔۔۔

اُسنے جائے نماز لپیٹ کر اپنی جگہ پر رکھی اور دبے قدموں کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اُترتی نیچے صحن میں آگئی جہاں فرش پر ملگجی روشنی بکھری ہوئی تھی۔۔۔

وہ صحن کو عبور کرتی عقبی جانب کے احاطے میں آئی تو پائیں باغ کیساتھ ملحقہ سوئمنگ پول کے کنارے خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی سوئمنگ پول کے کنارے آکر بیٹھ گئی اور پانی میں تیرتے ٹیولپس کو دیکھنے لگی۔۔۔

"... Bhai!The territory is clear now"

جبروت جو وہاں ستون کیساتھ ٹیک لگائے دوسری جانب سے درّہ آدم خیل میں موجود گلزار کی بات سُن رہا تھا۔۔قدموں کی مانوس آہٹ پر پلٹا تو پول کے کنارے اپنی نورِ نظر کو دیکھ کر کچھ پل کیلئے ہل نا سکا۔۔۔۔

"....Hmm!lets check it out for once last time"

جبروت نے جواب دیا تو دوسری جانب گلزار نے ادب سے یقین دہانی کرائی۔۔۔

جبروت فون ڈسکنکٹ کرتا دھیرے سے آکر دُرّے کے پاس کھڑا ہوگیا۔۔۔۔

پانی میں ٹیولپس کو تکتی دُرّے کو اچانک کسی اور کا عکس نظر آیا تو اسنے آہستگی سے گردن اُٹھاکر جبروت کو دیکھا اور پھر اپنی لانگ سکرٹ سنبھال کر اُٹھتے ہوئے جبروت کے سامنے کھڑی ہوگئی۔۔۔۔

دُرّے اسکے چہرے پر چھائے ملالی تھکن کو دیکھنے کے بعد اسکی نظروں سے آنکھیں چراتی ذرا سا اسکے قریب آئی اور اسکا یخ بستہ چوڑا ہاتھ اپنے نرم ہاتھ میں لیکر دبایا۔۔۔۔

ابھی وہ ہاتھ کو چھوڑنے ہی والی تھی جب اسے ہتھیلی کچھ کھردری محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

دُرّے نے جبروت کی ہتھیلی کو دیکھا تو اس کے عین بیچ میں لمبی دراڑ جیسی لکیر سا زخم خشک ہوچکا تھا۔۔۔۔۔

"اللہ۔۔۔۔۔"دُرّے نے بے اختیار جبروت کے ہاتھ پر اپنی گرفت سخت کردی۔۔۔۔۔دل کسی نے گویا آری سے چھیرا تھا۔۔۔۔

"شیر شاہ! کیا ہے یہ سب؟ آپکی روح تو کتنی امن پسند ،کتنی رحمدل،کتنی خدا ترس تھی نا۔۔۔۔کیوں اب لوگوں کے خون کی پیاسی ہوگئی ہے؟ آپ کو ہماری وہ سخت پہروں میں گھری زندگی یاد نہیں جو ہم مودود خان یوسفزئی کی پوتی ہونے کے جرم میں گزار آئے ہیں؟ کیا مما بابا کا کڑاکڑ کے درّے پر زد و کوب ہونا یاد نہیں؟کیا ہمارا نیلم کی موجوں کے نذر ہونا یاد نہیں؟ کیا قلعہ عمر کوٹ کے اندر زنجیروں میں جھکڑا ہمارا وجود بھول گ ئے آپ؟ کیوں وہ زخم آپ مومی اور بابا کو لگوانا چاہتے ہیں جو مما بابا نے سہے ہیں؟کیا ہیر ، کشمی اور پارو بھی وہی سب کچھ سہیں گی جو ہم نے برادشت کیا؟ اوغوز خان کہتے تھے کہ شیر شاہ تو شفق کے معاملے میں مہابت خان سے بھی آگے ہے۔۔۔آپ کو انکے اس بھروسے کا مان کیوں نہیں ہے شیر شاہ! ہم ویمپائیر آپکو صرف بچپن میں آپکی عادات کی وجہ سے سمجھتے تھے۔۔۔ہمیں کیا پتہ تھا آپ ہماری بچپن کی اُس نادانی کو حقیقت کا روپ دیکر ہمارے ل ئے ڈراؤنا خواب بنا دینگے۔۔۔"

دُرّے کا دل جبروت کا زخم دیکھ کر گویا پھٹ ہی گیا تھا۔۔۔۔

گرم سیال اسکی آنکھوں سے بہنے لگا۔۔۔۔وہ لب بھینچے برہمی سے کچھ دیر اسکی سُرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد بیدردی سے آنکھیں رگڑتی اسکا ہاتھ بیگانگی سی جھٹکتی اسکے پاس سے گزر کر جانے لگی جب جبروت نے ہاتھ بڑھا کر اسکا بازو قریباً دبوچ کر اسے نرمی سے کھینچتے ہوئے اپنے روبرو کیا۔۔۔

دُرّے کی آنکھیں اُسے دیکھ کر جلنے لگیں تھیں۔۔۔لب کاٹتے ہوئے بہتے آنسوؤں کیساتھ وہ اپنا بازو چھڑانے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔۔۔

وہ مضبوط لڑکی بس اسی شخص کے آگے ٹوٹ جاتی تھی۔۔۔۔

"تمہیں لگتا ہے میں نے اپنا اصل جان بوجھ کر تم سے چھپایا تھا رابیل؟میں کون ہوں،کیا ہوں اور کیوں ہوں۔۔۔کیا تمہارے سوا کسی میں وہ جگر ہے جو یہ حقیقت جان کر اسے اپنے دل میں دفن کر سکے؟ہے کوئی تمہارے علاوہ جو مجھ جیسے انسان کی بھیس میں وحشی خون آشام کیساتھ رہ پائے؟ہے کوئی تمہارے سوا جو میرے جنون اور دیوانگی کو لگام ڈال کر اُسے اوقات میں رکھ سکے؟ میں نے تو پوری دنیا میں بربریت برپا کرر کھی ہے نا؟ بچپن سے لیکر اب تک شیر شاہ کو صرف تم ہی پرکھ پائی ہو رابیل۔۔۔۔بتاؤ کیا تمہیں لگتا ہے اس تاریک دنیا کا باسی بننے کے پیچھے میری اپنی فطرت کا کوئی سیاہ فتور کار فرما ہے جس نے میرے سینے سے دل نوچ کر کہیں دور پھینک دیا تاکہ میں کسی پر رحم نا کھا سکوں؟۔۔۔۔تم نے مجھے بچپن سے پڑھا ہے نا؟ کیا میں یوں آدم خور ہمیشہ سے تھا؟میں کبھی بھی نارمل نہیں رہ پایا کیونکہ مجھے نارمل پیدا ہی نہیں کیا گیا۔۔۔۔مگر کیا ہمیشہ سے میرے لبوں کو خون کی لت لگی ہوئی ہے رابیل؟ میری یہ بے رحمیاں اُسی لمحے کی کرم فرمائی ہے جب میں تمہیں اپنے سامنے دریا میں گرتے دیکھ کر بھی ان بدبختوں کی نسوں سے سانسیں نا کھینچ سکا۔۔۔۔میری انہی جلتی وحشتوں کو مما بابا کیساتھ ہوئے ظلم نے بھڑکتی چنگاریوں کے حوالے کیا تھا اور اس دن۔۔۔۔وہ میرے صبر کا آخری دن تھا۔۔۔۔مجھے خون آشام تم نے بنایا ہے رابیل۔۔۔۔"

جبروت متوحش سے لہجے میں اسکے دونوں بازو سختی سے دبوچے اسکے فیروزی جھیلوں جیسی بڑی آنکھوں میں جھانکتے دُکھ میں لپٹے دھیمے لہجے میں بول رہا تھا اور دُرّے شل سے اعصاب لیے اُسے سُن رہی تھی۔۔۔۔۔

"من در آن لحظه برای زیبایی خود به حیوان تبدیل شدم

"I turned into a beast for my beauty on that moment

جبروت نے خود کو ڈبڈبائی آنکھوں سے تکتی دُرّے کے بازو اپنی مضبوط گرفت سے آزاد کرکے اپنی اُسی زخمی ہتھیلی کے پیالے میں اسکے گال کو تھام کر کہا تو دُرّے کی آنکھوں سے ایک گرم آنسو اس ہتھیلی پر گرا تھا۔۔۔

دُرّے بس ستی ہوئی نظروں سے اسکی چھوٹی سی داڑھی سے سجے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہی تھی جس پر تھکن کے آثار واضح تھے۔۔۔۔

جبروت لب بھینچے اُسے دیکھتا رہا۔۔۔کچھ کہنا چاہتا تھا مگر دُرّے کے اچانک اپنے سینے سے لگ جانے پر اسکا شور مچاتا دل پھر سے بے جان ہوا تھا۔۔۔

یک دم ساری نارسائی،ہر غم و گلہ، رستے ہوئے زخم اور وہ بلکتی ہوئی خاموش سسکیاں۔۔۔کچھ بھی تو باقی نہیں بچا تھا۔۔۔

بس ایک خاموش سا سکوت ٹھہر کر ان سے لپٹ گیا تھا۔۔۔

جبروت بس گنگ سا کھڑا تھا۔۔۔

اس سے الگ ہوکر کچھ دیر مُرجھائی نظروں سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد دُرّے نے ہاتھ بڑھا کر اسکی داڑھی سے سجے خوبصورت چہرے کو ہاتھ بڑھاکر ہتھیلی کے پیالے میں تھام کر پنجوں کے بل اونچا ہوتے ہوئے اسکی پیشانی پر اپنے نرم لب رکھ دیے۔۔۔۔

"آپکی زندگی سے جڑا ہر راز ہمارے دل کا مکین بنایا گیا ہے شیر شاہ۔۔۔۔دادو کہا کرتی تھی کہ شفق! تم تو شیر شاہ کی پسلی سے ہو۔۔۔۔اسکے دل کے قریب۔۔۔ کبھی اسکا دل تمہاری وجہ سے نا تڑپے۔۔۔ اسکے مضبوط بازو کے حصار میں محفوظ ہو اب تم۔۔۔ کبھی تم اسکے زورِ بازو کی شکست خوردگی کا سبب مت بننا۔۔۔۔اسکی روح کی ساتھی ہو تم۔۔۔ کبھی تمہارے ہوتے ہوئے وہ تنہا نا لگے۔۔۔۔ہمیں آج تک انکے الفاظ ازبر ہیں کیونکہ یہ الفاظ انکی زبانی ہمارے رب نے ہمارے شعور میں ڈال دیے ہیں۔۔۔۔ہمارے اللہ نے ہمیں آپ کو سونپا ہے نا تو یقیناً اسنے آپ کو ہی ہمارے لئے چُنا ہے۔۔۔۔اور جو وہ ہمارے لئے چنتے ہیں وہ کبھی عام ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔آپ کے انمول ہونے کا ہم اور کیا ثبوت دیں اس بات سے ہٹ کر کہ ہماری ہر سانس آپ پر قربان ہوکر بھی آپکا مول چکانے سے قاصر ہے۔۔۔۔آپکا اس تاریک نگری کا باسی بن جانا کیونکر آپکا مقدر بنا۔۔۔اس حکمت کو جاننے سے قاصر ہیں مگر ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ اس سیاہ آلائشوں سے بھری دنیا کی تاریکیاں آپکی شفاف ذات پر آج تک ایک غلیظ داغ بھی نا لگا پائی ہونگی۔۔۔۔ہمیں اپنے نصیب پر فخر ہے اور ہمیں اپنے رب کے انتخاب پر مان ہے شیر شاہ۔۔۔۔"

اسکا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھامے وہ اسکے ہر زخم ہر درد کا مرہم اسکے جلے دل پر ٹھنڈا پھاہا رکھ چکی تھی۔۔۔۔

"اور ہاں آئی ندہ آپ نے ہم سے اک لمحہ بھی دور جانے کا سوچا تو وہ حال کرینگے کہ زمانہ یاد رکھے گا۔۔۔۔۔"

دُرّے نے اچانک اسکے قریب ہوکر ہلکے سا جبروت کا کالر مضبوطی سے اپنی مٹھی میں پکڑ کر دھمکی دیتے ہوئے کہا تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔۔۔۔

دُرّے نے بڑے عرصے بعد اُسے یوں ہنستے دیکھا تو اسکی گرتی آبشار سی کھنکتکتی پیاری ہنسی سُن کر سرشار دل لیے بے خود سی اُسے تکنے لگی۔۔۔

"بے فکر رہو۔۔۔تم پر پیدائی ش کے پہلے دن سے ہی ایک خون آشام کا سایہ ہے۔۔۔کوئی مولوی کوئی سادھو تمہیں اس آسیب سے چھڑا نہیں پائے گا اب۔۔۔"

جبروت بڑے دل آویز انداز میں بولا تو دُرّے کے گالوں پر لالیاں بکھری تھیں۔۔۔

جبروت نے نرمی سے اسکا گہرے ڈمپل سے سجا گال ہولے سے کھینچ کر ساتھ میں اسکے گھنگریالی لٹوں کو اُنگلی سے ہٹاکر اسکے چہرے پر اودھم مچانے سے روکا تھا۔۔۔

"کہاں تھے ویسے اتنے دنوں سے اور اب کہاں سے وارد ہورہے ہیں؟کتنوں کو ٹھوک کر آئے ہیں زمانہ گمشدگی کے دوران؟"

وہ آبرو اُٹھائے قدرے تنک کر بولی تو جبروت ہاتھ سینے پر باندھ کر بے نیازی سے پول میں تیرتے ٹیولپس کو دیکھنے لگا۔۔۔

"درّہ آدم خیل سے پہنچا ہوں آج یہاں۔۔۔بندے مارنے کا فلحال کوئی سین نہیں۔۔۔ہاتھ کا یہ زخم بھی پرانا ہے۔۔۔"

وہ رسان سے بولا۔۔۔

"بھلے مانس تو تو ایسے بن رہے ہیں جیسے حج کر کے سے آئے ہوں۔۔۔جانتے ہیں ہم کہ درّہ آدم خیل کیسی جگہ ہے۔۔۔گنز مارکیٹ"

وہ منہ بنا کر بولی تو جبروت مسکراہٹ دبا گیا۔۔۔

"ویسے خیال برا نہیں ہے۔۔۔اگر اجازت ہو تو اگلے سال حج کر آئیں؟"

جبروت نے دلچسپی سے اُسکی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔۔

"اَجی اگر آپ بھول گئے ہوں تو یاد دلا دیں کہ آپکی آفیشل بیگم اس وقت اوپر آپکے بیڈروم میں محوِ خواب ہیں تو ہمارے رائے میں آپکو اپنے یہ نیک خیال اُنہی کے گوش گزارنے چاہیے۔"

دُرّے نے کندھے اُچکا کر بے نیازی سے کہا۔۔۔

"ان کیساتھ بھی گفتگو فرمالیں گے پہلے ہماری پہلی بیگم صاحبہ کیساتھ مشاورت کرلیں۔۔۔آفٹر آل وہ اس عہدے پر پہلے فائز ہوئیں ہیں تو حق بھی پہلے انکا بنتا ہے نا جی۔۔۔"

جبروت نے اپنی داڑھی پر داہنا ہاتھ پھیر کر شوخی سے کہا تو دُرّے نے لحظہ بھر کو اُسے دیکھا۔۔۔

"ہمارے اس رینک کا ادراک بس چند خاص انسانوں کے سوا کس کو ہے بھلا؟زمانہ کبھی آپکو ہمارے ساتھ حج کرنے کی اجازت نہیں دے گا کیونکہ اسکی نظر میں ہم آپکے لئے نامحرم ہیں۔۔۔"

دُرّے سر جھکائے دھیرے سے بولی تو جبروت نے نرمی سے اسکے بازو تھام کر اسکے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔

"زمانے کی پروا بھی ہے کسی کو بھلا؟اس زمانے میں اتنا دم نہیں کہ مجھے میری رابیل کیساتھ اُس امر کی سبگدوشی سے روکے جسکی اجازت زمانے کے خالق نے مجھے عطافرمائی ہے۔۔۔رہی بات ہالہ کی تو مجھ سے زیادہ ان کو خوشی ہوگی کہ ہم اکٹھے اپنے رب کے معتبر گھر اور اپنے پیارے نبی ﷺ کے روضے کی زیارت کیلئے جائیں اور اپنے ایمان کے اس عظیم فریضے کو پورا کریں۔۔۔"

جبروت نے نرمی سے اسکی آنکھوں میں براہراست جھانکتے ہوئے جہاں اُس کے لئے اپنی لامتناہی جنون و دیوانگی کا اظہار کیا تھا وہیں پارسا سے بھی اسکا دلّی لگاؤ اور احترام اسکے لہجے سے عیاں تھا۔۔۔۔

کچھ پل خاموشی سے سِرک جانے کے بعد فضا میں فجر کی ابتدائی آذان کی مسحور کُن آواز گونجنے لگی تو جبروت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دُرّے کے گال ہلکے سے چھوئے اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے آذان کا جواب دینے لگے۔۔۔

آذان ختم ہوجانے کے بعد جبروت نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے اسکے گرد اپنے بازو لپیٹ کر خود میں چھپایا اور دھیرے سے اسکے کان میں سرگوشی کی۔۔۔

"عید مبارک" دُرّے اسکے انداز پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔۔۔

جبروت نے اس سے الگ ہوکر اپنی جیکٹ کے اندرونی جیب سے ایک ننھا سی سیپی نما باکس نکال کر دُرّے کی ہتھیلی پر رکھ کر اسکی ہتھیلی بند کی اور شرارت سے اسکے چہرے پر آئی لٹ کھینچ کر اُلٹے قدموں وہاں سے چلا گیا۔۔۔

دُرّے نے زیر لب مسکرا کر وہ باکس کھولا تو اس میں ایک سفید بیش بہا پَرل والا پینڈینٹ جگمگا رہا تھا۔۔۔۔

پینڈینٹ کو اپنی مٹھی میں بند کرکے دل سے لگائے وہ واپس اپنے روم میں آئی اور فجر کی نماز پڑھنے لگی۔۔۔

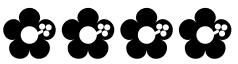

کسی کے دل پر بہار کی نسیم تو کسی کی ذات پر خزاں بن کر وہ رات اپنے بھرپور جوبن میں زیارت کے آسمان کو سیاہی میں ڈھال کر اب اس اگلی مہکتی روشن صبح کی دودھیا روشنی میں مدغم ہوتی پھر سے دن ڈھلنے اور بعد از شام اپنی آمد کے انتظار میں دبے پاؤں گزر گئی تھی۔۔۔

عیدالاضحیٰ کے مبارک دن کا روشن سورج اپنے پورے جوبن کے ساتھ طلوع ہوکر بلوچستان کی سرزمین کو اپنی ابتدائی دلنشین کرنوں میں نہلا چکا تھا۔۔۔سُنہری خود سر سی شعاعیں " میر رئیسانی حویلی" کے سفید،سیاہ و سُرمئی تراشیدہ پتھروں سے بنی بلند فصیل جیسی دیواروں اور انہیں سہارا دیے مضبوط کھردری سُرمئی جلد کی حامل ستونوں کے اُبھری سطح سے ٹکرا کر جا بجا بے ترتیبی سے بکھر رہی تھیں۔۔۔۔

نرم تپش کی گرمائش کیساتھ نسیمِ سحر کی ملائم خنکی دل کو فرحت بخش رہی تھی۔۔۔

حویلی میں ہلکی پھلکی چہل پہل شروع ہوچکی تھی۔۔۔

فجر کی نماز ادا کرکے مرد حضرات عید کی نماز ادا کرنے چلے گئے جبکہ خواتین اپنی تیاریوں میں مگن ہوگئیں۔۔۔

حویلی کے بیرونی احاطے کے اندر ہی سات تنومند بیل کھڑے تازہ چارے سے لطف اندوز ہورہے تھے جبکہ بچے اشتیاق سے ان کے گرد جمع تھے۔۔۔۔۔

ردا کی طبیعت اب کچھ بہتر تھی چنانچہ وہ خود تیار ہوکر اب کشمالہ اور نورین کے روم میں چلی گ ئی جہاں دُرّے تیار ہوتی کشمالہ کے بالوں میں ہیر پِنز لگاتی اسکے بال بنارہی تھی جبکہ نورین روحی کی مصروفیت کے بنا پر ننھی سجّل کو تیار کررہی تھی مگر وہ تھی کہ اودھم مچائے ہوئے نا خود آرام سے تیار ہورہی تھی اور نا ہی نورین کو چین سے بیٹھنے دے رہی تھی۔۔۔

اسی اثنا میں پارسا بھی انکے پاس آچکی تھی۔۔۔نورین کو سجّل کے ہاتھوں ہلکان ہوتے دیکھ کر وہ اسکے پاس آئی اور خود سجّل کو سنبھالنے کی پیشکش کردی کیونکہ نورین ابھی تک خود بھی نائ ٹ ڈریس میں ہی ملبوس خوابیدہ سی تھی۔۔۔۔

مزے کی بات یہ تھی کہ پارسا نے کچھ ایسے انوکھے انداز میں اُس معصوم بچی کو بہلایا کہ وہ بخوشی بغیر مستی کیے تیار ہونے پر رضامند ہوگ ئی۔۔۔۔

دُرّے پارسا کا سجّل سے ممتا بھرا برتاؤ بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

سجّل بنفشی فراک میں بلکل کوئی ننھی سی پری لگ رہی تھی۔۔۔۔

پارسا نے اسکے گال کھینچ کر ماتھے پر بوسہ دیا اور گود میں اُٹھاکر اسکے ساتھ کھیلنے لگی۔۔۔

"ہیر! تو پھر ہم کسی اچھی خبر کی اُمید رکھ سکتے ہیں نا؟"

کشمالہ کے لمبے بالوں کو برش کرتی دُرّے نے شرارت سے پاس کھڑی ردا کو ٹھوکا مار کر کہا تو ردا کا دل بے ترتیب ہوا تھا۔۔۔

"ہیں یار کل تو میں مذاق کر رہی تھی تُو تو سچ میں ہی امّاں بننے چلی۔۔۔ہیر! سچّی ویسے تجھے ذرا ترس نہیں آتا ہماری حسرت بھری بانہوں پر جو اپنے باہی ادا جان کے شریر ننھے منھے شیروں کو خود میں بھینچنے کو ترس رہی ہیں۔۔۔کہہ دے کہ میرا شک درست ہے۔"

نورین بھی اب اسکے سر ہوگئی تھی۔۔۔۔

"اپّی اب اُسے خود تو معلوم ہونے سے رہا۔۔چیک اَپ کروانے پر ہی کنفرم ہوسکتا ہے نا۔۔۔" کشمالہ نے کندھے اُچکا کر نورین سے کہا۔۔۔

ابھی وہ سب اپنی باتوں میں مشغول تھی جب اَذور نے دبے پاؤں روم میں داخل ہوکر ردا کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو وہ قدرے گڑبڑا گئی۔۔۔۔

"ارے کون۔۔۔۔"وہ چہرے سے ہاتھ ہٹانے لگی۔۔۔۔

"عید مبارک چڑیل" اَذور نے ہاتھ ہٹاکر اسکے سامنے آتے ہوئے کہا تو اسنے ایک مکّا جڑواں بھائی کے بازو پر جُڑا۔۔۔۔

"ناخلف ایسی پھیکی عید مبارک؟کہاں ہے میری بلکہ ہماری عیدی؟"

ردا نے مصنوعی دھونس جمائی۔۔۔۔

"میں کیوں دوں عیدی؟تم بڑی ہو مجھ سے تم دوگی عیدی ویسی بھی تمہاری پاکٹ منی کافی شاہ خرچوں والی ہے۔۔۔۔"

اَذور صاف مُکر گیا۔۔۔۔

"ہاں اتنے تم ننھے ہو نا میاں؟بس اَدھ گھنٹہ ہی چھوٹے ہو مجھ سے اور حضرت کی آنا کانیاں دیکھو ذرا۔۔۔اور تم کیا میری ٹوہ میں لگے رہتے ہو جو میری پاکٹ منی پر بھی تمہاری بری نظر ہے۔۔۔۔"
ردا نے اسکے لتھے لیے۔۔۔۔

دُرّے انکی نوک جھونک سے لطف اندوز ہوتی کشمالہ کے بال بنا ہی چکی تھی کہ اس سے ونیزے قدرے عجلت میں کمرے کے دروازے سے بر آمد ہوئی۔۔۔۔

"کشمی! میرا دوپٹہ نہیں مل رہا تم نے دیکھا ہے کہیں؟آخری بار میں اپنے کپڑے اور جیولری اس روم کے وارڈروب میں رکھ گ ئی تھی۔۔۔باقی سامان تو میں کل لے گ ئی تھی ساتھ مگر دوپٹہ شائد یہی رہ گیا۔۔۔۔"

ونیزہ عجلت میں باقی نفوس کو فلحال نظر انداز کیے کشمالہ سے دریافت کررہی تھی جبکہ اَذور جسکی فراٹے بھرتی زبان کو اچانک یوں ونیزے کے بغیر دوپٹے کے بے حجاب حُسن کو دیکھ کر زوردار بریک لگی تھی۔۔۔۔

اسنے فوراً اپنی نگاہیں نیچی کیں اور جھٹ پٹ ونیزہ کے برابر سے ہوتا ہوا روم سے نکلا۔۔۔۔

دُرّے اَذور کی پل بھر کیلئے ونیزہ پر جمی نظروں کی بے خودی اور پھر اسکا یہ انداز دیکھ کر مسکرادی۔۔۔

"ہاں شائد وہ ادھر ہی رہ گیا ہوگا ٹھہرو میں دیکھتی ہوں۔۔۔"

کشمالہ کہتے ہوئے وارڈروب کی جانب بڑھی اور تھوڑی سے تلاش کے بعد ہی وہ منقش سا خوبصورت ریشمی دوپٹہ کپڑوں میں پھنسا ہوا اُسے نظر آگیا۔۔۔۔

دوپٹہ نکال کر اُسنے ونیزہ کے حوالے کیا تو وہ مسکرا کر شکریہ کہتی وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔۔

دُرّے نے ردا کو دیکھا تو جواباً اسنے آبرو اُٹھاکر مسکراتے ہوئے اشارے سے دریافت کیا کہ تمہیں بھی پتہ چل گیا؟

دراصل اَذور بچپن سے ہی ونیزہ سے بیحد محبت کرتا تھا مگر وہ ایسی تیکھی مِرچی تھی کہ ہضم کرنا دوبھر تھا۔۔۔

اَذور کی یہ بات ردا کو پتہ تھی جبکہ کشمالہ کو صرف ہلکا سا شبہہ تھا۔۔۔

دُرّے نے البتہ اپنے گہرے اور زیرک مشاہدے سے خود ہی سُراغ لگالیا تھا کہ اُسے بھائی یوں سے بڑھ کر عزیز اَذور رئیسانی یک طرفہ محبت کی تپش میں جھلس رہا ہے۔۔۔

ردا ونیزہ کی جبروت کیل ئے محبت سے بھی واقف تھی مگر وہ دل سے اس بات کی خواہاں تھی کہ ونیزہ اپنی ضد چھوڑ کر حقیقت کو تسلیم کرلے۔۔۔

اپنے بھائی کیل ئے بھی وہ ہمیشہ دُعاگو رہتی کہ کبھی اُسے دل کا روگ نا سہنا پڑے۔۔۔

نورین تیار ہوئی تو وہ سب اکٹھے روم سے نکل کر کاریڈور سے گزرتی نیچے صحن میں چلی آئیں جہاں عید کی مبارکبادیں دینے کا دور چل رہا تھا۔۔۔

عیدیاں بٹورنے کی رسم بھی پوری ہوجانے کے بعد پُرتکلف ناشتے کا اہتمام کیا گیا جس میں بچے بڑے سب اکٹھے شریک ہوئے۔۔۔

ناشتہ کرچکنے کے بعد سُنّتِ ابراہیمی نبھانے کی باری آئی تو کڑیل جوانوں نے خود یہ فریضہ احسن طریقے سے نبھایا۔۔۔

جبروت نے بھی تنہا تین تنومند بیلوں کو پچھاڑا جو بہت ہی ہٹ دھرم واقع ہوئے تھے۔۔۔۔

قربانی سے فراغت کے بعد بارہ بجے کے قریب نا صرف حویلی کے مہمانوں کی شاندار ضیافت کی گ ئی بلکہ گرد و نواح کے تمام علاقوں کے مستحق افراد کیل ئے بھی وافر مقدار میں گوشت اور دیگر گروسری کے سامانوں سمیت عید کے ڈھیر سارے تحائ ف ٹرکوں میں لاد کر بھجوائے گ ئے۔۔۔۔۔

ننھے آبدار رئ یسانی کا عقیقہ بڑی دھوم دھام سے منایا گیا اور لاتعداد مہمانوں نے اس میں شرکت کی۔۔۔۔

شام تک بہت سارے مہمان خوش و خرم واپس اپنے گھروں کو جاچکے تھے مگر حویلی میں خاندان کے اپنے افراد ہی اتنے تھے کہ خاصی گہما گہمی کا دور دورا تھا۔۔۔۔

ابیر کے والدین بھی ڈی آئی خان سے اپنے فیملی کیساتھ آئے ہوئے تھے۔۔۔۔

سارا دن مصروفیت میں گزار کر عشا٦ کی نماز کے بعد اذرنگ نے لان میں باربی کیو کا اہتمام کیا تو سارے کزنز وغیرہ بھی اسکے ہمراہ لان میں جمع ہوکر شغل مستی کرنے لگے۔۔۔۔

ردا ،کشمالہ ،نورین اور ونیزہ بھی لان کے پاس رکھے لکڑی کے بڑے جھولوں پر براجمان گفتگو میں مشغول تھیں۔۔۔۔

"بڑی! نایاب کہاں ہے؟شام سے لاپتہ ہے" کشمالہ نے پاس بیٹھی ردا کے کان میں سرگوشی کرکے پوچھا۔۔۔۔

"حویلی میں کہیں روپوش ہوگئی ہوگی میڈم۔۔۔اسے تو میں اسلام آباد واپس پہنچ کر پوچھتی ہوں۔نہیں مطلب اگر ونیزہ ساری عمر اُس سے یوں پرخاش رکھے گی تو کیا وہ بھی ہمیشہ اسکے لئے پیچھے ہٹتی رہے گی؟حد ہوتی ہے اک۔۔۔۔"

ردا نے قدرے برہمی سے دھیمی آواز میں کہا۔۔۔۔

پارسا جسکا دل اب ننھے آبدار کی معصوم سی دھیمی مسکراہٹ میں ہی اٹک گیا تھا۔۔۔وہ ابیر کے بیڈروم میں موجود کمبل میں لپٹے بچے کو بازوؤں میں اُٹھائے دھیمی سرگوشیوں میں اس سے جانے کیا باتیں لیکر بیٹھ گئی تھی اور وہ بھی شائد اسکی مہربان ممتا سے لبریز بانہوں میں مزے سے اسکی باتیں سُن کر مسکرا رہا تھا۔۔۔۔

اپنی بہنوں،کزنز اور خاندان کی کچھ دیگر خواتین کیساتھ گفتگو میں مصروف ابیر گاہے بگاہے اک مسکراتی نظر پارسا پر بھی ڈال جاتی جو اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر ہی معلوم ہورہی تھی۔۔۔۔

ہاں مگر ذہن میں کوئی خیال کھلبلّی مچائے ہوئے تھا اور وہ دُرّے سے اپنے دل کی بات کرنے کی ہمت نہیں کرپارہی تھی۔۔۔۔۔

سوچ کی رو میں بھٹکتے ہوئے اسے اپنی گود میں موجود ننھا بچہ اونگھتا ہوا محسوس ہوا تو وہ اسے تھپکنے لگی۔۔۔۔۔

اسی اثنا میں ردا اور کشمالہ اُسے اپنے ساتھ لے جانے بیڈروم میں آئیں تو پارسا نے بچے کو بھی ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔۔۔۔۔

"پارو! چندا بے بی ابھی کافی نازک اور حسّاس ہے۔ابھی باہر کی تیز ہوا سے اسکی طبیعت بگھڑ سکتی ہے۔۔ایسا کرو ابھی تم جاؤ اور خوب انجوائے کرو پھر کل آکر اسے لے جانا اور جتنا چاہے اپنے پاس رکھ لینا ٹھیک ہے۔۔۔۔"

ابیر نے اُسے نرمی سے سمجھایا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتی وہاں سے ردا اور کشمالہ کیساتھ باہر چلی آئی۔۔۔۔

"تمہیں یہ ننھا نوابزادہ کچھ زیادہ ہی نہیں بھا گیا پارو؟ کہو تو لالا سے کہلوا کر تمہیں اسکی نینی کے طور پر رکھ لینگے منظور ہے؟"

وہ تینوں چلتی ہوئی عقبی جانب کے کورٹ یارڈ میں پہنچی تو کشمالہ نے مذاقاً پارسا سے کہا۔۔۔

"آہمم آبدار کی نینی بننا تو کچھ مشکل سا لگتا ہے۔ہاں جب ردا کا بے بی ہو گا تب اسکی بڑی امّی اسے کبھی خود سے دور نہیں ہونے دینگی۔"

پارسا نے سادگی سے کہا تو ردا نے اسکے گرد بازو لپیٹ کر خود سے قریب کیا۔۔۔

"جب اسکی بڑی امّی اتنی سویٹنِس اوور لوڈڈ ہیں تو پھر شائد ہی وہ اپنی مما کے پاس آنا گوارا کرے۔۔۔"

ردا نے اپنائیت سے کہا۔۔۔

"چلو نایاب مابدولت صاحبہ کو بھی اُٹھوالیتے ہیں ساتھ میں اگر کہیں نظر آجائے سامنے تو۔۔۔"

کشمالہ کے کہنے کی دیر تھی کہ انہیں واقعی ہی دُرّے حویلی کے عقبی سائیڈ پر بنے کورٹ یارڈ کے پاس پائیں باغ سے منسلک وسیع لان کی نرم نم گھاس پر برہنہ پیر دس سالہ مروان اور اسکی ڈیڑھ

سالہ بہن سجّل کیساتھ جبروت کے پالے گ ئے جرمن شیفرڈ آرتھر اور سائبیرین ہسکی ایڈورڈ کیساتھ فٹ بال کھیلتی نظر آئی۔۔۔۔

ردا اور کشمالہ تو فوراً اسکی غیر حاضری پر اسکی خبر لینے پہنچ گ ئی یں جبکہ پارسا جسکے دل میں دُرّے کی نرم میٹھی جلترنگ سی ہنسی کی آواز سن کر اور اسکے ساتھ ہنستے کھیلتے مروان اور کیوٹ سی سجّل کو دیکھ کر ایک ہوک سی اُٹھی اور ساتھ میں اسکی سوچ کے زاویے پر اک نیا در وا ہوگیا تھا۔۔۔

دُرّے کو دیکھ کر اسکے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دل کو گویا اپنے دربدر موجوں جیسی منتشر ذات کیل ئے اک ساحل سا نظر آگیا تھا جہاں سے وہ متصادم ہوکر سکون پاسکے۔۔۔

پارسا کے لبوں پر اک موہوم سی مسکان اُبھر کر غائب ہوئی اور وہ قدم قدم چلتی دُرّے کے پاس آئی۔۔۔

دُرّے اسکی جانب متوجہ ہوکر مسکرائی تو پارسا کے دل میں پلتی اُمید کے شجر کی جڑیں مزید مضبوط ہونے لگیں۔۔۔

"اچھا نا بخش بھی دو چل رہے ہیں تمہارے ساتھ۔۔۔بس مانی صاحب کو ہم سے شکوہ تھا کہ اب ہم انکے ساتھ وقت نہیں گزارتے سو ہم انکے ساتھ فٹ بال کھیلنے لگے اب کیا چوراہے پر لٹکاؤ گی تم دونوں؟"

دُرّے نے اپنے لتھے لیتی ردا سے کہا۔۔۔

"بیٹا مجھے خوب معلوم ہے تمہاری وقت گزاریوں کے بہانے۔۔۔چل اب چُپ چاپ ہمارے ساتھ۔۔۔کیا مست انجمن ہے وہاں جو ہم تمہیں تو کسی قیمت پر بھی مِس نہیں کرنے دینگے چاہے کوئی کتنا ہی جلے۔۔۔"

ردا نے پارسا کو دیکھ کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔۔۔

"میرو! بچے آج کیلئے اتنا کافی تھا۔۔۔باقی کی مستی کل اوکے"

دُرّے نے مروان کے بال بگاڑتے ہوئے کہا تو لمحے بھر کو اسکا منہ اُتر گیا۔۔۔

"ٹھیک ہے آنی مگر کل بھولیے گا مت پھر۔۔۔"

مروان نے ہامی بھرتے ہوئے ساتھ میں تائید بھی چاہی۔۔۔

"ارے ہاں میرے باپ اب ٹل بھی چکو۔۔۔نا یاد ہوا تو ہم خود یاد دلادیں گے اسے کہ لاٹ صاحب آپکے منتظر ہیں مگر فلحال تو بخش دو۔۔۔"

کشمالہ نے مروان کے سر پر چپت رسید کرکے کہا تو وہ منہ بناتا سجّل کو لیکر وہاں سے سیدھا اذرنگ کے پاس چلا گیا۔۔۔

"ارے ٹائیگر! اچھا ہوا تم آگئے یار جاکر ہجرے میں سے جبروت لالا اور باہی کو اک آواز مار کر آجاؤ نا بڈی۔۔۔"

اذرنگ کیلئے سیخوں میں گوشت پروتے ہوئے اَذور نے مروان کو پچکارتے ہوئے کہا تو وہ ہجرے میں اُن دونوں کو بلانے چلا گیا۔۔۔

"اذی! ویسے یہ آہل میاں غائب کہاں ہیں آجکل؟ یہاں آیا نہیں یا میں نے نہیں دیکھا اُسے؟"

اذرنگ نے کوئی لوں کے اوپر سیخیں پلٹتے ہوئے اَذور سے پوچھا۔۔۔

"پتہ نہیں صبح سے تو میرے ساتھ تھا مگر پھر دوپہر کو ڈیرہ بگٹی چلا گیا۔۔۔"

اَذور نے اطلاع دی۔۔۔۔

"اکیلے تو نہیں گیا نا؟ ڈیرہ بگٹی میں گڑبڑ کا خدشہ ہے اُس سے کہو گارڈز کو اپنے ساتھ لازمی رکھے۔۔۔گیتی آنی بھی اسکا پوچھ رہی تھیں عجیب چھلّاوا آدمی ہے آجکل اسکے تیوروں کا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔۔۔"

اذرنگ نے نپے تلے انداز میں چھوٹے بھائی سے کہا۔۔۔

ردا اور کشمالہ اذرنگ کے ہمراہ کھڑی ہوکر اسکی ہیلپ کرنے لگیں جبکہ دُرّے پارسا کیساتھ لان کے بیچوں بیچ لگے فاؤنٹین کے ساتھ بنے چبوترے پر بیٹھ گ ئی یں۔۔۔

دُرّے نے محسوس کیا تھا کہ پارسا شدّتِ بے چینی سے اُس سے کوئی بات کرنا چاہتی ہے مگر نہیں کرپارہی لہذا وہ خود اُسے لیکر نگاہوں سے قدرے اوجھل جگہ پر اسکے ساتھ آگ ئی تاکہ وہ اپنی بات کھل کرسکے۔۔۔

"پارو! ہَنی ہمیں لگتا ہے تم ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔اب ہم صرف تمہیں سُنیں گے بتاؤ کیا بات ہے؟"

دُرّے مکمل انہماک سے اسکی جانب متوجہ ہوکر بولی۔۔۔

اسکی ملائم نظروں سے آنکھیں چُراتی پارسا نے پچھلے پانچ برس سے اپنے دل میں اُمڈتے لاوے کی مانند بے چین خواہش اسکے گوش گزار کرنی چاہی مگر کم ہمت الفاظ لبوں پر ہی دم توڑ گ ئے۔۔۔

دُرّے اُسکی جانب منتظر نظروں سے دیکھتی رہی جب پارسا کی اپنی پشت کی طرف دیکھتی آنکھوں کی پل بھر کیلئے ساکت ہونے والی پتلیوں کو دیکھ کر کچھ ٹھٹھکتے ہوئے دُرّے نے اُسکی نظروں کے تعاقب میں اپنے پیچھے دیکھا تو لان کے بیچوں بیچ موجود لکڑی کے خوبصورت اور پھولوں سے لدی ٹہنیوں میں گھرے ہجرے کی طرف جاتے دروازے پر موجود جبروت جھکا ہوا چھوٹے چھوٹے گرتے پڑتے ڈگمگاتے قدم اُٹھاتی ڈیڑھ سالہ سجّل کے ننھے ہاتھ تھامے اُسے چلنا سکھا رہا تھا اور وہ کھکھلا کر ہنستی جارہی تھی۔۔۔۔

اذرنگ صحیح کہتا تھا کہ جبروت کو بیٹیوں کی دیوانگی کی حد تک چاہ تھی۔۔۔اور بیٹی بھی صورت و سیرت دونوں میں ہوبہو دُرّے کا عکس۔۔۔۔

مگر اسکے ذہن کے دریچوں میں جب سے اُس ننھی شیرنی جیسی بچی کا عکس نقش ہوگیا تھا۔۔تب سے اسکے دل کی اس بپھرتی لہر جیسی مُراد کو لگام مل گ ئی تھی۔۔۔۔

وہ بس اُسی بچی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا مگر ستم ظریفی یہ تھی کہ وہ تو اب قریب تک نہیں آتی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے زیر لب مسکراتے ہوئے اُن دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔اُسے بھی زندگی کا قرینہ اپنے والدین سے زیادہ جبروت نے ہی تو سکھایا تھا۔۔۔۔

ابھی دُرّے اُن بیتے لمحوں کو یاد کررہی تھی جب ہوا اپنے دوش پر ایک مدھم سی سسکی اُس کے کانوں کے قریب سے گزار کر لے گ ئی تو وہ چونک کر پلٹی۔۔۔۔

پارسا جبروت کو دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرا تو رہی تھی مگر اسکی مسکراہٹ کتنی زخمی تھی۔۔۔دُرّے کا حساس دل یہ فوراً بھانپ کر سخت دُکھا تھا۔۔۔

"ہالی۔۔۔تم رو رہی ہو؟" دُرّے نے اُسے دھیرے سے پکارا تو پارسا نے گویا کسی خواب سے جاگ کر اُسے دیکھا۔۔۔

اسکی نم آنکھیں دیکھ کر دُرّے نے اسکے یخ بستہ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔۔۔۔

"دُر! روحی آپی سے کہیں کہ وہ لُولُو کو ہمیں دے دیں؟"

پارسا کے اچانک ملتجی سے انداز پر دُرّے نے اُسے ٹھٹک کر دیکھا۔۔۔

"اُن کے پاس تو مانی ہے نا۔۔۔ہم لُولُو کو ان سے ملوانے لے جایا کریں گے۔۔۔دیکھو نا جاہ لُولُو کیساتھ کتنے پُرسکون اور خوش ہیں۔۔۔ہیر کو بھی تو مومی اور بابا لے آئے تھے نا اپنے ساتھ۔۔۔روحی آپی انکار تو نہیں کرینگی نا؟"

پارسا کے حسرت و آس کے ملے جھلے سے انداز میں خود سے کہنے پر دُرّے کچھ بول ہی نا پائی۔۔۔

تو کیا پارسا کے اضمحلال کا سبب اسکی پیاسی ممتا تھی؟

پارسا نے جذبات کی رُو میں بہہ کر بے خیالی میں ہی دُرّے کو اپنے اضطراب سے آگاہ کر دیا تھا۔۔۔

جبروت اب سجل کے براؤن بال سہلاتے ہوئے اسکی نا سمجھ میں آنے والے الفاظ کو بڑے انہماک سے سُن رہا تھا۔۔۔

دُرّے بھی تو اسکی گود میں بیٹھ کر اسکی شال میں چھپتے ہوئے گھنٹوں پتہ نہیں کونسی زبان میں جانے کیا کچھ کہتی رہتی،ساتھ میں کبھی اسکے ہاتھوں اور بالوں سے کھیلتی تو کبھی اسکے چہرے کو اپنے ننھے ہاتھوں سے ٹٹولتی رہتی اور وہ بے بس و بے جان سا مؤدب مجسمہ بنے خاموش بیٹھا اسکی باتیں سُنتا رہتا۔۔۔

ابھی بھی اُس منظورِ نظر کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے سبب ذات پر ہمہ وقت طاری گویا کیفیتِ نزع کے عالم میں جب مشام جاں میں گویا آبِ حیات کی تاثیر رکھنے والی اُسی دُشمنِ جاں کی مہک محسوس ہوئی تو جبروت نے اک بے چین زخمی سی نظر سجّل سے ہٹاکر سامنے دیکھا اور وہ وہیں اُس سے چند قدموں کے فاصلے پر ہی تو کھڑی تھی۔۔۔

مگر اسکے پاس کھڑی انسان چاہے جو کوئی جیسی بھی تھی مگر جبروت کی زندگی میں اک الگ مقام رکھتی تھی اور اُسی رُتبے کا ادراک جبروت کو ازبر تھا۔۔۔

دُرّے کے قریب کھڑی سجّل کو گویا ترستی نگاہوں سے تکتی پارسا کی ہمک بھانپ کر جبروت نے اشارے سے اُسے پاس بُلایا تو اسکے کندھے کے گرد بازو لپیٹے دُرّے نے اُسے آگے کرتے ہوئے جبروت کے پاس بھیجا۔۔۔

پارسا جھجھکتی ہوئی اسکے پاس چلی گ ئی اور جبروت کی گود میں موجود سجّل کی طرف بانہیں پھیلائیں تو اسنے منہ بناکر جبروت کے چوڑے کندھے پر اپنا گال ٹکالیا۔۔۔

جبروت اسکی معصومیت پر مسکرادیا اور اسکا گال کھینچتے ہوئے اس کا ماتھا چوم کر پارسا کی بانہوں میں دے کر ساتھ ہی عادتاً پارسا کے بال بگاڑے۔۔۔

سجّل کو گود میں لے کر اسکا ماتھا چومتے ہوئے خود میں بھینچ کر پارسا کی ممتا بھری تڑپ دیدنی تھی۔۔۔۔

دُرّے کو اچانک اُسی ہی لمحے پارسا کی بے چینی کے سبب کا ادراک ہو گیا تھا۔۔۔۔

سجّل کا گال تھپتپاتے ہوئے جبروت نے دُرّے کو دیکھا تو اسکی آنکھیں جبروت کو خود سے اک نا سمجھ آنے والی التجا کرتی نظر آئی یں۔۔۔۔

جبروت کا دل گویا کسی گہری کھائی میں گرنے لگا۔۔۔۔وہ دُرِنایاب عدن رئیسانی جو پورے استحقاق سے زبردستی اُس سے اپنی بات منوالیتی تھی۔۔۔۔جسکے بغیر کہے ہی جبروت اسکی ہر خواہش لمحوں میں پوری کر دیتا تھا۔۔۔۔زندگی نے بھلے ہی اس لاڈلی لڑکی کے کتنے امتحان لیے تھے مگر اسکی زندگی کے محور اس پُراسرار سے شخص نے اسکی پیدائش کے پہلے دن سے لیکر اب تک اسکے جتنے لاڈ اُٹھائے تھے،شائد کوئی اور اُٹھا ہی نا پایا۔۔۔

اور آج اسکی وہ آنکھیں جو جبروت کیلئے ہر غم سے جائے پناہ تھیں۔۔۔۔جن دو نیلگوں فیروزی جھیلوں میں وہ ڈوب کر گم ہو جاتا تو اپنے سارے درد بھول جایا کرتا تھا۔۔۔۔آج کتنی بے بسی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

اس وقت خود پر ضبط کے کڑے پہرے رکھنے میں باکمال جبروت رئیسانی کو پرواہ ہی نا رہی کہ اسے خود سے دور رکھنے والی بیڑیاں دُرِنایاب عدن نے ہی اسکے پیروں میں ڈالی تھیں۔۔۔۔وہ بے اختیار سا چشمِ زدن میں اسکی ہر نارسائی دور کر دینا چاہتا تھا جب لب بھینچے دُرّے نے نفی میں سر ہلا کر اُسکے بڑھتے قدم روک دیے اور تیزی سے جاکر ردا کے پاس کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

پارسا جو اب نیند میں ڈھولتی سجّل کو سینے سے لگائے اسکا سر تھپک رہی تھی،جبروت کو خالی نظروں سے سامنے دیکھتا پاکر اسنے بھی سامنے دیکھا تو دُرّے وہاں نہیں تھی۔۔۔۔اور یہاں اب اسکا دل ڈوبنے لگا۔۔۔۔

کیا اپنی بے خودی میں وہ اتنی مست مگن ہوگئی تھی کہ اُسے دُرّے اور اپنی سانسوں کے محسن جبروت کا دھیان ہی نا رہا۔۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔"پارسا نے یونہی اُسے بلکل دُرّے ہی کے انداز میں دھیرے سے پکارا تو جبروت نے گویا ہلکا سا کرنٹ کھاکر اُسے دیکھا۔۔۔

پارسا کو جانے کیوں وہ بیحد تھکا ہوا سا لگا۔۔۔اُسنے آبرو اُٹھاکر استفہامیہ نظروں سے جبروت کو دیکھا تو اسنے نرمی سے نفی میں سرہلاتے ہوئے پارسا کے کندھے سے سرکا ہوا دوپٹہ اسکے سر پر برابر کیا اور اسکی گود میں موجود سجّل کا پھولا سیب جیسا گال سہلایا تو پارسا مسکرادی۔۔۔اور سجّل کے گال پر رکھے جبروت کی چوڑی ہتھیلی کے پُشت پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔۔۔

پارسا نے دُرّے کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا تو وہ اسے ردا کیساتھ باتوں میں مگن نظر آئی۔۔۔۔

پارسا نے حیا سے جبروت کو دیکھا اور قدم قدم چلتی واپس دُرّے کے پاس آئی۔۔۔۔

کسی اور لمس کے سبب اپنی ہتھیلی کے دہکتے پُشت کو سُرخ انگارہ ہوتی خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے جبروت نے جب نظر آسمان کی جانب اُٹھائی تو گلے میں درد کا گولا سا اٹکنے لگا۔۔۔وہ اندر سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہورہا تھا مگر اسکے حال سے رب کے سوا کوئی باخبر نہیں تھا۔۔۔

"جاہ! آجا نا یار اب کیا باقاعدہ دعوت نامہ پیش کریں یا ریڈ کارپٹ بچھادیں۔۔۔"

اذرنگ کی پکار پر وہ نظر جھکائے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسکے پاس آیا۔۔۔

ونیزہ جبروت کا نظر انداز کرنا برداشت نا کرپائی تو بہانے سے اُٹھ کر حویلی کے اندر چلی گ‌ئی۔۔۔

اسکی آزردگی آذور اور ردا سے پوشیدہ نا رہ سکی تھی بس فرق یہ تھا کہ ردا کو وجہ معلوم تھی اور آذور وجہ سے بے خبر تھا۔۔۔

"کشمی! جاکر روحی اپّی اور ابیر کو بھی بلا لاؤ"

اذرنگ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کشمالہ سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی انکو بلانے چلی گ‌ئی۔۔۔

وہ دونوں بھی آگ‌ئی‌یں تو بیک یارڈ آوٹ ڈور سِٹنگ ایریا میں باربی کیو،کباب اور دیگر لذیذ سنیکس لمبی سی ٹیبل پر چُن دیے گ‌ئے۔۔۔

OBJ

ب

ھنے گوشت ،تکّوں اور کبابوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد اب سب ایک بڑے جھمگٹے کی صورت میں جمع ہوکر گپ شپ میں مشغول ہوگئے۔۔۔۔

جبروت تو خیر زیادہ تر اذرنگ اور ضبور کیساتھ ہی گفتگو میں مشغول رہا جبکہ وہ دونوں خود اپنے مزاحیہ چھٹکلوں سے باقی سب کو بھی لطف اندوز کراتے رہے۔۔۔۔

سجّل تو جبروت کو دیکھ کر دوبارہ سے ہی اسکی گود میں جب سے چڑھی تھی تو اب اُترنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔۔۔

پارسا گاہے بگاہے جبروت اور سجّل کو دیکھتی اور پھر ایک بھرپور نظر دُرّے پر ڈالتی تو دل میں عجیب سی بہار اُمڈ آتی تھی۔۔۔۔

اُسنے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ اس بار وہ کچھ بھی کرکے اپنے دل کی بات دُرّے اور جبروت کو بتاکر ہی دم لے گی۔۔۔۔

شغل مستیوں کے دور میں اچانک کشمالہ اذرنگ کے سر ہوگئی کہ انجمن اب سج ہی گئی ہے تو وہ ابیر کیلئے کوئی گیت گاکر سب کو سُنائے۔۔۔۔۔

"نہیں بھئی پہلے تو ہمارے ینگ کپل کی بھاری ہے۔۔۔ہم بوڑھوں کا نمبر تو بعد میں آئے گا۔۔۔چلو بھئی باہی میاں پڑھنے لگ جاؤ بیگم کے قصیدے۔۔۔۔مبارک آغاز کا شرف ہم آپکو بخشتے ہیں۔۔۔۔"

اذرنگ نے ضبور کے کندھے پر دھموکا جڑ کر کہا۔۔۔

"ارے میاں کیوں اس مبارک باحرمت مہینے میں ہماری زبان کو مزید گنہگار کرنا چاہتے ہو؟ بھئی ہم نہایت ہی سچے اور سادہ لوح انسان ہیں اب اتنا جھوٹ کون بولے؟ انکا قصیدہ تو بس اتنا ہی کہ دیکھ لو بھئی مجھ غریب کی حالتِ زار۔۔۔کئی لیٹر خون پی چکی ہیں اور اب بھی مجھے بڑی للچائی نظروں سے تاڑ رہی ہے ویمپ۔۔۔۔"

ضبور نے خود کو تُندہی سے گھورتی ردا کو دیکھ کر شرارت سے کہا۔۔۔

"باہی! اب تو فرار کی کوئی گنجائش نہیں چلیں شاباش سُنائیں کچھ۔"

پارسا کے اصرار پر ضبور نے ایک معنی خیز نظر پہلے جبروت اور پھر اُس پر ڈالی۔۔۔

"محترمہ بچنے کی گنجائش تو پھر آپکی بھی نہیں۔۔۔تیار رہیے گا۔۔۔ہم بھی تو جانیں کہ آپ اپنے صاحب کی تعریف میں کیا سُنانا پسند فرمائیں گی۔"

ضبور نے اُسے وارن کیا تو پارسا کا دل زور سے دھڑک کر ساکت ہوا تھا۔۔۔

"باہی! شروع ہوجاؤ بس بہت ہوگئے تمہارے نخرے۔۔۔"

روحی نے اُسے نرمی سے ڈپٹ کر کہا تو اُسنے اک بھرپور نظر ناراض سی سر جھکائے بیٹھی لان کی نرم گھاس کو ہاتھ سے نوچتی ردا کو دیکھا اور کچھ دیر بعد آنکھیں بند کرکے اسنے ناصر کاظمی کے تحریر کردہ کلام اور نصرت فتح علی خان کی آواز میں گائے گئے گیت اپنی بھاری مدھر آواز میں سُنانی شروع کی تو سب خاموش سے ہوگئے۔۔۔

"غم ہے یا خوشی ہے تُو

میری زندگی ہے تُو
آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو
میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تُو
میں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو
دوستوں کے درمیاں
وجہ دوستی ہے تُو
میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تُو
میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو
ناصر اس دیار میں
کتنا اجنبی ہے تُو"

ماحول پر چھایا سکوت ضبور کے غزل ختم کرنے پر بھی نہیں ٹوٹا تھا۔۔۔

ضبور نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ردا لاجواب سی ساکت نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

ضبور کے دل کی تپش آواز بن کر ہوا کے دوش پر چلتی اسکے کانوں کے راستے ردا کے دل تک پہنچی تو عجب سے درد نے سینے میں حشر برپا کر دیا۔۔۔

ضبور نے اسکی بڑی بڑی سبز آنکھوں میں موتی جھلملاتے دیکھے تو نرمی سے سر کو نفی میں جھٹکتے ہوئے اسے نمدیدہ ہونے سے روکا جس پر وہ مسکراتے ہوئے شرما کر سر جھکا گ ئی۔۔۔

غزل کی تاثیر سے اس محفل میں کوئی بھی محبت کا مارا دل ایسا نہیں تھا جس نے شور نا مچایا ہو مگر جبروت رئیسانی کو خود پر کڑے ضبط کے پہرے رکھنے میں بلا کا کمال حاصل تھا۔۔۔

وہ ہنوز سجّل کے گرد بازو لپیٹے اسکے ننھے سے سر پر اپنا چہرہ رکھے اسکے نرم سلکی بالوں میں منہ چھپائے ہوئے تھا۔۔۔

دُرّے نے پارسا کو کہنی مار کر اسکی باری یاد دلائی تو اسنے ایک نظر سجّل کی ناسمجھ میں آنے والی گفتگو کو سُنتے جبروت کو اک پُرشوق نظر سے دیکھا۔۔۔

"نہیں میں نہیں بلکہ جاہ اور دُر ایک ساتھ ڈوئٹ میں کوئی گیت سُنائیں گے۔۔۔آفٹر آل دونوں ہی بچپن سے بیسٹ بڈیز ہیں۔۔۔جاہ، دُر پلیز ٹالیے گا مت۔۔۔"

پارسا نے بڑے مان بھرے اطمینان سے کہا تو باقی سب کیساتھ جبروت اور دُرّے نے بھی اُسے چونک کر دیکھا تھا۔۔۔

"لالا پلیز آپ سب بھی ان سے کہیے نا۔۔۔اکثریت اختیار ہے بھئی۔۔"

پارسا نے بے نیازی سے کہا تو جبروت نے براہ راست اُسکی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا مگر اس بار پارسا نے بھی بڑے مان سے اسکی سِلور گرے آنکھوں میں دیکھ کر گویا پہلی بار پورے استحقاق کیساتھ آنکھوں کی زبان سے فرمائش کی۔۔۔۔

جبروت نے مبہم سا مسکراتے ہوئے اس سے نظر ہٹاکر دُرّے کو دیکھا تو اسکی آنکھوں میں لاچاری سی ہلکورے لے رہی تھی۔۔۔۔

نظروں کے تبادلے میں جبروت نے اُسے آغاز کرنے کیلئے آمادہ کرتے ہوئے ہلکا سا سر کو خم دیا تو وہ نچلا لب کاٹتی سر جھاگ ئی۔۔۔۔

"باتیں تیری کرتے ہوئے تھک کے
سوجاتی ہوں سرہانے آسماں
جانے کہاں مُڑ جاتی ہیں
دیکھتے دیکھتے تجھے یہ گلیاں
تیری طرح خوشبو چلے
تارے ہماری طرح راتوں سے ملے"

دُرّے نے مدھم آواز میں گیت سُناتے ہوئے اپنا بند مکمل کیا تو وہاں موجود سب افراد کے دل ان بولوں کے پیچھے چھپے غم اور بے بسی کو محسوس کرکے دُکھ میں ڈوبے تھے۔۔۔۔

واحد پارسا تھی جو دُرّے کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے محبت سے اسکی سحر انگیز آواز سُنتی جبروت کے بے تاثر چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

سُنی نہیں زمانے نے تیری میری کہانیاں
کردے کوئی نوازشیں کرم مہربانیاں

جبروت جب اپنی لائی نز سُنانے لگا تو اذرنگ اور ضبور سمیت ردا نے بھی دُکھ سے اُسے دیکھا جو صبر و ضبط کے کٹہرے میں کھڑا شاعری کی زبان دُرّے سے باتیں کررہا تھا۔۔۔

و

اقعی زمانہ انکی اس دیوانگی کے قصوں سے کہاں واقف تھا۔۔۔

یہ آرزو تھی کہ دیکھے یہ دنیا
ہم جیسا کوئی دیوانہ ہی نہیں

ان دونوں کے جیسے دیوانے واقعی کہیں نہیں تھے۔۔۔

کردے کوئی نوازشیں کرم مہربانیاں

جبروت نے اس بار براہ راست دُرّے کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔۔۔

رات اندھیری میں چھپ رہے تھے
گم اک سویرا ڈھونڈ رہے تھے
صدیوں سے جیسے جاگ رہے تھے
پیار کو اپنی ڈھانپ رہے تھے

جواباً دُرّے نے اپنی بے بسی کو الفاظ کے پیرائے میں ڈھال کر اسکے گوش گزار کیا۔۔۔

پھر گر پڑیں کوئی ملا نا سہارا کیا کریں

تو جبروت نے بھی خود پر گزری روداد اُسے کہہ سُنائی۔

سُنی نہیں زمانے نے تیری میری کہانیاں

دُرّے نے اپنا گلہ کہہ سُنایا۔۔۔

تیرا وہ پیار یاد آئے گا

بھولے گا نا یہ دل میرا

کیا ہوگیا سوچھا نا تھا

تو جبروت نے اپنے دل کی کیفیت کو لفظوں کی زبان دی۔۔۔

تیری وہ خاموشیاں کہہ دیتی تھیں

وہ سبھی جو تُو نا کہہ سکیں

جبروت نے دُرّے کو اپنی پروا کی یقین دہانی کرائی۔۔وہی تو اسکی ہر بات اظہار سے پہلے سمجھ جایا کرتا تھا۔۔۔

کیسے بتاتی تُجھے شرماتی تھی

میں جیسے آنچل میں جلتا دیا

جواباً دُرّے نے محبت کے سکھائے ہوئے ادب کے سبب خود پر طاری کیفیت کا اظہار کیا۔۔۔

کھوئے کہاں مجھ کو بتا

تیرا وہ پیار یاد آئے گا

بھولے گا نا یہ دل میرا

کیا ہوگیا سوچھا نا تھا

جبروت کو اپنی وہی شیرنی آج شدت سے یاد آرہی تھی جو اسکے پاس تھی کبھی لیکن اب اسکے ساتھ اسکے سامنے ہوکر بھی دور تھی۔۔۔۔

ان دونوں کی گفتگو کا اختتام ہوا تو ماحول پر چھائے سکوت کو پارسا کی کھنکھتی کھکھلاہٹ نے توڑا جو دُرّے سے لپٹی بچوں جیسی معصومیت سے ہنستی دونوں کو داد دے رہی تھی۔۔۔۔۔

جبروت نے خاموش ہوکر اک لمبی سانس اندر کھینچ کر نرم نظروں سے خود کو تشکر سے تکتی پارسا کو دیکھا تو جواباً وہ کھلے دل سے مسکرائی تھی۔۔۔۔

یہ محفل کافی وقت تک جمی رہنے کے بعد برخاست ہوئی تو سب لوگ اُٹھ کر سونے چل دیے۔۔۔۔

جبروت نے سجّل کو پارسا کے حوالے کیا اور اذرنگ کیساتھ وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

پارسا مسرور سی اپنی ہم جولیوں کیساتھ سونے چل پڑی۔۔۔۔۔

عیدالاضحیٰ کی دوسری صبح اپنی آغوش میں کئی شادمانیاں سمیٹے زیارت کے آسمان پر نمودار ہوچکی تھی۔۔۔۔

فجر کی نماز کے بعد حویلی میں اکّا دُکّا چہل پہل کا آغاز ہوچکا تھا۔۔۔۔

کچن سے خانساماں اور دیگر ملازماؤں کی کٹاکٹ پھرتی سے کام کرتے ہوئے بولنے کی آوازیں باہر آرہی تھیں۔

حویلی کے لگژری کچن سے نمودار ہوتی ناشتے کی مہک گرد و پیش میں گھوم پھر رہی تھی۔۔۔۔

دُرّے صبح سویرے نماز کے بعد حویلی کے پچھواڑے وسیع احاطے میں ایک جانب بنی اصطبل پہنچ کر وہاں سے جبروت کے ذاتی سفید خوبصورت تنومند و سروقد گھوڑے" ناموس " کی پیٹھ پر سوار اسے دوڑارہی تھی۔۔۔۔۔

وہ ضدی،خود سر اور بے لگام سا غصیلا گھوڑا صرف اسکی اور جبروت کی ہی سُنتا تھا۔۔۔

گھڑ سواری دُرّے جبروت دونوں کے مرغوب مشغلوں میں سے ایک تھی جبکہ دونوں ہی اس فن میں بلا کے ماہر تھے۔۔۔۔

جبروت جو مسجد میں نماز پڑھ لینے کے بعد حسبِ عادت صبح کے وقت اصطبل میں ناموس کو ہی دیکھنے آرہا تھا کہ سفید ٹاپ اور سیاہ لانگ فلورل سکرٹ میں ملبوس سر پر نفاست سے سیاہ ریشمی سکارف پہنے دُرّے کو گھوڑے پر سوار واپس اصطبل کی جانب آتے دیکھا تو ٹھہر کر محویّت سے اپنے ہاتھوں تراشے گۓ اس کوہِ نور کی لرزہ خیز چمک کو تکنے لگا۔۔۔۔۔

جبروت کو دیکھ کر اسکی نظروں کے سبب جھرجھری سی لیتی خود میں سمٹتی دُرّے ناموس کو جبروت کے قریب روک کر اسکی پیٹھ سے اُتری تو جبروت کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ رینگ کر غائب ہوئی تھی۔۔۔۔

وہ ہاتھ بڑھا کر گھوڑے کی لگام تھامتے ہوئے اصطبل کی جانب قدم بڑھانے لگا تو دُرّے بھی اسکے ہم قدم ہو کر چلنے لگی۔۔۔۔

لمحے خاموشی سے بیت رہے تھے جب جبروت نے گفتگو میں پہل کی۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"فضا میں جبروت کی بھاری آواز کی مدھم بازگزشت اُبھر کر غائب ہوئی تھی۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔"ہمہ تن بگوش ہو کر سُنتی دُرّے چھوٹتے ہی بولی۔۔۔۔

"تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔۔۔۔کل یوں مجھ سے بھاگ کر کیوں چلی گئی تھی؟"

بغیر کسی لگی لپٹی کے جبروت ایک ہاتھ سے گھوڑے کی لگام تھامے سیدھا اسکے روبرو کھڑے ہو کر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔۔۔۔

اپنی رابیل سے وہ یونہی بے فکری سے دوٹوک بات کیا کرتا تھا۔۔۔بلکہ شائد کبھی تو لفظوں کے بغیر وہ دونوں خاموشی میں بھی ڈھیر ساری گفتگو کر لیا کرتے تھے۔۔۔۔

دُرّے نے تھوک نگلتے ہوئے جبروت کے خوبرو مہربان سے چہرے کو دیکھا۔۔۔۔

ہاں وہ اُس سے بے دھڑک کچھ کہنا چاہتی تھی،بڑے مان سے،کچھ دھونس اور رعب سے،کچھ بے تکلفی سے کچھ مانگنا چاہتی تھی مگر اُسی مان نے ہی اسکے لب سی لیے تھے۔۔۔۔

وہ پہلے ہی اپنے لئے اس مضبوط سائبان جیسے شخص کا دل بری طرح داغ چکی تھی۔۔۔اب کس منہ سے وہ اُس سے وہ مانگتی جو اس فولاد سے مضبوط شخص کو جلا کر راکھ کر ڈالتا۔۔۔۔

جبروت کی ہی ذات میں تو اس البیلی کی روح بستی تھی۔۔۔بھلا اپنے ہاتھوں اپنی ہی نظروں کے سامنے کون اپنی ذات کو فنا ہوتے دیکھ سکتا ہے؟

مگر اپنی نارسائی اُسے پارسا کی تڑپ و بے بسی کے سامنے ہیچ لگی تھی۔۔۔۔

اُسے اپنا آپ پارسا کا مجرم محسوس ہوا تھا۔۔۔بیگناہ ہوتے ہوئے بھی گویا خطاواری کی کوئی بھاری سِل اسکے دل پر پڑی تھی۔۔۔۔

"شیر شاہ! آپ تو ہمارے کہے بغیر ہی ہر بات سمجھ جاتے ہیں نا تو اب کیوں نہیں؟"

دُرّے کو لگا وہ یہ بات بس دل میں ہی کہہ گ ئی ہے مگر دھیرے ہی صحیح بے دھیانی میں وہ الفاظ اسکے لبوں سے سُن کر جبروت کا دل یک دم الرٹ سا ہوا تھا۔۔۔

وہ کب اُس سے اپنی بات منوانے سے یوں گھبرانے لگی تھی؟

کہیں پھر سے کچھ ایسا تو نہیں تھا جو جبروت کو ضبط کے پل صراط سے گزار کر ہی دم لینے والا تھا۔۔۔۔

جبروت نے گھوڑے کی لگام چھوڑ کر دُرّے کے بازو اپنے مضبوط ہاتھوں میں قدرے دبوچتے ہوئے اُسے نرمی سے اپنی جانب کھینچا تو دُرّے کا دل ڈولنے لگا۔۔۔۔

وہ جبروت کو براہ راست دیکھنے کی ہمت خود میں نا پا کر نظریں جھکائے گرد آلود کچے فرش کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

"رابیل!اوپر دیکھو۔۔۔۔"جبروت نے گھمبیر سنجیدگی سے کہا تو اسکا چڑیا کی طرح پھڑپڑاتا دل سینے میں مزید انتشار پھیلانے لگا۔۔۔۔

اسنے سوکھتا حلق تر کرکے بڑی مشکل سے جبروت کی بڑی بڑی گھنی خم دار پلکوں سے سجی سِلور گرے آنکھوں میں دیکھا تو وہاں اُسے عجب گڈمڈ سے احساسات پھرتے نظر آئے۔۔۔۔۔

"بتاؤ کیا بات ہے؟" لہجہ ازحد نرم تھا۔۔۔

"باہی ادا جان نے کل ہم سے کہا تھا کہ آپکے پاس ہمارے لئے ایک بڑا سرپرائز ہے۔۔۔کب تک مل جائے گا وہ؟ پلیز بتادیں نا مزید صبر نہیں ہوتا اب۔"

دُرّے سے کچھ بن نا پڑا تو بے دھیانی میں اسکے معصوم سے انداز میں کہنے پر سنجیدہ تاثرات لیے جبروت کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔

"تم سے متعلق اس ڈفر کے پیٹ میں مجال ہے جو کوئی بات ٹِک جائے۔۔۔بھلے ہی کتنی تلقین سے کہہ دوں کہ جی منہ بند رکھیے گا خدا کے واسطے مگر نہیں۔۔۔وہ گھامڑ میری کب سُنتا ہے؟پہنچا دی نا محترمہ کو اطلاع۔۔۔"

جبروت ہنستے ہوئے خوشگوار لہجے میں بولا۔۔۔

اچھا بس اب رہنے دیں۔اِک ہمارے پیارے سب سے اچھے ادا جان ہی ہیں جو ہمارے سچے دوست ہیں۔ہمیں بروقت باخبر رکھتے ہیں ورنہ تو "کوئی" ہمیں ساری عمر ہی کسی بات کی بھنک نا لگنے دیں۔۔۔اور "کوئی" بھی جن کے پاس ہمارا ہر راز گروی ہے۔۔۔"

دُرّے نروٹھے انداز میں بول تو گئی تھی مگر جبروت کے نرم خوبصورت تاثرات پل بھر سنجیدگی میں ڈھلتے دیکھ کر زبان دانتوں تلے داب لی۔۔۔

"مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ میری وہ ننھی سی شیرنی اب اتنی بڑی ہوگئی ہے کہ کوئی بات اُس سے شئیر کرنے کیلئے مجھے اب مبہم الفاظ کا سہارا نہیں لینا پڑے گا۔رابیل! میری زندگی پیچ و خم سے بھری پڑی ہے۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم پھر سے ویسے ہی خدشات کی زنجیروں میں جھکڑی زندگی گزارو جیسے بچپن میں گزاری ہے۔۔۔میں چاہتا ہوں تمہاری پرواز بلکل شاھین کی طرح فضا کی انتہائی بلندیوں میں ہو۔تمہیں کوئی اُٹھاکر دیکھنے کی جرّات نا کرپائے۔۔۔تم آزادی اور اپنی مرضی سے جہاں چاہے جاسکو۔۔تمہیں کسی بھی نوعیت کا ڈر تمہارے خوابوں کو مکمل کرنے سے نا روک پائے۔۔۔میں اپنی زندگی کی تاریکیوں کے سائے کبھی بھی تمہاری شفاف ذات پر پڑنے نہیں دے سکتا اور اگر کسی اور کی ایسا کرنے کی ہمت ہوئی تو پھر انجام اسکی نسلیں یاد رکھیں گی۔"

جبروت اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔

"شیر شاہ! ہمارے کان بچپن میں بھی صرف آپکو سُنتے تھے مگر تب ہمارے اندر ان گہری باتوں کو سمجھنے کا شعور نا تھا۔ہماری آنکھیں آپکا اصل دیکھنے سے قاصر تھیں اور ہمارے الفاظ آپکو ہمارے دل کی اصل کیفیت بتانے کے سلیقے سے نابلد تھے۔ہم ہمیشہ سے آپکے تھے،آپکے ہیں اور آپکے ہی رہیں گے۔۔۔"

جبروت کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے دُرّے نے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔۔۔

"شیر شاہ! آج ہم مہمانوں کیلئے اپنے ہاتھوں سے ضیافت کا کھانا بنوائیں گے مگر یہ سیکرٹ دادو کو پتہ نہیں چلنی چاہیے تاکہ ہم معدے کے راستے انکے دل تک پہنچ جائیں۔۔۔"

دُرّے نے رازدارانہ انداز میں کہا۔۔۔

"آپکو یقین ہے بیگم کہ اتنے جمِ غفیر کیلئے آپ اکیلے ضیافت کا کھانا بنوادیں گی؟ "
جبروت نے آبرو اُٹھاکر مصنوعی تائید چاہی۔۔۔

"آپ مجھے اَنڈر اسٹیمیٹ کررہے ہیں؟" دُرّے نے کمر پر ہاتھ باندھ کر کہا تو جبروت نے بڑی دل جلی مسکراہٹ سے اُسے دیکھ کر تپایا۔۔۔
دُرّے نے اُسے تُندہی سے گھورا تو اسنے نرمی سے اسکے چہرے گرد لپٹے سکارف کے کنارے سے نکلی شرارتی گھنگریالی لٹ کو حسبِ عادت کھینچتے ہوئے اسکے گال پر ایک نرم سی تھپکی دے کر ناموس کو اصطبل میں اپنی جگہ تک پہنچانے کے بعد وہ اب دُرّے کیساتھ حویلی کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔
ان دونوں کی اکٹھے حویلی کے صحن میں آمد کاریڈور میں گیتی اور زارا کے ہمراہ کھڑی ساحرہ کی تُند نظروں میں آئے بغیر نا رہ سکا۔۔۔
یہ لڑکی اب ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہورہی تھی۔۔۔اور جو خدشہ انکے ذہن میں کھنڈلی مارے بیٹھا تھا۔۔۔وہ انہیں مزید مشتعل کررہا تھا۔۔۔
انکے برعکس حویلی کے دوسری منزل سے صحن میں آتی سیڑھیوں پر اُترتی پارسا ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر سرشار سی ہوئی تھی۔۔۔
وہ دونوں ایک ساتھ اُسے بیحد اچھے لگتے تھے۔۔۔

دُرّے اُس پر نظر پڑتے ہی تیزی سے اسکے پاس آئی تو وہ دونوں پھر اپنی باقی پلٹون کیساتھ جا ملیں۔۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد دُرّے اپنی چاروں سہیلیوں کے ہمراہ حویلی کے اُسی بڑے باورچی خانے میں آئی جہاں قریباً پانچ برس قبل ساحرہ نے اُسے آزمائش میں ڈالا تھا مگر وہ اُس میں کھری اُتر کر اُنہیں حیران کرگئی تھی۔۔۔۔

آج بھی وہ وہاں آئی تو وہاں سے ذرا ہٹ کر بڑے احاطے میں کھلے آسمان تلے بڑے بڑے چولہوں پر دیگیں چڑھائے مہمانوں کیلئے ضیافت کے اہتمام کی تیاریاں ہورہی تھیں جبکہ گلستان اور دبستان خانم پھرتی سے وہاں آمد و رفت کرتی انتظامات کی نگرانی میں مصروف تھیں۔۔۔

گلستان خانم کی ان پر نظر پڑی تو انکے پاس آگئیں۔۔۔

بڑی جان! ہمیں آپ سے ایک چھوٹا سا فیور چاہیے"

حال احوال دریافت کرنے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد دُرّے نے لاڈ بھرے انداز میں گلستان خانم کے گرد بازو لپیٹ کر کہا۔۔۔۔

"کیا چاہیے بچے حکم کریں آپ۔۔۔۔ابھی حاضر ہوجائیگا"

گلستان خانم نے اسکے گال پر اپنا نرم فربہ سا ہاتھ رکھ کر پیار سے کہا۔۔۔۔

"آج مہمانوں کیلئے ہم کھانا بنانا چاہتے ہیں۔۔۔۔پلیز منع مت کیجیے گا معاملہ بڑا نازک ہے۔۔۔عزت کا سوال ہے۔"

دُرّے نے بڑے مان سے ریکویسٹ کی۔۔۔۔

"بچے آج تو مہمانوں کا ایک جمِ غفیر ہو گا اور وہ بھی ک ئی دنوں تک جاری و ساری۔۔۔آپ کیسے اپنی خوشی چھوڑ کر اتنے سارے مہمانوں کا کھانا بنائی نگی۔۔۔گھر میں تو ثمر آپکو خود پانی بھی نہیں پینے دیتیں اور آپ کو کھانا بنانا بھی نہیں۔۔۔"

گلستان خانم پریشانی سے بول رہی تھیں جب دُرّے کے ایک آبرو اُٹھاکر دلچسپی سے لب دبائے خود کو دیکھنے پر جھینپ کر خاموش ہوگ ئی یں۔۔۔

"اور کچھ نہیں کہنا بڑی جان؟۔۔۔۔۔۔اچھا ٹھیک اب ہماری سُنیں۔۔۔گھر میں کسی کو پتا نا چلیں اسی لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔دوم مہمان تو رحمت ہوتے ہیں نا۔۔۔جتنی کثرت ہو گی اُتنی رحمتوں کی بارش رج کر برسے گی حویلی پر۔۔۔سوم کہ آپ کو شائد وہ پہلی والی پھوہڑ دُرِّنایاب عدن یاد ہے تو خانم۔۔۔ہم اب ایک ماہر کُک ہیں۔۔۔اتنے سال لندن میں صرف دندان سازی کی کاریگری نہیں سیکھی۔۔۔دنیا جہاں کے انواع و اقسام کے کھانے بنانا بھی سیکھ کر آئے ہیں۔۔۔چلیں جی دادو کا دل جیتنے کا ایک گُر تو ہمارے پاس ہے اب۔۔۔کہتے ہیں نا دل کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔۔۔اگر آپکا دل پھر بھی نہیں مان رہا تو آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں مگر کھانا تو آج ہم بناکر ہی دم لیں گے۔"

دُرّے کے مستحکم اصرار پر گلستان خانم کو مانتے ہی بنی۔۔۔۔

"ہیر تم جاکر جھولے پر بیٹھ جاؤ آرام سے ہلنا بھی نہیں۔۔۔بس انجوائے کرو۔"

دُرّے نے ردا کو پیشگی تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا تو وہ برا سا منہ لیکر سامنے پیڑوں کی جھنڈ کے سائے میں رکھے لکڑی کے خوبصورت جھولے پر بیٹھ گ ئی جبکہ نورین فٹا فٹ کام میں جُت گ ئی کہ مبادا دُرّے اسے بھی منع نا کردے۔۔۔۔

کشمالہ تو بخوشی دُرّے کا ہاتھ بٹانے لگی مگر پارسا کو بھی دُرّے نے ردا کے پاس بھیج دیا۔۔۔

وہ تھوڑی دیر تو چُپ بیٹھی رہی مگر پھر نظر بچاکر اسکے پاس آئی۔۔۔۔۔

"میں کٹنگ وغیرہ کرلونگی فارغ نہیں بیٹھا جائیگا مجھ سے۔۔۔۔"

پارسا نے لحاجت سے کہا تو دُرّے نے حامی بھرلی۔۔۔۔

ساحرہ جمال یوں تو مہمانوں کیساتھ گھل مل کر مصروف تھی مگر نظر پھر بھی دُرّے کی تلاش میں تھی۔۔۔۔

انہیں اس لڑکی کا اطمینان اور ہر حویلی کے ہر فرد خصوصاً پارسا کی اس سے اٹوٹ مانوسیت خدشات میں مبتلا کررہی تھی۔۔۔۔

دُرّے کافی پھرتی سی ہر چیز بناتے ہوئے زیرِ لب مسکرائے جارہی تھی۔۔۔اسے وہ دن یاد آگیا تھا جب جبروت فون پر اسے کوکنگ کا ہر سٹیپ سمجھا رہا اور اسنے کئی مہمانوں کا کھانا اکیلے تیار کرکے ساحرہ اور گیتی سمیت سب کو حیران کردیا تھا۔۔۔۔

ردا اسکی مسکراہٹ دیکھ کر دل ہی دل میں اسکے لئے دعاگو تھی۔۔۔۔

" پیارے اللہ! کب تک میری بہن اور ادا جان اس آزمائش کی آگ میں سلگتے رہینگے۔ہم آپکی حکمت سمجھنے سے قاصر ہیں مولا!میری التجا ہے آپ سے۔۔۔۔پلیز کوئی تو سبیل نکال دیں کہ کسی کا دل

دکھے بغیر بنا کسی کے استحصال کے میری بہن اور بھائی کو پھر سے ان کی خوشیاں مل جائیں۔۔۔پارسا آپکی پیاری سی تخلیق ہے اللہ۔۔۔اسکا بھی دل نا دُکھے اور ان دونوں کا دل بھی ٹوٹنے سے بچ جائے۔۔۔۔"

دُرّے اور جبروت کا صبر اور اپنے ایثار پر استقامت دیکھ کر ردا کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔۔۔

مروان سجّل کو لیے دُرّے کو ڈھونڈتا اس طرف آیا تو اسے نان بائین بنا دیکھ کر اسکا منہ ہی کھل گیا۔۔۔۔

"آنی آپ لوگ یہاں؟" وہ حیرت سے ان کے پاس آیا۔۔۔

"مانو! آجاؤ تم بھی۔۔۔آج کی مستیاں کچھ وقت کیلئے ملتوی سمجھو۔۔۔۔"

دُرّے نے پیار سے ہاتھ ہلا کر اسے پاس بلایا۔۔۔۔

مروان سجّل کو لیے پارسا کے برابر لکڑی کے خوبصورت بینچ پر بیٹھ گیا۔۔۔۔

ہیر بھی جھولے سے اُٹھ کر پارسا کے سامنے والی بینچ پر آکر بیٹھ گئی۔۔۔۔

"آنی! کیسی ہیں آپ اب؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟ "

سجّل کے ننھے منھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر چومتے ہوئے مروان نے ردا سے پوچھا۔۔۔

"ایک دم فٹ میرا بچہ۔۔۔"ردا نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اور چاچی آپ؟ سوری میں آپکے پاس آیا ہی نہیں۔۔۔۔آپ خفا تو نہیں ہیں نا مجھ سے۔۔۔مگر ہاں آپ لوگ فارغ ہوجائیں تو پھر میں سارا وقت آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہونگا۔۔۔۔ایک تو آپ اتنے وقت بعد یہاں آتے ہیں اور پھر کوئی آپکو میرے ساتھ رہنے ہی نہیں دیتا۔۔۔۔خصوصاً آنی کو"

مروان نے معصوم لہجے میں پارسا سے کہہ کر آخر میں شکایتی نظروں سے دُرّے کو دیکھا۔۔۔

"نہیں میری جان میں کیوں خفا ہونے لگی اپنے پیارے سے بیٹے سے۔۔۔چلیں اس بار کوئی آپ کو آنی سے دور نہیں کریگا ٹھیک ہے"

پارسا نے اسکے بال پیار سے بگاڑ کر کہا۔۔۔

"مانو! کیا تم لُولُو (سجّل) کو ہمیں دوگے؟ہم لے جائیں اسے اپنے ساتھ؟"

پارسا نے سجّل کا گال سہلاتے ہوئے مذاقاً مروان سے پوچھا۔۔

"ممی اُداس ہونگیں۔۔۔اور میں بھی" مروان نے سادگی سے عذر پیش کیا۔

"تمہارے پاس تو اب ایک چھوٹا بھائی ہے نا۔۔۔ہمارے گھر پر تو کوئی پیارا سا بے بی نہیں ہے۔۔۔ ہم کس کیساتھ کھیلیں پھر؟مومی اور بابا کی بے بی گرل دُر بھی اب بڑی ہوگئی ہے۔۔۔"

پارسا نے مسکراتی نظروں سے دُرّے کو دیکھا۔۔۔

پارسا کی بات پر مروان نے لحظہ بھر دُرّے کو دیکھا تو دونوں کی نظر ملنے پر دُرّے نے نرمی سے سر کو خم دیا۔۔

"پارو! لُولُو کیوں؟ اللہ تعالٰی تمہیں ایک پیاری سی لُولُو دے دینگے نا پھر اُس سے کھیلا کرنا۔۔۔"

دُرّے کی بات پر پارسا کے علاوہ باقی سب نے قریباً کرنٹ کھاکر اُسے دیکھا تھا۔۔۔

"یہ کونسی مٹّی سے بنی ہے؟اسکا دل نہیں جلتا کیا؟"

کشمالہ نے دل میں سوچا تھا۔۔۔

"ارے بھئی مذاق کررہی تھی میں۔۔۔لُولُو ویسے بھی ہماری گڑیا ہے چاہے یہاں رہے یا ہمارے ساتھ۔۔۔آپکی گڑیا کوئی آپ سے نہیں لے گا میرو۔۔۔۔

اللہ تعالٰی سے دعاکریں کہ لُولُو جیسی پیاری گڑیا ہیر اور باہی ادا جان کو دے دیں۔۔۔۔"

دُرّے کی بات سُن کر پارسا نرماہٹ لیئے سادگی سے مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔۔

"اور ہاں اس پیاری سی گڑیا کا گڈا اللہ تعالٰی شیر شاہ اور پارو کو دے دیں تاکہ کوئی اور پھر ہماری گڑیا کو ہم سے چُرا نا سکے۔۔۔"

دُرّے نے مزید اضافہ کرتے ہوئے مروان سے کہا۔۔۔

ردا نے چونک کر شاکڈ نظروں سے دُرّے کو دیکھا مگر اسکا چہرہ اطمینان کے نور سے لبریز تھا۔۔۔

دُرّے کی بات پر پارسا کا دل شدّت سے چاہا کہ وہ اپنا دل سب کے سامنے دُرّے کے آگے کھول کر وہ سب بتادے جو پچھلے کئی سالوں سے پارسا کو بے چین کررہا تھا مگر اسکے گلے میں گویا کوئی گولا سا اٹکنے لگا۔۔۔۔وہ بس پھیکا سا مسکرادی۔۔۔۔

بڑی بڑی دیگوں میں پکوان چڑھوا کر تیار کرچکنے کے بعد انہیں دم پر رکھ کر دُرّے انہیں گلستان اور دبستان خانم کے حوالے کرکے ردا کا ہاتھ تھام کر اُٹھی اور پارسا،کشمالہ،نورین اور مروان کیساتھ وہاں سے حویلی کے اندرونی جانب آئیں تو مہمانوں کے جھمگٹھے کی نظر بچا کر ردا دُرّے کو کھینچتی اپنے ساتھ حویلی کے طویل اور وسیع بیک یارڈ میں بنے سوئمنگ پول سے منسلک لان سے گزار کر پائیں باغ میں لے آئی تاکہ اس سے کھل کر بات کرسکے۔۔۔۔

"نایاب! کیا ہے یہ سب؟ کیوں کر رہی ہو یہ؟ پتا ہے اپنے ہاتھوں ادا جان کی جان نکال دینے کے درپے ہو۔"

ردا نے برہمی سے اسکا بازو دبوچ کر اسے اپنے روبرو کرتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔

"ہیر! فضول گوئی نا کرو" دُرّے نے آخری بات پر دہل کر اسے ڈپٹ دیا۔۔۔

"تم کس مٹی سے بنی ہو نایاب؟ دل نہیں جلتا تمہارا؟کیسے تم اپنے شیر شاہ سے دستبردار ہوسکتی ہو ہاں؟ جانتی ہو نا تمہارے بغیر کوئی اور انہیں نگاہوں سے بھی چھونے کی کوشش کرے گا تو جل کر خاکستر ہوجائے گا۔انکے عشق کے اور کتنے امتحان لوگی تم؟ وہ تو ازحد احترام کے سبب تمہیں بھی ٹھیک سے نظر اُٹھاکر دیکھتے نہیں ہیں۔۔۔وہ کیسے کسی اور کو اپنے قریب آنے دینگے؟ پہلے ہی وہ شدید اذیت میں ہیں۔۔۔خدارا انہیں مزید زخم مت دو۔۔۔۔"

ردا نے سلگتے لہجے میں دُرّے سے کہا تو وہ کچھ دیر مُرجھائی نظروں سے اُسے تکنے کے بعد شکستگی سے چلتی صنوبر کے گھنے پیڑ کے نیچے بنے چبوترے پر بیٹھ گ‌ئی۔۔۔۔

ردا لب بھینچ کر اُسے دیکھتی جاکر اسکے برابر میں بیٹھی اور اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔۔۔۔

"وعدہ کرو تم ادا جان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروگی۔۔۔اگر اللہ تعالٰی نے مجھے اولاد دی تو میں اسے پارسا کو دے دونگی مگر تم مزید اب کوئی انتہائی قدم نہیں اُٹھاؤ گی نایاب۔۔۔۔"

ردا نے ہارے ہوئے لہجے میں اس سے کہا تو دُرّے نے خالی نظروں سے اُسے دیکھا اور کچھ لمحے توقف کے بعد بولی۔۔۔۔

ٹھیک کہا تم نے۔۔۔ہم اپنے شیر شاہ سے دستبردار کیسے ہوسکتے ہیں؟پتہ ہے۔۔۔۔۔شیر شاہ جب ایبٹ آباد میں ہوتے تو وہ دن ہمارے لئے جان کا عذاب ہوتے۔نا راتوں کو سو پاتے،انکے ہاتھ سے کھانا کھانے کی عادت تھی،وہ نا ہوتے تو مما ہمیں بس تھک ہار کر چند نوالے کھلانے میں کامیاب ہوجاتیں۔۔بار بار بیمار پڑ کر بخار میں تپتے رہتے اور کوئی دوا کارگر ثابت نا ہوتی مگر جب وہ مانسہرہ واپس آجاتے تب کسی کی جرّات نا ہوتی ان کو ہم سے دور لیکر جانے کی۔۔۔ہم انکے ہاتھ سے کھانا کھاتے اور انکے بازوؤں میں بے فکر سوجاتے۔۔۔بیمار بھی ہوتے تو بس ایک آدھ دن میں ٹھیک ہوجاتے۔۔۔پھر مما بابا نے بھی بڑی جلدی ہم سے منہ موڑ لیا۔۔۔مومی اور بابا نا ہوتے تو شائد ہم بھی آج انکے بغیر منوں مٹی تلے سورہے ہوتے۔۔۔۔ہمیں شیر شاہ نے پالا، انکے ہوتے کبھی زندگی میں نا ماں کی ممتا،نا باپ کے پُرشفقت سائے،نا بہن کی رازداری نا بھائی کی بے تکلفی اور نا ہی کسی دوست کی یاری کی کمی محسوس ہوئی۔۔۔بھلا ہم اپنی اس کُل کائنات شخص سے کیسے دستبردار ہوسکتے ہیں ہاں؟"

بولتے بولتے دُرّے کا گلا رُندھ گیا تھا۔۔۔۔

ضبور جو ردا اور دُرّے کو مہمانوں کے ہجوم میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک ہار کر اس طرف نکل آیا تو دُرّے کی آواز نے قدم جھکڑ لیے۔۔۔۔

"برسوں پہلے اُس لمحے جب ہم دادو کے سامنے اپنے شیرشاہ سے دستبردار ہورہے تھے تو دل۔۔۔ایسے مطمئن تھا جیسے ماں کی گود میں بے خبر سویا ہوا بچہ۔۔۔ہم اس حکمت سے بے خبر ہیں کہ کیوں

اس وقت ہمیں اپنی دادو بدرِ عالم کے الفاظ اور انکی تڑپ یاد دلا کر ہمارے دل کی کایا ہی پلٹ دی گ ئی مگر۔۔۔"

دُرّے نے کچھ توقف کرکے ہیر کی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

"جب اپنے لاتعداد گناہوں کے باوجود اللہ سے اپنے مطالبات کہتے ہوئے ہم تنگ دل نہیں ہوتے کہ کس منہ سے اس سے مانگنے جائیں جس منہ سے روز اسکی نافرمانی ہوتی ہے۔۔۔اسکے سامنے دعا کیل ئے اُٹھے ہاتھ روز گناہ کرتے ہوئے شرم نہیں کھاتے۔۔۔اسکی جانب بڑھتے قدم جانے کتے بار گناہ کرنے کو آگے بڑھے ہونگے۔۔۔ہم تنگ دل ہوتے ہیں؟نہیں۔۔۔اوّل تو ہم اسکی نعمتوں کے شکر گزار نہیں ہوتے کجا کہ اسکی رضا کی خاطر اپنی رضا سے پھر جائیں۔۔۔اور اگر وہ ہماری ذات کو ایثار کرنے کے قابل بنادے تو ہم تنگی کیوں محسوس کریں؟ کیوں اسکی رضا اور ہمارے ایثار کے درمیان ہمارے ذاتی آرمان آڑے آئیں۔۔۔؟ جب وہ ہمیں نوازتے،ہمیں بخشتے ہوئے کسی طرح کے بخل کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ اسے بخیل سخت ناپسند ہیں تو ہم کیوں اسکے ل ئے اپنا دل جلانے سے ہچکچائیں ردا۔۔۔؟"

ردا اسکے بے لچک الفاظ ساکت ہوکر سُن رہی تھی۔۔۔

"اور بات عشق کی ہے نا؟ شیر شاہ تو عشق اللہ سے کرتے ہیں انکے رسول سے کرتے ہیں تو پھر ہماری گنجائ ش بنتی ہے؟ چلو عشق نا سہی محبت کہہ لو۔۔۔ہم اپنے پیرِ کامل ﷺ کی مثال دیتے ہیں۔۔۔وہ کرتے تھے نا امّی حضرت عائشہؓ سے بیحد محبت۔۔۔مگر محبت انکو امّی حضرت خدیجہؓ سے بھی بے انتہا تھی۔۔۔انکی محبوب اولاد بھی حضرت خدیجہؓ سے تھی۔۔۔انکی باقی ازواج مطہرات سے

انکا کتنا بہترین سلوک اور لگاؤ تھا۔۔۔انکی اولاد تو حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بھی تھی نا۔۔۔حضرت امّی عائشہؓ سے انکی کوئی اولاد نہیں تھی۔۔۔کیا کچھ غلط تھا اس میں۔۔۔انکی محبت پر کوئی حرف آیا؟ نہیں۔۔۔جب ان جیسے خاص اور انمول انسانوں کی زندگی میں اس حقیقت کی گنجائش تھی تو ہم جیسے انکی قدموں کی دھول بندوں کی انا اتنی اونچی کیوں ہے؟ امّی عائشہؓ کی کنیت اُمِّ عبداللہ انکے بھانجے کی نسبت سے تھی۔۔وہ اپنے بھانجے کی ماں کہلائی جاسکتی ہیں تو کیا پارسا ہم سے الگ ہے؟ چلو پارسا نہیں کیا شیر شاہ کی نسبت سے ان کی اولاد سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہو گا؟ کیا ہم اسکی ماں ہونے کا حق محض اسلیے کھو دینگے کیونکہ ہم نے اُسے جنم نہیں دیا؟وہ ہماری کوک میں نہیں پلا؟ زندگی کا اگر یہی اُصول ہوتا نا تو آج ہم بھی بن ماں کے مرگ مئے ہوتے ردا۔۔۔کیونکہ بچے کو ماں کی نہیں اصل میں اسکی ممتا کی ضرورت ہوتی ہے.."

ردا نے ہاتھ بڑھا کر اسے چپ کرنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اُٹھا کر روک دیا۔۔۔

"تم کو وہ کیوں نظر نہیں آتا جو ہمیں نظر آرہا ہے۔۔۔بات صرف کسی بچے کو سینے سے لگا کر ممتا کی تڑپ کو تسکین پہنچانا نہیں ہے۔۔۔بات اپنے وجود کے لہو سے اپنے جگر گوشے کے وجود کی آبیاری کرکے اسے سانسیں بخش کر اس دنیا میں لانے کی ہے۔۔۔بات ماں کہلائے جانے کے سچے حق کی ہے جس سے پارسا کو محض اسلیے محروم رکھا جارہا ہے کیونکہ وہ شیر شاہ کے دل تک رسائی نہیں رکھتی؟ بتاؤ اگر کبھی تمہیں اس حق سے محروم کردیا جائے تو سُکھ کا سانس لے پاؤ گی کبھی؟ دم گھٹ جائے گا۔۔۔"

دُرّے سے مزید بولا نہیں گیا تو خاموش ہوکر سر جھکاتے ہوئے آبدیدہ نظروں سے زمین پر گرے صنوبر کے پتوں کو دیکھنے لگی جو اسی کے طرح بکھرے منتشر پڑے تھے۔۔۔

اسی پل قدموں کی دھمک پر اس نے سر اُٹھایا تو ضبور کو خاموشی سے خود پر نظریں جمائے دیکھا۔۔۔

باہی۔۔۔!"دُرّے اسے دیکھ کر ضبط کھونے لگی۔۔۔

وہ اسکا جان سے پیارا بھائی یوں سے بڑھ کر تھا۔۔۔اسکا بڈی،اسکا رازدار اور طرفدار۔۔۔

ضبور بس خاموشی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد جب کچھ بول نا سکا تو پلٹ کر چلا گیا۔۔۔

دُرّے مرے قدموں سے اُٹھ کر جانے لگی تو ردا بھی شکستگی سے اسکے ساتھ ہولی۔۔۔

ظہرانے کے وقت جب انواع و اقسام کے کھانے بڑے بڑے دسترخوانوں پر چُن دیے گ ئے تو اُن میں نت ن ئی ڈشز اور سب سے زیادہ خاص طور پر وہ ڈشز جو عبّاس رئیسانی شہید اور آبدار رئیسانی شہید کی پسندیدہ تھیں۔اُن پر نظر پڑتے ہی جہاں ساحرہ اور گیتی آرا٦ چند لمحے کو گنگ رہ گ ئیں وہیں مہمان کھانا کھاتے جاتے اور داد دیتے ہوئے نہیں تھک رہے تھے۔۔۔

کھانے کے بعد مہمانوں کی سوئیٹ ڈشز اور دیگر مشروبات سے تواضع کی گ ئی تو وہ بھی لاجواب تھے۔۔۔

ساحرہ جمال نے کھانے کے بعد واک کرتے ہوئے اپنی خاص ملازمہ عنایت خانم کو بلوا کر اُن سے پوچھ گچھ کی تو اس نے جھجھکتے ہوئے ساحرہ کے رعب کے مارے سارا معاملہ اُگل دیا۔۔

ساحرہ نے عنایت خانم کو ھدایت دی کہ وہ دُرّے کو انکے پاس لیکر آئے۔۔۔

اب یہ عنایت خانم کی خوش بختی تھی کہ کاریڈور میں انہیں دُرّے تنہا دکھائی دی کیونکہ اکثر مہمان یا تو گھروں کو واپس جاچکے تھے جبکہ باقی دوپہر کا قیلولہ کررہے تھے۔۔۔

دُرّے عنایت کے ساتھ ساحرہ کے بیڈروم میں آئی تو وہ اپنے روم کی بالکنی میں کھڑی عقابی نظروں سے باہر کا جائزہ لے رہی تھیں۔۔۔

عنایت خانم دُرّے کو دروازے پر ہی چھوڑ کر فوراً وہاں سے کھسکی تو دُرّے دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوئی اور دھیرے دھیرے چلتی ساحرہ کے پاس آئی۔۔۔

"مہمانوں کی ضیافت کا کھانا تم نے بنایا تھا لڑکی؟"

لہجہ خاصا بے لچک اور بغیر کسی تمہید کے تھا۔۔۔

"جی مگر ہمارے ساتھ اور بھی بہت سے لوگوں نے ہماری مدد کی"

دُرّے نے متانت سے جواب دیا۔۔۔

"اس تکلف کی زحمت کا خیال کیونکر آیا بتانا پسند کروگی؟"

انداز میں قدرے طنز کی کاٹ تھی۔۔۔

"ہاں نا ضرور پسند کریں گے۔۔۔ہم آپکو خوشی دینا چاہتے تھے بس۔"

دُرّے سادگی سے بولی۔۔۔

"ہمیں خوشی دیکر کیا ملا تمہیں؟" بیگانہ سا لہجہ۔۔۔

"سکون۔۔۔"یک لفظی مطمئن سا جواب۔۔۔

"ہونہہ سکون۔۔۔تمہیں معلوم ہے جب سے تم ہماری زندگی میں اور اس حویلی میں آئی ہو تبھی سے بے سکونی نے ہمارے ذہن کا رستہ دیکھ لیا ہے۔۔۔"

ساحرہ کے لہجے میں اپنائیت کی رمق تک نا تھی۔۔۔

"جانتے ہیں نا یہ بات۔۔۔یہ بھی جانتے ہیں کہ آپکا یہ سکون محض ایک ضد کا نتیجہ ہے۔۔۔ایک غلط فہمی۔۔۔اور ہم وہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کررہے ہیں"

دُرّے کے نرم لہجے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔۔

"ضد کی بات کررہی ہو نا۔۔۔ہاں میری ضدی طبیعت نے اب اک اور ضد پال لی ہے اور اگر تم نے اس راہ میں ذرا بھی رُکاوٹ بننے کی کوشش کی تو پھر میں ہر لحاظ بھول جاؤ نگی۔۔۔میری آنے والی نسل سے اپنی سیاہ ذات کو دور رکھنا۔۔۔میرے جبروت کی اگر کوئی اولاد ہوگی تو صرف پارسا سے۔۔۔تم نے میرے پوتے کا نام آبدار رکھا ہے نا۔۔۔میں اس لئے برداشت کرگئی کہ میرے شہید بیٹے کی روح مجروح نا ہو لیکن۔۔۔جبروت کی اولاد پر تمہارا سایہ بھی گوارا نہیں مجھے سُنا تم نے۔۔۔کجا کہ تمہاری کوکھ میں پل کر تمہاری گود میں پرورش پائے وہ۔۔۔"

ساحرہ نے اچانک اسکی طرف مڑتے ہوئے اسکے بازو میں اپنی اُنگلیاں چبھوتے ہوئے کاٹ دار لہجے میں کہا۔۔۔

"ضد اور انا کا ذکر تو رہنے دیجیے ورنہ ہم پٹھان لوگ اس معاملے میں سب کے باپ ہیں۔۔۔ہم ہڈیاں توڑتے ہیں مگر کسی کا دل نہیں۔۔۔آپکی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ آپکے رعب،دبدبے اور جفاکاریوں کا ہمیں ذرّہ برابر خوف نہیں۔۔۔ہمیں خوف ہے تو اپنی معصوم بہن پارسا کی دل آزاری

کی۔۔۔وہ اتنی خالص ہے کہ اگر اُسے ہمارے اور شیر شاہ کے رشتے کا علم ہوجائے تو وہ خود پیچھے ہٹ جائے گی مگر ہم ایسا نہیں ہونے دینگے۔۔۔ہم اپنی دادو کا مان نہیں توڑیں گے جو منوں مٹی تلے سورہی ہیں۔۔۔ہم اپنے شیر شاہ کا غرور ہیں مگر آپ کی خوشی کیلئے ہم اُن سے دستبردار ہوگئے اور اب ہم۔۔۔۔"

وہ کچھ توقف کرتے ہوئے رُکی اور اپنے بازوؤں میں گھڑیں ساحرہ کی اُنگلیوں کو بڑی نرمی سے پکڑ کر اپنا بازو چھڑایا۔۔۔۔

"اپنے رب کی رضا اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے ایثار کی سُنت کو زندہ کرنے کی خاطر اپنے ماں بننے کے حق سے بھی دستبردار ہوتے ہیں۔۔۔ہم جانتے ہیں کہ آپ نے ہمیں اس طرح بطورِ خاص اپنے روم میں اکیلے کیوں بلوایا کیونکہ یہ بات آپ جانتی ہیں کہ ہمارے متعلق شیر شاہ پر آپکا ذرّہ برابر بس نہیں چلتا اسی لئے آپ ہم پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ ہماری توسط سے اُن کو اس بات کیلئے راضی کریں۔۔۔بے فکر ہوجائیں ہم آج ہی اُن سے بات کرلیں گے ان شاء اللہ"

دُرّے کے بے تاثر سے انداز پر ساحرہ شاکڈ سی رہ گئیں۔۔۔

"جانے کی اجازت چاہیں گے۔۔۔۔"سر کو خم دیتے ہوئے وہ مہذب سے انداز میں کہتی انکے بیڈروم سے چلی گئی تو ساحرہ پتھرائی نظروں سے بند دروازے کو تکنے لگی۔۔۔

کوئی اتنا بے لوث ،کھرا اور خالص کیسے ہوسکتا ہے بھلا؟

دُرّے اُن پر بڑا کرارا وار کرکے چلی گئی تھی کیونکہ یہ حقیقت تو شروع دن سے ہی ساحرہ کے ذہن میں پختگی سے براجمان ہوگئی تھی کہ جبروت دُرّے کے معاملے میں انتہائی حدوں سے بھی

نکلتا بگڑا ہوا تھا اور دُرّے کے معاملے میں کسی کی بھی حتّٰی کہ ساحرہ کی بھی ہمت نہیں پڑتی کہ جبروت سے بحث کرے۔۔۔

اُسی دن سہہ پہر کے وقت ردا کو پھر سے سر میں شدید چکروں کے جھٹکے محسوس ہوئے چنانچہ ضبور اسکی ٹال مٹول کو نظر انداز کرتا اُسے کوئٹہ سی ایم ایچ لے گیا جہاں تفصیلی جانچ پڑتال کے بعد وہ دونوں واپس حویلی پہنچے تو ردا نے سب سے پہلے صحن میں اپنے سامنے آئیں دُرّے،پارسا اور کشمالہ کو اکٹھے ہی زور سے گلے لگایا۔۔۔

دل تھا کہ خوشی سے دیوانہ ہوچلا تھا۔۔۔ضبور بھی اپنی خوشی سنبھال نہیں پارہا تھا۔۔۔

شدّتِ جذبات سے اُس لمبے تڑنگے کڑیل مرد کی آنکھوں میں خوشی کے موتی جھلملانے لگے تو جبروت نے زور سے اُسے خود میں بھینچ کر مبارکباد دی۔۔۔

اسکے بعد زارا نے ردا کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اسکا ماتھا چوما جبکہ حیدر نے ردا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے بیٹے کو محبت سے گلے لگایا۔۔۔

ردا اور ضبور ساحرہ کے پاس آئے تو وہ بھی دونوں کو اپنے قریب کرکے دیر تک پیار کرتی رہیں۔۔۔

اس خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کیلئے زیارت بھر میں اس رات شاندار جشن منایا گیا۔۔۔۔

✿✿✿✿✿

عید کے دوسرے اور تیسرے دن کی درمیانی شب کا پہر سُست روی سے شب کے آخری پہر میں داخل ہورہا تھا۔۔۔

دُرّے اُس رات پھر سے اُسی خواب سے گھبرا کر اُٹھی تو تہجد پڑھ کر بالکنی میں کھڑی ہو کر مدھم تاریکی میں ڈوبی چاندنی کو دیکھنے لگی جب اُسنے حویلی کے صحن سے گزر کر نچلی منزل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے ٹیرس کی طرف جاتی سیڑھیوں کا رُخ کرتے جبروت کو دیکھا تو فوراً بالکنی سے ہٹ کر اسکے پیچھے روم سے نکل آئی اور دبے قدموں بغیر جوتوں کے بنا آواز پیدا کیے حویلی کے دوسری منزل کے کاریڈور سے گزرتی ٹیرس کی طرف جاتی سیڑھیوں پر چڑھ کر چھت پر آئی تو جبروت کو منڈیر کے پاس بنی اُسی خوبصورتی سے سجائی گ‌ئی جگہ کی جانب بڑھتے دیکھا جہاں چاند رات وہ خود ردا اور دیگر لڑکیوں کیساتھ بیٹھی تھی۔۔۔

جبروت جاکر سیدھا اُسی جگہ قدرے نیم دراز ہو کر بازو سر کے نیچے رکھتے ہوئے تاریک آسمان کے سینے میں مسکراتے باریک ہلال کو تکنے لگا۔۔۔

دُرّے خشک ہوتے گلے کو تر کرتی چھوٹے چھوٹے قدموں سے چل کر اسکے پاس گ‌ئی تو اچانک اُسے وہاں دیکھ کر وہ حیرت سے اُٹھ بیٹھا۔۔۔

"رابیل! تم سوئی نہیں ابھی تک؟" جبروت نے حیرت سے پوچھا۔۔۔

"نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔"وہ جوتے اُتار کر اسکے قریب فوم پر بیٹھتے ہوئے دھیرے سے بولی۔۔۔

"کیوں نیند نہیں آرہی؟طبیعت ٹھیک ہے؟بخار تو نہیں؟"

جبروت نے ہاتھ کی پشت سے ہلکے سے اسکی پیشانی چومی تو وہ پسینے سے تر تھی۔۔۔

"رابیل کیا بات ہے تمہارا ماتھا اتنا ٹھنڈا اور عرق آلود کیوں ہے؟ ہاتھ بھی کپکپا رہے ہیں اور لب بھی لرز رہے ہیں۔۔۔کوئی پریشانی ہے بتاؤ مجھے۔۔۔"

دُرّے کی ٹھوڑی ہلکے سے چھو کر اسنے نرمی سے پوچھا تو دُرّے نے ایک لمبی سانس لیکر اسکے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔۔۔

"مجھے لگتا ہے تم مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔۔۔ایسا ہی ہے نا؟"

اسکے گال پر اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ نرمی سے رکھ کر جبروت نے اندازہ لگایا۔۔۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟" دُرّے کا انداز بلکل بچوں جیسا معصوم تھا۔۔۔

"تمہاری بچپن کی عادت ہے یہ۔۔۔یاد نہیں ایسے ہی تو تم مجھ سے ہر ضد منوایا کرتی تھی۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے ہولے سے ہنس دیا۔۔۔

دُرّے کی بچپن کی یادیں ہمیشہ اسکے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دیا کرتی تھیں۔۔۔

دُرّے نے آہستگی سے سر اسکے کندھے سے اُٹھایا اور کچھ سمے اسے دیکھتے رہنے کے بعد خاموشی سے اُٹھ کر منڈیر کے پاس آگئی۔۔۔

اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے اور جبروت کو کیسے سمجھائے۔۔۔

جبروت بھی اُٹھ کر اسکے پاس آیا اور اسکے دائیں بائیں منڈیر کی دیوار پر مضبوطی سے ہاتھ جماکر گویا دُرّے کی فرار کا ہر راستہ بند کردیا۔۔۔

"ادھر دیکھو!کتنی دفعہ کہا ہے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا سیکھو۔مجھ سے بات کرتے ہوئے یہ نظریں چرانا کب بند کروگی تم؟"

گھمبیر سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ برابر اسکے چہرے پر نظریں جمائے بولا تو دُرّے نے مرجھائی نظریں اُٹھاکر اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔۔۔

"شیر شاہ! آپ نے ہر طرح سے پارسا کا خیال رکھنے اور اسکا ہر حق دل سے پورا کرنے کے باوجود اسے اسکے سب سے عظیم حق سے محروم کرر کھا ہے۔۔۔"

کئی لمحے خاموشی سے بیت جانے کے بعد دُرّے کے عجیب سے لہجے پر جبروت نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔

وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی آخر؟

"اسکی ہر کمی کو پورا کیا آپ نے مگر اسکی ذات میں ایک گہرا خلا چھوڑ دیا ہے۔۔۔"

وہ شکستگی سے کہہ رہی تھی۔۔۔

"رابیل۔۔۔"جبروت نے قدرے سخت لہجے میں اسے مخاطب کیا۔۔۔

"آپکو بیٹیوں سے جنونی لگاؤ ہے نا؟آپ اللہ سے ہماری جیسی بیٹی مانگتے ہیں تو کیوں پارسا کو اسکے ماں بننے کے حق سے محروم رکھا ہے ابھی تک؟ اسکی روح کی تڑپ کیوں نہیں دیکھ پارہے آپ؟"

دُرّے نے اسکے بے تاثر پڑتے چہرے کو دیکھ کر سُلگتے لہجے میں کہا۔۔۔

"رابیل! ہوش میں آؤ۔۔۔"جبروت نے قدرے درشتگی سے کہا۔۔۔

"شیر شاہ! ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ آپکو اور پارسا کو بہترین اولاد عطا فرمائیں۔۔۔آپ تو بچوں سے بیحد محبت کرتے ہیں نا۔۔۔پارسا آپکے پاس اللہ کی امانت ہے۔۔۔آپکی منکوحہ۔۔۔اسے اللہ نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ماں کہلائے اور اس بات کا اختیار آپ کے پاس ہے۔۔۔آپ کیوں اس حقیقت سے مکر رہے ہیں "

دُرّے نے تھک ہار کر آخر دل کی بات بڑی مشکل سے زبان پر لادی۔۔۔

"رابیل! میں صرف چار سال کی عمر میں اپنی ماں کی مہربان گود سے نوچ کر دریا میں پھینکا گیا تب میرے جسم سے جاں کا رشتہ بہت نازک ہوچکا تھا جب اللہ نے مجھے حیاتِ نو عطا فرماکر دریا کی بے رحم موجوں سے بچاتے ہوئے بابا کی سپردگی میں دے دیا تب تمہاری پیدائش سے پہلے لمحے تک میرے اس سرد وجود میں کسی محبت کی اُلوحی احساس کی گرماہٹ تک نہیں تھی۔۔۔بابا اور مہر مما نا ہوتے تو کب کا جان سے گزر جاتا یا پھر دوسرے جیتے جاگتے انسانوں کیلئے قہر و عذاب بن چکا ہوتا۔۔۔یہ تم تھی جس نے پیدا ہوکر مجھے ہر انوکھے، خالص اور بیش بہا احساس سے پہلی مرتبہ روشناس کرایا۔۔۔مجھے محبت کرنا سکھایا ،مجھے اپنے خول سے زبردستی باہر لاکر مجھے جینا سکھایا تم نے۔۔۔گیارہ سال کی عمر سے لیکر آج تک اپنے کانوں میں پڑ کر ذہن پر نقش تمہاری اُسی ایک کھکھلاہٹ کا شیدائی اور تمہارے رونے کی اس پہلی چیخ سے لیکر آج تک تمہارے ہر آنسو کا دشمن بنا آیا ہوں میں۔۔۔ہر بچے میں صرف تمہارے بچپن کو ڈھونڈتا رہا ہوں کیونکہ مجھے ازل سے صرف وہی ایک بچی پیاری رہی ہے جو آج بھی میرے لئے ویسے ہی چھوٹی سی ننھی پری ہے۔۔۔وہ ذرا سی بڑی کیا ہوئی میری روح اور دل کی بے فکری اپنی معصوم کھلاہٹوں اور دن بھر نا ختم ہونے والی شرارتوں کی نذر کرگئی۔۔۔وہ میری ضد،میرا جنون میرا غرور بن گئی تھی۔۔۔میں اُسے بہن نہیں کہتا تھا کیونکہ اسکا مقام میرے ہی پہلو میں میری ہی پسلی تھا،اسکا ذکر دل بن کر میرے سینے میں دھڑکتا تھا تب بھی میں زبان پر اسکا نام لانے اور تصوّر میں بھی اسکے شفاف وجود کو چھونے سے ڈرتا تھا۔۔۔تب میرے رب نے میری کیفیت کو اک نئی معانی میں ڈھالا اور اُس نایاب موتی کو ہمیشہ کیلئے میری پیشانی کا نور بنادیا مگر تب بھی میں اسکی چمک سے نڈھال کبھی نظر اُٹھا ہی نہیں پایا۔۔۔

وہ کچھ وقت کیلئے میری نگاہوں سے اوجھل کیا ہوئی اندھا ہوکر پاگلوں کی طرح دربدر اپنی آنکھوں کے اُس نور کو ڈھونڈتا رہا اور جب وہ مجھے دوبارہ مل گئی تب بھی وقت کے بے رحم پہروں کی بدولت میں نے خود اس ہیرے کو چوٹ لگ جانے کے ڈر سے اپنے داغدار وجود سے الگ کیا مگر تب بھی مقدر اسے مجھ سے الگ دیکھنے پر راضی نا تھی اور اک بار پھر ہجر کے وہ روح چیرتے لمحے اپنے اختتام کو پہنچے مگر وصل کی اُن چند ساعتوں کی سزا میں نے یہ پائی کہ میرے لئے وہ آبِ حیات سی انسان میرے ساتھ ہے مگر پاس نہیں ہے۔۔۔میری زندگی میں ایک اور شفاف اور خالص ہستی کو شامل کیا گیا مگر میری بے نور آنکھیں بس اُسی ایک نور کو دیکھ کر جب سے خیرہ ہوئی ہیں ہیں تو کسی اور شمع کو دیکھنے کی چاہ نہیں رہی۔۔۔"

دُرّے ساکت وہ جامد سی جبروت کو دیکھ رہی تھی جسکی آنکھوں میں پہلی بار اسنے آنسو دیکھے تھے۔۔۔۔

جبروت نے دزدیدہ نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے جھک کر اپنی ٹانگ سے بندھا اپنا خاص،مضبوط اور بہترین خنجر جو حیدر نے کبھی اُسے گفٹ کیا تھا، آزاد کرکے دُرّے کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔

"جس ڈگ سے میرے جسم کی جو جو نس کاٹنا چاہتی ہو ابھی تمہارے سامنے کھڑا ہوں میرے جسم کے ریشے ریشے کرکے جو سلوک کرنا چاہو تمہیں حق حاصل ہے تمہیں پورا اختیار ہے مگر مجھ سے وہ مت مانگو جو میرے بس سے باہر ہے۔۔۔"

جبروت کی بات پر دُرّے کے گلے میں درد کا گولا اٹکنے لگا۔۔۔

اُسنے زخمی نظروں سے جبروت کو دیکھا اور اسکے ہاتھ سے خنجر لیکر اسکے خوبصورت دستے سے تیز دار نوکیلے خنجر کو باہر نکالا اور اسکی باریک نوک سیدھا اپنے سینے پر دل کے مقام پر رکھی۔۔۔

جبروت تڑپ کر اس سے خنجر چھین کر دور پھینکنے والا تھا کہ اسنے ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر خود سے دور دھکیل دیا۔۔۔۔

"پارسا صرف اسلیے آپکا قرب حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتی کیونکہ اسکے لئے آپکی روح اور دل کے دروازے سختی سے بند ہیں؟ مجھے بتائیں کیا نکاح کے مقدس بولوں اور اسکی معصوم ذات میں اتنی تاثیر نہیں تھی کہ اسکے لئے آپکا دل ذرا سا موم ہوجائے؟ اگر اسکی جگہ ہم ہوتے تو کیا ہماری روح کے مقدر میں بھی ساری عمر ایسے ہی بلکتے رہنا لکھ دیتے آپ شیر شاہ؟۔۔۔

آپ صرف اُسکی نہیں ہماری ممتا کے بھی قرض دار ہیں۔۔۔ہم آپ سے بلاواسطہ اپنے بلکتے دل کا قرار مانگ رہے ہیں شیر شاہ۔۔۔۔آپ سے آپکے وجود کا حصّہ اپنے لئے مانگ رہے ہیں۔۔۔بھلے وہ پارسا کی کوکھ میں پلے مگر ہمارا نام پھر بھی اس سے جڑا تو رہے گا نا۔۔۔ہم اسکی سگی نہیں مگر ماں تو کہلائیں گے نا۔۔۔۔اگر ہم پارسا کی جگہ خود آپ سے اپنے لئے آپکے قرب کی بھیک مانگتے تب بھی آپ ہمیں ایسے نامراد لوٹادیتے؟اگر ہم نہیں تو وہ کیوں؟"

بولتے بولتے دُرّے کا گلا رُندھ گیا۔۔۔۔۔

جبروت نے سُرخ پڑتی آنکھوں سے اُسے دیکھا اور اسکا خنجر پکڑا ہوا ہاتھ دبوچ کر اس خنجر کی نوک اپنے دل پر رکھ کر قریباً گھسا ہی دی جس سے اسکی سفید قمیض قدرے خون آلود ہوئی تھی۔۔۔۔

جبروت نے اسکے آخری گلے کا جواب بغیر لفظوں کے اتنے سفاک انداز میں دے دیا تھا۔۔۔

اسکی قمیض پر گہرے گاڑھے رنگ کا سُرخ خون دیکھ کر دُرّے کی تو جان گویا نکلنے لگی۔۔۔

اسنے فوراً اپنا ہاتھ جبروت کی مضبوط گرفت سے کھینچ کر چھڑاتے ہوئے خنجر زمین پر پٹخا اور جبروت کی کالر کھینچ کر ہٹاتے ہوئے دیکھا تو بائیں جانب سینے پر ہلکا سا گہرا گومڑ بن چکا تھا۔۔۔

اور گومڑ دیکھ کر ہمیشہ سے ہی بردبار اور متحمل مزاج دُرّے کا دماغ ایسا گھوما کہ اس نے ایک زور کا تھپڑ جبروت کو رسید کردیا۔۔۔

"ہمیں اس وقت خود سے نفرت محسوس ہورہی ہے شیر شاہ۔۔۔ہم ہی آپکی زندگی کا وہ گرہن زدہ سورج ہیں جس نے آپکو جینے کے ہر رنگ سے نابلد کررکھا ہے۔۔۔کاش مما بابا جاتے ہوئے ہمیں بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔۔ہمیشہ کیلئے فنا ہوجاتے تو ہم آپکے دل پر دھرا بھاری بوج نا بنتے۔۔۔"

دُرّے کا بیگانہ سا لہجہ نیزہ بن کر جبروت کے دل میں اُترا۔۔۔

اسنے جھپٹ کر دُرّے کو بازوؤں سے دبوچتے ہوئے خود میں اتنی مضبوطی سے بھینچا کہ اسکا دم گھٹنے لگا۔۔۔

کافی دیر تک یونہی سُرخ نظریں دُرّے پر گاڑھے رہنے کے بعد اسنے اپنی سرد پیشانی دُرّے کی پیشانی سے ٹکرائی اور پھر ہلکے سے جھٹکے سے اسکا وجود آزاد کرکے وہ بجلی جیسی سُرعت سے اسکے پاس سے گزرتا ہوا وہاں سے چلا گیا مگر اسکی آنکھوں میں ہلکورے لیتا وہ عجیب سا تاثر،اسکے چہرے پر آئے وہ خوفناک سے سایے اور دل ڈوباتے اسکے لمس کا وہ عجیب سا احساس دُرّے کے دل کو عجب سے ڈر میں مبتلا کرگیا تھا۔۔۔

دُرّے شکستگی سے وہیں گھٹنوں کے بل ٹیرس پر گر کر رو پڑی۔۔۔

"مما۔۔۔بابا کہاں ہیں آپ کیوں دور چلے گ ئے ہیں ہم سے۔۔۔پلیز واپس آجائیں ہم اور نہیں سہہ پائیں گے "

وہ سسکتی ہوئی کافی دیر تک اپنے والدین کو یاد کرتے رہنے کے بعد خود کو گھسیٹ کر اُٹھاتی مرے قدموں سے واپس روم میں چلی آئی اور فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد آخری بار حویلی کے اصطبل میں اپنے اور جبروت کے گھوڑے ناموس سے ملنے چلی گ ئی۔۔۔

دیر تک اسکی گردن کے گرد بازو لپیٹے اس سے اپنا غم بانٹنے کے بعد وہ واپس آئی تو ناشتہ لگ چکا تھا جس میں سب بڑے چھوٹے اکٹھے شریک تھے کیونکہ حیدر اور ضبور کو جی ایچ کیو سے فوراً وہاں پہنچ کر رپورٹ دینے کے احکامات ملے تھے چنانچہ باقی سب بھی انکے ہمراہ ناشتہ میں شریک ہوگ ئے تاکہ اکٹھے انہیں الوداع کہہ سکیں۔۔۔

دُرّے کو دیکھتے ہی حیدر نے لاڈ سے اُسے بلا کر اپنے قریب بٹھایا تو اسکی آنکھوں کی سُرخی اور ہلکے سے حلقے دیکھ کر پریشان ہوگ ئے۔۔۔

"نایاب! میرے بچے کی اتنی پیاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے بیٹے؟"

حیدر نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔

"I was badly missing my parents that's why I cried last night Baba Jan"

بنا کسی لگی لپٹی کے اسنے صاف الفاظ میں کہا تو ماحول پر کچھ دیر سکتہ چھا گیا۔۔۔

"نایاب بچے ہم سے خفا ہو یا کسی اور نے کچھ غلط بولا ہے تم سے؟ بلا جھجھک بتاؤ بیٹے۔۔۔"

اشف رئیسانی نے نرمی سے کہا تو دُرّے زخمی سا مسکرادی۔۔۔

"نہیں ہم کسی سے خفا نہیں ہیں۔۔۔بابا ہم آپکے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں۔۔۔سٹڈیز کا حرج ہورہا ہے مزید وقت ضائع نہیں کرسکتے ہم۔۔۔"

دُرّے کی بات پر حیدر سمیت زارا اور دیگر نے بھی اُسے چونک کر دیکھا۔۔۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے آپ خوش ہو۔۔۔"حیدر نے کچھ توقف کے بعد اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔

جانے کیوں اُنہیں کچھ ٹھیک نہیں لگا تھا کیونکہ کل رات جبروت بھی جب اچانک انکے اور زارا کے پاس آکر واپس درّہ آدم خیل جانے کی اجازت طلب کررہا تھا تو اسکی کیفیت بھی انکے دل میں کئی وسوسوں کو جنم دے گئی تھی مگر ان دونوں نے ہی بنا ظاہر کیے اُسے دُعاؤں میں رُخصت کیا۔۔۔

ردا اور پارسا دُرّے کے ردِّعمل پر حیران تھیں۔۔۔پارسا نے صبح اُٹھنے کے بعد سائیڈ ٹیبل پر اپنے لئے جبروت کی چھوڑی گئی چٹ کھول کر پڑھی تو اُس میں جبروت نے نرمی سے اُسے اپنے جانے،اسے اپنا خیال رکھنے سمیت یہ بھی کہا تھا کہ وہ اسکے لئے بلڈ بیگ کی صورت میں اپنا بلڈ چھوڑ کر جارہا ہے لہذا وہ لازمی اسلام آباد واپس جاکر بلڈ ٹرانسفیوژن کروالے۔۔۔

جبروت کے جانے پر تو پارسا کو کچھ خاص حیرت نہیں ہوئی کیونکہ اُسے اکثر ایسے ہی غیر متوقع طور پر جانا پڑتا تھا مگر اب دُرّے کے اچانک واپسی کی بات پر وہ کچھ پریشان سی ہوگئی تھی۔۔۔

دُرّے بس چند لقمے زہر مار کرکے ان سب کے درمیان سی اُٹھی اور فوراً جاکر جلدی جلدی اپنی پیکنگ کرنے لگی۔۔۔مگر زارا اُسے اکیلے بھیجنے کی متحمل نہیں تھیں اسی ل ئے وہ ،ردا،پارسا اور کشمالہ بھی اپنی پیکنگ میں مصروف ہوگ ئی یں اور عید کے تیسرے دن ہی وہ سب واپس اسلام آباد آگ ئے۔۔۔۔

اُسی دن شام کو دُرّے نے حیدر کو بتایا کہ وہ اپنے فیلڈ میں ہائی یر سٹڈیز کیل ئے دوبارہ لندن واپس جانا چاہتی ہے۔۔۔

حیدر اور زارا کے دل اُسکے دوبارہ خود سے دور جانے پر مائی ل نہیں تھے مگر اسکی خوشی کی خاطر اُنہوں نے اسکی بات مان لی اور یوں وہ کشمالہ کو بھی اپنے ساتھ لندن لے گ ئی تاکہ وہ بھی اپنے فیلڈ میں ہائی یر سٹڈیز حاصل کرکے مزید آگے بڑھے۔۔۔

******

Episode 15

عشق رودخانہ آتش است:

ہیتھرو ائی یر پورٹ،لندن:

مئی کا نشیلا فرحت بخش ہلکا سا کن من گرمی کا موسم اپنے پورے جوبن پر خوب رونق مچائے ہوئے تھا۔۔۔۔صبح سویرے کی ہلکی سی خنکی لئے سر مست تازہ ہوا خراماں خراماں فضا میں مٹر گشت کررہی تھی۔۔۔۔۔۔

ایسے میں ہوا کا سینہ چھیرتی دیو ہیکل مسافر بردار ائیر بس A380 صبح 5 بجے لندن کے ہیتھرو ائیر پورٹ پر لینڈنگ کرنے لگی۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد لندن پہنچنے والے مسافر ائیر پورٹ پر موجود ایمیگریشن حکام کی چیکنگ سے گزر کر آنے والے اپنے لگیجز کیساتھ اب ائیر پورٹ سے باہر نکل رہے تھے۔۔۔۔

اسی پرواز سے لندن پہنچنے والی دُرّے اور کشمالہ بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اپنے لگیج کی ٹرالیاں گھسیٹتے ہوئے ائیر پورٹ کے بیرونی احاطے میں ابھی پہنچی ہی تھیں جب ایک خوشی اور مسرّت سے لبریز پُرجوش آواز پر وہ دونوں ہی چونک کر مڑی تھیں۔۔۔۔

"ابوالا کیسیز!" یہ دُرّے کے نہایت مشفق اور اس سے بیحد محبت کرنے والے اُستاد فروفیسر آرنلڈ کی آواز تھی جو اُن سے ذرا فاصلے پر اپنی اہلیہ فروفیسر ارین اور بیسٹ فرینڈ ارسلان عبّاسی کیساتھ ان کے پیچھے ہی موجود گویا بے صبری سے انہی کے

منتظر تھے۔۔۔۔

اُن دونوں کی اپنی جانب متوجہ ہوتے ہی فروفیسر آرنلڈ فوراً اپنی بیگم کا ہاتھ تھامے ساتھ میں دُرّے کو دیکھتے ہی بے جان سے ہوجانے والے ارسلان کو گھسیٹتے ہوئے انکے پاس آئے۔۔۔

"ابوالا کیسیز! مائی چائی لڈ! " فروفیسر آرنلڈ ہمیشہ کی طرح پُرجوش ہوکر بولے۔۔۔۔۔۔

"...So finally! our dolls are here....We are reunited with our daughters"

فروفیسر ارین نے بھی بے اختیار اُن دونوں کو اکٹھے گلے لگا کر کہا۔۔۔۔۔۔

"سر! آپ سب اتنی صبح سویرے یہاں کیسے اور آپکو ہمارے آنے کا پتہ کیسے چلا؟" دُرّے نے سلام کے بعد حیرت سے پوچھا۔۔۔۔۔

"لو بھلا! ہماری دو پیاری سی پریاں آرہی ہوتیں اور ہم بے خبر رہتے؟بس دو مہکتے گلابوں کی خوشبو انکی آمد سے پہلے ہی لندن کی فضاؤں میں بکھر کر ہمیں انکے آنے کا پتہ دے گ ئی اور ہم اپنے پیارے پیارے گلابوں کو لینے ائیر پورٹ پہنچ گ ئے۔۔۔۔۔"

فروفیسر ارین ہنستے ہوئے پیار سے بولیں تو دُرّے اور کشمالہ سمیت فروفیسر آرنلڈ بھی مسکرادیے۔۔۔۔۔جبکہ ارسلان گویا برف کے مجسمے میں تبدیل ہوکر بے حِس و حرکت کھڑا تھا۔۔۔۔۔

"شان! اِٹس اَن ف ئیر! تمہیں زبردستی نیند سے اُٹھاکر ائیر پورٹ کیا لے آئے اب تم ہمارے ان دو پیارے ٹیولپس کو ویلکم بھی نہیں کروگے؟"

فروفیسر آرنلڈ نے ارسلان کو ملامتی انداز میں ٹہوکا مار کر کہا تو وہ گویا کسی طلسم سے آزاد ہوا تھا۔۔۔۔۔

"نن نہیں ایسا۔۔۔۔مطلب۔۔۔رئی یلی سوری! السّلام علیکم۔۔۔۔ویلکم اَگین۔۔۔۔خوشی ہے سفر بخیر رہا۔۔۔۔"

بولتے ہوئے ارسلان کی زبان تالو سے چپکنے لگی تھی۔۔۔۔۔

"وعلیکم السّلام! اِٹس اوکے نو پرابلم سر۔۔۔۔۔"

دُرّے نے متانت سے جواب دیتے ہوئے اس سارے سمے پہلی بار اسکے چہرے پر ایک ذرا سی نظر ڈال کر ہٹالی تھی مگر اُس ایک نظر ہی میں وہ اسکی کشمکش سمجھ گ ئی تھی۔۔۔۔۔

کشمالہ نے جب ارسلان کو دیکھا تو اُسے لگا جیسے دل پر لگے صدیوں پُرانے معلوم ہوتے زخم نے پھر رسنا شروع کر دیا ہو۔۔۔۔

دل میں اُٹھنے والی شدید ٹھیس اور گلے میں کسی گولے کے اٹکنے نے اُسے نظر ہٹانے پر مجبور کیا تو آس پاس پھرتے ہجوم میں وہ بھی کہیں کھونے لگی تھی۔۔۔۔۔

برسوں پہلے دُرّے کی گریجویشن کے موقع پر لندن آکر پہلی مرتبہ کنگز کالج کے کاریڈور میں حیدر اور ضبور سے باتیں کرتے ہوئے ارسلان پر جب اُسکی نظر رُکی تھی تب سے ہی اُسکی ذات کہیں گُم ہی تو ہوگ ئی تھی۔۔۔۔

اُٹھتے بیٹھتے،جاگتے سوتے ، چلتے رُکتے، ہنستے روتے غرض ہر پل صرف اُسی ایک انسان کا ایلوژن میر رئیسانی حویلی کے درو بام ،راہداریوں غرض کونے کونے میں سائے کی طرح کشمالہ کیساتھ پھرا کرتا تھا۔۔۔۔۔

اُسنے اپنے ہاتھ میں موجود واٹر بوٹل کو لبوں سے لگا کر ٹھنڈے پانی کی تازہ بوندیں حلق سے اُتار کر گویا اپنے اندر کی تپش کو کم کرنے کی کوشش کی تھی مگر بے سود ہی رہی۔۔۔۔

وہ آج پھر سے اسکے سامنے مجسم حقیقت بن کر کھڑا تھا اور

اسکا دل گویا پھسلیاں توڑتے ہوئے اسکے پاس جانے کو ہمک رہا تھا۔۔۔۔

اپنے ہاتھ میں تھمے دُرّے کے ہاتھ پر اُسکی عرق آلود ہتھیلی کی گرفت اچانک سخت ہوئی تو دُرّے نے دھیرے سے چہرہ کا رُخ اسکی جانب کیا۔۔۔

اسکے قدرے زرد پڑتی عرق آلود پیشانی پر نظر پڑتے ہی دُرّے نے اپنا دوسرا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھ کر ہلکے سے دباؤ سے اُسے اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلایا تھا۔۔۔۔۔

کشمالہ کے ہاتھ سے واٹر بوٹل اچانک چھوٹ کر گری تھی۔۔۔سر زور سے چکراتے ہی اُسنے سختی سے دُرّے کے کندھے پر اپنی پیشانی جمائی۔۔۔۔

اسکے جسم کی طاقت اُس وقت گویا سلب ہوگئی تھی۔۔۔سر میں شدید درد اُٹھنے کیساتھ تھکان کے مارے اُسکے لئے اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہوگیا۔۔۔۔

"نن۔۔۔نایاب چلیں یہاں سے۔۔۔پلیز۔۔۔"وہ قدرے ہانپتے ہوئے دُرّے سے بولی۔۔۔

دُرّے نے اُسکے گرد بازو لپیٹ کر خود میں بھینچتے ہوئے اسکا سر سہلایا۔۔۔۔

"ہمیں لگتا ہے مُشک کو موشن سِکنِس ہوگئی ہے شائد۔۔۔"

دُرّے نے کشمالہ کو تکتی اُن تینوں کی پریشان نظریں دیکھ کر کہا۔۔۔

"ٹیک اِٹ ایزی بچے! بس ابھی پہنچ جائیں گے ہم گھر ٹھیک ہے۔۔۔۔"
کہتے ہوئے فروفیسر آرنلڈ نے سامان کی ٹرالی کی جانب ہاتھ

بڑھایا تو دُرّے نے ٹرالی فوراً پیچھے کھینچ لی۔۔۔۔۔

"سر ہم خود لے جائیں گے۔۔۔۔۔"وہ جھجھک کر بولی۔۔۔

"ابوالا کیسیز! اب میں اتنا بوڑھا اور گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ اپنی بیٹیوں کا لگیج بھی نا لے جاسکوں۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ خفگی سے بولے تو دُرّے کا منہ کھل گیا۔۔۔۔

حالانکہ وہ ارسلان کے ہم عمر اور دُرّے سے بس تیرہ سال بڑے تھے مگر اُسے بیٹیوں سے بڑھ کر چاہتے تھے۔۔۔۔۔۔

اُنہوں نے دُرّے کے ہاتھ سے ٹرالی کا ہینڈل لے کر اُسے دھکیلتے ہوئے ائیر پورٹ سے باہر پارکنگ کی جانب رُخ کیا تو ارسلان نے بھی ہمت کرکے آگے بڑھتے ہوئے کشمالہ کے ہاتھ میں تھمے اسکی ٹرالی کے ہینڈل کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔۔

نڈھال سی کشمالہ نے پیچھے ہٹتے ہوئے ٹرالی چھوڑی تو ارسلان نے ٹرالی کو سائیڈ سے کھینچ کر نادانستہ طور پر بے دھیانی میں اُسی جگہ سے ہینڈل کو تھاما جہاں کچھ دیر پہلے کشمالہ کے ہاتھوں نے اُسے تھام رکھا تھا۔۔۔۔

دُرّے کی نظر ارسلان کی اس حرکت سے ہوکر گزرتی اپنے پاس کھڑی بظاہر بخار کی حدّت سے ہولے ہولے کپکپاتی کشمالہ پر پڑی تو اسکے دماغ میں دور کوئی موہوم سی گھنٹی بجی تھی۔

فروفیسر ارین بھی دُرّے کیساتھ لگی کشمالہ کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اُسکا سر سہلاتے ہوئے ارسلان اور فروفیسر آرنلڈ کے پیچھے پیچھے پارکنگ لاٹ تک آئی یں۔۔۔۔۔۔

پارکنگ لاٹ میں پہلے ہی ایک سیاہ بی ایم ڈبلیو اُن سے کافی فاصلے پر کھڑی تھی اور اُسکی فرنٹ سیٹس پر دو لمبے تڑنگے سیاہ پینٹ شرٹ کیساتھ لیدر کے جیکٹس میں ملبوس،سیاہ گلوز

پہنے،آنکھوں پر سیاہ گاگلز لگائے ، کانوں میں بلیو ٹوتھ ہینڈ فری لگائے نہایت غور سے اُنہیں نظر میں رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔

"اوکے بچے! لیٹ مِی کل ئیر یور کنفیوژن ناؤ۔۔۔۔ابھی آپ دونوں ہمارے ساتھ جائینگی ہمارے گھر۔۔میں اور ارین چاہتے ہیں کہ تم دونوں ہمارے ساتھ رہو مگر میں جانتا ہوں کہ ابولا کیسیز نے گن پوائنٹ پر بھی یہ ہونے نہیں دینا۔۔۔اسلیے ہم نے اپنے گھر کا اوپر والا پورشن آپ دونوں کیلئے سیٹ کروادیا ہے اور اسکے لئے ہم نے آپ دونوں کے مومی بابا کو فون کرکے اُن سے باقاعدہ تحریری اجازت نامہ بھی لے لیا ہے۔۔۔پھر شان کا گھر بھی ہمارے گھر کے قریب بس چند قدم کی مسافت پر ہی ہے۔۔۔اور اس میں مزید کوئی ٹال مٹول نہیں چلے گی۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ نے رسان سے دُرّے اور کشمالہ کو بتایا۔۔۔۔

"اب گھر چلیں باقی کی بات چیت گاڑی میں بیٹھ کر کرلیں گے۔۔۔۔بچے تھکے ہوئے ہیں پتہ نہیں ٹھیک سے کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔"

فروفیسر ارین نے جھٹ سے کہا تو دُرّے اور کشمالہ نظروں کا تبادلہ ہوتے ہی سر جھٹک کر نا چار اُنکے ساتھ گاڑی کی پچھلی نشستوں پر بیٹھ گ ئیں جبکہ ارسلان فروفیسر آرنلڈ کے برابر میں فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوگیا۔۔۔۔۔

انکی گاڑی کے روانہ ہوتے ہی پیچھے سیاہ بی ایم ڈبلیو بھی حرکت میں آکر فاصلے سے اُنکے پیچھے روانہ ہوئی۔۔۔۔۔

"سر! ہم ابھی تک سمجھے نہیں آپکو ایگزیکٹلی پتہ کیسے چلا کہ ہم آج ہی آنے والے ہیں؟"

دُرّے کی سوئی پھر وہیں آ رُکی تھی جس پر فروفیسر آرنلڈ کا ایک جاندار سا مختصر قہقہہ گاڑی کے بند شیشوں سے ٹکرایا جبکہ فروفیسر ارین متبسم ہوئی یں تھیں۔۔۔۔۔۔

"ارین! میں نا کہتا تھا کہ میری بیٹی ضد میں تم پر گ ئی ہے۔۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ ہنستے ہوئے بولے۔۔۔۔۔

"ہماری بیٹی۔۔۔۔۔۔"فروفیسر ارین نے گھور کر تصحیح کی تو فروفیسر آرنلڈ نے مسکراہٹ دباکر سر کو خم دیتے ہوئے گویا سرنڈر کیا۔۔۔۔۔

"اور اب تو ہمیں خداوند نے ایک اور پری بھی عطا کردی ہے۔۔۔۔۔مشک بچے! ہم دونوں آپکے مام ڈیڈ ہی ہیں۔۔۔۔ہمیں اور اس جگہ کو ہمیشہ اپنا ہی سمجھنا کبھی اکیلا پن محسوس مت کرنا ٹھیک ہے ہم

ہیں نا آپکے ساتھ۔۔۔ابوالا کیسیز اور ہاں شان بھی تو ہے۔۔۔۔۔کبھی بھی کچھ بھی کہنا ہو تو ہچکچانا مت۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ کے شفیق انداز پر کشمالہ نے مسکرا کر اُنہیں دیکھا۔۔۔۔۔

شان کے نام پر اُسکا دل کسی بے لگام گھوڑے کی طرح بے قابو ہوا تھا۔۔۔۔۔

"Sure Sir.....Thank you so much"

بڑی مشکل سے اُسکے گلے سے بیٹھی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔۔۔۔

"ارے نو! اِٹس اَن فئیر گڑیا۔۔۔کم از کم آپ تو ایک بار ہی صحیح ڈیڈ بُلا لیجیے۔۔۔ابوالا کیسیز تو مانتی ہی نہیں۔۔۔اور یہ کیا آپکا گلا بھی خراب ہوگیا ہے۔۔۔گھر جاکر لازمی میڈیسنز لینی ہیں ورنہ گلے میں انفیکشن ہوجائیگا۔۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ کے انداز سے فکر جھلک رہی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے نے مئی کی گرمی میں بھی کپکپاتی کشمالہ کے گرد بازو لپیٹ کر اُسے خود سے لگایا تو وہ اسکی مہربان بانہوں میں چھپ کر آنکھیں بند کرتے ہوئے نیم غنودگی میں چلی گئی۔۔۔۔۔

اُسے بخار نے گھیر لیا تھا جو موشن سِکنِس سے زیادہ ارسلان کی موجودگی میں ایک بار پھر سے اُسکے اندر سُلگ اُٹھنے والی آگ کی مرہونِ منت تھا۔۔۔

"ماجرا یہ ہے بچے کہ جب لندن آنے سے کچھ دن پہلے آپکی جانب سے کالج کو ای میل کے ذریعے ایڈمِشن ایپلیکیشن بھیجی گئی تب میں کالج کے ڈین صاحب سر چارلس بشپ جو کہ میرے اور

ارسلان کے بیسٹ فرینڈ ہیں، کے ساتھ ہی تھا۔۔۔۔میں نے آپکے بابا حیدر رئیسانی کو کال کر کے ایڈمشن وغیرہ سمیت باقی کی معلومات بھی حاصل کرلیں اور صبح ہی صبح ہم آپکو لینے پہنچ گ ئے۔۔۔۔۔۔اس بارے میں مجھے آپ سے کچھ ضروری گفتگو بھی کرنی ہے مگر گھر پہنچنے کے بعد۔۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ نے دُرّے کو بتایا تو اس نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی۔۔۔۔۔

قریباً چالیس منٹ بعد وہ لوگ ہیتھرو ائیر پورٹ سے جنوبی مغربی لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے واقع ایک خوشحال رہائشی ضلع رچمنڈ پہنچے تو پیچھے سیاہ بی ایم ڈبلیو بھی آکر اُن سے ذرا فاصلے پر رُکی تھی۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ کی گاڑی عین دریا سے چند قدم دور کنارے پر واقع بڑے گھر کے بیرونی احاطے کے اندر آکر رُکی تو وہ سب گاڑی سے اُتر کر گھر کے لکڑیوں اور پتھروں سے بنے خوبصورت اونچے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوئے۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ جو لندن کے خوشحال نوابوں کے خاندان کے وارث تھے،نے یہ خوبصورت وراثتی و ثقافتی جائیداد بڑے چاؤ سے خریدی تھی۔۔۔انکا خاصا بڑا، نہایت کشادہ، آرام دہ ، بیحد صاف اور خوبصورت تھا۔۔۔۔۔گھر کی تعمیر میں لکڑی اور نوکیلے مضبوط پتھروں کا استعمال بڑی مہارت اور خوبصورتی سے کیا گیا تھا۔۔۔۔

یہ گھر انکا ڈریم ہوم تھا جہاں وہ اپنی بیحد چہیتی، محبوب، وفاشعار اور جانثار بیگم ارین کیساتھ رہائش پذیر تھے۔۔۔۔

ارین انکی بچپن کی دوست اور محبت تھیں جن سے انہوں نے اپنے کالج کے زمانے میں ہی بہت ینگ اتج میں شادی کرلی تھی۔۔۔۔

اولاد سے محرومی انکی زندگی کا واحد دُکھ تھا جو اُنہیں ہمیشہ مغموم رکھتا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں ہی فطرتاً بہت مذہبی، نیک ،رحمدل ،انسان دوست اور خالص شخصیات کے مالک تھے۔۔۔۔۔

دُرّے جب پہلی بار لندن آئی تھی تو کنگز کالج لندن ہالز میں سٹوڈنٹس کیلئے مخصوص رومز میں مقیم تھی مگر کچھ دنوں بعد ہی جبروت نے رچمند میں ٹیمز کے کنارے اُسکے لئے ایک خوبصورت کاٹیج لے لیا جہاں اُسنے لندن میں اپنی تعلیمی دور کا بقیہ حصّہ بہت خوشی سے گزارا۔۔۔۔۔

یہی سے ہی فروفیسر آرنلڈ جو کنگز کالج کے گائیز کیمپس کے ڈینٹل انسٹیٹیوٹ میں دُرّے کے اُستاد تھے، اسکے اتنے گرویدہ ہوگئے کہ اُسے باقاعدہ اپنی بیٹی بنانے کیلئے انہوں نے پاکستان حیدر کو فون بھی کیا اور دُرّے کو ایڈاپٹ کرنے کی اجازت مانگی مگر حیدر نے نہایت دوستانہ اور بہترین انداز میں اُنہیں اس بات کی یقین دہانی کرادی تھی کہ دُرّے بغیر کسی قانونی تحریری ثبوت

کے بھی انکی بیٹی رہے گی۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ جبروت کو جے آر کے نام سے ہی جانتے تھے کیونکہ رئیسانی فاؤنڈیشن دیگر کہیں فلاحی خدمات کیساتھ باقاعدگی سے این۔ایچ۔ایس ٹرسٹ کے ذریعے ضرورت مندوں کے مکمل علاج و معالجے کی مکمل ذمہ داری اُٹھایا کرتی تھی۔۔۔۔

یو این کی جانب سے جنگوں ،غربت اور قحط وغیرہ جیسے سنگین مسائل سے متاثرہ ممالک میں امن دستوں کے ہمراہ بھی رئیسانی فاؤنڈیشن کے رضاکار جگہ جگہ جاکر اپنی خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ کو دُرّے کی شخصیت میں جبروت کا عکس نظر آیا تھا اور کچھ وہ خود بھی ایسی تھی کہ برسوں سے انکے اور ارین کے دلوں میں اولاد کی تڑپ دُرّے کی موجودگی سے گویا قرار پاگئی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے کی زندگی میں مہابت خان اور مہرالنسا٦ کے چلے جانے سے پیدا ہونے والے خلا کو تو آج تک کوئی جبروت کے علاوہ بھر نہیں سکا تھا مگر اپنے لئے حیدر اور زارا کی بے انتہا محبت کے بعد اب فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین کا بے لوث لگاؤ دیکھ کر وہ بھی انکے جذبات کی معترف اور انکا بیحد احترام کرتی تھی۔۔۔۔

حیدر نے ایک بار دُرّے سے کہا تھا کہ وہ ان دونوں کی محبت سے منہ نا موڑے کیونکہ وہ خود بھی جبروت کی جدائی کے غم سے گزر چکے تھے اور اولاد سے محرومی کا دُکھ جانتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔تب سے وہ پورے کنگز کالج میں فروفیسر آرنلڈ کی لاڈلی بیٹی کے طور

پر پہچانی جاتی تھی۔۔۔۔۔

البتہ ارسلان کا اُس سے کبھی سامنا نہیں ہوا کیونکہ وہ خود بھی اپنے خول میں بند ہوکر دنیا سے کٹ گیا تھا اور صرف اپنے کام میں ہی غرق رہتا تھا۔۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ دُرّے سے ملنے سے کتراتا ہی رہتا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ فروفیسر آرنلڈ کی ابوالا کیسیز دراصل دُرِّنایاب عدن ہی تھی۔۔۔

جیسے ہی وہ لوگ گھر کے اندر چلے گ ئے تو بی ایم ڈبلیو میں فرنٹ پر ڈرائی یونگ سیٹ کی برابر والی سیٹ پر براجمان شخص نے کان میں لگے ہینڈ فری میں دھیرے سے کچھ کہا اور دوسری جانب سے اجازت ملنے پر وہ دونوں بھی گاڑی اپنی مخصوص جگہ پر پارک کرکے فروفیسر آرنلڈ کے گھر کے قریب اُسی خوبصورت بڑے کاٹیج ہاؤس کے اندر داخل ہوئے جہاں کبھی دُرّے رہا کرتی تھی۔۔۔۔۔۔

کشمالہ تو میڈیسنز لیکر ہلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد فروفیسر ارین کیساتھ جاکر اپنے اور دُرّے کیل ئے نفاست سے سیٹ کیے گ ئے روم میں سوگ ئی جبکہ دُرّے فروفیسر آرنلڈ اور ارسلان کیساتھ گھر کے اندرونی ہرے بھرے خوبصورت آنگن میں سلیقے سے سجے سٹنگ ایریا میں بیٹھی۔۔۔۔۔

سُرمئی رنگ کے نقاب سے جھلکتی دُرّے کی بڑی بڑی فیروزی آنکھوں کی چمک سورج کی نونہال کرنوں سے پھوٹتی روشنی میں مزید روشن ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

"ابوالا کیسیز! میں اس بارے میں پہلے ہی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا مگر ٹھیک سے موقع ہی نہیں ملا تو سوچا کہ جب آپ گھر جاکر کچھ دنوں کیلئے سٹڈیز کے تھکادینے والے ماحول سے دور ہوکر تھوڑا

فریش ہوجائینگی تو پھر میں آپ سے اس کے متعلق کچھ ضروری ڈسکشن کرلونگا مگر آپکی یوں اچانک اور وہ بھی اتنی جلدی آمد کی اطلاع نے مجھے حیران کردیا اور اس سے پہلے کہ میں آپ سے کچھ کہہ پاتا آپ لندن کیلئے روانہ ہوچکی تھیں۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ نرم لہجے میں بول رہے تھے۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں سر! آپ اب بھی کہہ سکتے ہیں ہم سُن رہے ہیں۔۔۔"

وہ دھیمے سے بولی۔۔۔۔۔

ارسلان دھیرے دھیرے بکھرتی دھوپ کو دیکھتا اُنگلیاں مروڑتے ہوئے اُسکی موہوم تپش میں کہیں گُم تھا۔۔۔۔۔

"دیکھو بچے! میں آپکی اپنے کالج کیلئے لگاؤ اور عقیدت سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی اس اُنسیت کی وجہ آپکے بابا ہیں۔۔۔بچے مجھے خداوند نے اتنے سالوں بعد آپکی شکل میں ایک بیٹی دی ہے اور ایک باپ اپنی بیٹی کو ہمیشہ فاتح دیکھنا چاہتا ہے چاہے وہ شہرت و کامیابی میں اُس سے بھی آگے نکل جائے۔۔۔ہمارا یہ کالج کئی دہائیوں سے اپنی ساکھ ایک امتیازی حیثیت سے

برقرار رکھے ہوئے ہیں اور ڈینٹسٹری میں یہ دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہے۔۔۔مگر بچے جس منزل کو پانے کیلئے آپ دوبارہ سے اس کالج میں آئی یں ہیں اس منزل کے نشان آپکو یہاں نہیں ملیں گے۔۔۔۔اب آپکی منزل کہیں اور ہے بیٹے اور میں نہیں چاہتا کہ اس کی تلاش میں آپ اپنی زندگی کے یہ قیمتی سال ضائع کردیں۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ رسان سے بولے۔۔۔۔۔

دُرّے کی اپنی جانب تکتی آنکھوں میں کچھ کھوجنے کی کوشش کرتے ہوئے اُنہوں نے کچھ دیر توقف کیا مگر اسکی جانب سے کچھ

جواب نا پایا۔۔۔۔۔

یہ دُرّے کی فطرت میں تھا کہ وہ پوری بات سُن کر ہی اپنا موقف پیش کرتی اور اُسکی تربیت کو یہ خاصا دراصل جبروت کی شخصیت سے ہی ودیعت ہوا تھا۔۔۔۔۔

ساحرہ جمال کو اگر وہ جبروت کی شخصیت،عادات اور مزاج کا چلتا پھرتا عکس لگتی تو کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا۔۔۔۔

"ابوالا کیسیز! میرے بچے میری بہت شدت سے خواہش ہے کہ آپ میرے اس دیے گئے نام کی طرح ہمیشہ اس فیلڈ میں روشن سورج کی طرح چمکتی رہیں۔۔۔ایک مخلص رہبر اور بیحد محبت کرنے والے والد جیسے اُستاد کی حیثیت سے میں آپکو یہ سجیسٹ کرونگا کہ آپ اورل اینڈ میگزیلوفیشل سرجریز کی تعلیم کیلئے امریکی ریاست الینوائے کے شہر شکاگو میں موجود یونیورسٹی آف الینوائے کے کالج

آف ڈینٹسٹری کو جوائن کرلیں۔۔۔یقیناً وہ ہی ایسی جگہ ہے جو آپکو ڈیزرو کرتی ہے۔۔۔جہاں آپ صحیح معنوں میں اپنے خواب کی تعبیر پاسکتی ہیں۔۔۔اس سلسلے میں ارین اور میں آپکے لئے ہر حد تک جائیں گے۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ کا لہجہ محبت اور خلوص سے لبریز تھا۔۔۔۔۔

دُرّے نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کیونکہ اسکی سوچ کا زاویہ کہیں اور نکل پڑا تھا۔۔۔۔۔

"کشمالہ کی فکر نہیں کرنی۔۔۔۔برسوں پہلے جیسے آپ بیٹی بن کر ہم دونوں کی لائف میں آئی تھیں نا، آج ویسے ہی وہ آگئی ہے۔۔۔۔ہم دونوں ہمیشہ ہر موڑ پر اسکے ساتھ کھڑے رہینگے۔۔۔۔وہ بھی اپنے خوابوں کی تعبیر پاکر ہی واپس جائیگی اپنے گھر۔۔۔۔اگر وہ یہاں بھی رہنا چاہے تو ہمارے گھر اور دلوں کے دروازے

ہمیشہ اسکے لئے اور آپکے لئے کھلے رہینگے بیٹے۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ نے گویا اسکے دل پر دھرا ایک پہاڑ سرکایا تھا۔۔۔

وہ خود سے زیادہ کشمالہ کیلئے فکرمند تھی۔۔۔۔دُرّے کیلئے اسی وقت شکاگو جانا چندا مشکل نہ تھا مگر وہ کشمالہ کو یہاں اس پرائے دیس میں اکیلا چھوڑنے پر کسی بھی قیمت پر تیار نہیں تھی۔۔۔۔۔

"سر! ہمیں آپکی اپنے لئے محبت اور خلوص پر کوئی شک نہیں۔۔۔آپ ہمیشہ ہمارے لئے ہمارے بابا جیسے ہی رہینگے لیکن ہم ان سب ضمانتوں کے باوجود مشک کو یہاں نہیں چھوڑ سکتے اپنے بغیر۔۔۔ اسکیلئے ہمیں جتنا وقت بھی یہاں رہنا پڑا ہم رہینگے۔۔۔تب تک ہم کنگز میں رہتے ہوئے اپنے فیلڈ

سے متعلق مزید تعلیم حاصل کرلیں گے تاکہ ہمارا وقت ضائع نا ہو۔۔۔۔یقیناً یہ آگے ہمارے بہت کام آئے گی کیونکہ ہماری فیلڈ کی اصل روح تو ہاتھوں کی کاریگری کا ہی کمال ہے۔۔۔۔۔"

دُرّے کی آنکھیں اپنی آخری بات پر مسکرائیں تو فروفیسر آرنلڈ بھی اُسے دیکھ کر مسکرادیے۔۔۔۔

"ویل! چلو یہ معاملہ تو سُلجھ گیا اب آپ دونوں بیٹھیں میں ارین کیساتھ ذرا لنچ کی تیاری کر آؤں۔۔۔شان تم آنٹی اور سسٹی کو لازمی لیکر آجانا دوپہر کو۔۔۔۔ٹھیک ہے نا۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اُٹھ کر بولے تو ارسلان نے خالی نظروں سے سر اُٹھاکر اُنہیں دیکھتے ہوئے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دھوپ کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔۔

اس وقت ارسلان کا دل پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔۔۔اسے اپنی سانس گلے میں اٹکتی محسوس ہوئی۔۔۔۔

وہ آج تک اپنے گلٹ سے نکل ہی نہیں پایا کہ اسکی ہی ضد کی

وجہ سے دُرّے یوں شعلوں کی نذر ہوگئی۔۔۔۔

"اینجل۔۔۔۔۔!"دُرّے نے طویل خاموشی کے بعد اچانک ارسلان کی آواز پر چونک کر سر اُٹھاتے ہوئے اُسے دیکھا۔۔۔۔۔

ارسلان اُسے اسی نام سے بلایا کرتا تھا مگر یہ نام بہت عرصے بعد دُرّے کو اسکے منہ سے سُنائی دیا تھا۔۔۔۔۔

"مجھے معاف کردیں پلیز۔۔۔۔۔"ارسلان نے بڑی مشکل سے بھیگی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔۔

اسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کی سُرخی اور اُن سے چھلکتے موٹے موٹے آنسوؤں نے دُرّے کا دل چھیرا تھا۔۔۔۔

"میرا دم گھٹتا ہے اب اس بوجھ تلے۔۔۔میں آپکا گنہگار ہوں۔۔۔میری وجہ سے آپ پر تشدد ہوا، آپکا وجود داغا گیا اور۔۔۔۔"

ارسلان آگے بول نہیں پایا۔۔۔۔

وہ صوفے سے سیدھا فرش پر گھٹنوں کے بل گر کر دُرّے کے سامنے سر جھکائے ہاتھ جوڑے سِسک رہا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے فوراً سے بدک کر صوفے سے اُٹھی اور ارسلان سے کچھ فاصلے پر پنجوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھی۔۔۔۔

"شان۔۔۔۔"ارسلان نے اس تخاطب پر تڑپ کر سر اُٹھایا تو دُرّے کی پیشانی دُکھ سے شکن آلود تھی۔۔۔۔

ارسلان کو لگا اوپر والے نے اسکے لاکھ گناہوں کے باوجود اتنی فراخی سے اُسے اس لمحے نوازا تھا کہ وہ ساری عمر بھی شکر گزاری میں گزار کر وہ احسان نہیں چکا سکتا تھا۔۔۔

دُرّے نے اُسے دوسری بار اس نام سے بلایا تھا جو صرف اسکے اپنے ہی اُسے کہہ کر بلایا کرتے تھے۔۔۔

"پلیز روئیں مت خدا کے واسطے۔۔۔۔ہمیں آپ سے کبھی کوئی

شکوہ نہیں رہا کیونکہ آپ بے گناہ ہیں۔۔۔ہمیں جن آزمائشوں سے گزارا گیا وہ ہمارے مقدر میں لکھا تھا۔۔۔اُن کے بدلے میں ہمیں کئی گنا زیادہ نوازا گیا ہے شان۔۔۔ہمیں کوئی غم کوئی شکوہ نہیں ہے۔۔ہم خوش ہیں۔۔پلیز گنہگار مت کیجیے۔۔۔۔اُٹھیں شاباش۔۔۔۔"

دُرّے دھیمے نرم لہجے میں اسکے زخمی روح پر مرہم رکھ رہی تھی۔۔۔۔

"پلیز! ایسا نہیں کریں۔۔۔ہمیں تکلیف ہوتی ہے شان۔۔۔"دُرّے کے الفاظ پر وہ جیسے کرنٹ کھاکر اُٹھتے ہوئے فوراً اپنے آنسو پونچھ کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔۔۔

آئندہ سے نہیں ہوگا ایسا کبھی بھی۔۔۔"وہ کسی بے بس قیدی کی طرح بولا۔۔

"گڈ بوائے۔۔۔"دُرّے شائستگی سے بولی۔۔۔

"شان! ایسی ہی ایک معافی آپکی بھی ہمارے اوپر قرض ہے۔۔۔ہمیں اُس دن آپکو ایسے تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔۔۔۔ہم معافی چاہتے ہیں۔۔۔اگر ہم غصّہ تھے تو آپکے ڈیڈ کا غصّہ بھی اُس وقت جائز تھا۔۔۔۔ہماری اُس بے رُخی کی وجہ سے آپکو بہت درد سہنا پڑا تھا۔۔۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آتشدان کو دیکھتے ہوئے دُرّے بولی تو ارسلان نے درد سے لب بھینچے۔۔۔۔

"نن نہیں پلیز ایسا مت کہیں۔۔۔میری ضد نے آپکی زندگی کے وہ شفاف پل برباد کرکے آپکو اُجاڑ دیا تھا۔۔۔۔مجھے ساری عمر بھی سزا ملتی رہے تو بہت کم ہے۔۔۔۔"

ارسلان زخمی سے لہجے میں بولا۔۔۔۔۔۔

"بھول جائیں اس بات کو۔۔۔ہمیں آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔۔۔

ہم بس آپکو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔زندگی میں آگے بڑھتے دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔اپنی زندگی کو یوں تاریکیوں کی نذر مت کیجیے۔۔۔اپنی لائف کو نئے سرے سے شروع کریں۔۔۔زندگی تو اللہ تعالٰی کی بہترین نعمت ہے۔۔۔یہ صرف بتانے کیلئے نہیں ہے۔۔۔جینے کیلئے ہے۔۔۔اسے یوں ضائع مت کیجیے۔۔۔آپکی ممی،آپکی سسٹرز کی سائل آپکی خوشی ، آپکے سکون اور خوشحالی سے منسلک ہے۔۔۔ان کیلئے آپ ایک بار پھر سے جنم لے لیجیے ایک نئی ،خوشحال، کامیاب،زندہ دل، خوش باش اور پُرسکون روح کیساتھ۔۔۔۔"

دُرّے دوستانہ لہجے میں اُسے سمجھا رہی تھی۔۔۔۔

اسکے بول ارسلان کو ایک انجانے دُھند سے نکال کر روشنی میں لا رہے تھے۔۔۔۔۔

"شان! ہم آپکی زندگی میں شامل نہیں ہیں تو کیا ہوا۔۔۔اللہ رب العزتپ نے آپکی پھسلی سے بھی تو کسی کو بنایا ہوگا آپکے لئے۔۔۔شائد وہ مدتوں سے آپکی منتظر ہو۔۔۔شائد آپکے بلکل پاس ہو اور آپ اُسے نظر انداز کررہے ہوں۔۔۔کسی کو چاہنے اور کسی سے محبت ہوجانے کا جذبہ بہت ہی دلفریب ہوتا ہے مگر۔۔۔چاہے جانے اور کسی کی دعاؤں اور خیالوں میں بس جانے کا احساس رتبے میں کہیں زیادہ انمول اور قیمتی ہے شان۔۔۔۔آپکی محبت ہم پر قرض ہے جسے ہم چاہیں بھی تو چکا نہیں سکتے۔۔۔کبھی اگر آپ کسی کے ایسے مقروض ہوجائیں تو اس قرض حسنہ کو چکانے میں دیر مت کیجیے گا۔۔۔یہ آفاقی معجزہ ہر کسی کیلئے وارد نہیں ہوتا شان۔۔۔"

دُرّے اُٹھ کر جاتے ہوئے اپنے گہرے الفاظ کے سحر میں ارسلان کو

حق دق چھوڑ کر کشمالہ کے پاس چلی گ ئی۔۔۔۔۔

اسکا بخار ذرا کم ہوا تو دُرّے اُسے لیکر باہر فروفیسر ارین کے پاس آگ ئی۔۔۔۔۔

ابھی وہ تینوں گپ شپ میں مشغول تھیں جب ڈور بیل بجنے کی آواز آئی۔۔۔۔۔

دُرّے نے جاکر دروازہ کھولا تو دروازے کے اس پار موجود صہبا عباسی اور عشال عبّاسی ساکت سی ہوکر اُسے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

اتنے عرصے بعد اُس فرشتہ صفت پری وش کو دیکھ کر اُنکی زبان بولنے سے انکاری ہوگ ئی تھی۔۔۔۔۔

"دُرِّنایاب عدن۔۔۔۔۔؟"

عشال عبّاسی دھیرے سے آگے بڑھتے ہوئے دُرّے کے سامنے آکر مسرّت بھری حیرت اور اشتیاق سے اُسے دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولی تو دُرّے نے اپنی دلکش مسکراہٹ کیساتھ اثبات میں سر ہلاکر اُسے گلے لگایا۔۔۔۔

عشال اس اچانک خوبصورت سے انداز پر آبدیدہ ہوگ ئی۔۔۔۔

اپنے بھائی کی طرح وہ بھی دُرّے کی گرویدہ تھی اور اُسے اپنے گھر میں دیکھنے کی شدت سے خواہش رکھتی تھی۔۔۔۔

اس سے الگ ہوکر دُرّے نے خاموش سی کھڑی صہبا عباسی کے نرم بھرے بھرے ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں تھامے۔۔۔۔

" اندر آئی یں نا۔۔۔۔"دُرّے نے نرمی سے کہا تو صہبا گھسٹتی ہوئی اندر آئی یں۔۔۔۔

وہ ابھی تک بے یقینی سے دُرّے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔اُن کے پیچھے ایک بیحد پیارا قریباً نو سالہ چھوٹا بچہ جو ہوبہو عشال پر گیا تھا،حیرت سے دُرّے کو دیکھتا ارسلان کا ہاتھ پکڑے اندر داخل

ہوا۔۔۔۔

دُرّے پنجوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھی اور مسکرا کر اسکی جانب ہاتھ بڑھایا۔۔۔۔

"السّلام علیکم ہینڈسم ینگ مین۔۔۔خوش آمدید۔۔۔کیا نام ہے آپکا۔۔۔"

دُرّے نے دوستانہ لہجے میں کہا۔۔۔۔

"سلام کا فرض پہلے میرا بنتا تھا لیکن پھر بھی۔۔۔۔وعلیکم السّلام۔۔۔۔صنان چوہدری۔۔۔۔"

اُسنے نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے دُرّے کا ہاتھ تھام کر اپنا تعارف کروایا تو دُرّے ہنس پڑی۔۔۔

"ماشاءاللہ! بہت خوبصورت نام ہے آپکا۔۔۔۔"دُرّے نے پیار سے اسکے بال بگاڑ کر کہا۔۔۔

"آپکا نام بھی بہت بیوٹیفل ہے۔۔۔بلکل آپکی طرح۔۔۔"بچے کی بے ساختگی پر دُرّے کھلکھلائی تھی۔۔۔

"تھینک یو بچے۔۔۔۔"دُرّے نے اسکا گال تھپکا۔۔۔۔

تھینکس ٹو یو ٹُو۔۔۔۔"وہ بھی جھٹ سے بولا تو دُرّے اسکا گال پیار سے کھینچ کر اُٹھی۔۔۔۔

"آپ سے مل کر بہت اچھا لگا۔۔۔۔اندر آئیں نا۔۔۔"دُرّے اُنہیں کاریڈور سے اندر لے جاتے ہوئے بولی۔۔۔۔

کچن میں کھڑی ارین اور کشمالہ ان پر نظر پڑتے ہی انکے پاس آئی اور انہیں گرمجوشی سے ویلکم کیا۔۔۔۔

صہبا کچھ دیر کشمالہ کو اشتیاق سے دیکھتی رہیں۔۔۔اُنہیں وہ ہری آنکھوں ،دودھیا گلابی بیحد دلکش نین نقش والی پیاری سی

لڑکی بہت بھائی تھی۔۔۔۔

ارین نے دونوں کا آپس میں تعارف کروایا تو صہبا نے پیار سے کشمالہ کا سر تھپکا۔۔۔۔۔

کشمالہ نے انکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر رئیسانی خاندان کی روایت کے مطابق چومتے ہوئے آنکھوں سے لگایا۔۔۔۔

اسی سمے کشمالہ کی نگاہیں صہبا کے پیچھے عشال کے پاس کھڑی دُرّے کی نظروں سے ٹکرائیں تو وہ اُسے دیکھ کر معنی خیزی سے بڑے دلفریب انداز میں مسکرا رہی تھیں۔۔۔۔

کشمالہ نے قدرے گڑبڑا کر صہبا کا ہاتھ دھیرے سے چھوڑ دیا اور اپنی جانب بڑھتی عشال کے پاس جاکر اُس سے گلے ملی۔۔۔۔

عشال سے باتیں کرتے ہوئے کشمالہ کو اپنے سکارف کا کونہ ہلتا ہوا محسوس ہوا تو وہ عشال سے نظر ہٹا کر ارسلان کا ہاتھ تھامے صنان کو دیکھنے لگی جو اپنے معصوم سے انداز میں اپنے نظر انداز ہونے پر قدرے جزبز ہوتا اُسے خود کی طرف متوجہ کررہا تھا۔۔۔۔۔

کشمالہ نے مسکراتے ہوئے اسکا دوسرا ہاتھ تھام کر دھیرے سے اپنی جانب کھینچ کر خود سے لگایا اور اسکا گال ہلکے سے تھپکا۔۔۔

"سوری میرا بچہ۔کیسے ہیں آپ؟۔۔۔۔۔"وہ دھیرے سے بولی۔۔۔

"اِٹس اوکے پریٹی لیڈی۔۔۔۔۔میں نے بلکل بھی برا نہیں منایا۔۔۔السّلام علیکم!بلکل ٹھیک۔۔۔ میں صنان چوہدری اور یہ میرے پارٹنر ارسلان ماموں۔۔۔۔۔"

صنان نے معصومیت سے بولتے ہوئے اپنا اور ماموں کا تعارف کروایا۔۔۔

کشمالہ کے دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی۔۔۔اپنی ذات پر کسی آسیب کی طرح طاری اس شخص کا نام اُس نے پہلی دفعہ سُنا تھا۔۔۔

"وعلیکم السّلام نائس ینگ مین!اور میں کشمالہ۔۔۔!کیا آپ ہمارے بھی دوست بنیں گے؟"

کشمالہ مسکرا کر صنان سے بولی۔۔۔۔

"کیوں نہیں۔۔۔۔آج سے آپ دونوں میری دوست ہیں۔۔۔"صنان چہک کر بولا۔۔۔۔

"تھینک یو۔۔۔۔"کشمالہ نے اسکے گال اپنے ہاتھوں میں تھام کر پیار سے کہا اور اُٹھتے ہوئے عشال اور صہبا کو لیکر لیونگ روم میں آگ ئی جہاں فروفیسر ارین دُرّے کیساتھ ان سب کیلئے ٹرالی میں جوس اور فروٹس وغیرہ کیساتھ دیگر سنیکس سجائے کھڑی تھیں۔۔۔۔

دُرّے نے عشال اور صہبا کے ہاتھ تھام کر اُنہیں اپنائیت سے صوفے پر بٹھایا اور پھر کشمالہ کیساتھ فروفیسر ارین کے قریب بیٹھ گ ئی۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ ارسلان کیساتھ باہر جاگنگ کیلئے نکل گ ئے جبکہ خواتین آپس میں بیٹھ کر گویا برسوں کی یادیں تازہ کرنے لگیں۔۔۔۔

کشمالہ کی طبیعت اب کافی حد تک سنبھل گ ئی تھی اور وہ اب باقی سب کیساتھ مل کر لنچ کی تیاریاں کررہی تھیں۔۔۔۔

فروفیسر ارین اور فروفیسر آرنلڈ چونکہ دیسی مشرقی کھانوں کے دلدادہ اور صحیح معنوں میں چٹورے واقع ہوئے تھے اسلیے ارین انکے لئے مغربی اور مشرقی دونوں طرز کے پکوان بنانے میں مگن تھی۔۔۔۔۔

دُرّے کو مہرالنسا٦ کے ہاتھوں کا بنا خاص فروٹ ٹرائفل یاد آیا تو اسنے لگے ہاتھوں وہ بھی بنا ڈالا۔۔۔۔

لنچ پر فروفیسر آرنلڈ اور ارسلان ان خواتین سے الگ بیٹھے تھے تاکہ وہ سکون سے کھانا انجوائے کر سکیں۔۔۔۔البتہ چھوٹے بابا جی صنان صاحب باقاعدہ فروفیسر ارین کے پاس بیٹھ کر لنچ کرتے ہوئے باقاعدہ منہ سے پھلجھڑیاں بھی چھوڑ رہے تھے۔۔۔۔

دُرّے کو اُسے دیکھ کر مروان یاد آگیا تھا جسے بس دُرّے دکھائی دے جاتی تو بس گوندھ کی طرح اس سے چپک جاتا۔۔۔ہاں مگر صنان کے مقابلے میں وہ قدرے میچیور تھا۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین لنچ کے بعد ان کے نماز پڑھ کر کچھ دیر ستالینے کے بعد انکے ساتھ رچمنڈ پارک چلے گئے جہاں باقی لوگ بھی فیمیلیز کیساتھ آئے ہوئے تھے۔۔۔۔

صنان تو دُرّے اور کشمالہ کو اپنے دونوں ہاتھ تھما کر انکے درمیان اُچھلتا کودتا جارہا تھا۔۔عشال بھی اُن دونوں کیساتھ تھی فروفیسر ارین صہبا اور ارسلان فروفیسر آرنلڈ کیساتھ اکٹھے پھر رہے تھے۔۔۔۔۔

عشال اور صہبا کافی عرصے بعد یوں آؤٹنگ پر نکلی تھیں۔۔۔۔

عشال دل کھول کر کشمالہ اور دُرّے سے باتیں کرتی جارہی تھی۔۔۔۔۔

پارک کے بعد وہ لوگ رویل بوٹانیکل گارڈن چلے گئے اور ڈھیر سارا وقت وہاں گزار کر پھر اکٹھے ایک انڈین ریسٹورنٹ میں ڈنر کرکے واپس گھر آگئے۔۔۔۔۔۔

رات سونے سے پہلے فروفیسر ارین نے دُرّے اور کشمالہ کو سموتھی ڈرنک بنا کر دی تو وہ دونوں اپنے گلاس اوپر اپنے پورشن

میں ہی لے آئی یں۔۔۔۔۔۔

کشمالہ تو اپنی سموتھی فوراً پی کر سونے کیلئے لیٹ گ ئی مگر تھکان کے باوجود دُرّے نیند سے لڑ رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ ہاتھ میں سموتھی سے بھرا شیشے کا بڑا گلاس پکڑے اپنے روم کے وِنڈو سِٹنگ ایریا میں آکر بیٹھی اور کھڑکی کی چوکھٹ پر کہنی جماکر ہتھیلی کی مُٹھی گال کے نیچے رکھتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر نظر آنے والے دریائے ٹیمز کا منظر دیکھنے لگی۔۔۔۔

وہ کافی دیر تک یونہی سُن سی بیٹھے رہنے کے بعد اپنی بائیں ہتھیلی اپنے سامنے پھیلا کر اُسے دیکھنے لگی۔۔۔

عین درمیان میں ایک باریک سے دراڑ نما زخم کے پاس کوئی مدھم سی گلاب کی سی ساخت بنی تھی جو شائد اُسی مہندی کے آثار تھے جو اُسے چاند رات پر پارسا نے لگائی تھی اور جس رات دُرّے نے جبروت کو تھپڑ رسید کیا تھا، جبروت کے چلے جانے کے بعد زمین پر پڑے خنجر کو سختی سے اپنے اُسی تھپڑ والے ہاتھ میں دبوچنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ پر یہ زخم پڑ گیا تھا اور شائد وہ گلاب بھی اُسی زخم کا ساتھی بن کر کر باقی مہندی کے برخلاف مٹنے سے محفوظ رہ گیا تھا۔۔۔۔

وہ بہت غور سے اُس گلاب کے اندر بنے لفظ کو دیکھنے کی کوشش کررہی تھی مگر پھر بھی سمجھ نا پائی۔۔۔۔

آخر چڑ کر اسنے ہتھیلی اپنی گود میں گرالی اور پھر سے خالی نظروں سے باہر کا منظر دیکھنے لگی۔۔۔۔

رات دبے پیروں سرک رہی تھی۔۔۔کشمالہ تو گویا تھکان کے مارے بلکل بے جان سا مجسمہ بنی بیڈ کے جس سائیڈ پر سوئی تھی تو

بس پھر کروٹ نہیں لی جبکہ دُرّے جو بمشکل کروٹیں بدلتے رہنے کے بعد سوگئی تھی،اچانک آدھی رات کو ہڑبڑا کر جاگی۔۔۔ائیر کنڈیشن کے آن ہونے کے باوجود اسکی صبیح پیشانی پر پسینے کی بوندیں موتی بن کر چمک رہی تھیں۔۔۔۔

دل کی دھڑکن کچھ بے ربط سی تھی اور کانوں میں وہی ملائم سی آواز گونج رہی تھی۔۔۔۔

"مامونی۔۔۔۔"جانے ان پُراسرار خوابوں سے وہ کب نجات پاسکے گی۔۔۔۔

اسنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچا تھا،پھر محسوس ہوا کہ تہجد کا وقت ہے تو اُٹھ کر وضو کرکے وہ اپنے ساتھ لایا جائے نماز بچھا کر نماز کیلئے کھڑی ہوگئی۔۔۔۔

سلام پھیرنے کے بعد جو جائے نماز پر نظر ٹہری تو دل میں ایک میٹھا سا درد اُٹھا تھا۔۔۔۔

یہ جائے نماز اُسے جبروت نے گفٹ کی تھی۔۔۔۔

آنکھیں نم ہونے لگیں تو دعا کیلئے ہاتھ اُٹھاکر اس سرفروش کی سلامتی کیلئے آنسوؤں کی زبانی اللہ سے التجا کرنے لگی۔۔۔۔

جب سے اسنے جبروت کو وہ تھپڑ رسید کیا تھا،تب سے ایک گہرے ملال نے اسکے وجود کو گھیر لیا تھا۔۔۔۔۔

وہ رب کی بارگاہ میں اپنے والدین اور خود سے جڑے دوسرے محبوب ترین انسانوں کو بھی نہیں بھولی تھی۔۔۔۔۔

دعا کرتے کرتے جب قریب کسی مسجد سے آذان کی موہوم مدھر آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تو ایک پیاری سی مسکراہٹ نے اسکے لبوں کو چھوا تھا۔۔۔۔۔

اسنے جائے نماز سے اُٹھ کر کشمالہ کو جگایا اور پھر دونوں نے

اکٹھے فجر کی نماز پڑھی۔۔۔۔۔

نماز کے بعد تلاوت کرکے وہ دونوں سیڑھیاں اُترتی نچلے پورشن میں آئی یں تو فروفیسر ارین اور سر آرنلڈ گھر پر نہیں تھے۔۔۔۔۔

وہ دونوں چرچ گ ئے تھے۔۔۔دُرّے اور کشمالہ نے کچن کا رُخ کیا اور جتنی دیر میں وہ دونوں ناشتہ بنانے سے فارغ ہوئی یں تو فروفیسر آرنلڈ اور ارین بھی گھر پہنچ گ ئے۔۔۔۔

وہ انہیں اتنی صبح جاگا دیکھ کر حیران رہ گ ئے اور پھر جو دونوں نے اُنہیں ناشتہ سرو کیا تو دونوں کی باچھیں کھل گ ئی یں۔۔۔۔

فروفیسر ارین کی آنکھیں بار بار نم ہورہی تھیں۔۔۔ٹیبل پر انکے قریب بیٹھے سر آرنلڈ نے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔۔۔۔

آج اُن دونوں کو اپنا یہ سُونا سُونا گھر مکمل لگ رہا تھا۔۔۔۔ناشتے کے بعد وہ چاروں جاگنگ کیل ئے نکلے اور وہیں فیصلہ ہوا کہ کشمالہ فروفیسر ارین کیساتھ ڈنمارک ہل میں واقع کنگز کالج لندن کے

کیمپس جاکر اپنا ایڈمشن کرے گی۔۔۔۔فروفیسر ارین بھی چونکہ اسی کالج میں نیورسائنس کی فروفیسر تھیں لہذا کشمالہ کیلئے انکی موجودگی اطمینان کا سبب تھی۔۔۔۔

دُرّے کو فروفیسر آرنلڈ کیساتھ ویسٹ منسٹر بریج روڈ پر واقع کے۔سی۔ایل کے سٹیفن تھامس کیمپس جانا تھا جہاں اُسے کانٹینیونگ ڈینٹل ایجوکیشن کیلئے اپلائے کرنا تھا۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ بھی گائیز کیمپس سے سٹیفن تھامس کیمپس شفٹ ہوچکے تھے جبکہ ارسلان تو پہلے سے ہی سٹیفن تھامس ہاسپٹل کے سرجنز میں سے ایک تھا۔۔۔۔

جاگنگ سے واپس آنے کے بعد وہ چاروں اپنی اپنی منزل کیلئے روانہ ہونے کو بس تیار ہوہی چکے تھے جب دُرّے اور کشمالہ کو بیک وقت

اپنے فون پر رچمنڈ کے ایک قابل اعتماد بینک سے میسجز موصول ہوئے جنکے مطابق بینک میں انکے اکاؤنٹس ایکٹیویٹ کروا کر اُن میں پاؤنڈز کی صورت میں معقول رقم ڈیپازٹ کروادی گئی تھی۔۔۔۔

ساتھ ہی ڈور بیل بجنے پر جب فروفیسر ارین نے دروازہ کھولا تو کوریئر والا اُن سے دستخط لیکر کئی تحفوں پر مشتمل ایک بڑا ڈبہ انکے حوالے کرکے چلا گیا۔۔۔۔

وہ حیرت سے ڈبہ سنبھالے اندر آئیں تو اُن دونوں سمیت فروفیسر آرنلڈ بھی متعجب ہوئے تھے۔۔۔۔

ڈبہ کھلوانے پر پتہ چلا کہ حیدر اور زارا نے پاکستان سے ناصرف انکیل ئے بلکہ ارسلان کی فیملی کیل ئے بھی گفٹس بھجوائے تھے اور فروفیسر آرنلڈ کیل ئے ایک کاغذ پر یہ میسج بھی لکھا گیا تھا کہ دُرّے اور کشمالہ کے سارے ایکپینسیز کی ذمہ داری انہی کی ہے تاہم فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین اس بات پر رنجیدہ نا ہوں کہ وہ دونوں اب بھی دُرّے اور اب کشمالہ کیل ئے غیر ہیں۔۔۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ نے میسج پڑھ کر متبسم ہوتے ہوئے دُرّے کو دیکھا۔۔۔۔خودداری گویا اس خاندان کی رگوں میں تھی۔۔۔۔

تمام گفٹ باکسز کو اپنے روم میں نفاست سے رکھ لینے کے بعد وہ چاروں گھر کو لاک کرکے باہر آئے۔۔۔۔۔

کشمالہ فروفیسر ارین کیساتھ اُنکی گاڑی میں چلی گ ئی جبکہ دُرّے فروفیسر آرنلڈ کیساتھ روانہ ہوگ ئی۔۔۔۔۔

دونوں گاڑیوں کے پیچھے ہی دو سیاہ گاڑیاں بھی نکل پڑیں جن میں سے ہر ایک میں وہی دو افراد موجود تھے جو کل فروفیسر آرنلڈ کی گاڑی کا پیچھا کرتے ہوئے آئے تھے۔۔۔۔۔

سٹیفن تھامس کیمپس میں ایڈمشن کی کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد فروفیسر آرنلڈ دُرّے کو سٹیفن تھامس ہاسپٹل لیکر آگ ئے اور اُسے پورے ہاسپٹل کا وِزٹ کرواتے وقت سٹاف سے بھی ملوایا۔۔۔۔۔۔

واپسی میں شام کو ارسلان بھی انکے ساتھ گھر آیا تو کشمالہ اور فروفیسر ارین پہلے ہی گھر پر موجود تھے۔۔۔۔۔

ارسلان تھوڑی دیر ہی رُک کر واپس چلا گیا جبکہ دُرّے اور کشمالہ اپنے دونوں والدین جیسے اساتذہ کیساتھ ڈنر کرکے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اپنے پورشن میں چلی گ ئی یں۔۔۔۔۔

کشمالہ کو اپنے بابا اشف رئی یسانی کا فون آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھی دُرّے کی گود میں سر رکھ کر فون کو سپیکر پر ڈالتے ہوئے اُن سے بات کرنے لگی۔۔۔۔۔

انہوں نے خاص طور پر دُرّے سے بھی طویل گفتگو کی مگر جب فارینہ بانو کو فون دیا گیا تو دُرّے خاموش ہوگ ئی۔۔۔۔

کشمالہ اسکی اپنی جانب ملائ م نظروں سے تکتی بے انتہا خوبصورت فیروزی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے فارینہ سے باتیں کررہی تھی۔۔۔۔۔

پھر ساحرہ جمال نے بھی اُس سے باتیں کی مگر دونوں ہی دانستہ طور پر دُرّے کے ذکر سے گریزاں رہی اور یہ بات کشمالہ کو بہت کَل رہی تھی مگر انجان بنی رہی۔۔۔۔۔

پھر حویلی کے باقی افراد جب اُس سے باتیں کرنے لگے تو دُرّے سے بھی خاص طور پر اسکا حال احوال پوچھتے ہوئے گپیں جھاڑتے رہے اور وہ مسکراتی ہوئی ان سب سے باتیں کرتی رہی۔۔۔۔

اس کے بعد زارا نے انہیں کال کی تو ڈھیر سارا وقت اپنی ممتا لُٹاتی رہیں،پھر حیدر بھی دونوں خصوصاً دُرّے کو پیار سے اپنا خیال

رکھنے اور خوش رہنے کی بار بار تاکید کرتے رہے۔۔۔۔

ضبور اور جبروت دونوں ہی گھر پر نہیں تھے مگر ردا اور پارسا نے جو دونوں کو آڑھے ہاتھوں لیا تو بس آدھی رات سے ذرا سا پہلے ہی دونوں کی جان اس بہانے سے چھوٹی کہ صبح کالج جانا تھا۔۔۔۔۔

کال ڈسکنٹ ہوتے ہی جب دونوں نے سکھ کا سانس لیا تو کھکھلا کر ہنس پڑیں اور سونے کیلئے لیٹ گ ئی یں۔۔۔۔۔

:months later 9

اوائی ل جنوری کی یخ بستہ سہہ پہر کو کو اپنے روم میں آتشدان کے قریب کھلی بالکنی کے پاس سُلگتی لکڑیوں کی گرم تپش اور کلی بالکنی سے اندر داخل ہوتی برفیلی ہوا کے ادغام کا سامنا کرتی اپنی دُھن میں مگن آہستہ آہستہ شفق رنگ چادر میں ڈھلتے دریائے ٹیمز کے پانیوں میں نظر آتے آکاش کے دلفریب عکس کو کینوس پر اُتار کر رنگوں میں نہائے پینٹ برش سے آخری سٹروکس لگاتی دُرِّنایاب عدن خود سے گنگنارہی تھی۔۔۔۔۔

کشمالہ جو اپنے پورشن میں بنے چھوٹے سے کچن میں کھڑی نگٹس اور کباب تل رہی تھی ، فریج کے اوپر رکھے اپنے فون کے بجنے پر جلدی جلدی آخری نگٹس بھی ہاٹ پاٹ میں بچھی ٹشو کے اوپر رکھ کر سٹو بند کرتے ہوئے اُنہیں اچھی طرح ڈھک کر رکھنے کے بعد فون کے پاس گ ئی جو مسلسل بج رہا تھا۔۔۔۔۔

فون کی سکرین آنکھوں کے سامنے آتے ہی اسکے چہرے پر تحیّر بھری مسرّت نمودار ہوئی۔۔۔۔۔

لندن آنے کے اتنے وقت بعد پہلی دفعہ ہمیشہ سے اسکے فیورٹ جبروت لالا اُسے کال کر رہے تھے۔۔۔۔۔

جھٹ سے کال ریسیو کر کے کان سے لگاتے ہی وہ بولنا شروع ہو گئی۔۔۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم لالا! کیسے ہیں آپ اور یہ کیا؟ اتنے وقت تک آپکو شائد یاد ہی نہیں رہا کہ آپکی ایک عدد بہن پردیس میں بیٹھ کر اپنے فیورٹ لالا کو مِس کرتے ہوئے سڑ رہی ہو گی۔۔۔آ لینے دیں مجھے واپس پھر میں نے آپ سے خوب لڑنا ہے۔۔۔۔"

دوسری جانب جبروت اسکے چھوٹتے ہی شکوہ کرنے پر مسکرایا تھا۔۔۔۔

"سوری بیٹے آپکے لالا بمشکل ابھی جا کر فری ہوئے ہیں۔۔۔بزی تو نہیں تھی نا۔۔۔۔ٹھیک ہے میری گڑیا؟"

وہ نرمی سے بول رہا تھا۔۔۔۔

"چلیں معاف کیا آپ بھی کیا یاد کریں گے۔۔۔ہاں جی میں بلکل ٹھیک ٹھاک،بہت مطمئن اور خوش ہوں۔۔۔آپکی پیاری بیگم صاحبہ کیساتھ رہتے ہوئے کوئی سٹریسڈ رہ سکتا ہے بھلا؟ اُسنے ایک ماں سے بڑھ کر خیال رکھا ہے میرا۔۔۔میں بس اسکے فیورٹ کباب اور نگٹس فرائی کر رہی تھی اسلیے فون دیر سے اُٹھایا۔۔۔ٹھیک سے کچھ کھاتی ہے نا سوتی ہے۔۔۔بس کام اور پینٹنگ۔۔۔ان دونوں کے علاوہ تو کچھ سوجھتا ہی نہیں اُسے آجکل۔۔۔۔"

چہک کر بولتے ہوئے کشمالہ کی آواز آخر میں بجھ سی گ ئی۔۔۔

"ابھی کہاں ہے محترمہ؟" جبروت نے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔۔

"روم میں ہے۔۔۔پینٹنگ کررہی ہے۔۔۔حالانکہ کچھ دیر پہلے ہی آئی ہے کالج سے واپس مگر مجال ہے جو یہ لڑکی کچھ دیر ستانے کو ہی بیٹھ جائے۔۔۔۔۔"

روم کی طرف جاتے ہوئے کشمالہ نے بتایا تو جبروت نے ہاتھ کی مٹھی کو بھینچا تھا۔۔۔

ابھی وہ سامنے ہوتی تو اسکی خبر لیتا۔۔۔وہ اپنا خیال نا رکھ کر اگر خود کو سزا دے رہی تھی تو اُدھر وہ اذیت میں مبتلا تھا۔۔۔۔۔

کشمالہ جو فون لیکر دُرّے کے پاس جارہی تھی۔۔۔اسکی مدھر آواز میں رچے درد نے اسکے قدم جھکڑ ل ئے تھے۔۔۔

"جانوں نا میں کب ہوا خود سے گمشدہ

کیسے جیوں روح بھی مجھ سے ہے جدا

کیوں میری راہیں، مجھ سے پوچھیں گھر کہاں ہے

کیوں مجھ سے آکے ، دستک پوچھے در کہاں ہے "

جبروت کے کان میں لگے بلیو ٹوتھ ہینڈ فری کے راستے سفر کرتی دُرّے کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تو اسکی جان گویا سینے میں اٹک گ ئی۔۔۔۔

"راہیں ایسی جنکی منزل ہی نہیں
ڈھونڈو مجھے اب میں رہتا ہوں وہیں"

کشمالہ کو لگا دُرّے اسکی کیفیت کو سرعام بیان کررہی ہو۔۔۔

"دل ہے کہیں اور دھڑکن ہے کہیں
سانسیں ہیں مگر کیوں زندہ میں نہیں"

جبروت کو اپنی سانس رُکتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔۔۔

"ریت بنی ہاتھوں سے یوں بہہ گ ئی
تقدیر میری بکھری ہر جگہ "

کشمالہ نے دُکھ سے اپنی محبوب ترین بہن کو دیکھا۔۔۔۔

"کیسے لکھوں پھر سے ن ئی داستاں
غم کی سیاہی دکھتی ہے کہاں
آہیں جو چُنی ہیں میری تھی رضا
رہتا ہوں پھر کیوں خود سے ہی خفا"

جبروت نے شدت غم و غصّے سے اپنے ہاتھ کا مکّا پاس موجود کھردرے ستون پر مارا تھا۔۔۔۔۔
اسکے ہاتھ کے پشت پر لگی گہری خراشوں سے خون کی موٹی موٹی بوندیں نمودار ہونے لگی تھیں۔۔۔۔۔

"بندے تیرے ماتھے پہ ہے جو کھنچے

بس چند لکیروں جتنا ہے جہاں

آنسو میرے مجھ کو مٹا کہہ رہے

رب کا حکم نا مٹا ہے یہاں"

کشمالہ کی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر گرے تھے۔۔۔ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اسنے فون کی سکرین کو دیکھا تو کال ڈسکنکٹ ہوچکی تھی۔۔۔۔

اسنے نچلا لب کاٹتے ہوئے فون کو سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کچن میں جاکر فرائی کیے ہوئے کباب اور نگٹس دُرّے کیلئے لے آئی۔۔۔۔

دُرّے اسکی جانب متوجہ ہوئی تو برش میز پر رکھ کر ہاتھ صاف کرتی مسکراتے ہوئے آکر اسکے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

"مُشک!" دُرّے کے پکارنے پر کشمالہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔

"ہم کافی دنوں سے نوٹ کررہے ہیں جب سے تم پاکستان سے آئی ہو یہاں کچھ اُلجھی ،پریشان اور خاموش سی رہتی ہو۔۔۔بیمارِ وطن تو نہیں ہوگئی کہیں یا پھر کوئی اور بات ہے؟"

دُرّے نے بڑے دھیمے گھمبیر لہجے میں پوچھا تو کشمالہ نے سوکھا حلق تر کیا۔۔۔

بھلا اُس نے کیسے سوچ لیا تھا کہ اسکا بوجھل پن دُرّے کی زیرک نگاہوں سے چھپ سکے گا۔۔۔

"نہیں تو ایسی بات نہیں ہے۔۔۔بس شائد وقت ہی نہیں مل پاتا پہلی سی اُچھل کود اور موج مستیاں کرنے کا۔۔۔"

وہ پھیکا سا ہنستے ہوئے بولی تو دُرّے نے سر کو یوں خم دیا جیسے اسکی بات سے متفق ہو۔۔۔

"ہم بھی تو جب سے آئے ہیں کام اور پینٹنگ کے علاوہ باقی ہر چیز کا روزہ رکھ لیا ہے۔۔۔جانے کتنا وقت گزر گیا ہم نے گھر میں کسی سے بات ہی نہیں کی ہے۔۔۔تمہیں بھی تو ہم ٹھیک سے وقت نہیں دے پائے نا مُشک۔۔۔ہم سے خفا ہو؟"

دُرّے اب اُسے غیر محسوس انداز میں کرید رہی تھی۔۔۔

یہ سچ تھا کہ پچھلے نو ماہ کے دوران دُرّے کی کسی سے بات نہیں ہوئی تھی۔۔۔جب بھی فون آتا تو بس کشمالہ ہی انکے ترسے ہوئے کانوں کو راحت بخشتی تھی۔۔۔

جبکہ دُرّے سے تو اسکی باتونی طبیعت گویا روٹھ گ ئی تھی۔۔۔۔

"نایاب! کیسی باتیں کرتی ہو چندا! تمہارا میرے ساتھ ہونا ہی میرے ل ئے بہت ہے۔۔۔ہاں نوری آپا کا فون آیا تھا اور بہت برہمی سے کہہ رہی تھیں کہ اگر ہم دونوں اور خصوصاً تم ان کی اور شیس لالا کی شادی پر ٹھیک ایک ہفتہ پہلے حاضر نا ہوئی تو وہ یہ شادی ہی کینسل کروادیں گی۔۔۔"

کشمالہ نے اُسے ڈراوا دیا تو دُرّے کے لب ذرا سا مسکرائے۔۔۔

"آپا کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔انہیں مایوسی نہیں ہو گی

ان شاء اللہ"

دُرّے کے مزے سے کہنے پر کشمالہ کا مُرجھایا چہرہ کھلا تھا۔۔۔

چلو دُرّے اس بات پر تو راضی تھی کہ وہ دونوں شادی میں شرکت کیلئے پاکستان جائینگے۔۔۔۔

"ہمیں لگتا ہے تم نے دل کو کسی کشمکش میں ڈال دیا ہے اپنے۔۔۔اس پُراسرار اُلجھن کی نذر ہونے سے بچا لینا خود کو۔۔۔ورنہ زندگی بھر بھٹکتی پھروگی "

دُرّے کی سوئی پھر وہی آن رُکی تھی جہاں سے کشمالہ اسکا دھیان ہٹانا چاہتی تھی۔۔۔

اسکی معنی خیز بات پر کشمالہ نے ایک چور نظر اُس پر ڈالی جو بظاہر چھری سے کباب کا ٹکڑا کاٹ رہی تھی مگر دھیان سارا کشمالہ کی جانب تھا۔۔۔۔۔۔

اتنے میں سورج غروب ہونے کے چند ساعتوں بعد مغرب کی آذان سُنائی دینے پر وہ دونوں کھانے کو ڈھک کر وضو کیلئے اُٹھیں اور پھر نماز پڑھ کر نچلے پورشن میں فروفیسر ارین کے پاس چلی گئیں۔۔۔۔۔۔

✿✿✿✿

:St.Thomas Hospital ,london

لندن کی نیلگوں یخ بستہ شام کی مدھم شفق رنگ لالیوں میں گھلا آکاش اب سُست روی کیساتھ شب کی سیاہیوں میں ڈھل رہا تھا۔۔۔

ٹھنڈ سے لبریز برفیلی ہوا چہار سُو اِدھر اُدھر بھٹکتی دریائے تھیمز کی پانیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی دریائے تھیمز کے کنارے ویسٹ منسٹر بریج روڈ کے ساتھ واقع سٹیفن تھامس ہاسپٹل کی خوبصورت

وسیع عمارت کی دیواروں سے سر ٹکراتی فضا میں خاموشی سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔۔۔
ہاسپٹل لائی ٹس کی چکا چوند روشنیوں میں نہایا اندر مچی خوب گہما گہمی اور آمد و رفت کا پتہ دے رہا تھا۔۔۔۔

اپنے مخصوص یونیفارم میں ملبوس، چہرے کے گرد نفاست سے سکارف لپیٹے ،چہرے پر ماسک چڑھائے ،ہاتھوں میں گلوز گرم جیکٹ اور فروفیسر ارین کا بُنا سُرمئی اونی مفلر پہنے چند لمحے پہلے ہی اپنے آخری پیشنٹ سے فارغ ہوکر اب ڈینٹسری ڈیپارٹمنٹ کے کاریڈور سے گزرتی دُرّے اپنے شفیق اور بیحد مہربان اُستاد فروفیسر آرنلڈ کی پکار پر رُک کر مڑی تو وہ مسکراتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکی طرف آرہے تھے۔۔۔۔

وہ بھی احتراماً انکی جانب بڑھی اور ایک ذرا سی نظر انکے ساتھ قریباً گھسٹ کر آتے ہوئے ارسلان پر ڈال کر اپنے اُستاد کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔

ارسلان بس ابھی اپنے نئے انٹرنشپ کے سٹوڈنٹس سے فارغ ہی ہوا تھا کہ فروفیسر آرنلڈ دُرّے سے ملنے جانے کہاں سے ہاسپٹل میں نمودار ہوئے اور دُرّے کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے ہوئے اسے بھی کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانے لگے۔۔۔۔

ارسلان جو ایک ہی ہاسپٹل میں ہونے کے باوجود بمشکل خود کو دُرّے کا سامنا کرنے سے روکنے کے جتن کرتا رہتا۔۔۔فروفیسر آرنلڈ اسکے سارے حیلے بہانے اَن سُنی کرتے ہوئے بغیر اسکی کوئی بات سُنے بے تکلفی سے اُسے اپنے ساتھ کھینچ کر لے گئے۔۔۔۔

"مائی ابوالا کیسیز(میری ابوالا قاسم)..... " فروفیسر آرنلڈ محبت

سے بولے تو دُرّے ہولے سے مسکرادی اور یہاں اسکی مسکراتی فیروزی آنکھیں دیکھ کر ارسلان کا بیمار دل پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا۔۔۔

اسی مسکراہٹ کے پیچھے تو وہ اپنی آدھی زندگی خوار ہوا تھا۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اُسے گھر لے جانے آئے تھے اور ساتھ ہی ایکسائی ٹمنٹ میں کل نیشنل آرٹ گیلری میں ہونے والی دُرّے کی پینٹنگز کی ایگزیبیشن کے بارے میں اس سے بات کرنے آئے تھے۔۔۔

لندن آنے کے بعد دُرّے نے اپنے غم سے نظریں چھپانے کی غرض سے خود کو بے انتہا مصروف کرلیا تھا اور اتنے جتن کے باوجود بچ جانے والے وقت میں وہ اپنے روم کی بالکنی میں کھڑی ہوکر مصّوری کرنے میں گزار دیتی تھی۔۔۔

وہ تصویریں جو اس کے کرب کے رنگوں میں ڈھلی ہوتی تھیں، کسی کو بھی سحر میں مبتلا کرنے کا فن جانتی تھیں۔۔۔

ایسے ہی کسی دن اتفاقیہ طور پر دُرّے اور کشمالہ کے پورشن میں انہیں اپنے ساتھ رچمنڈ آرٹ میوزیم لے جانے کیلئے آئی یں فروفیسر ارین کی نظر دیوار پر ٹنگی ایک پینٹنگ پر پڑی تو کچھ دیر کیلئے وہ دنگ سی رہ گئی یں اور پھر جب اُنہوں نے فروفیسر آرنلڈ کو بتایا تو وہ تو اور بھی زیادہ پُرجوش ہوگئے۔۔۔

اس بے اولاد جوڑے کیلئے دُرّے سگی اولاد سے بڑھ کر تھی اور اسکی ہر اچیومنٹ اور ایکٹیویٹی پر وہ دونوں حقیقی والدین کی طرح فخر کرتے ہوئے خوشیاں منایا کرتے تھے۔۔۔۔
ان دونوں نے کئی بار باتوں باتوں میں دُرّے کو منانے کی کوشش کی

کہ وہ ان دونوں کو سر اور میم کے بجائے مام ڈیڈ بلایا کرے مگر وہ ہر بار نرمی،بردباری اور متانت سے احتراماً معذرت کرلینے کے باوجود ان دونوں کو والدین جیسا ہی معتبر خیال کرتی تھی۔۔۔۔
دُرّے وہ پینٹنگز نمائش میں نہیں رکھوانا چاہتی تھی مگر پھر ان دونوں کی مسلسل ضد اور کشمالہ کے اصرار پر وہ بادل نخواستہ راضی ہوگئی۔۔۔۔۔
ارسلان نے اسکی پینٹنگز دیکھی نہیں تھیں مگر پھر بھی اسے یقین تھا کہ وہ لاجواب ہونگیں۔۔۔۔
اُسکی بھی اُمید بندھ گئی تھی کہ کم از کم کل کی ایگزیبیشن میں وہ دُرّے کے ہاتھوں سے بنی ایک پینٹنگ تو لازمی خریدے گا چاہے اسکے لئے کتنی ہی مہنگی بولی لگانی پڑے۔۔۔

دُرّے جب گھر پہنچی تو فروفیسر ارین سے پتہ چلا کہ اسکی اور کشمالہ کی دو پیاری گہری سہیلیاں ان سے ملنے آئی ہیں اور اوپر کشمالہ کیساتھ بیٹھی اسکی منتظر ہیں۔۔۔۔۔
دُرّے انکے ممتا بھرے انداز پر بے ساختہ اُن سے لپٹی اور پھر مسکرا کر الگ ہوتے ہوئے اوپر چلی گئی جبکہ پیچھے انہیں حیرت بھری مسرّت میں مبتلا کرگئی۔۔۔۔

وہ بلکل سگی ماں کی طرح ان دونوں کی ہر چیز کا خیال رکھا کرتی اور جب بھی ان کیلئے کوئی پیغام آتا یا اریبہ اور ازکٰی اُن سے ملنے آتیں تو فروفیسر ارین کے ماتھے پر کبھی شکن تک نا آئی بلکہ وہ تو خوشی سے پھولے نا سماتی کہ اب انکا گھر مکمل تھا۔۔۔

کشمالہ کو تو وہ اپنی مہربان چھاؤں میں رکھا کرتی مگر دُرّے اور فروفیسر آرنلڈ جب تک گھر نا آجاتے ،وہ تب تک بے صبری سے

دروازے کے سامنے ٹہلتی ہی رہتی۔۔۔

دُرّے اوپر آکر اریبہ اور ازکٰی سے ملی اور پھر فریش ہوکر انکے ساتھ بیٹھ گئی۔۔۔۔

اُن دونوں نے بتایا کہ کل صبح انکی پاکستان کیلئے فلائیٹ ہے لہذا وہ جانے سے پہلے ان سے ملنے آئی تھیں۔۔۔۔

"تم دونوں کی چھٹیاں کب سے ہیں؟"

ازکٰی نے کشمالہ سے پوچھا۔۔۔۔

"ہم اسی ہفتے جائیں گے ان شاء اللہ" کشمالہ نے جواباً کہا۔۔۔

"کل نیشنل آرٹ گیلری میں ایک بڑی ایگزیبیشن ہونے والی ہے۔۔۔سُنا ہے اُس میں کسی گمنام پینٹر کی حیرت انگیز شاہکاروں کی نمائش بھی ہوگی۔۔۔کل سنڈے ہے تو آپ دونوں ویسے بھی فری ہونگیں اور ہمارے پاس بھی بس کل دوپہر تک کا ٹائم ہے۔۔۔۔اگر آپ دونوں بھی ہمیں جوائن کرلیں تو ہمیں بہت اچھا لگے گا عدن"

اریبہ نے دُرّے کو دیکھ کر کہا تو پل بھر کو اسنے پہلے اریبہ اور پھر کشمالہ کو دیکھا۔۔۔
کشمالہ نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کیلئے چہرہ جھکا لیا۔۔۔مطلب فروفیسر آرنلڈ نے دُرّے کی خواہش کے مطابق اسے گمنام ہی رہنے دیا تھا۔۔۔۔
اسکی بنائی ہوئی سترہ پینٹنگز فروفیسر آرنلڈ بذاتِ خود آرٹ گیلری لیکر گئے تھے۔۔۔
"جی ضرور کیوں نہیں" دُرّے نے خوشدلی سے ہامی بھرلی تو اریبہ خوشی سے مسکرادی۔۔۔۔
اریبہ یوسف اور ازکی یوسف اسلام آباد سے تعلق رکھتی تھیں۔

اریبہ کنگز کالج لندن کے ڈکسن پون سکول آف لاء سے فارغ التحصیل ہوکر لندن بار کونسل میں وکیل تھی جبکہ ازکٰی کنگز کالج سے ایم بی بی ایس کرکے اب سٹیفن تھامس ہاسپٹل میں گائناکالوجی اینڈ آبسٹیریکس ڈیپارٹمنٹ سے منسلک تھی۔۔۔۔
دُرّے اور کشمالہ کی لندن آمد کے چند دنوں بعد ہی رچمنڈ میں انکے قریب ہی رہائش پذیر ان دونوں خوبصورت اور بہترین شخصیت کی حامل بیحد پیاری بہنوں کی ان سے پکّی دوستی ہوگئی تھی اور وہ دونوں اکثر اوقات اُن سے ملنے فروفیسر آرنلڈ کے گھر آتی رہا کرتی تھیں۔۔۔۔۔

✿✿✿

لیورپول،انگلینڈ:

انگلستان کے شہر لیورپول کا موسم سہہ پہر کے اس سمے ابر آلود تھا مگر خوشگوار اور دلفریب تھا۔۔۔

لیور پول سے لندن جانے والی انڈر گراؤنڈ ٹرین کے نکلنے میں بس کچھ ہی دیر تھی جب ایک بھاری سیاہ لانگ کوٹ پہنے ایک بے پرواہ سا شخص ٹرین کے دروازے سے اندر داخل ہوکر ایک جانب سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

عین اسی لمحے ایک اور آدمی اسکے پیچھے ٹرین میں داخل ہوکر اس سے کافی فاصلے پر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس آدمی کیلئے اسکی نظر سے بچ نکلنا ناممکن ہوگیا تھا۔۔۔

اپنی عقابی نظر کی تاک میں بیٹھے شخص کو غور سے مشاہدے میں لیے وہ شخص خاکی لانگ کوٹ میں ملبوس،سیاہ کیپ کیساتھ سیاہ گاگلز لگائے بمشکل ہی پہچان میں آرہا تھا۔۔۔

ٹرین اپنے مقررہ وقت پر روانہ ہوکر قریباً ڈھائی گھنٹے بعد لندن

پہنچی تو دیگر مسافروں کیساتھ وہ دونوں بھی آگے پیچھے ٹرین سے نکل آئے۔۔۔

اپنے کوٹ کے کالر چہرے تک اُٹھاتے ہوئے وہ مسلسل اس آدمی کے پیچھے چل رہا تھا۔۔۔

اپنا پیچھا کرتے آدمی سے بے خبر وہ اپنی دُھن میں مست چلتا ٹیکسی پکڑ کے اپنے اپارٹمنٹ روانہ ہوا تو پیچھا کرتا آدمی بھی کیب میں بیٹھ اسکے پیچھے روانہ ہوا۔۔۔

دس پندرہ منٹ بعد وہ اپنے اپارٹمنٹ کے قریب پہنچا تو ٹیکسی رُکوا کر پیسے دیتے ہوئے سڑک کراس کرتا روڈ سائیڈ اولڈ اپارٹمنٹس کے سامنے آیا اور مین انٹرنس سے داخل ہوکر چلتا ہوا چابی ہاتھ میں گھماتا گنگناتا اپارٹمنٹ کے دروازے تک پہنچا اور ڈور کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔

اسکے اندر جانے کے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ڈور بیل بجنے پر وہ متبسم ہوتا دروازے پر آیا تو سامنے موجود اُسی شخص کو دیکھ کر گرمجوشی سے اسکی جانب بڑھا اور گلے مل کر اُسے اندر لے گیا۔۔۔

بڑے خوشگوار ماحول میں گپ شپ لگانے کے بعد آخر دونوں مطلب کی بات پر آئے۔۔۔۔

پہلا آدمی راجر میکرون، میکسیکو میں ایکٹیو ایک خطرناک اور طاقتور گینگ کے سربراہ کا سرکردہ آدمی تھا جبکہ دوسرا آدمی کارل جیمز، کچھ اہم حسّاس خفیہ معلومات اور سمگل شدہ سامان راجر کے حوالے کرنے آیا تھا۔۔۔۔

قانون کی نظروں میں آنے سے بچنے کیلئے دونوں نے ہی عام شہریوں کی طرح لندن کے ایک پوش علاقے میں واقع چھوٹے سے

اپارٹمنٹ میں جو دراصل کارل جیمز کے ہی زیر استعمال تھا،ملاقات کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔

میکسیکو گینگ کے سربراہ ٹیلر ہلٹن اور افراسیاب سہگل جو اب خود بھی شکاگو میں اپنا ایک بڑا مافیا نیٹ ورٹ قائم کرچکا تھا، کے آپس میں بڑے گہرے مراسم تھے۔۔۔

نیز ٹیلر ہلٹن کی بیٹی ایما ہلٹن بھی افراسیاب میں گہری دلچسپی رکھتی تھی۔۔۔

کارل نے راجر کو اپارٹمنٹ کے ایک سیکرٹ سٹور روم میں لے جاتے ہوئے ساتھ میں اُسے مہمان نوازی کے طور پر بئیر بھی آفر کی جو اسنے خوشی سے قبول کی۔۔۔

سٹور روم پہنچ کر کارل نے اُسے ایک انڈر گراؤنڈ بیسمنٹ میں پہنچادیا جہاں عام استعمال کے فالتو گھریلو سامان میں راجر کے مطلب کی اشیا٦ چھپائی گ ئی یں تھیں اور جو اُسے لندن سے میکسیکو سمگل کروانی تھیں۔۔۔۔

راجر مزے سے ب ئی یر پیتا مسرور انداز میں اپنے سامنے پڑی ڈھیر ساری کھلی پیٹیوں کو دیکھ رہا تھا جب اچانک اسکے سر میں شدید قسم کا درد اُٹھا اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر ڈھے گیا۔۔۔۔۔

ایک دھیما سا قہقہہ بیسمنٹ کی دیواروں سے ٹکرایا تھا۔۔۔۔

کارل نے اسکے سر پر ایک زوردار ضرب رسید کرتے ہوئے اسکی گردن کی مخصوص نس دباکر اسے بیہوش کردیا تھا۔۔۔۔

"معذرت کیساتھ دوست! تمہیں زندہ صحیح سلامت بھائی تک پہنچانا تھا اسل ئے اتنا سا تکلف تو بنتا ہے نا "

کارل زیر لب مسکراتے ہوئے بڑبڑایا اور اگلے چند منٹوں میں وہ راجر کو مکمل طور پر بے بس کرکے اسے اپنے جان سے پیارے بھائی یوں

سے بڑھ کر باس یعنی کہ جبروت رئی یسانی تک پہنچانے کا بہترین انتظام کرچکا تھا۔۔۔۔

ایاز چوہدری جو کارل کے کَور نیم کیساتھ ک ئی ماہ راجر سے ملنے کے بعد اسکا اندھا اعتماد حاصل کرچکا تھا،اب امریکی ریاست فلوریڈا کے رہائ شی اور میکسیکو میں سی آئی اے کے جاسوس کے طور پر کام کرنے والے راجر کیمرون کو جبروت کی ھدایت پر اسکے پاس پہنچانے جارہا تھا۔۔۔۔

ٹیلر ہلٹن اور خوصاً افراسیاب کے ذمّے جبروت نے اپنے کئی حساب چکتا کرنے تھے اور اب وہ ان دونوں سمیت ان جیسی اور ان سے بڑی طاقتور مافیاز کی زندگی حرام کرنے پر سالوں سے کمر بستہ تھا۔۔۔۔

وِینس:اٹلی:

صبح کے وقت سورج کی سُنہری کرنوں میں نہائے اٹلی کے خوبصورت پانیوں کے شہر وینس کا حسن آنکھوں کو فرحت بخش رہا تھا۔۔

نیلگوں پانیوں میں چلتے بوٹس میں براجمان رومانوی جوڑے دنیا جہاں سے بے خبر ایک دوسرے سے محبت جتارہے تھے۔۔۔

جبکہ وینس کے باشندے بھی اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مشغول تھے۔۔۔

افراسیاب سہگل جو اپنی عیاری اور تیز دماغ سے شکاگو کے بعد اٹلی میں بھی اپنے قدم جما چکا تھا،اس وقت اپنی چہیتی بیوی مشعل عبّاسی اور اکلوتی لاڈلی سات سالہ بیٹی ملیحہ سہگل کیساتھ شکاگو سے وِینس گھومنے آیا تھا۔۔۔

افراسیاب گوکہ اٹلی میں قیام کے دوران سِسلی شہر میں رہا کرتا مگر اس بار مشعل کی فرمائش پر وہ وِینس چلا آیا تھا۔۔۔

اس فرصت کے سمے بھی اسکے شیطانی دماغ کو چین نہیں تھا اور وہ جو ارسلان عبّاسی کو ختم کرکے اُسے اپنے راستے سے ہٹانے کے درپے تھا۔۔۔اسنے لندن میں ارسلان کے پیچھے کچھ غنڈے لگوائے تھے جو دو مرتبہ ارسلان پر حملہ کرچکے تھے مگر وہ دونوں دفعہ ہی خوش قسمت ثابت ہوا تھا۔۔۔

افراسیاب جو اس بات پر سخت تپا بیٹھا تھا،اب ارسلان کا قلع قمع کرنے کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کرلینے کے بعد بے صبری سے اسکے خاتمے کا منتظر تھا۔۔۔

وہ اس بار ارسلان پر حملے کو نسل پرستی اور اسلاموفوبیا کا رنگ دینا چاہتا تھا۔۔۔۔

اسنے یہ کام لندن کے شہر مانچسٹر میں ایکٹیو گینگ کے سربراہ اور اپنے دوست مارٹن کو سونپا تھا اور اب روم میں موجود اسی سے فون پر محوِ گفتگو تھا۔۔۔

"اطلاعات کے مطابق وہ آج لندن کے نیشنل آرٹ گیلری میں ایگزیبیشن دیکھنے آسکتا ہے۔ہمارے آدمی اسکے ساتھ ساتھ ہونگے اور ایگزیبیشن کے اختتام پر وہ اپنے گھر زندہ نہیں پہنچ پائے گا۔۔۔"

مارٹن کی بات پر وہ زہر خند انداز میں مسکرایا تھا۔۔۔

"خوب! میرے دوست تمہارا بہت شکریہ۔۔۔"افراسیاب ہوشیاری سے بولا کیونکہ گھر میں مشعل بھی موجود تھی اور وہ اپنے بھائی سے متعلق اسکے کمینے ارادوں سے ناواقف تھی۔۔۔

وہ اسی سمے بڑے بڑے اونی دستانے پہنے مسکراتی ہوئی روم

میں داخل ہوئی تو افراسیاب نے بھی اسکی جانب مسکراہٹ اُچھالی۔۔۔

"ملّی کی فرمائش پر پیزا بیک کیا ہے آپ بھی آکر اپنی پرنسز کو جوائن کرلیں۔۔۔"

مشعل کے کہنے پر افراسیاب نے مارٹن کو بائے کہہ کر فون بند کیا اور مشعل کے کندھوں پر بازو پھیلاتے ہوئے اسکے ساتھ روم سے نکل کر کچن میں آیا۔۔۔

"افراسیاب! کتنا وقت ہوگیا ہے ہم مما،عشال اور شان سے نہیں ملے ہیں۔۔۔آپ فری ہوں تو اس بار اُن سے ضرور ملیں گے۔۔۔"

مشعل نے پیزا سرو کرتے ہوئے افراسیاب سے کہا۔۔۔

" Dad!I miss Nano,Mamu & Aani"

ملیحہ بھی ایکسائٹڈ ہوکر باپ سے بولی۔۔۔

"!Why not sweetheart"

افراسیاب معنی خیزی سے مسکرا کر بولا۔۔۔

"تعزیت کیلئے جائینگے نا۔۔۔"وہ دل میں بڑبڑاتے ہوئے بیٹی کیساتھ پیزا کھانے لگا۔۔۔

✿✿✿✿

ایگزیبیشن والے دن صبح ہی صبح آرٹ گیلری کے منتظمین کی جانب سے فروفیسر آرنلڈ کو کال آئی تو انکی بات پر تو وہ کچھ دیر کیلئے حیرت سے اپنے پاس بیٹھی ارین کو دیکھنے لگے۔۔۔

پھر وہ کچھ دیر تک فون پر اُس سے گفتگو کرتے رہے اور کال ڈسکنکٹ ہوجانے کے بعد فروفیسر آرنلڈ کچھ شش و پنج میں مبتلا فروفیسر ارین کو دیکھنے لگے۔۔۔

"کیا ہوا آپ اتنے کنفیوزڈ کیوں ہیں؟" فروفیسر ارین نے انکی کشمکش بھانپ کر کہا۔۔۔۔

"ابوالا کیسیز کو بلادو۔۔۔"وہ دھیرے سے بولے۔۔۔۔فروفیسر ارین قدرے تعجب سے اُٹھی مگر دُرّے خود ہی نیچے اُتر کر انکے پاس آچکی تھی۔۔۔۔

آج سنڈے تھا۔۔کشمالہ سورہی تھی لہذا وہ اسے جگائے بغیر ہی نیچے آگئی۔۔۔۔سفید جھالی دار ٹاپ کیساتھ بلیو لانگ سکرٹ اور اسی کے ہم رنگ سکارف کو نفاست سے چہرے کے گرد لپیٹے ،گھنگریالے بالوں کو مکمل طور پر ڈھکے،چہرہ حجاب کیساتھ ہی جڑے سیاہ نقاب سے ڈھانپے وہ فروفیسر آرنلڈ کے بلانے پر ان سے کافی فاصلے پر رکھے سنگل صوفے پر مودب ہوکر بیٹھی تھی۔۔۔۔

"بیٹے آپکی پینٹنگز آج سے پہلے ہمارے علاوہ اور کسی نے دیکھی ہیں؟"

انکے سوال پر دُرّے نے قدرے اچھنبے سے انھیں دیکھا۔۔۔

"اس سے پہلے ہم صرف بچپن میں ہی پینٹنگز بنایا کرتے تھے اور وہ صرف ہمارے گھر والوں نے دیکھی ہیں۔۔۔اس کے اتنے وقت بعد اب یہ جو پینٹنگز بنائی ہیں وہ آپ،میم اور کشمالہ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھی ہیں۔۔۔۔اریبہ اور ازکی نے بھی نہیں۔۔۔۔"

دُرّے نے رسان سے جواب دیا۔۔۔

"ابھی ابھی مینیجر نے کال کرکے بتایا کہ کسی بہت ہی بڑے رئیس شخص نے آپکے فن کا دیوانگی کی حد تک مدّاح ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے آپکی ساری پینٹنگز کو ایگزیبیشن سے پہلے اتنے

مہنگے داموں خریدا ہے جو کسی عام فرد کی سکت سے باہر ہے۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ اپنے مخصوص برٹش لہجے میں بولے تو دُرّے حیران رہ گ ئی۔۔۔۔

"سر کیا آپ کو انکا نام بتایا گیا ہے؟" دُرّے نے کچھ سوچ کر ان سے پوچھا۔۔۔۔

"پہلے وہ نام ڈِس کلوز نہیں کررہے تھے مگر بہت اصرار پر اُنہوں نے کسی مسرور نام کے آدمی کے بارے میں بتایا ہے۔۔۔مجھے لگتا ہے کوئی ایشین نژاد ہے شائد۔۔۔۔لندن کے بلین ائیرز میں سے ہو گا"

فروفیسر آرنلڈ بولے۔۔۔۔

"سر ہم ایسے کسی شخص کو نہیں جانتے اور نا یہ پتہ ہے کہ انہوں نے ہماری پینٹنگز کہاں دیکھیں۔۔۔۔مگر اب تک تو لوگ آج ہونے والی ایگزیبیشن دیکھنے آرٹ گیلری پہنچ بھی چکے ہونگے۔۔۔۔۔۔"

دُرّے کو باقی شائی قین کی مایوسی کی فکر لاحق ہوئی۔۔۔۔

"ان سب کو مایوسی تو ہوگی بچے مگر ہم کیا کرسکتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کسی بھی قیمت پر ایک بھی پینٹنگ چھوڑنے کو تیّار نہیں۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ دھیرے سے بولے۔۔۔۔

"سر! آپ منتظمین سے بات کریں اور ان سے کہیں کہ ہماری مسرور صاحب سے بات کروادیں۔ہم انہیں کنوینس کریں گے کہ وہ ان پینٹنگز کو ان کے لئے چھوڑ دیں اور ہم خصوصی طور پر انکے لئے اور پینٹنگز بناکر دے دینگے۔۔۔۔"

دُرّے نے اک راہ نکالنی چاہی۔۔۔۔

"میں نے بات کی تھی مگر یہاں بھی وہ اپنی ضد پر اَڑے ہوئے کہتے ہیں کہ چاہے یہ پینٹنگز ہوں یا پھر آپکی کوئی بھی اور پینٹنگ انکے ہوتے ہوئے کوئی اور نہیں لے سکتا۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ کی بات پر دُرّے نے قدرے ہونق ہوکر انکو دیکھا۔۔۔۔

"زبردستی ہے کوئی؟عجیب انسان ہیں یہ تو۔۔۔۔"وہ آنکھیں گھما کر خود سے بڑبڑائی۔۔۔۔

منتظمین شائقین کو پہلے ہی آگاہ کرچکے تھے کہ جن خاص پینٹنگز کے وہ منتظر تھے وہ راتوں رات کوئی اور اپنے نام کرکے لے گیا تھا اور اب وہ سب خوب جلنے کڑھنے کے بعد مسرور صاحب کو بُرا بھلا کہتے ہوئے مایوسی سے آرٹ گیلری میں لگی باقی پینٹنگز دیکھنے لگے۔۔۔۔

پینٹنگز کی فروخت کی مخیّر قیمت جو منتظمین کی جانب سے فروفیسر آرنلڈ کو بھجوائی گ ئی تھی وہ انہوں نے دُرّے کے کہنے پر رئیسانی فاؤنڈیشن کو ڈونیٹ کردی جو دنیا بھر کے ناداروں اور بے کسوں کیلئے اُمید کی روشن کرن تھی۔۔۔۔

دوسری جانب مارٹن کی جانب سے ارسلان کے ایگزیبیشن میں نا آنے کی اطلاع پر افراسیاب سخت تلملایا بیٹھا تھا۔۔۔۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح ارسلان کو زندہ شعلوں کی نظر کردے۔۔۔۔

ایاز کے زندہ ہونے سے تو خیر وہ اب تک بے خبر ہی تھا۔۔۔آصف عباسی برسوں سے حساس اداروں کے خفیہ سیل میں قید تھے جبکہ واحد ارسلان تھا جو اُسکے حلق میں کانٹے کی طرح پھنسا ہوا تھا اور گزشتہ دو قاتلانہ حملوں میں بچ کر نکل گیا تھا۔۔۔۔

"ڈیم اِٹ! مجھے وہ کسی بھی حالت میں اس دنیا سے دفع ہوجانا چاہیے۔۔۔کچھ بھی کرو بس۔۔۔اگلی دفعہ فون کرو تو خوشخبری سُنانے کیلئے۔۔۔۔۔"

افراسیاب تن فن کرتا ہوا بولا تھا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے ہم اُس پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔۔۔جیسے ہی وہ ہاتھ آئے گا تو اگلی سانس لینے کو ترسے گا۔۔۔۔"

مارٹن نے اُسے یقین دہانی کروائی تھی۔۔۔۔

سر! ہم آکسفورڈ جانا چاہتے ہیں۔۔۔۔"دُرّے کے اچانک کہنے پر فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین نے حیرت سے اُسے دیکھا۔۔۔

زندگی میں شائد پہلی فرمائش تھی جو دُرّے نے اُن سے کی تھی۔۔۔

"کیوں نہیں بچے میں لے جاؤنگا آج ہی۔۔۔۔۔"فروفیسر آرنلڈ فوراً بولے۔۔۔۔

"آپ چلیں گی ہمارے ساتھ؟ صہبا آنٹی اور عشال کو بھی لے چلیں گے۔۔۔وہ دونوں کبھی باہر نہیں جاتیں۔۔۔۔"

دُرّے نے فروفیسر ارین کو دیکھ کر کہا تو وہ نہال ہوگئی یں۔۔۔۔

"کیوں نہیں بیٹا ضرور۔۔۔۔میں اُنہیں کال کرتی ہوں ابھی۔۔۔۔بریک فاسٹ کرکے چلیں گے پھر۔۔۔۔۔"

وہ خوش ہوکر اُٹھتے ہوئے بولیں۔۔۔۔تب تک کشمالہ بھی جاگ کر ان کے پاس آچکی تھی۔۔۔۔

بریک فاسٹ کے بعد صہبا اور عشال صنان اور ارسلان کیساتھ انکے ہاں آئی یں تو فروفیسر آرنلڈ کے سلور کلر فیملی وین میں وہ سب بیٹھ کر رچمنڈ سے مرکزی جنوبی انگلینڈ میں واقع آکسفورڈ شہر کی جانب روانہ ہوئے۔۔۔۔۔

اریبہ اور ازکٰی سات بجے کی فلائی یٹ سے ہی واپس پاکستان روانہ ہوچکی تھیں ورنہ وہ دونوں بھی ہر ٹرپ پر انکے ساتھ رہا کرتی تھیں۔۔۔۔۔۔

دُرّے کے دل میں جانے کب سے یہ ارمان تھا کہ وہ ایک بار آکسفورڈ یونیورسٹی ضرور جائے جہاں اسکی مما مہرالنساء خان اپنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوجوان پاکستانی نژاد فروفیسر تعینات ہوئی تھیں۔۔۔۔۔

لندن آنے کے بعد وہ اتنے بزی شیڈول کی گردش میں قید ہوگئی تھی کہ اپنی یہ خواہش پوری نا کرپائی اور آج آخرکار مچلتے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسنے ٹھان لی تھی کہ وہ پاکستان جانے سے پہلے یونیورسٹی ضرور جائے گی۔۔۔۔۔

پچھلی نشست پر براجمان دُرّے بے نیاز سی کھوئی نظروں سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی اور یہاں ڈرائی یونگ سیٹ سنبھالے ارسلان تھا جو بار بار سٹیرنگ پر اپنی کپکپاتی گرفت کو مضبوط کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔۔

کشمالہ کی نظر بار بار ارسلان کے مغموم سے چہرے پر پڑ کر زخمی سی واپس پلٹ آتی۔۔۔۔

سویرے کی دھوپ اب دھیرے دھیرے سرکتی دوپہر میں داخل ہو چکی تھی۔۔۔

قریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مصافت کے بعد وہ لوگ آکسفورڈ شہر پہنچ گئے تھے اور اب یونیورسٹی کی جانب محوِ سفر تھے۔۔۔

آکسفورڈ کی قدیم اور تاریخی یونیورسٹی پہنچ کر دُرّے محبت سے وہاں کے در و دیوار کو تکتی دل ہی دل میں اپنی ماں کے مجسم مسکراتے پیکر سے بھی گویا خیالوں ہی خیالوں میں گفتگو کر رہی

تھی۔۔۔۔

گاہے بگاہے وہ اپنے ساتھ چلتے ان سب کو اپنے یہاں آنے کی وجہ اور اپنی ماں سے جڑی یادیں بتا رہی تھیں۔۔۔۔

دُرّے وہاں دیگر فروفیسرز سے بھی ملی اور جب انہیں پتہ چلا کہ وہ مہرالنسا٦ خان کی بیٹی ہے تو وہ پہلے تو حیران رہ گئے اور پھر بیحد محبت اور اپنائیت سے اُن کو اپنے ساتھ لیے لیے پھرتے مہرالنسا٦ خان کی بہترین ریسرچ تھیسیز جو آج بھی لائبریری کے ٹاف ریسرچ بکس کی فہرست کی زینت تھیں، دکھاتے رہے۔۔۔۔

یہیں پر دُرّے کو اپنے نانا اوغوز خان کی بہترین لیکچرر شپ کا بھی پتہ چلا جو انہوں نے اپنی جوانی میں آکسفورڈ میں امتیازی حیثیت سے کی تھی۔۔۔۔۔

اپنی ماں اور نانا کی تحریروں پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ کچھ پلوں کیلئے پھر سے اپنے بچپن میں کھو گئی تھی۔۔۔

آنکھیں تھیں کہ چھلک پڑنے کو بیتاب ہوئی جارہی تھیں

مگر وہ خود پر کڑا ضبط کیے رہی۔۔۔۔

اُسنے یونی کے فروفیسرز کی گروپ فوٹوز کے ایلبم میں مہرالنسا٦ خان کی تصاویر بھی دیکھیں جو نقاب سے جھلکتی مسکراتی آنکھوں سے گویا اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

قریباً دو گھنٹے یونیورسٹی میں گزار کر وہ اپنی مما اور نانا کی تر و تازہ یادیں دل میں بسا کر رخصت لیتی آکسفورڈ سے واپس رچمنڈ کیلئے روانہ ہوگئی۔۔۔۔

کشمالہ جو افسردگی سے اسے دیکھ رہی تھی،یونہی بے دھیانی میں دُرّے سے نظر ہٹاتے ہوئے اسکی نگاہیں بیک ویو مِرر میں خود کو

دیکھتے ارسلان پر پڑی تو وہ کچھ لمحے ساکن سی ہوگئی۔۔۔۔

لب بھینچے ارسلان نے سر کو ہلکا سا خم دے کر اُسے اُداس ہونے سے روکا تھا۔۔۔۔

جب سے کشمالہ جو ایک دن فروفیسر ارین کیساتھ دُرّے کو لینے سٹیفن تھامس ہاسپٹل آئی تھی ،نے درد و اذیت میں ڈھولتے ارسلان کو سہارا دے کر اُس دن کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ تک پہنچایا تھا تب سے وہ اُسکا ممنون تھا۔۔۔

یہی ممنونیت ان گزرے دنوں میں گزرتے لمحوں کے ہر تصادم کیساتھ مانوسیت میں تبدیل ہوتی گ ئی۔۔۔

ارسلان اپنی بڑی بہن عشال کے ل ئے بہت پریشان تھا۔۔۔وہ سب جو ایاز کے زندہ ہونے سے اب تک بے خبر تھے، اسکے بعد عشال کی ذہنی کیفیت اکثر و بیشتر انتشار کا شکار رہتی۔۔۔

اپنے لاڈ اُٹھانے والے باپ کی گرفتاری، آنکھ کے تارے جیسے بھائی کی بیماری ،ماں کی اُجڑی حالت اور اپنے محبوب شوہر کی موت کی خبر نے عشال عبّاسی کو بڑی بُری طرح داغا تھا۔۔۔

اسکا ڈپریشن ان گزرے سالوں میں تھراپیز کے باوجود بڑھتا جارہا تھا اور یوں ارسلان عبّاسی کی زندگی سے بھرپور، ہونہار اور بیحد خوش مزاج بہن زندگی سے روٹھ گ ئی تھی۔۔۔

ارسلان بچپن سے عشال کے بہت قریب تھا اور دُرّے کیل ئے اسکی محبت سے بھی سب سے پہلے عشال ہی واقف ہوئی تھی۔۔۔

اسکے یوں بے رنگ و نور ہوجانے کے سبب اسکا اور ایاز کا اکلوتا بیٹا ابراز چوہدری بھی بیحد متاثر ہوا تھا۔۔۔

ارسلان سے اپنی بہن کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی لہذا اُسنے ایک دن ٹوٹے ہوئے لہجے میں کشمالہ سے ریکویسٹ کی

تھی کہ وہ عشال کی اپنے غم سے نکلنے میں مدد کردے۔۔۔۔

کشمالہ نے اس پر دل سے بھرپور توجہ دے کر دھیرے دھیرے زندگی کی طرف لوٹانا شروع کردیا۔۔۔۔۔

عشال اکثر اُن دونوں سے ملنے فروفیسر آرنلڈ کے گھر آتی رہتی تھی۔۔۔۔

اسکے روبہ صحت ہونے میں کشمالہ کیساتھ ایک بڑا ہاتھ دُرّے کا بھی تھا۔۔۔۔

دُرّے کشمالہ کی ارسلان سے محبت سے بھی بخوبی واقف تھی اور دل سے چاہتی تھی کہ وہ اپنی محبت میں سُرخرو ہوجائے۔۔۔۔

ارسلان جب وینٹی لیٹر پر بے سُدھ پڑا تھا۔۔۔تب کشمالہ ہمت کرکے بس چند ساعتوں کیلئے اُسے دیکھنے چلی گئی تھی۔۔۔۔

"مجھے معلوم ہوتا کہ آپکے دل نے آپکو یوں بچپن سے پریشان کررکھا ہے تو میں کب کا آپ کیلئے روتے بلکتے ذرا سی تکلیف پر تڑپ اُٹھنے والے اپنے دل کو آپ پر قربان کرچکی ہوتی ارسلان۔۔۔۔۔"

خود سے بڑبڑاتی ہوئی کشمالہ کی آنکھوں سے آنسو لڑی کی صورت بہنے لگے تھے۔۔۔۔۔

دُرّے جو ارسلان کی کنڈیشن چیک کرنے آئی تھی، ذرا سا پہلے ہی دبے پاؤں روم میں داخل ہورہی تھی،جب وہ کشمالہ کی تئیں اسکی بیحد آہستہ بڑبڑاہٹ بھی سُن چکی تھی۔۔۔۔

کشمالہ نے اس پر نظر پڑتے ہی فوراً چہرے کا رُخ دوسری طرف کرکے اپنے آنسو پونچھے اور پھر اسکے پاس آئی۔۔۔۔

"انکی ممی اور آپّی کو نہیں بتایا ابھی تک؟"

کشمالہ نے پوچھا۔۔۔

"نہیں! انہیں نہیں بتا سکتے وہ پہلے ہی بہت پریشان رہی ہیں۔۔۔ارسلان کچھ بہتر ہو جائی یں تو پھر بتانا مناسب رہے گا۔۔۔"

دُرّے نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دباتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

اور تب فروفیسر ارین کیساتھ وہ ارسلان کے ٹھیک ہونے تک وہیں دُرّے اور فروفیسر آرنلڈ کیساتھ رہی تھی۔۔۔

کشمالہ جس نے بڑی مشکل سے خود کو ارسلان کے بارے میں سوچنے سے بچا رکھا تھا، پچھلے تمام عرصے کے دوران ارسلان سے ہاسپٹل میں ہونے والے پہلے پہل کے انکاؤنٹر جس میں اسنے دل میں اُٹھنے والے درد سے بے حال ہوکر ہاسپٹل کے کاریڈور میں لڑکھڑاتے قریباً گرنے کے قریب ارسلان کو سنبھالتے ہوئے فوراً ڈاکٹز کو اسکی حالت کی خبر دی تھی، سے لیکر کبھی کبھار کے ہونے والے مہربان سے تصادم سے اسکے دل کے رستے زخم نئے سِرے سے ہرے ہوتے جارہے تھے۔۔۔

صبح ارسلان ڈسچارج ہوا تو وہ چاروں اُسے لیکر رچمنڈ اسکے گھر واپس لے آئے تھے۔۔۔

صہبا عباسی کو یہ کہہ کر تسلّی دی گ ئی تھی کہ دراصل ارسلان کو ایمرجنسی میں اوور نائیٹ ہاسپٹل میں رُکنا پڑ گیا تھا۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ بھی دُرّے کی اُداسی بھانپ چکے تھے لہذا انہوں نے چھپکے سے ارسلان سے کہا کہ وہ رچمنڈ واپس جانے کے بجائے کنگسنگٹن جائے۔۔۔۔

دُرّے تو خیر اپنی دُھن میں مگن بے دھیانی سے کھڑکی سے باہر بھاگتی سڑکوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ باقی سب کو فروفیسر آرنلڈ اور ارین نے اشارے سے خاموش رہنے کا کہا تھا۔۔۔

وہ دُرّے کا انہماک نہیں توڑنا چاہتے تھے۔۔۔

آکسفورڈ سے ایک گھنٹے کی مصافت پر لندن کے متمول و معروف علاقے کنگسنگٹن پہنچتے پہنچتے سہہ پہر ہوگئی تھی۔۔۔۔

کنگسنگٹن میں ٹورسٹس کے لئے تفریح کا سامان بہت تھا۔۔تاریخی عجائب گھر،شاہی خاندان کے محل اور باغات سمیت خوبصورت پارکس، کنگسنگٹن ہائی سٹریٹ پر موجود مہنگے شاپنگ مالز اور جانے کیا کیا سیاحوں کو اپنی چکا چوند میں گُم کرنے کیلئے تیار تھے۔۔۔۔

کنگسنگٹن پہنچ کر گاڑی کے رُکنے اور باقی سب کے گاڑی سے اُترنے پر دُرّے اپنی ٹرانس سے باہر آئی تو اچھنبے سے گاڑی سے اُترتی فروفیسر آرنلڈ کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔

"ابوالا کیسیز! آپ دونوں ویسے بھی پرسوں جارہی ہیں واپس۔۔۔لہذا ہم نے سوچا آپ کو جاتے ہوئے ایک چھوٹی سی فئیر ویل ٹریٹ دیتے جائیں۔۔۔۔"

فروفیسر آرنلڈ مزے سے بولے۔۔۔۔

اُنہوں نے پہلے کنگسنگٹن شاہی باغ کا رُخ کیا جو سہہ پہر کے اس وقت ابر آلود آسمان تلے بہت پُرسکون اور نہایت فرحت بخش تھا۔۔۔

دیگر سیاح بھی ٹولیوں کی شکل میں آئے باغ کی سیر سے لطف اندوز ہورہے تھے۔۔۔۔

دُرّے سیاحت کی دلدادہ تھی اور یہ آؤٹنگ اسکے موڈ پر چھائی افسردگی کی پرچھائیوں کو ہٹانے میں کامیاب ہوچکی تھی۔۔۔۔

ارسلان کا اُسے خوش دیکھ کر سیروں خون بڑھ گیا تھا۔۔۔

کنگسنگٹن رویل گارڈن کے وزٹ کے بعد وہ لوگ شاپنگ کیلئے نکل پڑے اور پھر ڈنر کرکے واپس رچمنڈ کیلئے روانہ ہوگئے۔۔۔۔

کنگسنٹن گوکہ لندن کے نہایت خوشحال، مصروف و معروف جگہوں میں سے ایک تھا لیکن اسکے ساتھ وہ لندن کے خطرناک علاقوں میں بھی شمار ہوتا تھا جہاں جرائم کی شرح زیادہ تھی یہاں تک کہ بسا اوقات لوگ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔۔۔۔

لندن میں موجود سٹریٹ گینگز کے بدمعاش ویسٹ منسٹر سمیت دیگر خطرناک علاقوں کے علاوہ کنگسنگٹن میں بھی کثرت سے پائے جاتے تھے۔۔۔۔

افراسیاب کے کہنے پر مارٹن کے آدمی صبح سے ارسلان کے پیچھے لگے اب کنگسٹن بھی پہنچ گئے تھے اور مسلسل انکی گاڑی کا پیچھا کررہے تھے۔۔۔۔

دوسری جانب دُرّے اور کشمالہ کی نگرانی کرتے وہی دو آدمی اب اپنے مزید ساتھیوں کے ہمراہ صبح سے ایک مخصوص فاصلہ رکھے فروفیسر آرنلڈ کی وین کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔۔۔۔

اُنہیں جیسے ہی خطرے کی کنفرمیشن ملی تو فروفیسر آرنلڈ کی وین تک پہنچنے سے پہلے اُنہوں نے ایک گہری چال کے ذریعے مارٹن کے آدمیوں کو بہکا کر وہاں سے دور کر دیا۔۔۔

ایک گاڑی فروفیسر آرنلڈ کی وین کا پیچھا کرتی تب تک انکے ساتھ ساتھ رہی جب تک وہ لوگ رچمنڈ پہنچ نہیں گ ئے جبکہ باقی تین گاڑیاں مارٹن کے آدمیوں کی گاڑیوں کے پیچھے لگ کر انکے سروں پر ایسے سوار ہوئے کہ انہیں اچھا خاصا گھن چکر بنانے کے بعد رات کے اندھیرے میں دھر کر اپنے ساتھ کس کر باندھتے ہوئے لے گ ئے۔۔۔۔

✿✿✿✿

آج دُرّے اور کشمالہ کو چھٹیوں میں واپس پاکستان نورین اور شیس کی شادی میں شرکت کیل ئے جانا تھا۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین اُنہیں چھوڑنے ہیتھرو ائیر پورٹ تک انکے ساتھ آئے تھے۔۔۔۔

ارسلان جان بوجھ کر طبیعت کی خرابی کا بہانہ بناکر انکے ساتھ نہیں آیا تھا۔۔۔۔

وہ دُرّے کو دور جاتے نہیں دیکھ سکتا تھا اور اب تو کشمالہ سے بھی اُسے اُنسیت ہوگ ئی تھی۔۔۔

صہبا اور عشال بھی انکے ساتھ آنا چاہتے تھے مگر دُرّے اور کشمالہ خود ہی جانے سے پہلے اُن سے ملنے چلی گ ئیں تاکہ موسم کی سختی سے انہیں تکلیف نا ہوں۔۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اور ارین اُنہیں الوداع کہہ کر انکے فلائیٹ میں سوار ہوجانے تک وہیں رہے اور انکے روانہ ہونے کے بعد دلگرفتہ سے واپس گھر چلے آئے مگر وہاں دُرّے نے دیوار پر اپنی آخری پینٹنگ جس میں اُسنے شفق رنگ آسمان تلے دریائے ٹیمز کے شفاف پانیوں میں چلتے بوٹس اور دریا کے کنارے اپنے ان دو محسنوں کض میں ایک خوبصورت کارڈ پر انہیں مام ڈیڈ کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے انکے ل ئے اپنی محبت،عقیدت اور احترام کے اظہار کے ساتھ اُن کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں جذباتی ہوکر دیر تک پینٹنگ کو دیکھ کر ہولے سے مسکراتے رہے۔۔۔۔۔

✿✿✿✿

اسلام آباد انٹرنیشنل ائیر پورٹ:

شہر اقتدار کا موسم بھرپور خنکی لیے شام کے اس پہر پورے شہر کو لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔۔۔۔

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے جو کسی بھی وقت برس پڑھنے کو تیار بیٹھے تھے۔۔۔۔

اسلام آباد انٹرنیشنل ائیر پورٹ کے ٹرمینل بلڈنگ میں انٹرنیشنل اررائیول پر حیدر اور ضبور منتظر کھڑے تھے۔۔۔۔

فلائیٹ لینڈ کرچکی تھی مگر مسافر ابھی باہر نہیں آئے تھے۔۔۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد اُن دونوں کی آنکھوں میں خوشی کی چمک لہرائی۔۔۔۔۔

دُرّے اور کشمالہ اپنی لگیج کی ٹرالیاں دھکیلتی اسی طرف آرہی تھیں۔۔۔۔۔

ضبور نے جلدی سے آگے بڑھ کر ہاتھ میں تھمے دو چھوٹے چھوٹے فلارز بکے اُنکو پیش کیے تھے۔۔۔۔

"خوش آمدید مابدولت صاحبان۔۔۔۔آخرکار انتظار کی چکّی میں جم کر پسنے کے بعد آپکے مبارک دیدار نصیب ہوہی گ ئے۔۔۔۔"

ضبور منہ بناکر بولا تو وہ دونوں ہی ہولے سے ہنس پڑی۔۔۔۔

"شکریہ باہی حضور۔۔۔۔"کشمالہ نے ماتھے تک ہاتھ لے جاکر آداب کیا۔۔۔۔

"چل بھ ئی میسنیوں اب ابّا حضور کے دربار میں حاضری دو۔۔۔خود دست بستہ کھڑے راہ تک رہے ہیں تم چڑیلوں کے۔۔۔۔"

ضبور کی اطلاع پر دُرّے کے آبرو اُٹھے تھے۔۔۔

اُسنے فوراً ضبور کے پیچھے ذرا دور کھڑے مسکراتے حیدر کو دیکھا تو لگا مہابت خان کھڑے مسکرا رہے ہیں۔۔۔۔

وہ اور کشمالہ دونوں دوڑ کر اُن کے پاس گ ئی تھیں۔۔۔۔۔

"بابا آپ خود کیوں آگ ئے۔۔۔۔آپ جانتے ہیں نا سیکیورٹی تھریٹس۔۔۔"

کشمالہ تیزی سے بولی تو حیدر نے نرمی سے اُسکی بات کاٹی تھی۔۔۔۔

"بچے زندگی کا محافظ تو وہ اللہ رب العزت ہیں۔۔۔میری پیاری بیٹیوں کے آگے سیکیورٹی تھریٹس کی کیا اوقات بھلا۔۔۔۔"

وہ نرمی سے بولتے ہوئے شوخ ہوئے تھے۔۔۔۔۔

"مفت کا شوفر سمجھ رکھا ہے۔۔۔۔میں تو زندگی بھر قلی بن کر تم چڑیلوں کے بھاری بھرکم بیگز اُٹھانے کیلئے ہی تو پیدا ہوا ہوں نا۔۔۔۔۔"

ضبور اُنکی ٹرالیاں گھسیٹتے ہوئے انکی طرف آیا اور منہ بگاڑ کر بولا۔۔۔۔

"چُپ کر اوئے۔۔۔۔۔خبردار جو میری پریوں کو کچھ کہا تو۔۔۔۔شرافت سے بیگز لیکر ہمارے پیچھے آؤ۔۔۔۔۔"

حیدر مصنوعی رُعب جما کر بولے تو ضبور کا منہ اُتر گیا۔۔۔۔

"ہاں میں تو کچرے سے اُٹھایا گیا ہوں نا۔۔۔"ضبور تپ کر بولا۔۔۔۔۔

"بابا آپ مشک کیساتھ چلیں ہم لالا کیساتھ آتے ہیں۔۔۔۔۔"دُرّے نے حیدر سے کہا تو وہ اسکا سر تھپک کر کشمالہ کو اپنے ساتھ لگائے اُسے لے جانے لگے جو جیٹ لیگڈ ہوچکی تھی۔۔۔۔۔

"لائیے ایک ہمیں دیجیے۔۔۔۔۔"دُرّے نے ایک ٹرالی کی جانب اشارہ کرکے ضبور سے کہا۔۔۔۔۔

"اوئے پیچھے ہٹ۔۔۔۔ہاتھ نا لگائی۔۔۔۔ہاتھ ٹوٹے نہیں میرے۔۔۔۔میں لے جاسکتا ہوں۔۔۔۔۔مزاق کررہا تھا یار۔۔۔۔۔جانتا تھا نا کہ

رضاکارنی صاحبہ نے رُک جانا ہے تو ڈرامہ تو کرنا تھا۔۔۔۔۔"

ضبور نے اُسے گھوری دکھاکر آخر میں مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

"بڑے نوٹنکی ہیں آپ۔۔۔غلط فیلڈ میں چلے گ ئے۔۔۔ایکٹنگ جوائن کرلیتے تو ابھی تک ایک آدھ آسکر جیت ہی چکے ہوتے۔۔۔"

وہ مصنوعی طنز سے بولی۔۔۔۔

"آں ہاں میں نوٹنکی؟ تم جو ٹریجڈی کوئین بن کر نو ماہ پہلے یہاں سے لندن رفو چکر ہوئی تھی۔۔۔ایک فون تک خود نہیں کیا اپنے بھائی اپنے بیسٹ بڈی کو۔۔۔اور میں آن ڈیوٹی ہوکر کتنا خوار ہوا ہوں تمہیں فون کرکر کے پتہ ہے؟ نا تمہارا کچھ اتا پتا ہے نا وہ دوسرے محترم چُپ کا روزہ توڑتے ہیں۔۔تمہارے جانے کے بعد تو گویا یہ بھول گ ئے کہ زبان کا بولنا بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔۔۔کن چکروں میں ہو تم دونوں؟"

ضبور نے اُسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔۔۔۔

جبروت کے ذکر پر یک دم دُرّے کو پہلی بار موسم کی خنکی محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔

"تم دونوں میں ضرور کوئی کھٹ پٹ چل رہی ہے۔۔۔چندا ایسے کونسے امتحان میں تم اُسے ڈال کر چلے گ ئی کہ اُسے موت کے دہانے تک پہنچادیا۔۔۔۔"

ضبور کی بات پر اُسنے فوراً سے لگیج کا ہینڈل کھینچ کر ضبور کا راستہ روکا تھا۔۔۔

"کک کیا مطلب کیا ہوا تھا اُنہیں؟وہ ٹھیک ہیں نا؟ " دُرّے کا چہرہ تاریک ہوا تھا۔۔۔۔

"تمہارے بغیر کیسا ہوسکتا ہے وہ؟" ضبور کے دھیمے لہجے پر

اسکا دل ڈوبا تھا۔۔۔۔

"اپنے لالا پر بھروسہ نہیں ہے تمہیں۔۔۔وہ تو ہمیشہ سے ہی کچھ نہیں بتاتا کسی کو۔۔۔تم کیوں چھپارہی ہو ہوا کیا ہے آخر؟"

ضبور آبرو سکیڑیں پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

"ہم خود نہیں جانتے قدرت ہمیں کس موڑ پر لارہی ہے لالا۔۔۔جان بستی ہے اُن میں ہماری۔۔۔ہمارا دل تب دھڑکتا ہے جب وہ سانس لیتے ہیں۔۔۔ہم اُنہیں معمولی سی خراش تک نہیں لگنے دے سکتے اور حالت یہ ہے کہ ہماری ہی وجہ سے وہ بار بار اذیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔۔۔۔"

دُرّے کی آواز بُجھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

"ممی ،ردا پارو سب کیسے ہیں؟ ہم سے خفا ہونگے نا آپکی طرح کہ ہم نے اتنا عرصہ ان سے بات نہیں کی۔۔۔۔"

دُرّے نے ضبور سے پوچھا۔۔۔۔

"نہیں تو۔۔۔وہ تو راہ میں پلکیں بچھائے تمہارے استقبال کو بے چین ہیں۔۔۔۔"

دُرّے نے ایک آبرو اُٹھاکر ضبور کو دیکھا۔۔۔

"ہیر بیگم کو چھوڑ کر باقی دو محترمائیں تو صبح سے آپکی راہ تکتی ایک پیر پر گھر میں قدم رنجہ آپکے شایانِ شان استقبال کی تیاریوں میں لگی تھیں۔۔۔۔"

ضبور مزے سے بولا۔۔۔

"اچھا تو ہیر میڈم کو کیا ہوا ہے؟" دُرّے نے لب دباکر پوچھا۔۔۔

"آپکی چھاڑ پٹی کو تیار بیٹھی ہیں بیگم صاحبہ۔۔۔۔"ضبور نے بھی چسکے لیکر کہا۔۔۔۔

"ہوں پھر تو حفاظتی اقدامات کرکے ہی جائیں گے۔۔۔۔"دُرّے

نے مصنوعی پُرسوچ انداز میں کہا۔۔۔

"یہ سامانِ حرب و ضرب میدان میں کودنے سے پہلے تیار کرنے تھے نا۔۔۔۔بھگتو اب۔۔۔۔"

ضبور نے طنز کے تیر چھوڑے۔۔۔

"ہمیں کیا ضرورت پڑ گئی میدان میں کودنے کی۔۔۔۔ہیر نامی شہر کے سب غصیلے قلعے تو بس ہمارے اس غازی کی ایک مسکراہٹ پر منہدم ہونے کو تیار ہوجائے۔۔۔۔"

دُرّے شرارت سے بولی۔۔۔۔

"اوہ محترمہ اس خوش فہمی سے باز رہو۔۔۔میں کوئی نہیں اس آتش فشاں کے سامنے اپنی بتیسی باہر نکالنے والا۔۔۔مجھے اپنا منہ بہت عزیز ہے جسے وہ توڑنے میں ایک منٹ نہیں لگائے گی۔۔۔آجکل ویسے ہی انتہا کی چڑچڑی ہوکر قتل کے بہانے مانگتی ہے وہ تو۔۔۔۔"

ضبور نے فوراً بدک کر ہری جھنڈی دکھائی۔۔۔۔

"اللہ توبہ۔۔۔آپ تو ابھی سے ہمت ہار گئے۔۔۔۔پکچر ابھی باقی ہے دوست۔۔۔اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔۔۔۔"

دُرّے کا شریر مزاج پھر سے عود آیا تھا۔۔۔

"نہیں کیا مطلب تمہارا کس طرح کے کام؟" ضبور نے گھور کر پوچھا۔۔۔۔

"نہیں کوئی نہیں۔۔۔۔غلطی سے زبان پھسل گ ئی۔۔۔۔چلیں بابا ویٹ کررہے ہونگے۔۔۔"

دُرّے مسکراہٹ دباکر بولی۔۔۔

"بہت ہی کوئی "وہ" ہو۔۔۔"وہ جل کر بولا۔۔۔

"ہاں ہم "وہ" ہیں۔۔۔بلکل اپنے لالا کے جیسے۔۔۔۔"وہ کھکھلا کر ہنس دی۔۔۔۔

ان دونوں کے پیچھے وہی دو آدمی جو دُرّے اور کشمالہ کی نگرانی کرتے تھے،دُرّے اور کشمالہ ہی کی فلائی یٹ سے انکے ساتھ آئے اب مخصوص فاصلہ رکھ کر چل رہے تھے۔۔۔۔۔

انکی فلائی یٹ پانچ بجے لینڈ کرچکی تھی اور جے آر مینشن پہنچتے پہنچتے سات بجے سے اوپر ہوگ ئے تھے۔۔۔۔

مسلّح سادہ کپڑوں میں ملبوس متعدد گارڈز کے گھیرے میں انکی سیاہ لینڈ کروزر جے آر مینشن کے اندرونی گیراج میں آکر رُکی تو وہ چاروں گاڑی سے نیچے اُترے اور سامان لے جانے کیل ئے آتے ہوئے باوردی شوفرز کو شائی ستگی سے منع کرتے ہوئے ضبور انکے بھاری لگیج خود اُٹھاکر اندر گ ئے تھے۔۔۔۔

اسکے اندر جاتے ہی ہلچل سی مچ گ ئی تھی۔۔۔زارا اور باقی سب ایکسائی ٹیڈ سے ہوکر بڑے دروازے کے پاس آکر انکے منتظر کھڑے ہوگ ئے۔۔۔۔

"امّاں حضور حج کر کے نہیں آرہیں وہ دونوں جو آپ انکے لئے یوں پھولوں کے ہار لیے دست بستہ کھڑی ہیں۔۔۔چند دن پہلے کی گئی یں آج چھٹیوں پہ آرہی ہیں وہ دو چڑیلیں۔۔۔۔۔"

سامان لے جاتے ہوئے ضبور نے پیچھے سے ہانک لگائی تو زارا اُسے ایک گھوری سے نواز کر پھر سے دروازے کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔۔

اسی سمے کشمالہ حیدر کیساتھ دروازے سے اندر داخل ہوئی یں تو سامنے کھڑیں زارا سے لپٹ گئی یں۔۔۔۔۔

اُنہوں نے اُسے خود سے لپٹائے اسکا ماتھا چوما اور اسکا سر دھیرے

سے سہلایا۔۔۔۔

کشمالہ پھر اُنکے پاس کھڑی ردا سے گلے ملی تو اپنے بھاری بھرکم وجود کیساتھ وہ کشمالہ کو بہت پیاری لگی تھی۔۔۔۔

کشمالہ نے اسکے بھرے بھرے گال اپنے ٹھنڈے ہوتے ہاتھوں میں تھام کر اسکا ماتھا اپنے ماتھے سے مس کیا تھا۔۔۔۔

"ماشاءاللہ اللہ نظرِ بد سے بچائے۔۔۔۔۔بہت کیوٹ لگ رہی ہے ہماری ہیر میڈم"

کشمالہ پیار سے بولی اور پھر اسکے قریب کھڑی خود کو مسکرا کر دیکھتی پارسا کی جانب بڑھی تو پارسا نے اسے ہلکے سے جھٹکے سے کھینچ کر زور سے خود میں بھینچا۔۔۔

"کشمی! آنی آہو سے نہیں ملوگی بچے؟" اچانک ایک آشنا سی آواز پر کشمالہ چونک کر پارسا سے الگ ہوئی تو اسی وقت وہیل چئیر پر بیٹھی پارسا کے والدین اور کشمالہ کے چاچو چاچی تحریم اور ہاشم رئیسانی وہاں آئے تھے۔۔۔۔۔

"آہو آنی! ارے آپ دونوں کب آئے۔۔۔۔۔؟" وہ خوشی سے چلّاتے ہوئے انکی طرف دوڑی تھی۔۔۔۔۔

پہلے ہاشم کے گلے لگ کر ان سے خوب پیار بٹورنے کے بعد وہ وہیل چئیر پر بیٹھی تحریم کی طرف جھکی اور انکا ماتھا چوم کر گلے ملتے ہوئے پھر گھٹنوں کے بل ان کے سامنے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

"آنی کیسی ہیں آپ؟طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔۔۔اللہ آپ دونوں بھی آگئے شکر ہے اب شادی کا مزہ دوگنا بلکہ چوگنا۔۔۔۔۔"

وہ خوشی سی چہک کر بولی تو تحریم نے پیار سے اسکا گال تھپکا تھا۔۔۔۔۔

"ارے وہ دوسری جامِ شیریں کہاں ہے بھئی۔۔۔۔۔آئی تو ہمارے ساتھ

تھی اب کہاں گم ہوگئی؟"

ضبور سامان پہنچاکر واپس آیا تو دُرّے کو نا پاکر حیرت سے بولا۔۔۔۔۔

اسی سمے دُرّے ہاتھ میں بکے تھامے قدم قدم چلتی دروازے سے اندر داخل ہوئی تو سامنے زارا کو بے چین سا کھڑا پایا۔۔۔۔

وہ دھیرے سے مسکراتی بنا کچھ بولے انکی فراخ بانہوں میں چھپی تو وہ آبدیدہ سی ہو کر مضبوطی سے اسے خود میں بھینچے اسکا چہرہ چومنے لگی۔۔۔۔۔

جب وہ ذرا سا سنبھلی تو دُرّے نے بکے سے ایک خوبصورت سفید گلاب نکال کر زارا کو دیا۔۔۔۔۔

"سوری مومی! " وہ بس اتنا ہی بولی تھی کہ زارا نے اپنے مشفق ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھاما۔۔۔۔

"نہیں نہیں بچے ایسا مت کہو۔۔۔۔مجھے اپنی بیٹی سے کوئی شکوہ نہیں بس تم پھر سے لوٹ آئی یں میرے پاس یہی بہت ہے میرے لئے۔۔۔۔۔"

وہ پیار سے بولیں تو دُرّے نے انکا ہاتھ پیار سے لبوں سے لگایا۔۔۔۔

ردا دُرّے کو ایک بڑی خطرناک تُند گھوری سے نواز کر اُس سے بنا ملے چلی گ ئی تو وہ ہنس پڑی۔۔۔۔۔

پارسا بنا کچھ بولے آکر زور سے اُس سے لپٹی تو دُرّے نے بھی اسکے گرد اپنے بازوؤں مضبوطی سے باندھے۔۔۔۔۔

"....I missed you so much my nightingale"

پارسا کی مدھم میٹھی آواز دُرّے کیلئے محبت سے لبریز تھی۔۔۔۔

" But I didn't miss my dearest Luna cuz my lightingale has always brighten up my heart with

".....her fragrance

دُرّے نے بھی دھیرے سے اسکے کان میں کہا تو پارسا نے مسکرا کر اس سے الگ ہوتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر دبایا۔۔۔

دُرّے نے بکے سے ایک پیارا سا ٹیولپ نکال کر اسے پیش کیا تو اسنے ہنستے ہوئے ٹیولپ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے دُرّے کا شکریہ ادا کیا۔۔۔۔

دُرّے اب تحریم اور ہاشم کی جانب بڑی جو بہت لگاؤ اور اشتیاق سے اُسے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔ پہلی دفعہ ردا اور ضبور کی شادی میں اُسے دیکھتے ہی وہ اُن کو بیحد بھائی تھی۔۔۔۔

دُرّے نے سر کو خم دے کر سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہاشم کو سلام کیا تو اسنے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

دُرّے اب تحریم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی اور انکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر نرمی سے چومے۔۔۔۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم ! کیسی ہیں؟ بابا اور لالا نے بتایا ہی نہیں آپکی آمد کا۔۔۔۔مگر انکی شرارت نے اس ملن کا مزہ اور بھی دوبالا کر دیا۔۔۔ویسے ہم آپ کو ایک اور بات کیلئے بھی تھینکس کہنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"

دُرّے نے محبت سے کہتے ہوئے ایک نظر پارسا کو دیکھا۔۔۔

"ہمارے لئے اتنی پیاری پری کو اس دنیا میں لانے کیلئے ہم آپ کو جتنا بھی تھینکس کہیں کم ہے ۔۔۔۔"

دُرّے کی بات پر تحریم اور ہاشم دونوں ہنس دیے۔۔۔

"اور ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کریں کم ہیں کہ اُنہوں نے ہمیں

ایک فرشتہ عطا فرمایا ہے۔۔۔۔۔"

ہاشم اور تحریم پیار سے بولے تھے۔۔۔۔۔

"ہیں فرشتہ تو نا کہیں۔۔۔۔۔ویمپ ہے پوری۔۔۔۔آپ کے سامنے ہی معصوم ہے بہت۔۔۔۔کرتوت اسکے ہم سے پوچھیے۔۔۔۔"

ضبور اپنی شرارت سے باز نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے کیساتھ باقی سب بھی ہنس دیے۔۔۔۔دُرّے نے اپنے بکے سے ان دونوں کو بھی پھول دیے اور پھر زبردستی ضبور کو ساتھ لیکر ردا کو منانے چلی گ ئی۔۔۔۔۔

"بھ ئی خود ہی جاؤ تم مجھے بھری جوانی میں بے موت مرنے کا کوئی شوق نہیں۔۔۔۔۔"

ضبور منہ بناکر بولا۔۔۔۔۔

"اللہ اللہ اب ایسی بھی کوئی آدم خور نہیں ہے ہماری بہن۔۔۔۔ایویں آپ نے ظالم حسینہ کے نام سے بدنام کرکے رکھا ہے ہیر کو۔۔۔۔ہمارے کرتوتوں کی بات کررہے تھے نا تو قصّے آپکے بھی ازبر ہیں ہمیں۔۔۔۔۔چلیں شرافت سے اندر۔۔۔۔"

دُرّے اسکے لتھے لیتی اسکے روم کے اندر لے گ ئی۔۔۔۔۔

ردا بالکنی میں کھڑی خنک ہوا کی چھیڑ چھاڑ سے بے نیاز نیچے پول کے پانی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

دروازہ بند کرکے ضبور ایک ٹانگ موڑ کر بازو سینے پر باندھتے ہوئے کھڑا ہوگیا جبکہ دُرّے ہاتھ میں ردا کا فیورٹ ریڈ روز تھامے دبے قدموں چلتی پیچھے سے جاکر اُس سے لپٹی تو ردا جیسے اک ٹرانس سے باہر آئی۔۔۔۔

"کون۔۔۔؟" سرد سی اجنبی آواز میں پوچھا گیا تو دُرّے کے لبوں پر مسکان دوڑ گ ئی۔۔۔۔

"وہی اجنبی جسے رئ یسانی مینشن میں آنے کے بعد سب سے پہلے آپ گلے سے لگاکر اپناتے ہوئے اسکی خاطر ک ئی بار اپنے خون اپنی بہن ونیزہ سے لڑی تھیں۔۔۔۔"

دُرّے آہستگی سے بولی تو ردا لب کاٹتے ہوئے اسکے بازوؤں کے گھیرے سے خود کو چھڑا کر اُس سے دور ہوئی تھی۔۔۔

"باہی! اس سے کہیں یہاں سے جائے مجھے بات نہیں کرنی فلحال۔۔۔"

ردا رُخ پھیرے بولی۔۔۔

"باہی! اپنی بیگم سے کہیں کہ ہم یہاں سے ان کو منا کر ہی جائیں گے۔۔۔"

دُرّے نے جواباً کہا۔۔۔۔

ردا بہت دیر تک کچھ نہیں بولی تو دُرّے نے اسکے سامنے کھڑے ہوکر اپنے دونوں کان پکڑ لیے۔۔۔

"ہیر! چندا بات سُنو نا۔۔۔جتنا غصّہ ہے نا اندر سارا نزلہ گرادو۔۔ہماری پٹائی کرنی ہے نا تو سو بِسمِ اللہ۔۔۔مگر یوں ایسے رُخ پھیر ہم سے بات نا کرنا جان نکال رہا ہے یار۔۔۔۔"

دُرّے کی بات پر ردا نے اُسے دیکھا اور اگلے لمحے وہ پھٹ پڑی۔۔۔

" پتہ ہے کتنا ڈر گ ئی تھی میں؟ مجھے لگا تم شائی د لالا سے روٹھ کر چلی گ ئی ہو تو اب کبھی واپس نہیں آؤ گی۔۔۔شائی د تم پارو کی خاطر اُنہیں ہمیشہ کیل ئے چھوڑ دو گی۔۔۔اور پھر تمہارے پاس تو تمہارے ایڈاپٹڈ پیرنٹس فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین تھے۔۔۔تم انکے ساتھ ہنسی خوشی رہ سکتی ہو۔۔۔اس خیال نے میرا سکون برباد کر دیا تھا۔۔۔ تم نے جاہ لالا کو دیکھا ہے؟ کتنا اُجڑ گ ئے

ہیں وہ؟بتاؤ میں کس سے کہتی اپنی کیفیت۔۔۔مومی بابا کو میں کہہ نہیں سکتی تھی۔۔۔کشمالہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔صرف تم اور باہی ہو جن سے میں کچھ بھی کہہ سکتی ہوں۔۔۔باہی تھے نہیں اور تم۔۔۔تم نے قطع تعلق کرلیا تھا۔۔۔جانتی ہو کتنا بے سکون رہی ہوں میں اس پچھلے عرصے میں۔۔۔مائیں اس حالت میں اپنے ہونے والے بچے کی فکر کھائے جاتی ہیں اور میں۔۔۔۔تمہارے پیچھے خوار ہورہی تھی کہ تم چلی گ ئی تو کیا ہو گا۔۔۔"

بولتے بولتے ردا کا گلا رُندھ گیا تھا۔۔۔

دُرّے خاموش کھڑی نرم نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

وہ خاموش ہوئی تو دُرّے نے وہی سے اپنی کمر کے بل ذرا سا پیچھے جھک کر سر ذرا سا ٹیڑھا کرتے ہوئے ضبور کو دیکھا اور اشارے سے اُسے پاس بلایا۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا آکر ردا کے پاس آیا اور اسکے گرد بازو لپیٹ کر اُسے خود سے لگایا۔۔۔۔۔

ردا اسکی جیکٹ پکڑ کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے رو دی۔۔۔

"سب سے پہلے تو ہمیں کہنے دو کہ ہم اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہیں جنہوں نے ہمیں اک ایسی انمول بہن سے نوازا ہے۔۔۔مانا کہ ہم فروفیسر آرنلڈ اور فروفیسر ارین کو والدین کا درجہ دے کر اُن سے ویسے ہی محبت کرتے ہیں مگر مومی اور بابا اُن سے پہلے ہیں۔۔۔تم سب اُن سے پہلے ہو۔۔۔یہ جگہ یہ لوگ ہم چھوڑنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔۔۔ہیر ہم اور باہی تم سے دور بھی تھے تو کیا ہوا۔۔ہمارے دل تو تمہارے پاس تھے نا اور پھر اللہ تعالٰی وہ تو ہر وقت ہر جگہ ہر لمحہ ہمارے پاس ہوتے ہیں۔۔۔اُنکے ہوتے

ہوئے ہمیں کسی اور سے شئیر کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے بھلا؟ تمہارے لالا ہماری حیات ہیں ہم اُن کو چھوڑ کر جائینگے تو کیا خود زندہ رہ سکیں گے؟ خودکشی حرام ہے محترمہ۔۔۔اپنے ہی ہاتھوں خود کو ختم کرلیتے کیا؟"

دُرّے نے ضبور کے دل سے لگی ردا کے بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔۔۔۔

"بس چُپ رونا نہیں اب۔۔۔یہی ہے یہ چڑیل ہمارے پاس۔۔۔کہیں نہیں جارہی۔۔۔اور میں کب دور تھا تم سے؟ آن ڈیوٹی ہوکر بھی فون کرکرکے پاگل ہوجاتا اور تب جاکر تم جو فون اُٹھاتی تو مجال ہے کہ انسانوں کی طرح بات کی ہو تم نے کبھی۔۔۔"

اسکے چہرے پر آئیں بے ترتیب لٹیں اسکے کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ضبور نے کہا۔۔۔۔

"ہم چلیں اب؟ مومی بابا اور باقی سب منتظر ہونگے۔۔۔تم فریش ہوکر آجانا۔۔۔مہینوں کی گپ شپ قرض ہے تمہاری ہم پر۔۔۔"

دُرّے ردا کا بازو دھیرے سے سہلا کر کہتی انکے روم سے نکل آئی۔۔۔۔

اپنے روم میں جاکر فریش ہوتے ہوئے وہ نیچے آئی تو ڈائی ننگ ہال میں ڈنر سرو کیا جارہا تھا۔۔۔

دُرّے کچن میں آکر گلستان خانم اور بوستان خانم سے ملیں تو وہ دونوں نہال ہوگ ئی یں۔۔۔

دُرّے کی نظریں غیر محسوس انداز میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں مگر وہ کہیں نہیں تھا۔۔۔

وہ خاموشی سے آکر لیونگ روم میں براجمان تحریم،پارسا اور کشمالہ کیساتھ بیٹھ کر اُن سے باتیں کرنے لگی۔۔۔

✿✿✿✿

دامنِ کوہ اسلام آباد:

دامنِ کوہ کی بل کھاتی سڑکیں اس وقت شام کے پہر ہوئی بارش سے تر بتر تھی۔۔۔۔

دُھند لکے نے مارگلہ ہلز کی پہاڑیوں کو آغوش میں لے رکھا تھا اور دور کہیں مارگلہ ہلز کے دامن میں واقع فیصل مسجد کا منظر اس دُھندلی کہر میں ڈوبی شام کے پہر بہت خوابناک معلوم ہورہا تھا۔۔

ایک سیاہ ہائی یلکس دامنِ کوہ کی بھیگی سڑکوں پر دوڑرہی تھی۔۔۔

ڈرائی یونگ سیٹ پر براجمان بیحد خوبرو مرد کی وہ مُرجھائی تھکی ہوئی سی وجاہت کسی بھی دل میں خنجر بن کر پیوست ہوسکتی تھی۔۔۔

اسکے برابر میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اسکا دوست، ایک بالغ نیلے رنگ کا خوبصورت اُلّو بڑی دیر سے پُرسوچ انداز میں بیٹھا اُسے تک رہا تھا۔۔۔

جیپ کو دامنِ کوہ میں واقع مونال ریسٹورنٹ کے پارکنگ ایریا میں پارک کرکے وہ اپنے اس پرندوں کی دنیا کے دانشور دوست کو اپنے کندھے پر اُٹھاتا ریسٹورنٹ کی سب سے خاموش اور ہجوم سے دور جگہ پر آکر کھڑے ہوتے ہوئے وہ بلندی سے نظر آتے سرد شام کے نیلگوں شربتی رنگ سے رنگے اسلام آباد کے عکس کو تکنے لگا۔۔۔۔۔

ذہن کے پردے پر کچھ دُھندلے سے مناظر اُبھرے تو اسکے عنابی تراشیدہ لبوں پر ایک باوقار سی مسکراہٹ اُبھری۔۔۔

مگر پھر اسکی بڑی بڑی خوبصورت روشن سِلور گرے رنگ کی آنکھیں ڈبڈباگئی۔۔۔۔

کنپٹیوں کی رگیں اُبھر آئی اور مٹھیاں سختی سے بھنچنے پر مضبوط بازوؤں کی نیلی رگیں نمودار ہوئی تھیں۔۔۔

لب زور سے بھنچ گئے تھے اور نم آنکھوں سے جونہی آنسو ٹوٹ کر گرے تو اسکے منہ سے ایک سرسراتی ہوئی سرگوشی نمودار ہوئی تھی۔۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔"

پھر جیسے وہ ماضی کی کسی کہانی میں بہت پیچھے جاکر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگیا تھا۔۔۔۔

وہ دن جب اسکے صبیح چہرے پر اس ماہِ رو کے نازک ہاتھ مگر مضبوط گرفت رکھنے والے ہاتھ کی ضرب پڑی تھی تو دل اندر چھناکے سے ٹوٹا تھا۔۔۔

اسنے اپنی لاڈلی گڑیا کا دل دُکھایا تھا اور یہ احساس اُسے بری طرح توڑ چکا تھا۔۔۔

اسکی ہر بات وہ حکم سمجھ کر مانتا تھا مگر جو وہ اُس لمحے مانگ رہی تھی۔۔۔وہ اسکی جان لے رہا تھا۔۔۔

اپنے اس نایاب گوہر کے احترام میں وہ اُسے بتا نہیں سکتا تھا کہ اگر وہ ایسا کوئی خیال بھی دل میں لائے تو راکھ ہو جائیگا۔۔۔

اسکی فطری حیا تو اُسے اپنی اس متاع جان کو بھی نظر بھر کر دیکھنے سے روکتی تھی۔۔۔

وہ کیسے کسی اور کے قریب جاسکتا تھا جب اسکے وجود کے کہر کو صرف وہ لگام ڈال کر قابو میں رکھ سکتی تھی۔۔۔

وہ ہی نم دیدہ ہو کر اُس سے دور چلی گئی تھی۔۔۔

اسکی زندگی میں موجود ایک اور معصوم ،سادہ دل ،نیک اور بیحد میٹھی انسان کو وہ اپنی ذات کی تپش کی نذر نہیں کر سکتا تھا مگر۔۔۔۔۔

وہ کسی لمحے اپنے اندرونی رِزم سے ہار کر پشاور اوغوز خان سے ملنے چلا گیا تھا۔۔۔

دُرّے کے خاندان کے وہ واحد فرد جو اس راز سے واقف تھے کہ انکا شیر شاہ زندہ ہے۔۔۔۔

جبروت ان سے ملنے لازمی جایا کرتا تھا۔۔۔اس دن بھی وہ گیا تھا تو مہابت خان مسجد میں اکٹھے جمع کی نماز پڑھ کر وہ پھر اسکے ساتھ رحمان بابا کے مزار پر حاضری دینے گ ئے تھے۔۔۔۔

فاتحہ خوانی کے بعد اوغوز خان اسکے کندھوں کے گرد حسبِ عادت اپنے بازو لپیٹے رحمان بابا کے مزار میں موجود عادتاً اُس گھنے پیڑ تلے بنے چبوترے پر بیٹھے جہاں مشاعرے ہوا کرتے تھے۔۔۔۔

یہ ان دونوں کی پسندیدہ جگہ تھی جہاں وہ ہمیشہ بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے۔۔۔

جبروت اوغوز خان کے برابر میں سر جھکائے باہم اُنگلیاں ملائے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔

"میرے درویش! کیا بات ہے برخوردار آج بہت بجھے بجھے سے لگ رہے ہیں ہمارے شہزادے صاحب؟"

اوغوز خان نے اسکی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر کرتے ہوئے پیار سے

کہا۔۔۔۔

یہ عجیب اتفاق تھا کہ جبروت کے دادا عبّاس رئیسانی بھی اُسے یہی کہہ کر بلاتے تھے اور اوغوز خان بھی بچپن سے اُسے اسکی صوفیانہ،گم گو اور تنہائی پسند شخصیت کے سبب "میرے درویش" کہہ کر پکارتے تھے۔۔۔

دُرّے نے جب پہلے پہل بولنا سیکھا تھا تب وہ جبروت کو میرے درویش کے بجائے مہوش کہہ کر بلاتی تھی اور اسکی یہ عادت مہرانسا٦ نے بڑی مشکل سے چھڑائی تھی۔۔۔۔

وہ بھی کبھی کبھار اُسے یہ تلقین کرتی پائی جاتی کہ وہ شیر شاہ کو لالا کہے جس پر دُرّے کا بُرا سا منہ بن جاتا تھا۔۔۔

اوغوز خان کے استفسار پر جبروت نے ہمیشہ کی طرح بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انہیں سارا احوال کہہ سُنایا تو وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد متبسم ہوئے تھے۔۔۔۔

"شیرو! اشفاق احمد کے بابا جی نے کہا تھا۔۔۔دُکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے ان سے گھبرایا نہیں کرتے۔۔۔خوشی مناؤ کہ اس مہربان رب نے تمہیں چُن لیا ہے۔۔۔میرے درویش یہی تو وہ امتحان ہیں جو معرفت کی بلندیوں تک لے جاتے ہیں،عشق کی رعنائیوں سے روشناس کردیتے ہیں بیٹے۔۔۔ مومن ہی تو اپنی رضا رب کی رضا پہ قربان کردیتا ہے۔۔۔بیٹے تمہاری اور دُرِّنایاب عدن کی زندگی جس ڈگر پہ چل نکلی ہے نا۔۔۔سب کاتبِ تقدیر کی منشا ہے۔۔۔آج تک کتنے آئے اس فانی جہاں میں اور چلے بھی گئے۔۔۔ہر کسی کی زندگی کی بھاگیں صرف اُسے کے ہاتھ میں ہے وہ جہاں چاہے ان کا رُخ موڑ دیں۔۔۔"

اوغوز خان اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے نرمی سے بول رہے تھے۔۔۔۔

"بچے تمہارے اللہ پاک تم سے زیادہ تمہاری کیفیت، تمہاری اذیت سے واقف ہے۔۔۔بھلا اُنکو خبر نہیں ہوگی کہ اگر تم شفق کے علاوہ کسی اور کو سوچو گے بھی تو راکھ ہوجاؤ گے۔۔۔تمہاری مٹی کے کہر کو شفق کی ذات کی تپش سے قابو میں رکھنا بھی تو اُسی کی قدرت ہے۔۔۔کیا وہ نہیں جانتا کہ اگر تم کسی اور کے قریب گ ئے تو تمہاری روح احتجاجاً تمہارے جسم کا ساتھ چھوڑ دے گی؟ میرے بچے اگر اس سب کے باوجود تمہیں تمہارے ہی محبوب ترین انسان کے ہاتھوں اس امتحان میں ڈال دیا گیا ہے تو بھروسہ رکھو۔۔۔وہ تمہیں شکست خوردہ نہیں ہونے دے گا۔۔۔فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے اور حق تو رضا ہی اسکی ہے۔۔۔۔یہی اُمنگ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے اُنکا یوسف علیہ سلام دور ہوا تو اُنہوں نے کیا فرمایا؟"

اوغوز خان نے کچھ دیر توقف کرکے اسکی خوبصورت آنکھوں میں تیرتے سُرخ ڈوروں کو بغور دیکھ کر پوچھا اور پھر خود ہی بولے۔۔۔۔

"اِنَّمَا اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللہ۔۔۔۔میں اپنی تکالیف اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔۔۔بچے وہ رب بہت مہربان،بہت محبت کرنے والا ہے۔۔۔اپنے بندوں پر سختی نہیں بلکہ آسانی چاہتا ہے۔۔۔شائد تقدیر میں یہی تحریر ہو۔۔۔غم نا کرو میرا بچہ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔۔۔"

اوغوز خان اُسے خود میں بینچھے ملائمت سے کہہ رہے تھے۔۔۔۔

اور اُسی جب وہ سر شام پشاور سے اسلام آباد آٹھ ماہ بعد گھر

واپس لوٹا تھا۔۔۔۔

اپنے بابا کے مہربان کندھوں سے لپٹ کر برسوں کی تھکن اُتارتے ہوئے پھر اپنی ماں کی ٹھنڈی میٹھی آغوش میں کچھ دیر چہرہ چھپا کر جب وہ اپنی زندگی کی اس ساتھی کے پاس آیا تھا تب وہ اسکے اسی دانشور دوست کو کندھے پر بٹھائے ٹھنڈ سے بے نیاز بالکنی میں کھلتے دروازے کی چوکھٹ پر گھٹنے موڑے بیٹھی جانے اپنے دُھن میں اُس خاموش پرندے سے باتیں کرتی اسکا دل لرزا گئی تھی۔۔۔۔

"ہیری! پتہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے جیسے طوفان سے پہلے کی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔۔۔جیسے سب کچھ تحلیل ہونے والا ہے۔۔۔پتہ نہیں میں کب تک اپنی سانسیں لے پاؤں۔۔۔جب سجّل کو جاہ کے بازوؤں میں بیٹھے دیکھتی ہوں تو دل میں عجیب سا آرمان اُمڈ آتا ہے۔۔۔وہ اسکے پاس کتنا پُرسکون رہتے ہیں نا۔۔۔مگر میں کیا کروں۔۔۔جس سے مجھے یہ بات کہنی تھی وہ تو ہے ہی نہیں۔۔۔۔جانے کب مجھ میں وہ حوصلہ پیدا ہو گا جب میں اُسے اپنا حالِ دل کہہ سکوں گی۔۔۔کیا تم میری بات اس تک پہنچا سکتے ہو؟ کاش! میرے ہمیشہ کیلئے خاموش ہوجانے سے پہلے وہ ایک بار تو میری کیفیت جان لے۔۔۔کاش اپنی آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس دو پل کی زندگی میں وہ منظر ایک بار تو دیکھ لوں۔۔۔"

وہ اپنے دل میں اُمڈتے ہوئے سمندر کی طرح برسوں سے پلتے اس خواہش کو ایک ایسے سامع کے گوش گزار رہی تھی جو جواب میں صرف اُسے خاموشی سے تک کر اسکی بات غور سے سُن رہا تھا۔۔۔۔

وہ خاموش ہوئی تو وہ خوبصورت فلسفی مسکرایا تھا۔۔۔

اُلّو کی مسکراہٹ بیحد خوبصورت ہوتی ہے بلکل کسی بچے کی طرح معصوم اور پاک۔۔۔۔۔

مگر وہ اس مسکراہٹ اور اسکے ساتھ ہی جلترنگ سی اُٹھنے والی اس لڑکی کی کھکھلاہٹ اُسکے دل میں درد سی بن کر اُتری تھی۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا بالکنی کے دروازے کی چوکھٹ پر اُس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا تو وہ پہلے قدرے حیرت اور بے یقینی سے اُسے دیکھتی رہی اور پھر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ نے اسکے لبوں کو گھیر لیا۔۔۔۔

"جاہ! آپ کب آئے؟مجھے بتایا بھی نہیں؟ اِٹس اَن فئیر ہاں۔۔۔آپ دونوں بیسٹ فرینڈ بڑے ہی نرالے واقع ہوئے ہیں۔۔۔اُدھر وہ دُر محترمہ ہے جو چھلّاوے کی طرح غائب ہوگئی ہے اور ایک آپ ہوا کے جھونکے جیسے ہیں۔۔۔خبر ہی نہیں لگنے دیتے آپ دونوں تو کسی کو خود کی۔۔۔۔" پارسا چہک کر بولی تھی۔۔۔۔۔

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا تو اسکی گہرے سمندر جیسی آنکھوں میں وہ گویا ڈوبنے لگی تھی۔۔۔ اُن آنکھوں کی اُداسی اور اُن میں موجود تھکن کا تاثر اُسے خاموش کر گیا تھا۔۔۔۔

ہیری کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسکا سر چومتے ہوئے پارسا نے اُسے ہوا میں بلند کیا تو وہ بنا کوئی آواز پیدا کیے اُڑ کر اپنے مسکن چلا گیا جو جبروت نے بطورِ خاص اسکے لئے اپنے گھر کے عقبی جانب بنے پائیں باغ میں بنوایا تھا۔۔۔۔

"میرے درویش!" پارسا کے اچانک طرزِ تخاطب پر جبروت نے چونک

کر اُسے دیکھا تھا۔۔۔۔

"مومی نے بتایا تھا کہ باجان (عبّاس رئیسانی) آپکو یہی کہہ کر پکارتے تھے۔۔۔۔"

پارسا لب دبائے قدرے شریر لہجے میں بولی تو وہ ہنس پڑا۔۔۔

خاموشی پھر سے انکے درمیان ڈھیرہ ڈال گئی تھی جسے جبروت کی گھمبیر آواز نے توڑا تھا۔۔۔

"پارو۔۔۔آپ کو مجھ پر غصّہ نہیں آتا؟" اسکے اس اچانک سوال پر وہ نا سمجھی سے اُسے دیکھنے لگی۔۔۔

"مجھے آپ غصّہ کیوں آنے لگا؟آپ پر بھی کوئی برہم ہو سکتا ہے؟"

وہ تعجب سے بولی۔۔۔۔

"شائد دور کہیں آپکا دل مجھ پر غصّہ ہو،مجھ سے خفا ہو۔۔۔اگر ہے تو یہ بجا ہے۔۔۔"

کھوئے ہوئے سے لہجے میں بولا۔۔۔۔

"میں اپنے دل سے اتنی بے خبر تو نہیں ہوں اب۔۔۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نا ہو سکتی ہے۔۔۔لیکن آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے اور یہ بجا کیوں ہے؟"

وہ بڑے مان سے کہتی قدرے حیران بھی تھی۔۔۔

"میں نے کبھی آپ کو خود تک رسائی نہیں دی۔۔۔کبھی آپ پر ظاہر نہیں ہوا۔۔۔کبھی کھل کر آپ سے بات تک نہیں کی۔۔۔جیسے ٹرین کی ایک بوگی میں دو اجنبی سوار ہوں۔۔۔راستہ ایک ہو مگر منزل الگ تو لحاظ و مروت بھی الگ۔۔۔نا آپ کوئی حق جتاتی ہیں نا شکوہ کرتی ہیں۔۔۔کچھ تو بولیں نا پارسا۔۔۔میں دن بدن مزید گنہگار ہوتا جارہا ہوں آپ کا۔۔۔"

وہ بدقت یوں بول رہا تھا جیسے گلے میں کانٹے اُگ آئے ہوں۔۔۔

"جبروت! آپ بہت زیادہ سوچنے لگے ہیں۔۔۔کون کہتا ہے کہ آپ نے کبھی میرا حق ادا نہیں کیا بلکہ آپ نے مجھے میرے حق سے زیادہ دیا ہے۔۔۔اپنی ٹف روٹین کے باوجود میری ہر بات کا خیال آپ رکھتے ہیں۔۔۔مجھے آپ سے زیادہ کبھی کوئی سمجھ نہیں پایا۔۔۔آپ جیسا دوست نصیب والوں کو ملتا ہے اور میں اُن میں سے ایک ہوں۔۔۔آپ لحاظ و مروّت کی بات کرتے ہیں،اجنبیت کی بات کرتے ہیں ،نا رسائی کی بات کرتے ہیں جبروت۔۔۔میں آپ سے بلاوجہ شکوے کیوں کروں جب میرے پاس کوئی وجہ ہی نہیں؟ آپ قطعی گنہگار نہیں ہیں پلیز ایسے نہیں بولیں گے آپ آئندہ۔۔۔۔"

وہ تڑپ ہی تو اُٹھی تھی۔۔۔

"ہر انسان کے گرد ایک خاص ہالے نے اُسے لپیٹ میں لیا ہوتا ہے اور وہی ایک سرحد ہوتی ہے جو اسکے آس پاس دوسرے انسانوں کیلئے ایک متعین حد ہوتی ہے۔۔۔کچھ انسان جیسے کہ آپ کے

گرد اُس ہالے کی کھواڑ اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ کوئی اُسے توڑ کر اندر داخل نہیں ہو سکتا اور جو اُسے توڑ کر اندر چلا جائے تو مطلب وہی اس سلطنت کا سکندر ہے۔۔۔میں نے دیکھا ہے کتنے لوگ آپکے پیچھے دیوانے ہیں اور آپکے ایک مبہم اشارے کو ترستے ہیں تو پھر میں کیوں ناشکری کروں جسے اللہ نے آپکے ساتھ سے نوازا ہے۔۔۔مانا کہ آپ بہت ریزرو ہیں،بہت کم بولتے ہیں تنہائی پسند ہیں اور بقولِ نایاب کہ بہت سڑیل اور کھڑوس بھی ہیں مگر۔۔۔ہیں تو انمول ہی نا۔۔۔میں دن بھر کتنی بک بک کرتی ہوں جسے آپ بغیر ماتھے پر شکن لائے سُنتے ہیں،میری ہر اُلجھن منٹوں میں سُلجھادیتے ہیں۔۔۔الغرض قصّہ تمام یہ کہ پرفیکٹ تو اس دنیا میں کوئی نہیں۔۔۔وہ تو صرف اللہ رب العزت ہیں مگر آپ انکی قدرت کا ایک

بڑا ہی پیارا شاہکار معلوم ہوتے ہیں۔۔۔"

پارسا اپنے خوبصورت ملائم لہجے میں بول رہی تھی۔۔۔

"پہلے تو آپ بہت کم بولتی تھیں۔۔۔میری طرح۔۔۔یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں۔۔۔۔"

اپنے ہاتھ باہم ملائے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا۔۔۔۔

"آں ہاں بہت زیرک ہیں آپ۔۔۔بدلاؤ پکڑ ہی لیتے ہیں۔۔۔ہاں یہ میں نے آپکی بیسٹ فرینڈ سے سیکھا ہے۔۔۔دُر کہتی ہے کہ جب آپ اپنی پٹھڑی سے اُترتے ہوئے معلوم ہوں تو آپکی تعریف شروع کردینی چاہیے۔۔۔اسلیے کہ وہ آپ کو ہضم نہیں ہوتی اور آپ پھر سے لائن پر آجاتے ہیں۔۔۔۔"

پارسا مزے سے بولی تو جبروت کی ہنسی چھوٹ گ ئی۔۔۔

پارسا نے اسکے گال میں پڑتے بیحد گہرے اور خوبصورت ڈمپل کو مبہوت ہوکر دیکھا جو اسکی داڑھی میں چھپا ہوا تھا۔۔۔

"لیکن سچی یہ خوش آمد بلکل نہیں تھی ہاں۔۔۔حرف بہ حرف سچ بولا ہے۔۔۔آپکی ہنسی بہت ہی نادر ہے نا۔۔۔بس یہی دیکھنے کو اپنی من چلی بلبل کا قول سُنادیا۔۔۔"

پارسا نے اسکے سُنہرے بے ترتیب بالوں کو دیکھ کر کہا۔۔۔

جبروت نے خود پر اسکی نظریں محسوس کرکے اُسے دیکھا اور پھر اپنا سر ہلکا سا اسکی جانب ٹیڑھا کیا تو وہ پہلے چونکی اور پھر ہنستے ہوئے اپنی اُنگلیوں سے اسکے بے ترتیب بال سنوارے۔۔۔۔۔

"آپ نہیں بولتے تو آپکی خاموشی بھی بڑی قاتل حد تک حسین ہیں۔۔۔اور جب بولیں تو اسیر کرکے چھوڑتے ہیں۔۔۔کوئی درمیان کا

راستہ ڈھونڈیے نا ورنہ تو عام انسانوں کا رہنا مشکل ہوجائے گا آپکے ساتھ۔۔۔"

پارسا اپنا گال گھٹنے پر جما کر اسے انہماک سے دیکھ کر شوخی سے بولی۔۔۔

"آپکی سماعت کا ظرف ہے یہ پارو۔۔۔ہو بھی سکتا ہے کہ میری باتیں کسی اور کو زہر لگتی ہوں۔۔۔دنیا میں انسان کے صرف محبت کرنے والے ہی تو نہیں ہوتے۔۔۔۔کچھ ہوتے ہیں جنکا بس نہیں چلتا کہ اپنی نفرت کے زہر سے اس انسان کا وجود نیلا کردے۔۔۔"

بولتے ہوئے جبروت کا لہجہ گہرا ہوا تھا۔۔۔

"یقیناً۔۔۔آپ سے نفرت وہی کرسکتے ہیں جو خود شیطان کے چیلے ہوں۔۔۔بھلے لوگ تو آپ پر جان نچاور کرتے ہیں۔۔۔"

پارسا کا لہجہ عقیدت سے تر تھا۔۔۔۔

"آپ کو نیند تو نہیں آرہی نا؟" جبروت نے کچھ توقف کے بعد اُس سے پوچھا۔۔۔

"بلکل نہیں۔۔۔تبھی تو میں ہیری سے گپیں مار رہی تھی۔۔۔"

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے بولی۔۔۔

"کیوں؟ طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟ میڈیسینز۔۔۔ڈنر کیا ہے؟"

وہ یک دم الرٹ سا ہوکر بولا۔۔۔

"نیند نا آنے کا سبب ان کے سوا بھی کچھ ہوسکتا ہے صاحب۔۔۔"

وہ دھیمے سے مسکرا کر کہتی آدھے نظر آتے آسمان پر بکھری مدھم چاندنی کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

"جیسے؟" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔۔۔۔

"وہی تو نہیں پتہ نا۔۔۔پتہ ہوتا تو کچھ جگاڑ کرلیتی۔۔۔خیر آپ سے تو یہ بھی پوچھنا بیکار ہے کہ نیند تو نہیں آرہی نا؟ دُر کہتی ہے کہ

بھلا ویمپائیرز بھی کبھی سوتے ہیں۔۔۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔۔۔۔

ایسے ہی وہ دونوں محوِ گفتگو ہوگئے۔۔۔پہلی بار جبروت کے یوں کھل کر خود سے اتنی ڈھیر ساری باتیں کرنے پر وہ بے پناہ مسرور تھی۔۔۔

جبروت نے اُس سے مانسہرہ میں بیتھی یادیں، وہاں کے لوگوں،موسم ،تہذیب،رواجوں ،کھانوں اور طرزِ زندگی کے احوال شئیر کیے۔۔۔۔

یوں اس قرب میں فجر ہوگئی۔۔۔پارسا دیر تک اس معجزے پر ششدر سی بیٹھی تھی۔۔۔

پھر اُٹھ کر نماز کی تیاری کرنے لگی جبکہ وہ پہلے ہی نماز کی تیاری کرکے حیدر کیساتھ مسجد جاچکا تھا۔۔۔۔

اسی شام کے ایک ہفتہ بعد جنوری کی ٹھنڈ یخ بستہ صبح بھی اسکی صبیح پیشانی عرق آلود تھی، بخار میں تپتا وجود انگارہ بنا ہوا تھا۔۔۔چہرہ رفتہ رفتہ زرد پڑتا گیا اور آنکھوں کے گرد حلقے بھی نمودار ہونا شروع ہوگئے تھے۔۔۔۔

پارسا اسکے سرہانے بیٹھی اسکے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھ رہی تھی۔۔۔

"لگتا ہے میری ہی نظر لگ گئی آپ کو۔۔۔"وہ مُرجھائے سے لہجے میں بولی۔۔۔

"پارو آپ ٹھیک ہیں نا؟ آپکا بلڈ ٹرانسفیوژن بھی تو کروانا ہے کچھ دنوں بعد۔۔۔میری وجہ سے اپنی صحت کو نظر انداز کررہی ہیں۔۔۔"

اپنے ماتھے پر دھرے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر آنکھیں اس پر

مرکوز کرتے ہوئے وہ کمزور سی آواز میں بولا۔۔۔۔

پارسا اُسے حیرانگی سی دیکھتی رہی۔۔۔کیسا انسان تھا یہ۔۔۔خود کی تکلیف اسکی کسی اور کے سہنے کے بس میں نہیں تھی اور وہ اسکی خیریت کیلئے فکرمند تھا۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں آپ فکرمند نا ہوں۔۔۔بس جلدی سے ٹھیک ہوجائیں پلیز!"

آخری بات میں واضح التجا تھی۔۔۔۔

تقریباً سترہ دن وہ یونہی کبھی تیز تو کبھی دھیمے بخار میں تپتا رہا تھا۔۔۔

اسکی حالت کسی مزار پر بیٹھے جوگی ملنگ جیسی ہوگئی تھی۔۔۔

وہی وہ دن تھے جب دُرّے اُس سے میلوں دور ہوکر بھی ایک انجانے سے ڈر اور خوف کا شکار رہتی تھی۔۔۔

اسے وہ پُراسرار اور ڈراؤنے خواب نظر آتے جن کی وجہ سے وہ سو نہیں پاتی تھی۔۔۔

پارسا بڑی مشکل سے جبروت کو اسکی صحتیابی کی طرف واپس لائی تھی۔۔۔

زارا جب اپنے بیحد لاڈلے بیٹے کو ایسی حالت میں دیکھتی تو چپکے چپکے بری طرح رویا کرتی تھی۔۔۔۔

حیدر بھی تو بلکل ٹوٹ چکے تھے اور ردا۔۔۔وہ جیسے بے جان سی ہوگئی تھی۔۔۔

دو بار اسکا مِس کیرج ہوتے ہوتے بچا تھا اور پھر جبروت جو بچپن سے ہی بیحد حسّاس تھا۔۔۔ان سب کی وہ دلگرفتگی محسوس کرکے زبردستی پارسا کے ساتھ سے تندرستی کی طرف لوٹ آیا

تھا۔۔۔

پھر ضبور اپنے مہینوں طویل آپریشن کی کامیابی کے بعد گھر لوٹ آیا تو اپنے مضبوط بھائی کو یوں بے جان سا دیکھ کر اسکے تو گویا اعصاب جواب دینے لگے تھے۔۔۔۔

وہ پہلے بھی اُسے کھو چکا تھا اور اب اس سے دوری برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔۔۔۔۔

پھر جب اُس دن وہ دونوں مارگلہ ہلز نیشنل پارک میں ایک ساتھ پھرتے ہوئے باتیں کررہے تھے تب جبروت کے خاص ساتھیوں میں سے ایک مسرور بگٹی نے اُسے پیغام بھجوایا تھا کہ دُرّے کی پینٹنگز ایگزیبیشن میں رکھوائی گ ئی ہیں تو اسنے اسی وقت مسرور کے نام پر وہ ساری پینٹنگز خود خرید لی تھیں۔۔۔۔۔

دُرّے کے ہاتھوں سے بنے شاہکاروں کو کوئی اور چھوئے۔۔۔۔یہ وہ سوبر سا خاموش اور بردبار انسان ہمیشہ سے قطعاً برداشت نہیں کرتا تھا۔۔۔۔۔

جب وہ پینٹنگز پاکستان میں اس تک پہنچی اُسی دن سے وہ رفتہ رفتہ مکمل صحتیاب ہوگیا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے کی وہ آخری پینٹنگ جو وہ فروفیسر آرنلڈ کے گھر میں چھوڑ آئی تھی وہ بھی جبروت نے اُن سے منگوا کر اسکے بدلے ایک اور ویسی ہی پینٹنگ انہیں بھجوادی جو اس نے خود بنائی تھی۔۔۔۔۔

صحتیاب ہوتے ہی اسنے سب سے پہلے ارسلان پر متوقع حملے میں ملوث افراد سے اپنا بدلہ سود سمیت وصول کرکے انہیں لندن کے سیکیورٹی آفیشلز کے حوالے کیا جو پاگلوں کی طرح ان گینگسٹرز کی تلاش میں تھے۔۔۔۔۔

اُنہی کے اقبالِ جرم کے ذریعے جبروت نے موناکو میں روپوش مارٹن

کو برطانوی خفیہ اداروں کی نظروں میں لاکر اسکے گرد گھیرا اتنا تنگ کردیا کہ اسنے بالا آخر خود ہی سرنڈر کردیا اور تفتیش کے دوران ہی افراسیاب بھی شک کی نظروں میں آگیا۔۔۔۔

جبروت نے افراسیاب کے سب سے محفوظ ٹھکانے شکاگو جہاں گینگسٹرز کی دنیا میں اسکی اجارہ داری تھی،کو اسکے لیئے اتنا تنگ کردیا تھا کہ اب وہ جگہ جگہ روپوش پھر رہا تھا جبکہ اسکی بیوی مشعل اور بیٹی ملیحہ بھی دربدر ہوکر رہ گئی یں تھیں مگر جبروت ایاز کے ذریعے انہیں واپس لندن لے آیا تھا تاکہ وہ دونوں محفوظ رہیں جہاں اب وہ دونوں صہبا عباسی کیساتھ رہ رہی تھیں۔۔۔۔

ایاز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ افراسیاب کو زندہ چوراہے پر لٹکا کر پھانسی دلوادے مگر جبروت کی بات کو وہ حکم کی طرح پورا کرنے کیلیئے کسی بھی حد تک جاتا تھا لہذا وہ افراسیاب کی ساری زیادتیوں پر اپنا غصّہ قابو میں رکھے ہوئے تھا۔۔۔۔

جبروت نے اُسے ارسلان کے پاس بھجوادیا تھا تاکہ اب وہ اپنی فیملی کیساتھ بھرپور زندگی جیئے۔۔۔ اسکے واپس زندہ صحیح سلامت لوٹ آنے پر عشال اور صنان تو خوشی سے پاگل ہوگئے تھے۔۔۔۔ صہبا اور ارسلان بھی برسوں بعد خوشی سے نہال تھے جبکہ مشعل جو پہلے افراسیاب کے بھڑکانے پر ایاز سے بدزن ہوکر کبھی کبھار اس سے ترش روی سے پیش آتی رہی تھی، اسکے سامنے شرمندہ تھی۔۔۔

مشعل افراسیاب کے شیطانی کرتوتوں کے آشکارا ہونے پر بلکل کسی لُٹے ہوئے جواری کی طرح تھی مگر اسکے اپنوں نے اسے سنبھال لیا تھا۔۔۔

ملیحہ بھی ایاز کو بابا کہہ کر بلایا کرتی تھی اور وہ اسے بلکل سگی بیٹیوں جیسی محبت کرتے ہوئے اسکا بیحد خیال رکھا کرتا تاکہ کبھی اُسے اپنے فریبی باپ کی یاد نا آئے۔۔۔۔۔

ارسلان کو اکثر دُرّے کی معنی خیز باتیں یاد آتیں تو وہ شدید اُلجھ جاتا تھا۔۔۔۔۔

وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ آخر دُرّے کس کی بات کررہی تھی۔۔۔۔

ایک دن جب وہ صہبا کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا تو ان سے اپنی کشمکش کا ذکر کربیٹھا۔۔۔۔

اسکی پوری بات سُننے کے بعد وہ دھیرے سے ہنس پڑی۔۔۔۔

دُرّے کی بات اور تھی۔۔۔۔مگر اُنہیں کشمالہ بھی بہت اچھی لگتی تھی۔۔۔

ایک دن جب وہ اور عشال فروفیسر ارین سمیت دُرّے اور کشمالہ کے ہمراہ رچمنڈ پارک گئے تھے تو وہی انہوں نے جھجھکتے ہوئے اکیلے میں دُرّے سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے نے بغیر کشمالہ کی ارسلان کیلئے بے انتہا محبت کا تذکرہ بیچ میں لائے اُن سے کہا تھا کہ وہ پہلے ارسلان کی خواہش جان لیں اگر وہ دل سے راضی ہو تو وہ خود انہیں بلوچستان کشمالہ کے پیرنٹس سے ملوانے لیکر جائیگی۔۔۔۔

فارینہ بانو تو دُرّے سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتی تھی مگر اشف رئیسانی دُرّے کو بہت چاہتے تھے۔۔۔۔

اسے یقین تھا کہ کوئی اور نہیں تو جبروت ضرور اسکے لئے سٹینڈ لے گا اور کشمالہ اپنی محبت کو پانے کی جنگ میں ضرور سُرخرو ہوگی۔۔۔۔۔

ارسلان نے اپنی ماں کے چہرے پر یوں دل آویز مسکراہٹ دیکھی تو

خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا اور جب پوچھنے پر صہبا نے ٹھہر ٹھہر کر اس سے کشمالہ کا ذکر کیا تو وہ خاموش سا ہو گیا۔۔۔۔

دُرّے کی باتیں ایک ایک کرکے اسکے ذہن کے پردے پر چھائی ہوئی تھیں۔۔۔۔

"شان! ہم آپکی زندگی میں شامل نہیں ہیں تو کیا ہوا۔۔۔اللہ رب العزتپ نے آپکی پھسلی سے بھی تو کسی کو بنایا ہو گا آپکے ل ئے۔۔۔شائد وہ مدتوں سے آپکی منتظر ہو۔۔۔شائد آپکے بلکل پاس ہو اور آپ اُسے نظر انداز کررہے ہوں۔۔۔"

اُسے دُرّے کی بات یاد آئی تھی۔۔۔۔

پھر دھیرے دھیرے کشمالہ کا اپنی موجودگی میں گھبرا جانا جبکہ وہ ایک بہادر، پُراعتماد، قابل اور نڈر لڑکی تھی، خود کو ہاسپٹل کے بیڈ تک پہنچاتے وقت اسکا چپکے چپکے رونا، بغیر کسی سلے کے پوری رات اسکی تیمارداری میں لگے رہنا۔۔۔۔

اسکے محض ایک بار کہنے پر اپنی تھکادینے والی روٹین سے عشال کیل ئے وقت نکال کر بھرپور توجہ سے اسکی تھراپی کرنا اور جانے کیا کیا ارسلان کو یاد آیا تھا۔۔۔۔

"اپنی زندگی کو یوں تاریکیوں کی نذر مت کیجیے۔۔۔اپنی لائف کو ن ئے سرے سے شروع کریں۔۔۔زندگی تو اللہ تعالٰی کی بہترین نعمت ہے۔۔۔یہ صرف بتانے کیل ئے نہیں ہے۔۔۔جینے کیل ئے ہے۔۔۔اسے یوں ضائع مت کیجیے۔۔۔آپکی ممی، آپکی سسٹرز کی سائل آپکی خوشی ،

آپکے سکون اور خوشحالی سے منسلک ہے۔۔۔۔ان کیلئے آپ ایک بار پھر سے جنم لے لیجیے ایک نئی ،خوشحال، کامیاب،زندہ دل، خوش باش اور پُرسکون روح کیساتھ۔۔۔۔"

دُرّے کے الفاظ اسکے دماغ میں گونجے تھے۔۔۔۔

"کسی کو چاہنے اور کسی سے محبت ہوجانے کا جذبہ بہت ہی دلفریب ہوتا ہے مگر۔۔۔چاہے جانے اور کسی کی دعاؤں اور خیالوں میں بس جانے کا احساس رتبے میں کہیں زیادہ انمول اور قیمتی ہے شان۔۔۔۔"

پھر وہی کھنکتی آواز۔۔۔ارسلان کو اپنے دل میں ایک موہوم سا میٹھا درد اُترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔۔

"آپکی محبت ہم پر قرض ہے جسے ہم چاہیں بھی تو چکا نہیں سکتے۔۔۔۔کبھی اگر آپ کسی کے ایسے مقروض ہوجائیں تو اس قرض حسنہ کو چکانے میں دیر مت کیجیے گا۔۔۔یہ آفاقی معجزہ ہر کسی کیلئے وارد نہیں ہوتا شان۔۔۔"

دُرّے کی بات تابوت میں آخری کھیل ٹونک گئی تھی۔۔۔۔

ہاسپٹل میں اپنے کیبن میں بیٹھے ٹیبل پر کہنیاں جمائے دونوں ہاتھوں کی باہم مٹھیاں پیشانی پر رکھے وہ ایک اندرونی خلفشار کا شکار تھا۔۔۔۔

دُرّے کے علاوہ اسنے کبھی کسی اور کو سوچا ہی نہیں تھا تو پھر کشمالہ۔۔۔۔وہ کشمیری ، مسیحا سی لڑکی اسکے دل کی چوکھٹ پر کیونکر کھڑی تھی۔۔۔۔

"اللہ تعالیٰ! میں کیا کروں۔۔۔مجھے کوئی راہ سُجھا دیجیے۔۔۔۔"

اسنے تکلیف سے مغلوب ہوکر دل میں رب کو پکارا۔۔۔۔

"یہ آفاقی معجزہ ہر کسی کیلئے وارد نہیں ہوتا شان۔۔۔۔۔۔شائد وہ مدتوں سے آپکی منتظر ہو،شائد آپکے بلکل پاس ہو اور آپ اُسے نظر انداز کررہے ہوں۔۔۔۔۔۔۔چاہے جانے اور کسی کی دعاؤں اور خیالوں میں بس جانے کا احساس رتبے میں کہیں زیادہ انمول اور

قیمتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کبھی اگر آپ کسی کے ایسے مقروض ہوجائیں تو اس قرض حسنہ کو چکانے میں دیر مت کیجیے گا۔۔۔۔۔۔۔"

ارسلان کے دل سے بس یہی آوازیں آرہی تھیں۔۔۔۔

وہ اُس دن جلدی گھر آیا تھا۔۔۔وہ دُرّے سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔ایک وہی تھی جو اسکے ذہن پر چھائے ہر دُھند کو صاف کرسکتی تھی مگر وہ چلی گئی تھی۔۔۔۔۔

"بھائی! گھر چلیں؟ کافی دیر ہوگئی ہے۔۔۔مومی بابا کئی بار فون کرکے آپکا پوچھ چکے ہیں۔۔۔۔"

وہ گلزار کی آواز پر جیسے کسی خواب سے جاگا تھا۔۔۔

آسمان سے ٹپ ٹپ گرتی بڑی بڑی بوندیں گرنے کا احساس اُسے اب جاکر ہوا تھا۔۔۔

وہ بنا کچھ بولے گلزار کے گرد بازو لپیٹے واپس اپنی گاڑی تک آیا تو آسمان رات کی سیاہی میں مکمل نہا چکا تھا۔۔۔

آدھ گھنٹے بعد وہ گھر پہنچا تو حسبِ معمول خوب چہل پہل تھی اور اس رونق کی وجہ وہ جانتا تھا۔۔۔
وہ جو واپس آگ ئی تھی۔۔۔۔۔✿

ڈنر ہوچکا تھا اور اب وہ سب آتشدان کی گرمائش سے لطف اندوز ہوتے وسیع لیونگ روم میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے جب جبروت کے دھیرے سے سلام کرنے پر بیک وقت اسکی جانب متوجہ ہوئے۔۔۔۔

زارا فوراً اٹھ کے اسکے پاس آئی اور بازو سے پکڑ کر سب کے درمیان اپنے پاس بٹھالیا۔۔۔۔
کشمالہ نے اپنے فیورٹ لالا کے خود کو دیکھ کر سلام کرنے پر نہال ہوکر جواباً سلام کیا اور سر اسکے آگے کیا تو اسنے ہولے سے

مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ میں۔موجود چاکلیٹ بارز سے بھرا شاپر اسکے سر پر ہولے سے مارتے ہوئے اسکے حوالے کیا۔۔۔۔

اپنے فیورٹ چاکلیٹس پاکر تو لڑکیاں خوشی سے اُچھلنے لگی تھی۔۔۔۔
"تھینک یو سو مچ لالا! " ردا اور کشمالہ یک زبان ہوکر بولیں۔۔۔۔

پارسا نے مسکرا کر خود کو تکتے جبروت کا نظروں ہی نظروں میں شکریہ ادا کیا۔۔۔۔
ضبور کو گلستان اور بوستان خانم پھر سے اچک کر لے گ ئیں تھیں ورنہ سماں کچھ اور ہوتا۔۔۔۔
ایک اُسی کے مزاج کے ٹکر کی وہ ایک تھی جو تحریم کے پاس بیٹھی انکے کندھے پر گال ٹکائے زارا کے دیے ہوئے فیملی ایلبمز میں سب کی پرانی تصویریں دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

جبروت بس ایک ہی نظر اُسے دیکھ پایا تھا۔۔۔دوبارہ حوصلہ ہی نہیں ہوا۔۔۔۔

اتنے میں ضبور بھی وہاں پر آگیا تو جبروت کو دیکھ کر ہی فوراً اسکے پاس چوکڑی مار کر مخملیں غالیچے پر بیٹھا۔۔۔۔

اُسے ضبور کیساتھ باتوں میں مشغول پاکر دُرّے نے بے اختیار نگاہیں اُس پر مرکوز کی تھیں۔۔۔۔

سُنہرے بال قدرے گیلے بے ترتیب سے ماتھے پر بکھرے، گہرے سُرمئی رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس، بادامی رنگ کی شال کندھوں کے گرد لپیٹے،اپنی کھوئی سُنہری مائل قدرے بڑی ہوئی سٹبل اور بھائی کی بات غور سے سُنتے سمے جھکی ہوئی یں دراز پلکوں کیساتھ جبروت کی تھکی ہوئی وجاہت نے اسکا چین چرالیا تھا۔۔۔۔

خود پر اسکی نظروں کی تپش وہ بھلا کب محسوس نہیں کرتا تھا۔۔۔جبروت نے جب نظریں اُٹھاکر اُسے دیکھا تو اسکی آنکھوں میں چھپی وہ اُداسی، خود کے پاس آنے کی وہ تڑپ دُرّے کو اس سے نظر ہٹانے ہی نہیں دے رہی تھی۔۔۔۔

لب بھینچ کر وہ بمشکل پھر سے البمز کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔۔۔زارا نے ایک تصویر پر اُنگلی رکھ کر اُنہیں پہچاننے کو کہا تو ردا اور کشمالہ نے اکٹھے جبروت کا نام لے دیا۔۔۔

وہ اسکے دو سال کی عمر کی تصویر تھی جس میں وہ سب سے الگ نظر آرہا تھا۔۔۔۔

پھر جانے باتیں کرتے ہوئے کب اتنا وقت بیت گیا کہ نصف شب کے قریب پہنچ گیا۔۔۔

وہ سب سونے کیلئے اُٹھتے ہوئے جاتے جاتے بھی ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے ایک ایک کرکے اپنے رومز میں جانے لگے۔۔۔۔

جبروت سے نظریں ملائے بغیر دُرّے کشمالہ اور ردا کیساتھ وہاں سے چلی گ ئی تھی۔۔۔۔۔

ضبور بھی پارسا اور جبروت کو دانستہ وہاں اکیلا چھوڑ کر انکے پیچھے گیا تھا۔۔۔۔۔

پارسا اور وہ دونوں اکٹھے قدم قدم چلتے دن بھر کی باتیں کرتے اپنے روم چلے گ ئے۔۔۔۔۔

ردا کے روم کی وِنڈو سے وہ منظر دیکھ کر دُرّے مسکرائی تھی۔۔۔

✿✿✿✿

جے آر مینشن اسلام آباد:

اسلام آباد کے دُھندلے آسمان پر چھائے بادلوں کی سورج کیساتھ

آنکھ مچولی جاری تھی۔۔۔۔

سورج کی موہوم سی کرنیں صبح ہونے کا پتہ دے گ ئی تھی۔۔۔۔

رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے فجر کی نماز کے بعد دوبارہ سو کر دُرّے اب جاکر اُٹھی تو سورج طلوع ہوچکا تھا مگر ابھی بھی خاصا سویرا تھا۔۔۔۔۔

باقی لوگ بھی شائد دیر سے سونے کی وجہ سے ابھی تک نیند سے مغلوب اپنے کمروں میں موجود تھے۔۔۔۔۔

بیڈ سے اُٹھتے ہوئے اپنے برابر میں سوئی ہوئی کشمالہ پر کمفرٹر برابر کرکے وہ دبے قدموں واشروم چلی گ ئی اور آدھے گھنٹے بعد اپنے گیلے لمبے گھنے گھنگریالے بال ٹاؤل میں لپیٹے وہ باہر آئی تو تازہ دم تھی۔۔۔۔۔

لمبی سیاہ سکرٹ کیساتھ سفید ٹاپ کے اوپر سُرم ئی اونی لانگ کوٹ پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے قد آدم مِرر کے سامنے کھڑی ہوکر اب دھیرے دھیرے اپنے نم بالوں سے ٹاؤل ہٹانے کے بعد اُنہیں ہ ئیر ڈرائی یر سے سُکھانے لگی۔۔۔۔۔

پھر اپنی صراحی دار گردن میں موجود برسوں پہلے بچپن کے زمانے میں جبروت کے مانسہرہ میں دیے گ ئے کُن فیکون پینڈینٹ جو ایک سیپ میں بند چاندی کے تاروں سے لکھا گیا تھا،پر اپنی اُنگلیاں پھیر کر ہولے سے مسکراتے ہوئے وہ سر پر دوپٹہ جماکر اپنے کندھوں کے گرد نفیس کشمیری گرم شال اوڑھتے ہوئے آہستگی سے کمرے سے باہر نکل کر سیڑھیاں اُترتی ہوئی وسیع لاؤنج سے گزرتی یونہی بیرونی احاطے سے ہوکر لان میں آئی اور وہاں سے لکڑی کے بنے دروازے جس پر بکھر کر لٹکتی ہری بھری ٹہنیاں اب زرد پڑ چکی تھیں، کی کھواڑ کھول کر وہ عقبی جانب بنے پائیں

باغ میں آئی۔۔۔۔۔

ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھی تھی جب ایک کونے میں لگے پیڑ کے پیچھے سے دو نر اور مادہ خرگوش منہ میں گھاس کے چھوٹے بنڈل دبائے اُچھلتے کودتے اسکے پاس سے ہوکر گزر گ ئے۔۔۔

جبروت کو جانوروں سے بے پناہ لگاؤ تھا۔۔۔مانسہرہ میں بھی اُسنے کئی فالتو جانور پال رکھے تھے اور یہاں اس عقبی جانب بنے پائیں باغ میں تو اسنے مختلف خوبصورت جانوروں کی ایک چھوٹی سی کمیونٹی ہی بنا دی تھی۔۔۔۔۔

گھوڑے تو خیر بچپن سے دُرّے اور جبروت کے جنون کے حد تک فیورٹ تھے۔۔۔۔۔

دُرّے اشتیاق سے خرگوشوں کے پیچھے پیچھے چلتی باغ کے وسط میں پہنچی تو وہاں الگ سا سماں تھا۔۔۔۔۔

کہیں خوبصورت پرندوں نے مسکن بنایا تھا تو کہیں دوسری جانب ایک بیحد دلکش سفید مور اپنے پر پھیلائے نم شبنمی گھاس پر خراماں خراماں گھوم رہا تھا۔۔۔۔۔

یہ مور شائد اسکے لندن میں موجودگی کے دوران ہی لایا گیا تھا کیونکہ اسکے یہاں سے لندن جاتے وقت یہ مور یہاں نہیں تھا۔۔۔۔۔

دُرّے مسکراتی ہوئی خرگوشوں کے جوڑے کے پیچھے گئی تو دیکھا کہ وہ ایک پکی مٹی کے بڑے بِل کے اندر گئے تھے۔۔۔۔۔

وہ اشتیاق سے اُنہیں دیکھتی رہی جب بِل کے اندر سے دو ننھے منھے خرگوش باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے مگر انکی ماں نے پھر اُنہیں اندر کھینچ کر اپنے قریب کیا تھا۔۔۔۔۔

باغ کے انتہائے کنارے پر پانی کے ایک خوبصورت پول کے پانی میں ایک سفید بطخ اپنے ننھے منھے بچوں کیساتھ اٹھکیلیاں کر رہی

تھی۔۔۔۔

اسی سمے دُرّے کو کسی گھوڑے کی خوشی سے ہنہنانے کی آواز سُنائی دی تو وہ خود بخود اُٹھ کر آواز کی سمت میں چلتی باغ کے بائیں جانب آئی جہاں متعدد پکی سیڑھیاں جن پر پاس موجود درختوں سے زرد خزاں رسیدہ پتے جا بجا بکھرے پیروں تلے چرمرا رہے تھے،پر چڑھ کر وہ ایک گیلی مٹی کی زمین پر آگے بڑی تو ایک جانب چھوٹی سی اصطبل نما جگہ میں اپنے اور جبروت کے گھوڑے ناموس کیساتھ ضبور اور جبروت کو کھڑے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔

ناموس ایک فرائی شین نسل جو نیدرلینڈ کے صوبے فریسیا میں پائی جاتی ہے،کا ایک بیحد خوبصورت،تنومند،گہری سیاہ رنگت اور خوبصورت گھنے لمبے گھنگریالے بالوں والا باوقار گھوڑا تھا۔۔۔۔۔۔

ایسا ہی ایک گھوڑا مہابت خان کے پاس بھی تھا جو دُرّے اور جبروت کا فیورٹ اور بیسٹ فرینڈ تھا۔۔۔۔

"یار ایک ہفتہ رہ گیا ہے شادی میں دُلہے راجا شمیس میاں بھی گلگت سے واپس پہنچ گ ئے ہیں اور ایک ہمارا ٹبّر ہے جو کچھوے کی رفتار سے آنے کے موڈ میں ہے۔۔۔۔کب آؤ گے یار آپ سب؟"

دُرّے آگے بڑھتے ہوئے ذرا سا رُکی تھی۔۔۔۔شائد وہ دونوں فون سپیکر پر ڈال کر اذرنگ سے باتیں کررہے تھے۔۔۔۔

"ارے ہاں بھئی اب اُڑ کر تھوڑی آسکتے ہیں۔۔۔ابھی نکل ہی رہے

ہیں اسلام آباد کیل ئے۔۔۔اور وہ دونوں باقی لاٹ صاحبان کام کے وقت فرار ہوگ ئے ہیں کہیں انکو تو بعد میں دیکھتا ہوں۔۔۔۔"

اذرنگ مصروف انداز میں بولتے ہوئے ساتھ ساتھ گاڑیوں میں سامان بھی رکھتا جارہا تھا۔۔۔۔

"اور ہاں جاہ نواب صاحب! بس تُو لگ جا ایک بار میرے ہاتھ۔۔۔۔کہاں مر گیا تھا؟ایک تو اتنے مہینوں سے غائب اور اب جاکر نازل ہوا ہے تو میرا فون تک اٹینڈ نہیں کیا۔۔۔۔"

اذرنگ ساتھ ہی اپنے جگری یار کو بھی لتاڑ رہا تھا۔۔۔۔

"مر ہی تو گیا تھا جیسے۔۔۔اب جاکر حالت سنبھلی ہے۔۔۔وہ بھی کسی کے صدقے۔۔۔۔"

ضبور نے ایک ناراض سی نظر بڑے بھائی پر ڈال کر اذرنگ سے کہا تو دوسری جانب وہ کچھ چونکا تھا۔۔۔

"مر ہی تو گیا تھا جیسے۔۔۔۔"دُرّے کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔۔۔

وہ سیدھی اب اُن دونوں کے پاس جانے لگی۔۔۔۔

"کیا ہوا ہے لالے سب ٹھیک ہے نا؟ کیا ہوا تھا تجھے ؟ بتایا ہی نہیں میں آرہا ہوں تیرے پاس۔۔۔"

اذرنگ فوراً سے پریشان ہوکر بولا۔۔۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں بلکل یہ تو ایسے ہی شوخیاں مار رہا ہے گھامڑ۔۔۔۔"

جبروت نے ضبور کو گھور کر جلدی سے کہا۔۔۔

"اوئے تو اپنے یار سے چھپائے گا اب؟ تیری آواز سے ہی پتہ چل رہا ہے کہ تُو ٹھیک نہیں ہے۔۔۔بس اب تو صبر نہیں ہورہا بلکل"

اذرنگ نے شکوہ کرتے ہوئے بے چینی سے کہا تھا۔۔۔

اسی سمے جبروت کو قدموں کی مانوس آہٹ محسوس ہوئی تو دل خود بخود دھیما پڑا تھا۔۔۔۔

"ارے نایاب بیگم! آپ اتنی صبح اُٹھ بھی گ ئی یں۔۔۔نیند پوری ہوگ ئی کیا؟"

ضبور نے اسکی موجودگی محسوس کرکے پلٹتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا۔۔۔۔

"جی بس صحبت کا اثر ہے۔۔۔۔اتنی ہی نیندیں نصیب ہیں آجکل"

ایک خاموش سی نظر جبروت پر ڈال کر وہ بولی تھی۔۔۔۔

"اچھا؟ مگر آنکھوں میں تو سُرخ ڈورے اب بھی تیر رہے ہیں۔۔۔"

ضبور نے بغور اسکی فیروزی آنکھوں کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

دُرّے نے غیر محسوس انداز میں نظریں جھکالیں۔۔۔اب وہ اُسے کیا بتاتی کہ وہ کل رات جبروت کی خستہ حالت دیکھنے کے بعد ردا سے اسکا سبب جان کر شب بھر روتی رہی ہے۔۔۔۔

"ارے کہاں لگ گ ئے تم دونوں؟" اذرنگ نے انکی توجہ اپنی جانب دلانی چاہی۔۔۔۔

" نایاب سے بات کررہا تھا۔۔۔۔۔"ضبور نے بتایا۔۔۔۔

"ارے نایاب! گڑیا کیسی ہے میری لاڈلی بہنا؟ " اذرنگ نے پیار سے کہا۔۔۔۔

"الحمَدُ ِللہ لالا ! آپ کیسے ہیں؟ عبیر اپّی اور ہمارے جون ئیر کرنل آبدار صاحب کے کیسے مزاج ہیں آجکل؟"

دُرّے شائی ستگی سے بولی۔۔۔۔۔

"الحمَدُ ِللہ ہم اور بیگم تو مزے سے دھیرے دھیرے اکٹھے بوڑھے ہورہے ہیں۔۔۔۔۔اور آبدار میاں کے تو بس پر پُرزے نکل آئے ہوں جیسے۔۔۔۔ابھی چند مہینوں سے چلنے لگا ہے تو مانو پوری حویلی

کی دوڑیں لگوا رہا ہے اپنے پیچھے۔۔۔۔۔"

اذرنگ ہنستے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔

"ہمم صاحبزادے دور دور کا نیٹ ورک پکڑ کر سیدھا اپنی چاچی پر گ ئے ہیں شائی د۔۔۔۔۔"

ضبور نے نچلا لب دباتے ہوئے شوخی سے دُرّے کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

"چاچی پر۔۔۔۔۔کیا مطلب؟" اذرنگ نا سمجھی سے بولا۔۔۔۔۔

"وہی جسکے ل ئے ہمارے جاہ میاں پاگل۔۔۔۔۔۔ارے بات تو مکمل کرنے دو"

ضبور جو شرارت سے بول ہی رہا تھا کہ کندھے پر جبروت کا زوردار مکّا پڑنے پر کراہ کر بولا۔۔۔۔۔

"ہاں بول تُو چُپ کیوں ہوگیا؟" دوسری جانب اذرنگ بھی لطف لیتے ہوئے ہنس کر بولا۔۔۔۔۔

"ہاں تو عرض ہے کہ

"ہوگ ئے نامِ بتاں سُنتے ہی مومن بے قرار

ہم نا کہتے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہیں"

ضبور ہنس کر کہتے ہوئے جبروت کی اپنی ٹکائی کیل ئے آستینیں موڑتے دیکھ کر اندر بھاگا تھا۔۔۔۔۔

ضبور کی شرارت دُرّے کے گالوں پر مغموم سی لالیاں دوڑا گ ئی یں تھیں۔۔۔۔

وہ سر جھکائے دھیرے دھیرے چلتی ناموس کے پاس آکر اسکے گھنے سیاہ بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی جب اسکا مخملیں ہاتھ ناموس کی گردن پر رکھے اسکے بالوں میں چھپے جبروت کے ہاتھ سے ٹکرایا تو خلافِ معمول اسکا ہاتھ ہلکا سا گرم تھا۔۔۔حالانکہ اسکے

ہاتھ ہمیشہ یخ بستہ سے ہوا کرتے تھے۔۔۔۔

دُرّے نے سر اُٹھاکر اسے دیکھا تو دل پر ایک تاریکی سی چھائی تھی۔۔۔۔۔

اسکی خوبرو دودھیا رنگت قدرے زرد پڑ گ ئی تھی۔۔۔آنکھوں کے نیچے ہلکے سے حلقے بھی نمودار ہوگ ئے تھے۔۔۔۔

داڑھی پہلے سے ذرا بڑھ گ ئی تھی اور گھنے سُنہرے بال بے ترتیب سے ماتھے پر بکھرے تھے۔۔۔۔۔

دُرّے اس سے نظریں چرا کر پلٹتے ہوئے اصطبل کی چوکھٹ پار کرکے پاس لگے درختوں کے قریب رکھی میز کے پاس رکھی بینچ پر بیٹھتے ہوئے سر جھکا کر اپنی اُنگلیاں بے دردی سے مروڑنے لگی۔۔۔۔۔۔

یہ اسکی عادت تھی کہ جب بھی وہ ڈپریسڈ ہوتی تو اپنی اُنگلیوں کا حشر کردیا کرتی تھی۔۔۔۔۔

جبروت ناموس کو پچکارتے ہوئے اسکا منہ اپنی طرف کرکے اسکے کان کے قریب کچھ بولا اور پھر اپنے کندھوں سے سِرکتی شال کو دوبارہ برابر کرتے ہوئے آکر بینچ پر دُرّے کے برابر بیٹھا اور اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اسے اپنی اُنگلیوں کو تکلیف دینے سے روکا۔۔۔۔

"رابیل! کب اپنی اُنگلیوں کا یوں بیڑا غرق کرنا چھوڑوگی تم۔۔۔تم روئی ہو؟کوئی بات دل پر بوجھ ہے؟ کوئی خیال پریشان کررہا ہے؟"

وہ نرمی سے اسکے چہرے پر نظریں جمائے ملائمت سے بول رہا تھا۔۔۔۔

دُرّے کا دل اسکی محبت سے لبریز آواز پر بھرّایا تو اپنی پیشانی اسکی مہربان مضبوط کندھے پر ٹکا دی۔۔۔۔۔۔

"بلوچستان جانے سے پہلے ہمیں ایک بار دادو کی قبر پر لے جائیں گے؟"

اسکے اچانک کہنے پر جبروت نے لحظہ بھر اُسے دیکھا۔۔۔

"تمہیں دادو یاد آرہی ہیں؟" جبروت نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی نرمی سے چھوئی۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔کئی بار وہ ہمیں خواب میں نظر آئی یں ہیں۔۔۔ہم سے خفا خفا سی۔۔۔۔ہم نے انکے شیر و کو بہت تڑپایا جو ہے۔۔۔۔وہاں جاکر اُن سے کہیں گے کہ آپ کو اپنے عہد سے آزاد کردیں۔۔۔جانتے ہیں وہ جواب تھوڑی دینگی مگر شائی د۔۔۔اللہ تعالٰی مشکلیں آسان کردیں۔۔۔آپکی آزمائی شیں ختم ہوجائی یں۔۔۔دادو کی بات کا مان رکھنے کی ضد میں ہم نے آپ کو بہت درد دیا ہے شیر شاہ۔۔۔وہ ہماری بات نہیں ٹالتیں۔۔۔وہ۔۔۔وہ آپکو اپنے بھرم سے آزاد کردیں گی۔۔۔"

بولتے ہوئے جانے کیوں اسکا گلا رُندھ گیا۔۔۔۔۔۔وہ خاموشی سے اُسے سُن رہا تھا۔۔۔۔

"متاسفم شیر شاہ من۔۔۔(I am sorry my lion king۔)"

اسکے سینے پر دل کے مقام پر ہاتھ رکھے وہ بھیگی آواز سے اُسی زبان میں بولی جو ان دونوں کے دلوں کی زبان تھی۔۔۔۔

"رابیل۔۔۔۔!بس کچھ اور مت کہنا گڑیا۔۔۔۔میری برسوں کی ریاضت خاک میں مل جائی یگی۔۔۔"

اسکے لب مزید وا ہونے سے پہلے ہی جبروت نے اُسے روک دیا۔۔۔

"من نمی خواھم از ردہ ھای بالای عشق سقوط کنم"

(I dont't wanna fall of the high rank of love)

جبروت اسے وارفتگی سے تکتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھے اسکے ہاتھ کے اوپر رکھ کر گہرے لہجے میں بولا تو دُرّے کے گالوں پر بے ساختہ دھنک بکھری تھی۔۔۔۔

جبروت نے اسکے چہرے کو ہتھیلی کے پیالے میں تھام کر اسکی پیشانی پر اپنے عشق کی مہر ثبت کی اسکے گال پر بہتے آنسو کو انگلیوں کے پوروں سے چُنا تھا۔۔۔۔

دُرّے نے اسکے کندھے سے سر اُٹھا کر اسکے مضبوط چوڑے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر لبوں سے لگائے تھے۔۔۔۔۔

"آپ نے ہمیں بہت بگاڑ دیا ہے شیر شاہ! کیوں ہمارے اتنے لاڈ اُٹھاتے ہیں کہ ہم اپنی خود سری میں آپ سے کچھ بھی مانگ لیتے ہیں بنا آپکی پرواہ کیے۔۔۔گیتی آنی بلکل ٹھیک کہتی ہیں کہ جاہ نے اس لڑکی کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے۔۔۔۔"

دُرّے نے شکوہ کناہ انداز میں کہتے ہوئے منہ بسور کر کہا تو جبروت مسکرا دیا۔۔۔۔

"ہاں اب مسکرائیے آپ۔۔۔جان نکال دی ہماری۔۔۔۔کیا حال بنا دیا ہے اپنا؟ "

وہ خفگی سے کہتی اسکی بڑھی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔۔۔

"میرا حال چھوڑو۔۔۔تمہاری بھی میں بعد میں خبر لیتا ہوں۔۔۔اپنی صحت،نیند اور خوراک کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔۔۔"

جبروت نے اسکے چہرے کا بوسہ لیتی گیلی گھنگریالی لٹ کھینچ کر خفگی سے کہا تو وہ خجل سی ہوگئی۔۔۔۔

"رابیل! ادھر دیکھو۔۔۔میرا چہکتا ہنستا کھلکھلاتا باتونی بلبل اتنا خاموش کیوں ہو گیا ہے؟ بتاؤ کیا ابھی بھی کچھ ہے؟ میں بچپن سے

صرف اس بات سے ڈرتا رہا ہوں کہ تم مجھے کبھی اجنبی سمجھو۔۔۔مجھے تب اچھا لگتا ہے جب تم مجھ سے بنا ہچکچاہٹ کے پورے استحقاق کیساتھ دھڑلے سے کسی بھی چیز کی فرمائش کر دیتی ہو۔۔۔مجھے تب فخر محسوس ہوتا ہے جب تم حویلی میں خود سے بد لحاظی کرنے والوں کے سامنے بے خوف کھڑی ہوتی ہو۔۔۔یہ احساس میرے دل کو قوی کرتا ہے کہ ہاں میری یہ بگڑی ہوئی ،ضدی،لاڈلی شہزادی واقعی میری شیرنی ہے۔۔۔میری نٹ کھٹ شریر مورنی جب ایسے خاموش ہو جاتی ہے تو میں ایسے ہی زرد پڑنے لگتا ہوں۔۔۔"

جبروت بینچ سے اُٹھ کر فرش پر گھٹنوں کے بل دُرّے کے سامنے بیٹھا اسکے جھکے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔۔

"اور یہ ہاتھ؟ کیوں زخمی کیا تھا اسے اُس رات؟ صرف ایک تھپڑ کی وجہ سے؟ تم نے بچپن میں مجھ پر غصّہ ہو کر مجھے کم مارا ہے؟ کتنی چیزیں تم نے مجھے پھینک کر نہیں ماریں؟ مما کے محنت سے بنائے گئے تکیوں سے میری ٹکائی کرتے ہوئے تم انکا حشر بگاڑ دیتی اور اب ایک ذرا سے تھپڑ کیلئے تم نے اپنا ہاتھ زخمی کر دیا۔۔۔۔رابیل آئندہ تم نے ایسا کچھ بھی کیا نا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔۔۔۔"

جبروت اسکے بائیں ہاتھ پر بنے زخم جو اب ہلکا سا مٹ بھی چکا تھا، پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے خفگی سے بول رہا تھا۔۔۔

"ہم آپ پر غصّہ کیوں ہوتے؟ جب آپ بنا بتائے کہیں چلے جاتے، ایبٹ آباد میں ہوتے تو ہمیں فون پر اپنی آواز تک نہیں سُناتے اور گھر آتے تو بھی ہم سے بھاگتے رہتے۔۔۔ہم نے اس دن بھی آپ کو

تھپڑ مارا تو اسلیۓ کہ ہم بہت ڈر گۓ تھے۔۔۔اپنی آنکھوں سے ایک دفعہ آپ کو خود سے دور جاتے دیکھ چکے ہیں۔۔۔کچھ ہوجاتا تو ہم کیا کرتے کہا جاتے بتائیں؟ کیا
آپکے دادا جان اور آہو کی شہادت کے بدلے وَنی بن جاتے یا جان کے بدلے میں جان سے گزر جاتے؟ "
دُرّے کی آواز میں وہی وحشت عود آئی تھی جو اُس رات جبروت کے سینے پر وہ خون آلود گومڑ دیکھتے ہوۓ اسکے دل میں اُتری تھی۔۔۔۔
"دیکھ لو! تمہارے اس ایک تھپڑ نے کیا کردیا؟ وہ جو میں شائد مر کر بھی نہیں کرپاتا۔۔۔"
جبروت خود کو لب بھینچے تکتی دُرّے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوۓ گہرے لہجے میں بولا تو دُرّے کو ایک سرد سی خنکی چھو گئی تھی۔۔۔
اس نے اپنا سر آگے کرکے جبروت کی طرف جھکتے ہوۓ اپنی پیشانی اسکے فراخ جبین سے لگاتے ہوۓ آنکھیں بند کرکے کہا تھا۔۔۔۔

"شیرو! آپ نے ہمیں جس انمول احساس سے روشناس کروایا ہے نا۔۔۔ہم کبھی اسکا قرض زندگی بھر نہیں چکا پائیں گے۔۔۔اللہ رب العزت نے آپ کے ذریعے ہمیں اُس مقام پر فائز کیا جہاں قدموں تلے جنت رکھ دی جاتی ہے۔۔۔"

"شیرو! اب تو آپکا دل آپکی نظروں کے سامنے گھومتا پھرے گا۔۔۔ایسے ہی اگر ہم آپ سے اپنے لئے آپکی محبت کی نشانی،آپ کا جگر گوشہ پانے کی ضد کرتے تو کیا ہم سے بھی بھاگتے آپ۔۔۔۔ اللہ کتنے سڑیل اور اَن رومینٹک ہیں آپ تو۔۔۔ہمارے جونئیر شیرو

یا پھر مِنی شفق کہیں آپ پر نا چلے جائے توبہ"

پھر دُرّے نے آنکھیں کھول کر ایک معنی خیز شریر مسکراہٹ سے اُسے دیکھ کر کہا تو جبروت نے اُسے گھوری دکھائی تھی۔۔۔

"بہت من مانی کرتی ہیں آپ۔۔۔۔"وہ سر جھٹک کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بول کر اُٹھا۔۔۔۔ جب بھی کبھی وہ اس سے شکوہ کناہ ہوتا تو آپ ہی کہا کرتا تھا۔۔۔۔

دُرّے کی مسکراہٹ اسکی جھنجھلاہٹ پر مزید گہری ہوگئی تھی۔۔۔

وہ اُٹھ کر جھٹ سے اسکے گلے لگی اور زور سے اُسے بھینچنے کے بعد اسکے داڑھی سے سجے گال کھینچ کر کھکھلاتی ہوئی وہاں سے ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتی وِلا کے اندر بھاگ گئی۔۔۔۔

پیچھے وہ بس سر جھٹک کر مسکراتا رہ گیا۔۔۔۔

اسکے وجود میں جیسے کسی نے نئی روح پھونک دی تھی۔۔۔۔

دُرّے بھاگتی ہوئی آکر مین انٹرنس سے گھر کے اندر داخل ہوئی تو گھر میں معمول کی چہل پہل کا آغاز ہوچکا تھا۔۔۔۔

کچن سے ناشتے کے لوازمات کی بھینی بھینی خوشبو اُٹھ کر لاؤنج میں پھیل رہی تھی۔۔۔۔۔

مالی بھی پودوں کو پانی دے کر تازہ دم کررہے تھے۔۔۔۔چوکیدار تو پہلے ہی گیٹ کے پاس نشستیں سنبھال چکے تھے۔۔۔۔

دُرّے لاؤنج سے گزرتی ہوئی کچن میں آئی تو پارسا بڑے بڑے دستانے پہنے ہاتھوں میں بڑا کیک ٹرے تھامے اوون سے نکال رہی تھی جبکہ گلستان اور بوستان خانم دوسری ورکرز کیساتھ جوس

،چائے ،فروٹس اور بریڈز سمیت دیگر سامان ٹرے میں سجا رہی تھیں۔۔۔۔۔

دُرّے کو کیک کی مہک بہت مانوس لگی تھی۔۔۔۔ساتھ میں بچپن کی کوئی یاد ہوا کے جھونکے کی طرح گویا اسکے دماغ سے ٹکرائی تھی۔۔۔۔

یہ مہرالنساء خان کے ہاتھ کے بنے پورے خاندان میں مشہور کیک کی بھینی مہک تھی۔۔۔۔۔

"دُر! تم کہاں تھی؟ میں تمہیں دیکھنے آئی تھی روم میں مگر تم جلدی اُٹھ گئی تھی شائد؟"

پارسا نے اُسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

"ہم باہر تھے پچھلی جانب کورٹ یارڈ کے پاس باغ میں۔۔۔۔۔"

وہ متانت سے بولی۔۔۔۔۔۔

"گھر کے نئے مہمانوں سے مل آئی؟" پارسا نے چہکتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

"لیں جی نئے مہمان تو ابھی آئے نہیں دنیا میں تو نایاب بٹیا ان سے کیسے ملتیں؟"

بوستان خانم اپنی سادگی میں بولیں۔۔۔۔۔

"بی جان! یہ خرگوش اور سفید مور کا ذکر کررہی ہے۔۔۔۔"

اتنے میں ردا نے اندر آکر جلدی سے کہا۔۔۔۔

"اور ہاں وہ بطخ خالہ بھی۔۔۔۔۔"پارسا نے اپنی گڑبڑاہٹ چھپانے کو کہا۔۔۔۔۔

"جی جی ہم سب سے مل آئے ہیں۔۔۔۔بہت پیارے ہیں"

خود کو دیکھ کر مسکراتے سمے دُرّے کے گالوں میں پڑنے والے گہرے گڑھے دیکھ کر پارسا جھینپ سی گئی۔۔۔۔

"بی جان!گھر کے نئے ممبران سے تو ہم مل آئے مگر آپ کونسے مہمانوں کی بات کررہی ہیں جو ابھی آئے ہی نہیں دنیا میں؟"

دُرّے نے شرارت سے بوستان خانم کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا۔۔۔۔

"نن نہیں بیٹے یہ تو پاگل ہے ایسے ہی زبان سے کچھ پھسل گیا ہوگا۔۔۔یہ دراصل ہیر کی بات کررہی تھی۔۔۔۔اللہ کے فضل سے اس ماہ ہمارے گھر نیا مہمان آنے والا ہے نا۔۔۔۔"

گلستان خانم نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

"چلیں ٹھیک ہیں آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں مگر۔۔۔۔بات مہمان کی نہیں بلکہ مہمانوں کی پڑی ہے ہمارے کان میں۔۔۔۔اسلیے پوچھا کہ شائد کوئی اور بھی۔۔۔۔۔"

دُرّے اپنی شرارت پر قائم تھی۔۔۔۔۔

"ارے وہ کشمالہ ابھی تک نہیں اُٹھی۔۔۔۔چلو اُسکو اُٹھاتے ہیں نا پھر آگے بہت کام کرنے ہیں۔۔۔۔"

ردا اُسے کھینچ کر اپنے ساتھ کچن سے باہر لے گئی۔۔۔۔

"اری نیک بخت یہ کیا کر دیا؟ نہیں بتانا تھا اُنہیں ابھی کچھ۔۔۔۔"

گلستان خانم نے ہلکا سا اپنی سہیلی بوستان کو ٹہوکا مار کر کہا تو اُن کا منہ اُتر گیا۔۔۔۔

"کوئی بات نہیں بڑی جان! ویسے بھی اس نٹ کھٹ بلّی سے کچھ بھی چھپانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔۔۔۔"

پارسا ہنستے ہوئے ٹرے سے کیک نکال کر اب اُس پر کریم وغیرہ سے خوبصورت نقش بناتے ہوئے بولی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد جبروت کے علاوہ وہ سب ناشتے کے ٹیبل پر اکٹھے

بیٹھ کر خوش گپیوں میں مشغول تھے۔۔۔۔

پارسا کے ہاتھ کے بنائے ہوئے کیک کی سب نے بہت تعریف کی۔۔۔

پارسا نے دُرّے کو خود کیک کا ٹکڑا کھلایا تو اسکے انداز میں چھپی مامتا دُرّے کو مہرالنسا٦ کی یاد دلا گ ئی۔۔۔۔۔

ناشتے کے بعد زارا اور حیدر ہاشم کیساتھ تحریم کو چیک اَپ کیل ئے ہاسپٹل لے گ ئے جبکہ ضبور کو اُن چاروں لڑکیوں نے اُچک کر اپنے ساتھ کام پر لگا دیا۔۔۔۔۔

جنوری کے موسم میں زیارت کا موسم برفیلا ہوجاتا تھا۔۔۔حیدر رئیسانی کے بڑے بھائی کرنل آبدار رئیسانی شھید کی فیملی اسلام آباد میں ہی رہائ ش پذیر تھی۔۔۔۔

چونکہ اسلام آباد سے بلوچستان تک کی مسافت خاصی طویل اور قدرے دشوار تھی اور پھر موسم کے تیور بھی سازگار نہیں تھے اسلیے حیدر اور جبروت نے ساحرہ کو بڑی مشکل سے منایا کہ وہ سب لوگ اسلام آباد آجائیں اور انکے گھر سے ہی نورین شیس کیساتھ رُخصت ہوجائے۔۔۔۔

حیدر اور زارا کو اپنے بیٹوں کیساتھ باقی حویلی اور خاندان کے باقی سب بچے بھی بے انتہا عزیز تھے اور وہ دونوں ہی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے کہ سب مِل جھل کر اکٹھے اور انکے قریب رہیں۔۔۔۔

حیدر اور زارا کو بیٹیوں کی بیحد چاہ تھی اسی ل ئے وہ چاہتے تھے کہ میر رئیسانی حویلی کی سب سے بڑی پوتی کی شادی کے تمام ایونٹس وہ خود ارینج کروائیں اور وہ انکے گھر سے وداع ہوں اور اسکے ل ئے وہ پچھلے ک ئی مہینوں سے ساحرہ سمیت اشف رئیسانی اور فارینہ بانو کو کنوینس کررہے تھے۔۔۔۔

بالا آخر آج انکی ضد مان کر وہ سب بلوچستان سے اسلام آباد آرہے تھے اور انکے استقبال اور شادی کے جشن کیلئے جے آر مینشن کی سجاوٹ ہورہی تھی۔۔۔۔۔

اس شادی خانہ آبادی کے تمام انتظامات سمیت ہر چیز کی ذمے داری جبروت نے سنبھالی تھی اور اب وہ انہی کاموں کے سلسلے میں گھر پر نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

قریباً رات آٹھ کے قریب ساحرہ جمال حویلی کے تمام افراد سمیت اپنے پورے کروفر کیساتھ اسلام آباد پہنچی تو جے آر مینشن پر انکا شایانِ شان استقبال ہوا تھا۔۔۔۔

انکی آمد پر جے آر مینشن رنگ و نور کے سیلاب میں نہایامعلوم ہورہا تھا۔۔۔۔

حیدر اور زارا ہاشم اور تحریم کیساتھ دست بستہ مرکزی دروازے پر موجود تھے جبکہ باقی سب انکے پیچھے کھڑے پُر مسرّت تاثرات سے انکی راہ تک رہے تھے۔۔۔۔۔۔

انکے آنے کے کچھ ہی سمے بعد ان سب کیلئے پُر تکلف عشائیے کا اہتمام کیا گیا۔۔۔۔۔

عشائیے کے بعد جونئیر پارٹی تو اپنی پلٹون کیساتھ مستیوں میں مگن ہوگئی جبکہ سینئیر حضرات ایک دوسرے کیساتھ مل بیٹھ کر باتیں کرنے لگ پڑے۔۔۔۔۔۔

آخر رات گئے جب محفلیں برخاست ہوئیں تو سب سونے کی تیاریوں میں لگ گئے۔۔۔۔۔

کشمالہ نے نورین اور ونیزہ کیلئے اپنے اور دُرّے کے روم میں بیڈز برابر کیے تھے۔۔۔۔۔۔

ونیزہ جونہی نورین اور کشمالہ کیساتھ روم میں داخل ہوئی تو وِنڈو

سِٹنگ ایریا میں بیٹھ مروان، سجل اور ننھے آبدار میں گھری انکے ساتھ مزے سے اٹکھیلیاں کرتی دُرّے پر نظر پڑتے ہی اسکی پیشانی تن گ ئی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے کی نظر بھی جب ان پر پڑی تو وہ بچوں کو پچکارتی مسکراتی ہوئی ان کے پاس آئی۔۔۔۔انہیں سلام کیا تو نورین نے مسکراتے ہوئے پیار سے اسکا گہرے ڈمپل سے سجا گال چھوا۔۔۔

دُرّے نے ایک خفیف سی مسکراہٹ کیساتھ ونیزہ کو دیکھا تو وہ اسے نظر انداز کرتی اسکے برابر سے گزر کر اپنے بیڈ کے پاس چلی گ ئی۔۔۔۔۔

"چلیں آپ ریسٹ کریں تھک گ ئی یں ہونگیں۔۔۔ان شاء اللہ کل خوب محفل سجائی یں گے" دُرّے نے کندھے اُچکا کر مسکراتے ہوئے نورین کی جانب متوجہ ہوکر کہا تو وہ اسکا بازو سہلاتی اپنی بیڈ کی جانب بڑھنے لگی۔۔۔۔

"اوئے تو کہاں فرار ہورہی ہے؟" کشمالہ نے دُرّے کو بچوں کیساتھ روم سے باہر کی جانب بڑھتے دیکھ کر سرگوشی کی۔۔۔

"انہیں انکے اماں ابا کے پاس چھوڑ کر آتے ہیں ابھی" دُرّے کہتی ہوئی آبدار کے بال سہلاتی دوسرے ہاتھ سے سجّل کی اُنگلی تھامے مروان کیساتھ کمرے سے باہر چلی گ ئی۔۔۔۔

خود سے چمٹے آبدار اور سجّل کو بڑی مشکل سے بہلا پھسلا کر اپنی ماؤں کے حوالے کرکے وہ ٹیرس کی طرف جاتی سیڑھیوں کے پاس والے روم کی طرف گ ئی۔۔۔۔۔

دستک پر اذور کا خوش باش چہرہ دروازے سے برآمد ہوا تو دُرّے نے سلام کرکے پھر مروان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"چلیں بھئی اب آپ اپنے پارٹنر چاچو کو جوائن کریں ، ریسٹ کریں

ان شاء اللہ کل ملتے ہیں پھر۔۔۔۔"

"بڑی دیر کردی پارٹنر میں کب سے راہ تک رہا تھا تمہارا۔۔۔مجھے تو لگا آج اکیلے ہی سوؤ نگا"

اذور نے مروان کی جانب بازو پھیلا کر کہا۔۔۔۔

"ارے آپکے دوست نہیں آئے ابھی تک؟" دُرّے نے حیرت سے پوچھا۔۔۔

"کون دوست؟" اذور نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔۔

"ونیزہ کے بھائی آہل۔۔۔آپکے بیسٹ فرینڈ ہیں نا بچپن سے"

دُرّے نے شائستگی سے وضاحت کی۔۔۔۔

"اچھا وہ میسنا؟ خاک بیسٹ فرینڈ! کہنے کو وہ میرا دوست ہے مگر مجھے منہ لگانے کے بجائے آوارہ گردیاں کرتا پھرتا ہے۔۔۔ہم بچارے ابھی حویلی سے قدم باہر نہیں رکھا ہوتا کہ ٹائیٹ چترول کروا کر کمرے میں ہاتھ پیر بندھوا دیتے ہیں اور ایک وہ لاٹ صاحب ہیں کہ باہر مٹرگشتیاں کرتے ہی نہیں تکتے مگر کوئی ٹیڑھی نظر سے بھی نہیں دیکھتا اور تو اور اسکے دادا حضور محمود بزنجو صاحب تو خوب اسکے پیٹھ تھپکتے ہیں۔۔۔ہائے کیا رے نصیباں"

اذور منہ لٹکاتے ہوئے دُہائیاں دینے لگا تو دُرّے نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔۔۔

"ہاں ابھی وہ خان لالا (محمود بزنجو) کیساتھ راولپنڈی میں ہے بزنس کے کچھ کاموں کے سلسلے میں۔۔۔کل شائد یہاں آجائیں"

اذور نے اب کی بار رسان سے بتایا تو دُرّے سر ہلاتی ہوئی واپس جانے لگی مگر پھر کچھ سوچ کر دوبارہ اسکی جانب مڑی۔۔۔۔

"اذور بھیّا! آپ ہی کچھ صلاح دے دیجیے کہ ہم ونیزہ کو کیسے منائیں؟ آپکی بہنا تو اپنی جارح مزاجی کے صدقے ہماری صلح

کم مزید پھڈے زیادہ کروادیتی ہے۔۔۔۔"

نچلا لب دانتوں تلے دبائے اپنی اُنگلیوں سے کھیلتی دُرّے کی بات پر اذور ایک مصنوعی آہ بھر کر ہنسا تھا۔۔۔۔

"تو جی مروان کی فیورٹ چاچی اور ہماری پیاری بہنا! ہیر صاحبہ کا دماغ تو پیدائی شی کھسکا ہوا ہے وہ کیا اس دنگل کا پھانسا پلٹے گی اُلٹا بڑے سینگوں کے بیل کی طرح خود ہی جھپٹ پڑے گی آپکی خاطر اکھاڑے میں۔۔۔۔۔آپ مجھ ناچیز سے مشورہ مانگ رہی ہیں تو جناب آج تک ہمیں بھی بغیر کسی خطا کے مابدولت ونیزہ خانم نے گھاس نہیں ڈالی، اک دم دو دھاری دار تلوار ہے پوری۔۔۔۔ہم آپ کو مشورہ دینگے تو وہی بات ہوجائی یگی نا کہ یہ منہ اور مسور کی دال۔۔۔۔۔"

اذور منہ بناکر بولا تو دُرّے نے ہنستے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔

"اللہ اللہ ایسا بھی نہیں ہے اب۔۔۔۔۔چلیں جی ایک بار ہم انکو منانے میں کامیاب ہوگئے تو پھر اپنے بھیّا کیلئے انہیں پٹانا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے"

دُرّے نے ہنستے ہوئے سرگوشی میں کہا تو اذور کا منہ ہی کھل گیا۔۔۔۔

"ارے ارے آج تو سرعام راز فاش ہو گیا گُورو۔۔۔۔آپ سے کس نے کہا یہ؟ ہیر نے نا؟ آپکی تو خیر ہے مگر کسی دن یہ پھٹا ڈول کسے اور کے سامنے بج گیا تو میں سولی پر لٹک جاؤ نگا۔۔۔"
اذور ہونق سا ہو کر بولا۔۔۔۔۔

روحِ محبت باب دوم:

"اُسے بتانے کی کیا ضرورت بھلا؟ہم اندھے تھوڑی ہیں۔۔۔آپ تو

گویا سر سے پیر تک انکی محبت سے گھائل لگتے ہیں بس دیکھنے والی نظر چاہیے۔۔۔۔"
دُرّے نے شوخی سے کہا۔۔۔۔

"ہائے خدایا کیا کیجیے بس۔۔۔وہ آنکھ اُٹھا کر دیکھتی نہیں اور میری اس سے نگاہ ہٹتی نہیں۔۔۔۔لیکن کان پکڑ کر ہٹانی ہی پڑتی ہے کیونکہ اگر انکی امّاں حضور نے ہمیں ایسے اپنی دُختر نیک اختر کو تاڑتے دیکھ لیا تو ہماری آنکھیں نکال کر ہاتھ میں تھما دینگیں یا کم از کم بھینگا تو ضرور کر دینگیں"
اذور شرارت سے بولا۔۔۔۔

"نہیں جناب ہمارے بھیّا نظر باز بلکل نہیں ہیں یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔اور ہاں ہمیں پکّا بھروسہ ہے کہ آنی کی لاڈلی شہزادی کیلئے آپ سے بہتر کوئی نہیں ہو گا۔۔۔"
دُرّے مضبوط لہجے میں بولی تو اذور نے شکر گزاری سے اُسے دیکھا۔۔۔۔

"مجھے بھی اپنی پیاری بہنا پر بھروسہ ہے بلکہ فخر ہے کہ ان شاء اللہ وہ ایک دن اپنی زندگی کے ہر خار کو گلزار کردے گی۔۔۔۔۔"

اذور کی بات پر دُرّے نے مسکرا کر سر ہلایا اور وہاں سے واپس چل دی جبکہ یہ منظر پانی پینے کیلئے روم سے نکل کر کچن میں جاتی ونیزہ کی نظروں سے گزرا تو اسکے دل میں چھبن سی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

جانے کیوں اذور کے کسی اور سے اور وہ بھی دُرّے سے یوں بے تکلف ہوکر بات پر اسے تکلیف ہوئی تھی۔۔۔۔۔

شہر اقتدار کے آسمان پر سرد رات دھیرے دھیرے سرکتی صبح کے اُجالے میں بدل رہی تھی۔۔۔۔۔

فیصل مسجد سے آذان کی پُرکیف آواز فجر کیلئے اُٹھے بندوں کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے نے وضو کرکے جائے نماز بچھانے کے بعد کشمالہ اور نورین کو فجر کیلئے اُٹھایا تو وہ دونوں بیڈز سے اُٹھ کر خوابیدہ سی ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گ ئیں۔۔۔۔

"دھیان سے ذرا کہیں نیند میں اکٹھے ہی نا گھس جانا واشروم میں۔۔۔۔"

دُرّے نے ہنستے ہوئے پیچھے سے آواز لگائی اور پھر جائے نماز پر کھڑی ہوگ ئی۔۔۔۔۔

اسکی نماز مکمل ہونے تک وہ دونوں آکر اسکے برابر میں نماز پڑھنے کھڑی ہوچکی تھیں۔۔۔۔۔

دُرّے نے اپنی دعا مکمل کرکے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور جائے نماز تہہ کرکے اپنی جگہ پر رکھنے ہی والی تھی کہ ونیزہ کا خیال آنے پر اُسے واپس اپنی جگہ بچھا چھوڑ کر اسکا ایک کونہ موڑتے ہوئے وہ اُٹھ کر ونیزہ کے پاس چلی گ ئی۔۔۔۔

"ونیزے! گلابو اُٹھ جائیں نماز نہیں پڑھنی؟" اُسنے نرمی سے اسکے سِلکی براؤن بالوں کو اُنگلیوں سے سہلاتے ہوئے دھیرے سے کہا تو وہ نیند میں ہی کروٹ بدلتے ہوئے اسکا ہاتھ بھی اپنے گال کے نیچے لے گ ئی اور دُرّے دھڑام سے آدھی اسکے اوپر آگ ئی مگر اسنے جلدی سے خود کو سنبھالا اور آہستگی سے اپنا ہاتھ آزاد کیا۔۔۔

"اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم" دُرّے دھیرے سے اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ قدرے ہڑبڑا کر جاگی تھی۔۔۔۔

"نماز پڑھ لیں ونیزہ" دُرّے نے مسکراتے ہوئے اسکے خود کو خوابیدہ

نظروں سے تکتی آنکھوں میں جھانک کر کہا اور وہاں سے واپس آکر پھر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگی جبکہ ونیزہ تعجب سے اُسے دیکھتی ہوئی اُٹھ کر وضو کرنے چلی گ ئی۔۔۔۔

جبروت مسجد سے تھوڑا جلدی واپس آچکا تھا اور اب کچن میں کھڑے ہوکر گرم گرم دودھ گلاس میں اُنڈیل کر ٹرے میں رکھتے ہوئے وہ لان کی جانب کھلنے والے سلائیڈنگ ڈور کے قریب بنے روم کے دروازے کے پاس چلا گیا۔۔۔

دھیرے سے دروازہ کھٹکھا کر وہ اندر گیا تو ساحرہ جمال مِنٹ رنگ کے گرین شیڈ کُرتے کیساتھ سفید پرنٹڈ شلوار پہنے، کندھوں کے گرد گرم کھٹی اُونی شال اوڑھے سر پر سلیقے سے گرم دوپٹہ جمائے آتشدان کے قریب آرام دہ راکنگ چئیر کی پُشت سے ٹیک لگائے ہاتھ میں تسبیح تھامے اُنگلیوں سے دانوں پر ہاتھ پھیرتی ایک ایک کرکے گراتی جارہی تھیں اور ساتھ ہی آنکھیں بند کیے زیر لب کچھ وِرد کررہی تھیں۔۔۔۔۔۔

"دادو۔۔۔۔"جبروت دھیرے سے پکارتے ہوئے انکے قریب آیا تو انکے خوبصورت عنابی قدرتی سُرخ تراشیدہ لبوں پر ایک موہوم سی مسکان رینگی تھی۔۔۔۔۔

جبروت ٹرے کو پاس پڑے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر راکنگ چئیر کے سامنے انکے قدموں میں بیٹھا اور انکے گھٹنے پر اپنا سر رکھا۔۔۔۔۔۔

"جاہ! میرا ببر شیر فرزند۔۔۔۔۔"ساحرہ نے اسکے بالوں میں اپنی مخروطی اُنگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے بولیں تو جبروت نے سر اُٹھا کر اُن کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر چومتے ہوئے آنکھوں سے لگایا۔۔۔۔۔۔

"سوری دادو کل ٹھیک سے آپ سے بات نہیں ہوپائی۔۔۔۔۔واک پر چلیں؟"

جبروت نے اپنے گال پر دھرے انکے ملائم خوبصورت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔۔

"کیوں نہیں چلتے ہیں نا۔۔۔۔"وہ مسکرا کر بولیں۔۔۔۔۔

ساحرہ جمال جس طرح اپنے دور میں حُسن و جمال کا یکتا پیکر تھی ،آج بھی انکے سراپے کی حشر سامانی عروج پر تھی۔۔۔۔

اپنی چھال ڈھال،سراپے اور شخصیت میں وہ کسی ملکہ سے کم نہیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ آج بھی اپنے بیٹوں کی بڑی بہن ہی لگتی تھیں۔۔۔۔

"پہلے یہ نوش فرمائیں ذرا پھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔"جبروت نے ٹیبل سے ٹرے اُٹھا کر اس میں رکھا گلاس اُنکے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ مجھے صبح فجر کے بعد دودھ پینے کی عادت ہے؟"

ساحرہ نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔۔۔۔۔

"اب میں اتنا بھی گیا گزرا نہیں ہوں کہ مجھے اپنی سویٹ ہارٹ کی بچپن کی عادت کا بھی پتہ نا ہو۔۔۔۔۔"

وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو ساحرہ کھلکھلا کر ہنس دیں۔۔۔۔

وہ اُنکا سب سے شرمیلا پوتا تھا جسکے منہ سے اپنے لئے پہلی بار ایسا کوئی لفظ سُن کر وہ ہنس پڑیں تھیں ورنہ تو باقی سارے گلے کے ہار کے طرح اُن سے چمٹے رہتے اور ہر وقت اُن سے پیار جتاتے رہتے۔۔۔۔۔

اَذور اور ضبور تو باقاعدہ اُن پر لائن بھی مارتے تھے۔۔۔۔۔

مسکراتے ہوئے دودھ پی کر وہ جبروت کا ہاتھ تھامے اُٹھیں اور اس کے ساتھ روم سے باہر آکر لاؤنج کے مرکزی دروازے سے باہر نکل کر عقبی جانب بنے لان میں آئی یں اور وہاں اپنے سب سے لاڈلے پوتے کیساتھ تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے کے بعد پھر اسکے ساتھ اسکے پالے ہوئے جانوروں کو دیکھنے چلی گ ئی یں۔۔۔۔۔۔

جبروت کافی دیر تک اُن سے باتیں کرتا رہا اور پھر جب وہ دونوں واپس آئے تو کچن سے ناشتے کی بھینی بھینی مہک اُٹھتی لاؤنج میں پھیل چکی تھی۔۔۔۔۔

کچن میں کھڑیں زارا اور ایہا رئیسانی یہ منظر دیکھ کر کچھ وقت تک تو بنا ہِلے کھڑی رہیں اور پھر مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر اپنے کاموں میں لگ گ ئی یں۔۔۔۔۔

ناشتے سے فراغت کے بعد پھر سے محفلیں جمیں تو لنچ سے ذرا پہلے برخاست ہوئی یں اور پھر دوپہر کو وہ وہ سب لوگ دامنِ کوہ کی سیر کو نکل پڑے۔۔۔۔

کے وقت خوب گھوم پھر لینے کے بعد گھر واپس پہنچے تو عشا٦ کی نماز کے بعد پُرتکلف کھانے سے لطف اندوز ہوکر اب لیونگ روم میں سارے بڑے اکٹھے بیٹھے پانچ دن بعد ہونے والی شادی کے معاملات ڈسکس کررہے تھے۔۔۔۔

جبروت ،اذرنگ ،ضبور اور اشف رئیسانی کے سب سے بڑے بیٹے صلاح الدین رئیسانی جو کچھ دن پہلے ہی جرمنی سے واپس آئے تھے، چاروں مل کر اپنی محفل سجائے باہر لان میں لکڑیاں جلائے اسکے ارد گرد بیٹھے اسکی تپش سینک رہے تھے جبکہ لڑکیوں کی پلٹون بھی خود ٹیرس کیساتھ بنے بڑے ہال میں بیٹھی گپیں مار رہی تھیں۔۔۔۔

ونیزہ اور کشمالہ نیچے اُتر کر کچن میں گلستان خانم کے اپنے لئے بنائے گئے سنیکس لینے آئی یں تو وہ بڑوں کیلئے مشہور پشاوری قہوہ بنا کر لے جارہی تھیں۔۔۔۔۔

"بڑی جان! لائی یں دیجیے ہم لے جاتے ہیں۔۔۔۔"ونیزہ نے ٹرے کی جانب ہاتھ بڑھاکر کہا۔۔۔۔۔

"نہیں بچے میں لے جاؤ نگی آپ سب کے من پسند سنیکس بنوادیے ہیں۔۔۔۔آپ جائی یں بس ہم ابھی لیکر آتے ہیں۔۔۔۔"

گلستان خانم سعادتمندی سے بولیں۔۔۔۔۔

"بڑی جان! کوئی کام نہیں کردیتیں آپ ہمیں میں بتارہی ہوں زنگ لگ جانا ہے ہم سب کے ہاتھوں کو۔۔۔۔لائی یں دیں ہم یہ ٹرے لیونگ روم میں لے جاکر بس ابھی آتے ہیں پھر اپنے سنیکس لیکر چلے جائی یں گے اوپر۔۔۔۔۔"

ونیزہ نے کہتے ہوئے بڑی ٹرے انکے ہاتھ سے پکڑ لی جبکہ کشمالہ پہلے ہی ایک بڑی ٹرے پکڑ کر لیونگ روم کی طرف جاچکی تھی۔۔۔۔۔۔

"اللہ یہ لڑکی بھی نا ہوا کا جھونکا ہے بس پتہ ہی نہیں چلتا کب موقع تاک کر نکل بھاگے۔۔۔۔۔"

سر جھٹک کر کہتی ٹرے پکڑے ونیزہ اسکے پیچھے چل پڑی تھی۔۔۔۔۔۔

"مجھے آپ لوگوں سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔"کچھ دیر سے چھائی خاموشی کو ساحرہ کی دھیمی مگر بارعب آواز نے توڑا تھا۔۔۔۔۔۔

"جی بولیں امّی جان۔۔۔۔۔"اشف رئی یسانی ادب سے بولے۔۔۔۔

"بیٹے میں پچھلے کئی مہینوں سے اس خیال کو ذہن سے جھٹک نہیں

پارہی تھی لہذا میں نے اس پر خوب غور کرنے کے بعد تم لوگوں سے کہنے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔مجھے نہیں لگتا کہ تم لوگوں کو بھی اس میں کوئی حرج محسوس ہو گا۔۔۔"

اُنہوں نے بات کا آغاز کیا۔۔۔۔

"امّی آپ تمہید کیوں باندھ رہی ہیں۔۔۔۔حکم کیجیے آپکی ہر خواہش سر آنکھوں پر۔۔۔"حیدر رئیسانی کے جڑواں بھائی بابر رئیسانی بولے۔۔۔۔

"بچے بات دراصل تمہارے اور اشف کیلئے ہے مگر میں چاہتی ہوں کہ میرے سب بچے اسے سُنیں اور اپنی رائے دیں۔۔۔۔"

اُنہوں نے کہتے ہوئے تھوڑا توقف کیا۔۔۔۔۔

"پچھلے کئی مہینوں سے میرے ذہن اور دل میں ایک خیال بیٹھ گیا ہے۔۔۔۔زندگی کا بھروسہ نہیں ہے آج یا کل تو اس فانی دنیا سے واپس لوٹ کر جانا ہے۔۔۔میری خواہش ہے کہ کشمالہ اور آہل کیساتھ ونیزہ اور اَذور کی نسبت بھی میرے جیتے جی طے ہوجائے۔۔۔۔اپنی بچیوں کیلئے دل میں لاکھوں خدشات ہوتے ہیں اور غیروں سے بڑھ کر اپنے ہوتے ہیں تاکہ نظروں کے سامنے رہیں تو دل مطمئن ہو۔۔۔اب تو اَذور بھی ایک بہترین جاب پر ہے جبکہ آہل بھی اپنے بزنس میں کامیاب ہے۔۔۔مشک اور ونیزہ کی پڑھائی بھی مکمل ہوگئی ہے اگر تم سب مناسب سمجھو تو نوری کی مہندی والی شام ان کے نکاح کا اہتمام بھی ساتھ کرلیا جائے۔۔۔۔"

ساحرہ اپنی بات تحمل سے مکمل کرکے خاموش ہوئی تو ہال میں پل بھر کو قدرے سنّاٹا چھا گیا۔۔۔۔

"امّی! آپکا خیال بہت نیک اور مبارک ہے۔۔۔یقیناً ہم ہمیشہ اپنے بچوں کی خوشی چاہتے ہیں۔۔۔اگر آپ بُرا نا مانیں تو ہم ایک بار

بچوں سے انکی رضا پوچھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"

حیدر نے کچھ توقف کرکے کہا تو ساحرہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔۔۔۔

کشمالہ اور ونیزہ اگرچہ آگے پیچھے ہوکر ہال کے دروازے تک پہنچی تھی مگر ساحرہ کی بات دونوں نے سُن لی تھی۔۔۔

ونیزہ جو شاکڈ سی سُن سماعتوں کیساتھ کھڑی تھی کہ کشمالہ کے ہاتھ سے ٹرے گرنے پر بیک وقت سارے شیشے کے پیالے ٹوٹنے کی آواز پر جیسے کسی ٹرانس سے باہر آئی۔۔۔۔۔

کشمالہ کی آنکھوں کے سامنے تاریکی سی چھائی تھی اور جنوری کے سرد مہینے بھی اسکے ہاتھ اور پیشانی عرق آلود ہوئی تھی۔۔۔۔

ٹرے جو اسکے لرزتے ہاتھوں سے چھوٹ کر گری تو ٹوٹے شیشے کی کرچیاں اسکے پیروں میں چبھی تھیں مگر خون آلود پیروں سے زیادہ دل درد سے پاگل ہوگیا تھا۔۔۔۔

تیز آواز پر باقی سب بھی فوراً انکے پاس پہنچے تھے۔۔۔۔

دُرّے اور نورین اُسے تھام کر روم میں لے گ ئیں جہاں دُرّے نے اسکے پیروں میں چبھی کرچیاں نکال کر اسکے زخم صاف کرتے ہوئے مرہم پٹی کردی۔۔۔۔۔

فارینہ بانو گُم صم سی بیٹی کو سینے سے لگائے ہوئے تھی جبکہ زارا بھی انکے قریب بیٹھی کشمالہ کا ہاتھ تھامے ہوئی تھی۔۔۔۔۔

کشمالہ کی پٹی کرتے ہوئے دُرّے کو اسکی اور ونیزہ کی حالت غیر ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔۔

ونیزہ خاموشی سے اُٹھ کر وہاں سے چلی گ ئی تو گیتی آرا٦ بھی کچھ محسوس کرکے اسکے پیچھے گ ئی یں تھیں جبکہ کشمالہ کو بیڈ پر لٹا کر فارینہ بانو،زارا،ایہا اور ساحرہ اسکے پاس بیٹھ گ ئی یں۔۔۔۔

"بچے کیا ضرورت تھی اتنا بھاری ٹرے پکڑ کر لانے کی۔۔۔بڑی جان لے آتیں یا میں آجاتیں لینے۔۔۔دیکھو ذرا میری بچی کے نازک پیر لہولہان ہوگ ئے۔۔۔۔"

زارا نے اسکے گُم صم چہرے پر آئی بے ترتیب لٹ پرے کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"بیٹے کیا بات ہے اتنی خاموش کیوں ہو؟ یہ زخم جلد ٹھیک ہوجائی نگے بھ ئی شادی میں ابھی پانچ دن ہیں۔۔۔"

تحریم نے پیار سے پوچھا۔۔۔۔۔

"بچے تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔۔۔چلو آرام کرو سو جاؤ شاباش تب تک درد بھی کم ہوجائی یگا۔۔۔"

ایہا نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔۔۔

اُسے سُلا کر لائی یٹ آف کرتے ہوئے وہ سب خواتین روم سے باہر نکلیں تو اندھیرے میں دل کا غبار اسکی خوبصورت سبز آنکھوں سے اشکوں کی صورت اُمڈتا چہرے کو تر کرگیا تھا۔۔۔۔

ڈبڈبائی آنکھوں کے سامنے ارسلان کا چہرہ نمودار ہوا تو دل درد سے مزید بے حال ہوا تھا۔۔۔۔
ونیزہ ٹیرس پر موجود مضبوطی سے گرِل پر ہاتھ زور سے جمائے غم و غصّے کی شدت سے آنکھیں زور سے میچے اپنے لب کاٹتی سرد ہوا کے سخت تھپیڑوں میں کھڑی تھی۔۔۔۔
دوپٹہ سر سے سِرک کر قدموں میں پڑا تھا جبکہ بال ہوا سے اُڑ اُڑ کر

اسکے چہرے پر پھیل رہے تھے۔۔۔۔
"ونیزے! بیٹا کیا ہوا ہے اتنی سردی میں کیوں کھڑی ہو میری گڑیا۔۔۔۔"
گیتی آرا٦١ پریشانی سے اسکے پاس آئی اور اسکا دوپٹہ اسکے قدموں سے اُٹھا کر اسے اوڑھایا۔۔۔۔
"مما! مجھے کوئی٘ہ واپس جانا ہے۔۔۔۔آہل یا دادا ابّو سے کہیں مجھے لے جائیں۔۔۔۔"
اسکی آواز غم و غصّے سے کپکپائی تھی۔۔۔۔
"بیٹے بتاؤ تو صحیح ہوا کیا ہے؟کسی نے کچھ کہا ہے؟ کہیں اُس لڑکی نے تو؟"
گیتی آرا٦١ پریشانی سے بولتی آخر میں قدرے تُند لہجے میں بولیں۔۔۔۔
اشارہ دُرّے کی جانب تھا۔۔۔۔
"مما! آپ دادو سے کہہ دیں کہ مجھے اَذور سے نکاح نہیں کرنا۔۔۔بلکہ کسی سے بھی نہیں کرنا۔۔۔میں اکیلے ہی خوش ہوں۔۔۔۔"
ونیزہ کی بات پر گیتی نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔۔

"بچے لیکن۔۔۔۔اذور تو بہت پیارا بچہ ہے،بہت نیک،محبت کرنے والا،پروا کرنے والا ،ذمے دار ،حساس اور باشعور۔۔۔۔اسے مسترد کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی نا۔۔۔۔اور اگر وہ نہیں،کوئی اور نہیں تو پھر کون؟ بچے اتنی بدگمانی کیوں؟"

گیتی آرا٦١ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

"مما کبھی میں بوجھ لگوں تو مجھے دارالامان میں چھوڑ آئیے گا مگر مجھ سے شادی کا ذکر آئندہ نا کیا جائے۔۔۔۔یہ میرا آخری فیصلہ ہے"

ونیزہ کی بات پر گیتی آرا٦١ شاکڈ سی ہو کر اُسے دیکھنے لگیں۔۔۔

"ونیزہ! ہوش میں آؤ۔۔۔یہ کیسی باتیں کیے جارہی ہو۔۔۔چلو یہاں سے ٹھنڈ لگ جائیگی۔۔۔ آرام سے بات کرتے ہیں پھر"

گیتی اب قدرے برہمی سے بولیں۔۔۔۔

"مما پلیز مجھے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دیں۔۔۔۔"ونیزہ تھکی ہوئی آواز سے بولی۔۔۔۔

"بلکل نہیں۔۔۔۔دیکھو کتنی تیز اور سرد ہوا ہے۔۔۔۔بارش کے بھی آثار ہیں۔۔۔۔بیمار ہوجاؤ گی بیٹے چلو شاباش۔۔۔۔"

گیتی آرا٦١ قدرے سختی سے بولتی اسکا ہاتھ پکڑ کر اُسے نیچے لے گ ئیں۔۔۔۔

جبروت اور صلاح الدین ضبور اور اَذور کے ہمراہ اندر آئے تو اندر مچی کچھ ہڑبونگ پر چونکتے ہوئے ہال کے پاس گ ئے تھے مگر پھر زارا نے اُنہیں صورتحال بتاکر فلحال کشمالہ کے پاس نا جانے کا کہا تھا۔۔۔۔۔

کچھ دیر پہلے تک جو خوشی و مسرّت کی چہکتی آوازیں گونج رہی تھیں وہ اب کچھ تھم گ ئی یں تھیں۔۔۔۔۔

دُرّے کشمالہ کے برابر میں بیڈ پر لیٹی تو کروٹ بدلے کشمالہ کی خاموش سِسکیاں محسوس کرکے دُرّے نے لیٹے لیٹے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔۔۔

"مشک! چندا کیا ہوا ہے۔۔۔۔اپنی بہنا سے ش ئیر کرو نا پھر ہی تو ہم کچھ کرپائی یں گے۔۔۔۔۔"

دُرّے کی دھیمی سرگوشی پر اُسکا ضبط ٹوٹا تو وہ کروٹ بدل کر دُرّے کی جانب منہ کرتے ہوئے اسکے قریب ہوئی اور اسکا ہاتھ تھام کر اپنی سوجھی آنکھوں پر رکھ دیا۔۔۔۔۔

"نایاب! میں یہ نہیں کرسکتی۔۔۔۔۔۔میرا دم گھٹ جائے گا۔۔۔۔۔مجھ

سے نہیں ہوگا۔۔۔۔۔"

وہ خاموش آنسوؤں سے روتی ہوئی بولی تو دُرّے نے اُسے مزید اپنے قریب کیا۔۔۔۔۔

"مُشک! گڑیا ہمیں کھل کر بتاؤ سب۔۔۔۔"دُرّے نے اسکی ٹھوڑی ہلکے سے چھو کر کہا تو کشمالہ نے دھیمی بھیگی ہوئی سرگوشیوں میں سارا احوال اُسے کہہ سُنایا۔۔۔۔۔

"مُشک! بس چُپ رونا نہیں۔۔۔۔۔اللہ پہ بھروسہ رکھو۔۔۔۔۔ان شاء اللہ صبح بات کریں گے مومی بابا سے۔۔۔۔۔وہ دادو کو منالیں گے۔۔۔۔۔"

دُرّے نے سرگوشی میں اُسے تسلّی دی۔۔۔۔۔

"دادو بہت ضدّی اور اپنے فیصلے میں اٹل ہوتی ہیں نایاب۔۔۔۔۔تمہیں یاد نہیں اُنکی ضد کے آگے ہی تم اور لالا ہار گئے تھے۔۔۔۔"

کشمالہ کی آواز میں ایک پوشیدہ سا خوف تھا۔۔۔۔۔

"جانم! ہم دونوں کو ہرانے والی اُن کی ضد نہیں کچھ اور تھا۔۔۔۔خیر اگر مدّعا ضد کا ہے تو چندا۔۔۔۔۔ضد کو خدا کی لکھی تقدیر کے آگے زوال ہے۔۔۔۔بس دُعا کرو اور اک دن خود تمہیں یہ صدا گونجتی سُنائی دے گی کہ۔۔۔۔۔۔"

بولتے ہوئے دُرّے کی فیروزی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی تھی۔۔۔۔

"محبّت فاتحِ عالم۔۔۔۔۔"دُرّے نے مسکراتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا اور اسکا گال تھپتپا کر کروٹ بدلتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔تو کشمالہ بھی کچھ اُمید اور خدشات کے عالم میں آنکھیں بند کرکے سو گئی۔۔۔۔۔۔

اگلی صبح دُرّے نماز پڑھ لینے کے بعد فریش ہوکر روم سے نکلتے

ہوئے جلدی جلدی سیڑھیاں اُتر کر لاؤنج میں آئی۔۔۔۔

ہاتھ میں تھمے فون میں جلدی سے فون بُک کھول کر سب سے سرفہرست موجود جبروت کے نمبر پر میسج کرنے ہی لگی تھی کہ پھر کچھ سوجھنے پر اپنا ارادہ ترک کرکے لاؤنج کے مین دروازے سے نکل کر عقبی جانب کے لان کو عبور کرتی درمیانی لکڑی کے چھوٹے دروازے سے وہ پائیں باغ میں داخل ہوکر وہاں سے تیز تیز چلتی وہیں چلی آئی جہاں چھوٹا سے اصطبل میں جبروت اپنے گھوڑے ناموس کو اسکا پسندیدہ چارہ کھلاتے ہوئے اُس سے کچھ کہہ بھی رہا تھا۔۔۔۔

وہ آخر میں قریباً دوڑ لگا کر اسکے پاس پہنچی تو وہ اُسکی اچانک یوں آمد پر چونکا تھا۔۔۔۔

"خیریت ہے؟یوں ہوائی بگولہ بنی کہاں سے اُڑ کر آرہی ہو بیگم۔۔۔"

جبروت ناموس کی پیٹھ تھپتپاتے ہوئے دُرّے کیلئے اصطبل سے نکل آیا۔۔۔۔

"شیرو! اچھا ہوا آپ یہیں مل گئے۔۔۔ہم آپکو ہی ڈھونڈ رہے تھے۔۔۔آپ سے کچھ کہنا ہے۔۔۔۔"وہ قدرے ہانپتے ہوئے بولی۔۔۔

"خوب! زہے نصیب۔۔۔۔ہمارے حافظہ بد میں کہیں دور ایک بات ہمیں یاد پڑتی ہے کہ ایک بندریا بجائے شرافت کیساتھ دروازے سے داخل ہونے کے رات گئے درخت پر چڑھ کر کھڑکی پھلانگتے ہوئے ہمارے کمرے میں قدم رنجہ ہوئی تھی اور سبب یہ بیان فرمایا تھا کہ دادو سرکار کی برہمی سے بچنے کیلئے یوں غیر انسانی کارروائی کرنی پڑی اور اب دیکھیں جی ذرا کہ دن دیہاڑے سرعام آکر مجھ ملنگ سے ملنے آئی ہیں شہزادی صاحبہ۔۔۔۔محترمہ آپکو بتاتا

چلوں کہ دادو کو صبح کی چہل قدمی کی بڑی شدید قسم کی لت ہے اور وہ ابھی بھی کہیں سے گشت فرماتی نمودار ہو سکتی ہیں۔۔۔۔۔"

جبروت اُسے چھیڑتے ہوئے بولا تو اسکا منہ بن گیا۔۔۔۔

"اللہ اللہ باہی کی روح گھس آئی ہے کیا آپکے اندر۔۔۔۔۔اتنی جگتیں۔۔۔۔۔دیکھیں ہم سیریس ہیں ہاں۔۔۔۔۔"

وہ منہ بناکر بولی۔۔۔۔

"ہم بھی حماقت کی حد تک سنجیدہ ہیں سرکار۔۔۔۔۔"وہ باز نہیں آیا تھا۔۔۔۔

اُف آپ اندر تو چلیں۔۔۔۔۔"وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی واپس اصطبل کے اندر لے گ ئی۔۔۔۔۔

"رابیل مجھے تمہارے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔۔۔۔"وہ شرارت بھری معنی خیزی سے بولا تو دُرّے نے گھور کر اسکے سینے پر پنجہ مارا۔۔۔۔۔

"جنگلی بلّی نا ہو تو۔۔۔۔۔اچھا جی فرمائیے کیا ارشاد ہے۔۔۔۔"

جبروت نے بھنویں سکیڑ کر کہا۔۔۔۔

"آپ کان اِدھر کریں۔۔۔۔"دُرّے نے ہاتھ کے اشارے کیساتھ کہا۔۔۔۔

"کان مت چھبا لینا میرا تمہاری بچپن کی عادت ہے۔۔۔۔۔"وہ اُسکے قریب ہو کر جھکتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

"توبہ ہے بات تو کرنے دیں۔۔۔۔"وہ جھنجھلا کر منہ اسکے کان کے قریب لے گ ئی۔۔۔۔۔

اور پھر ٹھہر ٹھہر کر اُس سے ساری کشمکش شیئر کر ڈالی تو کچھ دیر تو وہ قدرے ساکن سا کھڑا رہا اور پھر دُرّے کو بازوؤں سے پکڑ

اپنے سامنے کیا۔۔۔۔

"رابیل! اگر ایسا ہے تو میں اپنی بہن کیساتھ کھڑا ہوں کوئی اسکے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا۔۔۔۔لیکن کیا ارسلان یہ بات جانتا ہے؟ کیا وہ مُشک کو خوش رکھ پائے گا؟ اُس سے محبت کر پائے گا؟"

وہ تحمل سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

"ہم جانتے تھے آپ ضرور اس سچویشن کو انڈرسٹینڈ کرلیں گے۔۔۔اُن کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ہاں اتنا ضرور جانتے ہیں کہ مُشک اُنکے بغیر جی نہیں پائے گی اور اسکی شخصیت کی مٹھاس یقیناً بہت جلد ارسلان کے دل میں جگہ بنالے گی۔۔۔۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولی تو جبروت خاموش مسکراتی نظروں سے اُسے تکنے لگا۔۔۔۔

"ہم چلیں اب؟ سب اُٹھ گئے ہونگے دادو نے ہماری غیر موجودگی محسوس کرلی تو چترول کردیں گی۔۔۔۔"

دُرّے نے نچلا لب کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہمم میں بھی تو سوچوں آج محترمہ راستہ کیسے بھول گئی یں۔۔۔مطلبی خاتون۔۔۔۔"

جبروت نے اسکی گھنگریالی لٹ کھینچ کر گھورتے ہوئے کہا تو دُرّے ناک سکوڑ کر آنکھیں گھماتی وہاں سے چلی گ ئی جبکہ پیچھے وہ سر جھٹکتا ہنس پڑا۔۔۔

"جھلّی۔۔۔۔"وہ خود سے بڑبڑایا تھا۔۔۔۔

ناشتے کے بعد لیونگ روم میں گھر کی باقی بڑی خواتین کیساتھ براجمان ساحرہ نے آہل اور اَذور کیساتھ کشمالہ اور ونیزہ کو اپنے پاس بُلایا تو کشمالہ دُرّے کا ہاتھ تھامے آئی تھی۔۔۔۔

دُرّے نے کشمالہ کا ہاتھ دباتے ہوئے آنکھوں کے اشارے سے

پُرسُکون رہنے کا کہا اور خاموشی سے وہاں سے چلی گ ئی۔۔۔

دُرّے پر ایک تِرچھی نگاہ ڈال کر ساحرہ اُن چاروں کی جانب متوجہ ہوئی اور اپنے مخصوص انداز میں اُن سے انکی رضا پوچھی۔۔۔۔

ونیزہ اور کشمالہ تو خیر خاموش کھڑی رہیں جبکہ آہل اور اَذور ساحرہ کی بات پر حیرت سے اُنہیں دیکھنے لگے۔۔۔۔

"نانو ایسے اچانک کیسے مگر۔۔۔۔"آہل نے اُلجھتے ہوئے کہا۔۔۔

"اچانک نہیں بیٹے پچھلے ک ئی عرصے سے یہ بات میرے دل میں تھی۔۔۔کل آپکے بڑوں سے بات کی اور آج آپ سے رائے لے رہی ہوں۔۔۔"

ساحرہ نفاست سے بولیں۔۔۔۔

"ونیزے! بولو بیٹا کیا تمہیں اور اَذی کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

ساحرہ نے نرمی سے پوچھا۔۔۔۔

اَذور کی تو زبان گنگ ہوچکی تھی۔۔۔وہ کیا کہتا کہ اسکی دعا بِن مانگے ہی قبول ہوچکی تھی۔۔۔۔

"دادو مجھے۔۔۔۔" اَذور بولنے ہی والا تھا کہ ونیزہ نے اسکی بات کاٹی۔۔۔

"مجھے اعتراض ہے۔۔۔۔"ونیزہ کے اچانک کہنے پر وہاں سنّاٹا سا چھا گیا۔۔۔۔

اَذور نے ڈوبتے دل کیساتھ ایک ذرا سی نظر اُس پر ڈالی اور پھر لب بھینچ کر سر جھکالیا۔۔۔۔

"اعتراض کی کوئی وجہ؟" ساحرہ نے پوچھا۔۔۔۔

"نہیں نانو۔۔۔کوئی وجہ نہیں ہے بس مجھے یہ نسبت قبول نہیں ہے۔۔۔۔"

ونیزہ سر جھکائے بولی۔۔۔۔اَذور کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔۔یعنی

بغیر جرم کے سزا سُنادی گئی تھی۔۔۔۔

"ونیزہ! بچے ہم آپ سب سے بہت محبت کرتے ہیں اور ہمیشہ آپکی خوشی اور بھلا چاہتے ہیں۔۔۔مانتے ہیں یہ زندگی بھر کا فیصلہ ہے اور اسے یوں لمحوں میں نہیں کیا جاسکتا۔۔۔آپ خوب سوچھ سمجھ کر بعد میں بھی جواب دے سکتے ہیں۔۔۔"

ساحرہ نرمی سے بولیں۔۔۔

باہر کی دنیا کیلئے بھلے ہی وہ سخت گیر تھیں مگر اپنے بچوں کیلئے وہ نرم ٹھنڈی چھاؤں جیسی تھیں۔۔۔

"نانو! میرا فیصلہ پھر بھی یہی ہوگا۔۔۔۔"ونیزہ کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔۔۔

"ونیزہ! بچے بات تو سُنو۔۔۔"گیتی آرا٦١ نے بیٹی کو نرمی سے ٹوکنا چاہا مگر ساحرہ نے ہاتھ اُٹھاکر اُنہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔پھر کیا ہمیں یہ جاننے کا حق ہے کہ کس سے یہ نسبت قبول ہوسکتی ہے؟" ساحرہ کا انداز بے تاثر تھا۔۔۔۔

"نانو۔۔۔۔مجھے نہیں کرنا کسی سے بھی نکاح۔۔۔۔میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔کسی سے بھی نہیں اور کبھی بھی نہیں۔۔۔"

بڑی ہمّت کرکے نچلا لب بیدردی سے کاٹتے ہوئے ونیزہ بولی تو ساحرہ کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی یں۔۔۔۔

"ایسی کیا وجہ ہے کہ بات اس حد تک آگ ئی ہے؟" اُنکا انداز اب قدرے سرد سا تھا۔۔۔۔

"سوری نانو۔۔۔۔میں یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی۔۔۔اسکے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔۔۔۔"

ونیزہ نے اٹل انداز میں کہا۔۔۔

"اَذی! تمہارا بھی یہی جواب ہے؟" ساحرہ نے اَذور سے پوچھا۔۔۔

"میری رضا آپکی رضا میں ہے۔۔۔۔"وہ بھاری دل سے کہتے ہوئے ونیزہ کو شاکڈ چھوڑ کر فوراً وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔۔

"میرا نہیں خیال کہ انکار کی ایسی کوئی جائز وجہ ہوسکتی ہے ونیزہ۔۔۔تم کسی قسم کی بدگمانی کو دل میں لائے بغیر تحمل سے اس بات پر سوچھ بچھار کرسکتی ہو بیٹا۔۔۔"

ساحرہ نے کہتے ہوئے بات ختم کرکے اب کشمالہ اور آہل کو دیکھا۔۔۔

"نانو میں نے کہا نا کہ۔۔۔۔"ونیزہ نے کہنا چاہا مگر ساحرہ نے اشارے سے روک دیا۔۔۔

"اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں ہوگی۔۔۔۔"انکا انداز بے لچک تھا۔۔۔۔

ونیزہ کے گلے میں کوئی گولہ سا اٹکا تھا۔۔۔۔

ساحرہ نے اب سوالیہ نظروں سے کشمالہ اور آہل کو دیکھا تو آہل کے چہرے سے جھنجھلاہٹ صاف واضح ہورہی تھی جبکہ کشمالہ کی بڑی بڑی سبز آنکھوں میں آنسوؤں کے ڈورے تیرنے لگے۔۔۔۔

اسکا دل چیخ چیخ کر صاف لفظوں میں انکار کا خواہاں تھا مگر اسکی فطری حیا اور جھجھک نے زبان پر تالا لگادیا۔۔۔

اسنے بے بسی سے اپنی ماں فارینہ بانو کی طرف دیکھا تو اُنہوں نے سر نفی میں ہلاکر اُسے کچھ کہنے سے روکا کہ وہ ابھی کچھ ایسا نہ کہے جس سے ساحرہ طیش میں آجائے بلکہ وہ بعد میں خود

اُن سے بات کریں گی۔۔۔۔

"بولو بچے چُپ کیوں ہو دونوں؟ چلو اشارے سے ہی بتادو۔۔۔"

ساحرہ نے ملائی مت سے کہا۔۔۔۔

اسی سمے دُرّے جو شرارت کرکے بیسمنٹ کی جانب بھاگتی سجّل کے پیچھے اُسے پکڑنے جارہی تھی کہ کہیں وہ گر نا جائے جب آہل کی بیتاب سی نظر اُس پر پڑی تو ہٹنے سے انکاری ہوگئی۔۔۔۔۔۔

اسکی یہ آشفتہ سی نظر گیتی اور ساحرہ سمیت فارینہ بانو کی آنکھوں میں بھی اٹک گئی تھی۔۔۔۔

"آہل! برخوردار کچھ پوچھا ہے آپ سے۔۔۔۔۔"ساحرہ کی قدرے تُند آواز پر وہ جیسے ہوش میں آکر اُنکی جانب متوجہ ہوا تھا۔۔۔۔

"امیرہ بی بی جان! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔۔۔۔۔۔کہہ رہے ہیں کہ بہت خاص بات کیلئے آئی ہیں اور آپ سے لازمی ملنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"

وہ ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گلستان خانم نے وہاں آکر ساحرہ سے کہا تو وہ قدرے حیران ہوئی تھیں۔۔۔۔

"ٹھیک ہے اُنہیں بٹھاکر خاطر تواضع کریں ہم لوگ آرہے ہیں انکے پاس۔۔۔۔۔"

ساحرہ نے سر ہلا کر کہا تو کلستان خانم ادب سے سرجھکا کر چلی گئی۔۔۔۔

"مُشک! جواب کے منتظر رہو نگی۔۔۔۔۔" تلقین سے کہتے ہوئے وہ اُٹھیں تو باقی خواتین بھی اُٹھ کر انکے ساتھ گیسٹ ہال میں آگئی جہاں صہبا عبّاسی اپنی دونوں بیٹیوں مشعل اور عشال عبّاسی کیساتھ انکی منتظر بیٹھی تھیں۔۔۔۔۔

ساحرہ جاکر انکے سامنے بیٹھ سربراہی صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ باقی سب انکے آس پاس بیٹھ گئے۔۔۔۔۔

عشال کا بیٹا صنان نظر بچاکر اپنی خالہ زاد ملیحہ کا ہاتھ پکڑ کر نظر بچاتے ہوئے وہاں سے کھسک گیا تو باہر اسکا ٹکراؤ مروان سے ہوگیا۔۔۔۔

"ارے آپ دونوں کون اور یہاں کیسے؟" مروان نے استفسار کیا۔۔۔

"ہم یہاں سے اپنی مامی کو لینے آئے ہیں۔۔۔کہاں ہیں وہ؟ ملیحہ کو اُن سے ملوانا ہے۔۔۔"

صنان دبے دبے جوش سے بولا۔۔۔۔

"مامی سے؟ کس کی بات کررہے ہیں؟" مروان حیرت سے بولا۔۔۔

"ارے وہ کیا نام تھا اُنکا پیارا سا۔۔۔ملّی بتاؤ تمہیں یاد ہے؟"

صنان نے ملیحہ سے پوچھا۔۔۔

"ہاں نا۔۔۔اُنہیں مُشک کہتے ہیں۔۔۔"وہ معصومیت سے بولی تو مروان کو ایک اور جھٹکا لگا۔۔۔

"مُشک آنی کب سے آپکی مامی ہوگئی ں؟" مروان نے اچھنبے سے کہا۔۔۔

"بچے آپ لوگ یہاں؟ ادھر آؤ نا۔۔۔۔۔"کچن سے نکلتی پارسا نے اُنہیں دیکھ کر پیار سے کہا تو وہ دونوں ننھی گلہریاں پھدکتی ہوئی یں اسکے پاس چلی گ ئی یں۔۔۔۔

"آپیّ! مُشک مامی کہاں ہیں؟ملّی کو ان سے ملنے کا بہت شوق ہے۔۔۔۔"

صنان نے پارسا سے کہا۔۔۔۔

"مُشک مامی؟ مطلب کشمالہ ؟" پارسا نے حیرت سے پوچھا۔۔۔

"ارے ہاں کشمالہ مامی۔۔۔۔ان سے کہیں نا ہمیں ان سے ملنا ہے

اور دُرّے آپی کہاں ہیں۔۔۔۔۔میں نے اُن کو بیحد مِس کیا۔۔۔ملّی سے وعدہ کیا تھا میں اسے اُن دونوں سے ضرور ملواؤ نگا۔۔۔۔۔"

صنان نے چہک کر کہا۔۔۔۔۔

"چلیں پھر آپکو اُن سے ملواتے ہیں۔۔۔۔۔"پارسا ان دونوں کا ہاتھ تھامتی ساتھ ہی مروان کو اپنے ساتھ لیکر مینشن کے عقبی جانب سے لان میں آئی تو دُرّے وہاں گھاس پر برہنہ پا بیٹھی ننھے خرگوشوں کو گود میں کھلا رہی تھی جبکہ کشمالہ،ردا،روحی اور عبیر نورین اسکے قریب نورین کے ارد گرد بیٹھی تھیں۔۔۔۔۔

"پارو! کتنی دیر لگادی یار کہاں رہ گ ئی تھیں۔۔۔۔۔"عبیر نے اسکے آتے ہی کہا۔۔۔۔۔

"وہ ہمارے گھر کچھ ننھے منھے فرشتے آئے ہیں جنہیں اپنی مُشک مامی سے ملنا ہے۔۔۔۔۔"

پارسا کے شریر لہجے پر نورین کی گود میں سر رکھ کر نرم گھاس پر پیر پھیلائی لیٹی کشمالہ یوں اُچھلی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔۔۔۔۔

صنان ملیحہ کا ہاتھ پکڑے فوراً ہونق سی بیٹھی کشمالہ سے جاکر لپٹا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے بھی اُنہیں یوں اچانک دیکھ کر کچھ دیر تو حیرت سے ساکن ہوگ ئی تو اسکی گود میں موجود خرگوش شرارت سے اسکی گرن پر چڑھ کر اسکے چہرے پر پیار کرتے ہوئے اُچھلتے کودتے گھاس پر بھاگتے کنارے لگی جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہوگ ئے۔۔۔۔۔

کشمالہ سے الگ ہوکر وہ اب دُرّے کے پاس جاکر اسکے گلے لگے اور اسکا گال چوم کر الگ ہوئے تھے۔۔۔۔۔

باقی سب ان بچوں کے اس والہانہ انداز پر حیران سے انکی

معصومیت پر مسکرا رہے تھے۔۔۔۔۔

انکے پوچھنے پر صنان نے اپنا اور ملیحہ کا تعارف کروایا اور ساتھ ہی اپنے آمد کا سبب بیان کیا تو کشمالہ کا دل پھسلیاں توڑ کر باہر آنے لگا۔۔۔۔

گال یوں سُرخ ہو کر دہکنے لگے تھے گویا جسم کا سارا خون نچوڑ کر گالوں میں دوڑ گیا ہو۔۔۔

وہ فوراً اُٹھ کر گرتی پڑتی خود کو سنبھالتی وہاں سے نکل بھاگتے ہوئے پیچھے دُرّے کے سوا باقی سب کو تعجب میں مبتلا چھوڑ گ ئی تھی۔۔۔۔

"ارے مامی کو کیا ہوا؟ وہ ہم دونوں سے ناراض ہو گ ئی ہیں کیا؟ مگر میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں؟ملّی تم نے کچھ کیا ہے؟"

صنان کشمالہ کے یوں بھاگ جانے پر پریشان ہو کر بولا۔۔۔۔۔۔

"نہیں بچے وہ کیوں خفا ہونگیں۔۔۔۔مان! بیٹا ان دونوں کو کشمالہ کے پاس چھوڑ آؤ "

روحی نے صنان کا گال چھو کر نرمی سے کہا تو مروان انہیں لیکر کشمالہ کے پاس چلا گیا۔۔۔۔۔

ان دونوں کے جانے کے بعد سب کی سوالیہ نظریں دُرّے پر آکر ٹکی تو اُسنے رسان سے بنا کشمالہ کی ارسلان کیل ئے دیوانی محبت کا تذکرہ کیے اُنہیں سارا احوال کہہ سُنایا کہ صہبا کو کشمالہ بہت پسند ہے اور وہ اپنے اکلوتے بیٹے ارسلان کیل ئے آج ساحرہ سے کشمالہ کا ہاتھ مانگنے آئی ہیں۔۔۔۔۔

یوں ہال میں خاصے طویل وقت گفتگو کے بعد ساحرہ نے صہبا سے جواب دینے کیلئے مہلت مانگی تو وہ بخوشی راضی ہوگئی یں اور لنچ ان سب کیساتھ کرکے وہ اپنی بیٹیوں کیساتھ واپس چلی

گئی یں۔۔۔۔۔۔

ڈنر کے بعد سب بڑے ہال میں براجمان تھے جب ساحرہ نے اس بات کا ذکر چھیڑ دیا۔۔۔۔

"امّی جان! آپ بہتر جانتی ہیں اور بخوبی فیصلہ کرسکتی ہیں لیکن ان سے پہلے آپ آہل کی نسبت طے کرنا چاہتی تھی تو کیا وہ بات پسِ پشت ڈالی جاسکتی ہے؟"

ردا کے بابا جان اور حیدر کے جڑواں بھائی بابر رئیسانی بولے تھے۔۔۔۔

"اسی بات نے تو کشمکش میں ڈال رکھا ہے۔۔۔آہل میرا لاڈلا بچہ ہے۔۔۔میری بچی کیلئے میری نظر میں اُس سے بہتر کوئی انتخاب نہیں ہوسکتا مگر صہبا خاتون کی بات بھی قابلِ غور ہے۔۔۔کشمالہ کیلئے اُن سب کا بے پناہ لگاؤ،احترام و محبت اور عقیدت بہت خالص اور پاک تھی۔۔۔وہ اسی عزم سے آئے تھے کہ کشمالہ کو حاصل کیے بنا نہیں جائیں گے اور اُنہیں بڑی مشکل سے ہم نے سوچھ و بچھار کیلئے مہلت دینے پر راضی کیا تھا۔۔۔جبکہ دوسری جانب آہل کی چھال ڈھال سے لگ رہا تھا کہ وہ بھی ونیزہ کی طرح اپنے رشتے سے خوش نہیں ہے۔۔۔کیا کریں کہیں لاپروائی میں ہم اپنے بچوں کے دل نا دُکھادیں۔۔۔۔"

ساحرہ کا لہجہ خلافِ توقع دھیما سا تھا۔۔۔۔

"امّی! خود فیصلہ لینے سے قبل ہمیں ایک بار تسلّی سے کشمالہ سے پوچھ لینا چاہیے۔۔۔۔ہماری ایک گڑیا خوش اسلوبی سے آباد ہوجائے تو اللہ تعالٰی ہماری ونیزے گڑیا کی کشمکش بھی حل فرمادیں گے۔۔۔۔"

حیدر نے ماں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔۔۔۔

"لیکن لالا ہم ایسے کیسے اجنبی لوگوں پر بھروسہ کرسکتے ہیں؟ وہ ہمیں ورغلانے کیلئے بھی تو یوں اچھائی کا دکھاوا کرسکتے ہیں نا۔۔۔۔"

فارینہ بانو جنہیں اس پروپوزل پر تامل تھا، قدرے شکی لہجے میں بولیں۔۔۔۔

"ایسا نہیں ہے مام! وہ لوگ غیر ضرور ہیں مگر دوغلے نہیں ہیں۔۔۔۔میں اور جاہ انہیں کافی عرصے سے جانتے ہیں اور ہماری ان سے خاصی پُرانی شناسائی ہے۔۔۔۔یہاں آنے سے پہلے اُنہوں نے ہم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اور ہم نے ہی کہا تھا کہ وہ آکر دادو سے بات کریں۔۔۔۔ویسے تو انکی آبائی اجداد کی جڑیں مری سے جُڑی ہیں مگر وہ کافی طویل عرصے سے لاہور میں آباد ہیں۔۔۔۔۔انکا تعلق خاصے بااثر،خوشحال اور عزت دار خاندان سے ہے اور مُشک سے انکی ملاقات لندن میں ہی ہوئی تھی کیونکہ انکے اکلوتے بیٹے ارسلان عبّاسی انگلینڈ کے مشہور سرجنز میں سے ایک ہیں۔۔۔۔۔"

ضبور نے رسان سے ساری بات انکے گوش گزار کی۔۔۔۔۔

"دادو! آپ مُشک سے براہ راست سوال کریں گی تو شائد وہ اپنی فطری جھجھک کے سبب کچھ کہہ نا پائے مگر اس رشتے میں اسکی رضا شامل ہے یہ میں بخوبی جانتا ہوں اور اس معاملے میں میں آہل پر ارسلان کو فوقیت دیتے ہوئے کشمالہ کے حق میں اسکی حمایت کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔"

گھمبیر سے لہجے میں تحمل کیساتھ اپنا موقف پیش کرتے ہوئے جبروت نے براہ راست ساحرہ کی آنکھوں میں دیکھا جو یقیناً صرف وہی کر سکتا تھا۔۔۔۔

ساحرہ کو اس بات کا پختہ ادراک تھا کہ اگر حیدر اور اسکے دونوں

بیٹے کسی بات پر ڈٹ جائے تو پھر کوئی بھی اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔

"لیکن ہم یہ اطمینان کیسے رکھ سکتے ہیں بیٹے کہ مُشک اس بات پر دل سے راضی ہے۔۔۔۔"

گیتی آرا٦١ نے پوچھا۔۔۔۔

"کیونکہ اس بات کی یقین دہانی خود مُشک کرانے آئی ہے یہاں۔۔۔"

جبروت نے مضبوط انداز میں کہا۔۔اسکے کہنے کے کچھ ہی لمحے بعد کشمالہ دُرّے کا ہاتھ تھامے قدم قدم چلتی وہاں آئی تھیں۔۔۔۔

ساحرہ نے کشمالہ کو اپنے پاس بُلا کر بٹھایا اور اسکی ٹھوڑی چھوتے ہوئے اسکی رضا دریافت کی تو جھکی نظروں سے اس نے پلکوں کو جُنبش دے کر ہاں کہہ دی۔۔۔

ساحرہ نے اسکی پیشانی چھوم کر اُسے خود سے لگایا اور پھر اسکے اور ارسلان کے حق میں اپنا فیصلہ سُنا کر سب کو مبارکباد دی۔۔۔۔

کشمالہ تو شرما کر وہاں سے بھاگ گ‌ئی جبکہ دُرّے نے پنجوں کے بل مُڑتے ہوئے مسکراتی نظروں سے جبروت کو پل بھر دیکھا تو دونوں کی نظریں ملیں اور پھر وہ وہاں سے کشمالہ کے پیچھے چلی گ‌ئی۔۔۔۔

اوپر ٹیرس پر ٹھنڈی ہوا کے باوجود خوشی کے مارے ان سب من چلی گلہریوں کی اُچھل کود اور مستیاں دیکھ کر ونیزہ کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔۔۔۔

اسے اپنا آپ کسی بے بس پرندے کی طرح پنجرے میں قید محسوس ہوا تھا۔۔۔دل گویا شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔۔۔۔

آنکھوں میں تیرتی نمی کو بیدردی سے رگڑتی وہ دوڑتی ہوئی باہر لان میں جاکر عقبی جانب کے پائیں باغ میں چلی گ‌ئی تھی جہاں اس وقت مکمل خاموشی اور تنہائی تھی۔۔۔

آسمان پر بکھری ملگجی چاندنی بڑی خوابناک معلوم ہورہی تھی۔۔۔۔

محبت کا نیلا موسم کب سے خزاں بن کر اسکے دل میں ڈھیرہ جمائے بیٹھا تھا۔۔۔۔

"بابا! آپ کہاں چلے گ‌ئے ہیں۔۔۔؟ آپکی لاڈلی شہزادی آج بہت بے بس اور مقیّد سی ہوگ‌ئی ہے۔۔۔کوئی اسکی کسی بات کو اہمیت نہیں دیتا۔۔۔صرف آپ تھے جو میری ہر بات کو حکم کا درجہ دیتے تھے۔۔۔میری ہر خواہش کو میرے کہنے سے پہلے پورا کیا کرتے تھے نا۔۔۔آپکے ہوتے ہوئے کسی کی ہمّت نہیں تھی کہ مجھے ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھے۔۔۔مما کہتی تھی نا کہ آپ نے مجھے سر پہ

چڑھا کر بہت بگاڑ دیا ہے۔۔۔۔اب تو مما بھی میرا ساتھ نہیں دے رہیں۔۔۔۔آہل کے پاس تو پھر بھی دادا جان ہیں۔۔۔میرے پاس کون ہے؟دیکھیں نا بابا آپکی پرنسز آج زمین پر پڑی ہوئی دُھول کی طرح ہے بلکل بے مول۔۔۔۔پلیز واپس آجائیں مجھے آپکی ضرورت ہے بابا۔۔۔۔"

نرم گھاس پر کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح گھٹنوں کے بل گری وہ بلک بلک کر فریاد کرتے ہوئے اپنے بابا ندیم بزنجو کو یاد کررہی تھی۔۔۔۔

اسی سمے اُسکی غیر موجودگی محسوس کرکے اُسے تلاشتے ہوئے ردا،پارسا اور مروان سارا گھر چھان مارنے کے بعد اس جانب آئے تو

پارسا فوراً اسکی جانب دوڑتی ہوئی آئی اور اُسے بازوؤں سے تھام کر اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔۔۔

"ونیزے!کیا ہوا ہے میری جان تُم رو کیوں رہی ہو؟اتنی ٹھنڈ میں بیٹھی ہو بیمار پڑ جاؤ گی۔۔۔۔چلو اُٹھو شاباش اندر چلتے ہیں۔۔۔"

پارسا اُسے کپکپاتے ہوئے دیکھ کر پریشانی سے بولی۔۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔جاؤ تم یہاں سے مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔۔مجھے کوئی ٹہ واپس جانا ہے۔۔۔۔ڈرائی یور چاچا موجود ہیں نا؟"

پارساکا ہاتھ جھٹک کر کہتے ہوئے آخر میں اُسکا لہجہ بیگانہ سا ہوگیا تھا۔۔۔۔

"ونیزے! ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کہیں نہیں جارہی تم اُٹھو اندر چلتے ہیں سب بہت خوش ہیں بہت ہلّا گلّا ہورہا ہے اور تم ایسے سب سے کٹ کر بیٹھی ہو۔۔۔۔"

ردا نے بدقت اسکی جانب جھکتے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔۔۔۔۔۔

"ہیر! پلیز تم جاؤ اندر۔۔۔۔۔کیوں باہر آئی ہو اس حال میں۔۔۔۔۔کہا نا میں نے نہیں جانا۔۔۔۔۔ اگر کوئی مجھے لیکر نہیں جاسکتا واپس تو میں خود چلی جاؤ نگی کوئی ٹہ۔۔۔۔۔دم گھٹ رہا ہے میرا۔۔۔۔۔۔"

وہ تڑخ کر بولتے ہوئے رو پڑی۔۔۔۔۔۔

"ونیزہ! کیا مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟" اسی سمے ونیزہ کی شل سماعتوں میں جبروت کی آواز کسی امرت کی طرح اُتری تھی۔۔۔۔۔۔

اُسنے سر اُٹھاکر ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا تو وہ پارسا کے برابر میں کھڑا تھا۔۔۔۔۔

وہ لب کاٹتی ہوئی خاموش ہی رہی۔۔۔۔۔ایک وہی تھا جسکے سامنے وہ کبھی بول ہی نہیں پائی تھی۔۔۔۔۔

" چلیں پھر؟" جبروت نے دھیرے سے پوچھا تو وہ میکانکی انداز میں اُٹھ کر اسکے پیچھے چلنے لگی۔۔۔۔۔ پارسا اور مروان تو خوش تھے کہ اُسنے کسی کی تو بات مان لی جبکہ ردا کے ماتھے پر شکنیں سی اُبھر آئی یں تھیں۔۔۔۔

اک وہی تھی جو ونیزہ کے دل کا موسم جانتی تھی۔۔۔۔۔

ونیزہ ہمیشہ سے اسکی بیسٹ فرینڈ رہی تھی مگر دُرّے کے آنے کے بعد وہ ردا سے دور ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

جبروت ونیزہ سے آگے آگے چلتا ہوا پائیں باغ کے بیچوں بیچ چلا گیا جہاں اَذور پیڑوں کے درمیان بنے خوبصورت آؤٹ ڈور سِٹنگ ایریا کے درمیان میں بنے آگ کے چھوٹے سے گڑھے کے قریب صوفے پر بیٹھا سر جھکائے اُنگلیاں باہم پھنسائے کسی گہری سوچ میں گُم تھا۔۔۔۔

جبروت کے ہلکے سے گلا کھنکھارنے پر اسکی جانب متوجہ ہوا تو اسکے پیچھے خستہ حال سی ونیزہ کو دیکھ کر فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر جبروت کے پاس آیا تھا۔۔۔۔

"لالا آپ نے مجھے بُلایا تھا یہاں؟ مانی کہہ رہا تھا کہ آپ کو مجھ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔"

ونیزہ کو دیکھے بغیر وہ ہاتھ باندھے جبروت سے بولا۔۔۔۔

"ہاں بیٹا جی ہم آپ سے اور ونیزہ خانم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"

جبروت اپنے مزاج کے برعکس بے تکلفی سے بولا۔۔۔۔

"چلو بیٹھ جاؤ دونوں۔۔۔"جبروت کے کہنے پر وہ دونوں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر آتشدان کے قریب صوفے پر بیٹھ گ ئے۔۔۔۔

"باہی! آجاؤ بچوں سب کے سب۔۔۔۔"پیچھے سر موڑتے ہوئے فاصلے پر بنی سیڑھیوں پر کھڑے ضبور اور ردا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے جیسے ہی فرمان جاری ہوا تو اگلے لمحے ضبور ردا کے کندھوں کے گرد اپنے بازوؤں کا مضبوط حصار پھیلائے ان کے پاس آیا اور اَذور کے قریب صوفے پر بیٹھا جبکہ اُسکے پیچھے پارسا اور کشمالہ بھی ہاتھوں میں ہاتھ دیے اندر آئی تو کشمالہ جاکر ونیزہ کے برابر میں بیٹھی جبکہ پارسا جبروت کے اشارے پر جاکر اسکے قریب بیٹھی تو جبروت نے اپنے ایک کندھے سے شال اُتار کر اسے یوں اوڑھایا کہ وہ دونوں ایک ہی شال میں چھپ گ ئے۔۔۔۔

" Best of luck for the trial your honour! By the way you both are looking super adorable.....evil eyes off"

اسی سمے جبروت کو اپنا فون وائبریٹ ہوتا محسوس ہوا تو فون کی سکرین پر دُرّے نے اُسے آخر میں ایک شریر ایموجی کیساتھ ٹیکسٹ کیا تھا۔۔۔۔

اُسنے حیرت سے سر اُٹھایا تو اسکی نگاہوں کی سیدھ میں پیڑ کے پیچھے موجود ٹیرس کے ہال کی باغ کی جانب کھلتی کھڑکی کے بند دروازے کے پار اُسے کوئی ہیولہ سا گزرتا دکھائی دیا تھا۔۔۔۔

زیرِلب مسکراتے ہوئے وہ سر جھٹک کر اب اُنکی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔

"اَذور اور ونیزے! تُم دونوں ہمارے خانوادے کے دو مہکتے خوبصورت روشن پھول ہو۔۔۔تم دونوں ہمیشہ ستاروں کی طرح ہنستے اور

دمکتے اچھے لگتے ہو۔۔۔صبح سے دیکھ رہا ہوں تم دونوں مُرجھائے سے پھر رہے ہو۔۔۔۔وجہ میں جانتا ہوں مگر میری خواہش ہے کہ تم دونوں اپنا موقف پیش کرو۔۔۔۔۔تم دونوں جو فیصلہ کروگے وہی آخری ہوگا۔۔۔۔کوئی تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتا۔۔۔۔۔۔ونیزے! بتاؤ چندا بات کیا ہے؟"

جبروت نے ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے آخر میں ملائم انداز میں ونیزہ سے دریافت کیا تو اسکی نم آنکھیں جلنے لگیں۔۔۔۔

بھلا کب اُس پر یہ نظرِ کرم ہوا تھا پہلے۔۔۔۔۔

"دادو اور مما چاہتی ہیں کہ نوری آپی کی مہندی پر میرا اور اَذور کا نکاح ہوجائے مگر۔۔۔۔۔"

وہ قدرے بھرّائی ہوئی آواز سے بول کر رُکی۔۔۔۔

"ونیزے مجھے آپکی رائے چاہیے۔۔۔۔دادو اور آنی کو میں سنبھال لونگا آپ بنا کسی جھجھک کے صرف اپنی چاہ کا بتادیجیے۔۔۔۔۔"

جبروت نے بنا اُسے دیکھے کہا۔۔۔۔۔

ونیزہ کا دل جبروت کے اس نرم اور اپنے لہجے پر چیخ چیخ کر اُسے مجبور کررہا تھا کہ وہ سب کے سامنے اسکے لئے اپنی محبت کا اعتراف کرے مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔۔

"مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے۔۔۔۔"اَذور کو اک بار پھر وہی نوکیلا تیر چھیر گیا تھا۔۔۔

"کوئی وجہ؟کوئی ایسی کشمکش جسے ہم حل کرسکتے ہوں۔۔۔۔"

جبروت نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

"میں نے اَذی کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔۔۔وہ بچپن سے میرا بیحد اچھا دوست رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر وہ میرے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔۔۔۔اُسے ہمیشہ میرا انتخاب کرنے

پر پچھتاوا رہے گا۔۔۔۔"

وہ بے تاثر انداز میں بولی۔۔۔۔

"کیا ہم اَذور سے اس بات کی تائید لے سکتے ہیں کہ وہ آپکے ساتھ خوش نہیں رہے گا یا اُسے کبھی پچھتاوا ہو گا۔۔۔۔"

جبروت نے ونیزہ سے پوچھا۔۔۔

"وہ کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرے گا۔۔۔۔اسکا دل بہت بڑا ہے۔۔۔اسکی روح،اسکی سوچ ،اسکا برتاؤ بہت خاص ہے۔۔۔۔وہ خود ایک پاک ،باکردار ، نیک سیرت اور بہترین شخصیت کا خلاصہ ہے۔۔۔۔اسے کبھی مجھ سے تکلیف پہنچی تو وہ کبھی اپنی زبان سے کچھ نہیں کہے گا مگر اسکا دل ہمیشہ تکلیف میں رہے گا۔۔۔۔وہ ہمیشہ بے سُکون رہے گا اور یہ میں نہیں چاہتی۔۔۔۔میں نہیں چاہتی کہ وہ کسی مروّت یا دباؤ میں آکر مجھ سے نکاح کرے۔۔۔۔میں اُسے کیا کسی کو بھی خوشی نہیں دے سکتی۔۔۔۔میں بس تنہائی چاہتی ہوں صرف اپنی ذات کیساتھ رہنے کیلئے۔۔۔۔"

ونیزہ کا لہجہ ازحد زخمی تھا۔۔۔۔

"ونیزے کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس بڑے دل کا مکین کون ہو سکتا ہے؟اسکے دل میں دھڑکن بن کر کون دھڑک سکتا ہے؟ کبھی یہ سوچا ہے کہ اسکا برتاؤ تو سب کیساتھ بہترین ہے مگر آپکے ساتھ سب سے الگ ہے تو ایسا کیوں ہے؟"

جبروت کے سوال ونیزہ کے دل کو چھیر رہے تھے۔۔۔۔

"آپکو لگتا ہے کہ یہ آپکے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکے گا ہمیشہ تکلیف میں رہے گا۔۔۔ونیزہ آپکو معلوم ہے کہ باہی کے بعد ہمارے گھر کا یہ سب سے ہنس مکھ بچہ آپکے کوئٹہ واپس جانے والے دن کمرے میں کیوں بند رہتا ہے؟ٹھیک سے کھاپی نہیں سکتا ،سو نہیں

پاتا۔۔اسکی فروفیشنل لائف بھی ڈسٹرب ہوجاتی ہے۔۔۔جب آپ یہاں آتی ہے تو اسکے ہر انداز سے زندگی کے نئے رنگ جھلکتے ہیں۔۔۔اسنے کبھی کسی کو اس بات کی بھنک تک نہیں لگنے دی مگر اسکی ہر سائل کے پیچھے وجہ آپ ہوتی ہیں۔۔۔آپ کا ماننا ہے کہ آپ کسی کو بھی خوشی نہیں دے سکتیں مگر آپ یہ تو مان سکتی ہیں ناکہ آپ خود سر تا پا کسی کی خوشی کسی کی حیات ہیں۔۔۔آپ اُسے ایک موقع دینے کی بھی روادار نہیں ہو سکتی؟ "

جبروت گھمبیر سنجیدہ لہجے میں بول رہا تھا۔۔۔۔

"تو گویا آپکا میری طرف دھیان صرف اذور کی وجہ سے گیا ہے؟ آپکو اسکی بے چینی ،بے بسی اور تکلیف نظر آتی ہے مگر میری کبھی خبر نہیں رکھی یا شائد رکھنی نہیں چاہی۔۔۔اسکے دل میں کون بستا ہے یا وہ کسے دیکھ دیکھ کر جیتا ہے یہ آپ جانتے ہیں مگر میرے دل کی خوشی اور سکون کیا ہے

کبھی جاننا چاہیں گے؟ میں بھی تو دن بدن اپنی زندگی ہارتی جارہی ہوں نا۔۔۔کسی کو نظر آتا ہے کیا؟ کبھی کسی نے غور کیاہے کہ میں کس کے آنے سے کھلتی ہوں اور جانے پر مُرجھا جاتی ہوں؟ کبھی نہیں۔۔۔۔کسی نے بھی مجھے اتنا اہم سمجھا ہی نہیں سوائے میرے بابا کے اور وہ بھی۔۔۔۔۔مجھ سے چھین لیے گ ئے۔۔۔۔"

ونیزہ سرد لہجے میں بول رہی تھی مگر جبروت کے تحمل میں ذرّہ برابر فرق نہیں آیا تھا کیونکہ وہ اسکی شخصیت اور مزاج سے اتنا بے خبر بھی نہیں رہا تھا جتنا وہ سمجھتی تھی۔۔۔

"وہ لڑکی۔۔۔۔اسنے میرے بابا، میرے نانا اور ماموں کو چھین لیا۔۔۔وہ انہی قاتلوں میں سے ہے مگر یہاں بے پروا گھومتی رہتی

ہے۔۔۔ اَذور۔۔۔۔اسکا رویّہ تو اس لڑکی کے ساتھ بھی سب سے الگ ہے۔۔۔اپنی دوست مانتا ہے اُسے۔۔۔اسکے ساتھ ہنستا کھیلتا رہتا ہے۔۔۔۔اسکے پاس تو بہت ہُنر ہے نا اچھائی کا۔۔۔نیکی و ایثار کا۔۔۔۔وہ کیوں نہیں بن سکتی اسکے دل کی خوشی اسکی حیات۔۔۔"

ونیزہ غصّے کی تلخی میں جانے کیا بول رہی تھی کہ اُسے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔۔

"ونیزہ! بس کرو تم۔۔۔۔دُرِّنایاب کو بیچ میں گھسیٹنے کی کوشش مت کرو۔۔۔۔تمہیں اَذور سے نکاح نہیں کرنا تو میں خود دادو سے بات کرونگی کوئی تمہیں پریشرائز نہیں کرے گا مگر میری بہن کے بارے میں ایک لفظ بھی مت بولنا۔۔۔میں قطعی برداشت نہیں کرونگی۔۔۔۔"

پارسا کے اچانک اُنگلی اُٹھاکر ونیزہ کو وارن کرنے پر جہاں وہ شاکڈ رہ گ ئی تھی ،وہیں جبروت نے چونک کر اپنے پاس بیٹھی پہلی بار اس طرح سخت لہجے میں بات کرتی پارسا کو دیکھا تھا۔۔۔

"ونیزہ اتنا بے حس بھی کوئی ہوسکتا ہے جتنا تم ہوگ ئی ہو؟ ایسی تھی تم؟ ایک طرف تم اَذور لالا کی دیوانگی کو محروح کررہی ہو اور دوسری جانب اپنی نفرت کے زہر سے دُرّے کی ذات کو نیلا کرنا چاہتی ہو۔۔۔جانتی ہو تم وہ اَذور کو لالا کہتی ہے،دل سے اپنا بھائی مانتی ہے۔۔۔ایک وہی تو ہے جو محبت کی زبان سمجھتی ہے۔۔۔سب کے دلوں کو جوڑنے کا ہُنر جانتی ہے۔۔۔جانے کب سے وہ کوشش کررہی ہے ،دعائیں مانگ رہی ہے کہ تم اَذور کی اپنے لئے محبت کو سمجھ جاؤ،تم انکے ساتھ خوش رہو۔۔۔مگر تم اس نایاب موتی کا مول پرکھنے سے قاصر ہو ونیزے اور تمہیں

اسکی سچّائی اور پاکیزگی کو یوں بدنام کرنے کا کوئی حق نہیں سُنا تم نے۔۔۔۔چلو میرے ساتھ ابھی دادو سے بات کرتے ہیں ختم کردو اس قصّے کو بس۔۔۔۔"

پارسا اک دم غصّے سے اُٹھ کر ونیزہ کے پاس آتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر ساحرہ کے پاس لے جانے لگی۔۔۔۔۔

"پارسا۔۔۔۔بات سُنو پلیز۔۔۔ٹھہرو۔۔۔۔"اَذور کی آواز پر پارسا رُک کر مڑی تو اسکے ساتھ گھسٹتی ونیزہ بھی ٹھہری تھی۔۔۔۔

"تم دادو کے پاس مت جاؤ۔۔۔۔میں نے پہلے ہی اُنہیں منع کردیا ہے۔۔۔اپنی طرف سے۔۔۔۔ونیزہ کو انکے حال پہ چھوڑ دو۔۔۔جانے دو "

اَذور کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔۔۔۔

"اَذی یہ کیا حماقت ہے؟ گھامڑ آدمی ایسے ڈائی ریکٹ دادو سے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔بات کررہے تھے نا ہم ونیزے سے۔۔۔اسکی فرسٹریشن اسکا ذہنی سکون تباہ کررہی ہے۔۔۔مانا کہ وہ نایاب سے ناراض ہے مگر صاف نظر آرہا تھا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں بول رہی تھی وہ سب۔۔۔ اسے تھوڑا تو وقت دے دیا ہوتا ڈفر۔۔۔اب دادو کو کیسے منائی نگے دوبارہ۔۔۔۔"

ضبور نے اَذور کو جھڑکا تھا۔۔۔۔

"اَذی! جاؤ بچے ریسٹ کرلو۔۔۔اس بات کو رہنے دو فلحال۔۔۔نوری کی شادی ہوجائے تو پھر اس بارے میں سوچیں گے۔۔۔اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈالنا۔۔۔"

جبروت نے اَذور کا کندھا تھپتپاتے ہوئے دھیرے سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا ونیزہ کے برابر سے ہوتا تیزی سے چلا گیا جبکہ پارسا ونیزہ کا ہاتھ بے دلی سے چھوڑ کر واپس جبروت کے پاس آئی تھی۔۔۔

وہ سب اکٹھے خاموشی سے واپس مینشن کے اندر آئے تھے۔۔۔کچن سے زارا کے ہمراہ نکلتی ننھے آبدار کو گود میں اُٹھائے دُرّے نے دور سے ہی ردا اور کشمالہ سمیت پارسا کا اُترا ہوا چہرہ دیکھا تو قدرے اُلجھ کر انکے پاس آئی۔۔۔

"کیا ہوا؟ ایسے مٹکے جیسی شکل کیوں بنائی ہے سب نے۔۔۔مقدمہ کیسا رہا بھئی کچھ روداد تو سُنادو ذرا کوئی۔۔۔۔"

دُرّے نے ردا کے بازو پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔۔۔

"نایاب! بات ہی نہیں بنی کوئی۔۔۔۔"کشمالہ نے منہ لٹکا کر اسکے کندھوں کے گرد بازو پھیلا کر کہا۔۔۔

البتہ اسکا یہ انداز ننھے آبدار کو ناگوار گزرا لہذا اسنے کشمالہ کے ہاتھ جھٹک کر خود دُرّے کے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کرتے ہوئے اسکی گردن میں منہ دیا۔۔۔۔

"کتنا ٹھرک بھتیجا ہے ہیر تمہارا تو۔۔۔"کشمالہ نے ہلکے سے ردا کو کہنی مار کر کہا جسکا موڈ کچھ زیادہ ہی خراب لگ رہا تھا۔۔۔

"اونہوں۔۔۔۔ہمارے بیٹے کو کوئی کچھ نہیں بولے گا آیا سمجھ میں۔۔۔۔بتاؤ تو صحیح ہوا کیا ہے آخر؟ ان دونوں محترماؤں کا موڈ اتنا کیوں بگڑا ہوا ہے؟ دل والے تو دُلہنیا لینے گئے تھے نا کیا ہوا پھر؟"

کشمالہ کو گھور کر کہتے ہوئے دُرّے نے ردا اور پارسا کے بگڑے تیور دیکھ کر پوچھا۔۔۔۔

"آذی نے خود ہی منع کر دیا ہے دادو کو۔۔۔ونیزے کی خوشی کی خاطر۔۔۔اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔"

کشمالہ نے منہ بنا کر کہا تو دُرّے ہونق سی ہو کر اُسے دیکھنے

لگی۔۔۔۔

"اللہ یہ کیا کر دیا لالا نے۔۔۔۔۔اُف انکو تو میں دیکھتی ہوں پھر۔۔۔ساری محنت مٹی میں ملادی ۔۔۔۔۔"

دُرّے نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا۔۔۔۔

"کیا فائدہ اب۔۔۔۔اُس گدھے نے کرلی نا اپنی من مانی۔۔۔ٹھنڈ پڑ گئی ہو گی اب کلیجے میں۔۔۔جبروت لالا نے فلحال اس معاملے کو چھیڑنے سے منع کیا ہے اور یہی بہتر ہے۔۔۔۔"

ردا بے دلی سے کہتی لمبا سانس لیکر اپنے بیڈروم جانے لگی تو کشمالہ احتیاطاً اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے سہارا دیکر لیجانے لگی۔۔۔۔

"نایاب! تم اس معاملے سے دور رہو بلکل۔۔۔ٹھیک ہے نا۔۔۔۔"

پارسا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر تلقین سے کہا تو دُرّے نے کچھ حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔۔۔۔

"لیکن ایسا کیا۔۔۔۔"دُرّے نے کہنا چاہا تو پارسا نے اسکے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلا کر بات مکمل ہی کرنے نہیں دی۔۔۔۔

"بس چھوڑ دو یہ سب۔۔۔۔ونیزے اگر اذی کے نصیب میں ہو گی تو اللہ تعالٰی خود ہی کوئی نا کوئی سبیل پیدا کر دیں گے۔۔۔۔لیکن تم مزید اس معاملے میں نہیں پڑو گی۔۔۔کافی دیر ہو گئی ہے اب ریسٹ کر لیتے ہیں۔۔۔کل سے شادی کے فنکشنز شروع ہونے والے ہیں بہت انرجی چاہیے ہو گی۔۔۔۔۔"

پارسا کہتے ہوئے اسکے ساتھ چلنے لگی۔۔۔۔

دُرّے نے نیند میں ڈولتے آبدار کو عبیر کے حوالے کیا اور پھر پارسا کو شب بخیر کہہ کر اپنے اور کشمالہ کے مشترک بیڈروم چلی گ ئی

جہاں آجکل نورین اور اور ونیزہ بھی انکے ساتھ تھیں۔۔۔۔۔

نورین تو کشمالہ کیساتھ بیٹھی ہوئی تھی جبکہ ونیزہ منہ پھیرے سو چکی تھی۔۔۔دُرّے کے آتے ہی نورین نے اسے بازو سے کھینچ کر پاس بٹھایا اور بڑی دیر تک دبی آوازوں سے گپ شپ لگانے کے بعد بڑی مشکل سے دُرّے نے دونوں کو زبردستی سُلایا تھا۔۔۔۔

اگلے دن ناشتہ کے بعد سے جو مہمانوں کا تانتا بندھا تو ختم ہی نہیں ہوا۔۔۔۔

شام کو شیس کی دونوں بہنیں ماہین اور تاشمین اپنی فیمیلیز اور بچوں کیساتھ مہندی لیکر آئی یں تو جے آر مینشن میں خوب رونق جمی۔۔۔۔۔

عبّاسی خاندان بھی اپنے اُسے پرانے کروفر اور شان و شوکت کیساتھ جے آر مینشن میں جلوہ افروز تھا۔۔۔۔۔

ارسلان اُسی خوبصورت شام کشمالہ کیساتھ نکاح کے مقدّس بندھن میں بندھ گیا اور پھر صہبا عبّاسی جو کشمالہ کو رُخصت کروانے کیل ئے بضد تھیں اور آخرکار ساحرہ کو منانے میں کامیاب ہوگ ئی یں۔۔۔۔

کشمالہ کے برائی یڈل ڈریس سے لیکر ہر چیز اُنہوں نے خود محض تین دنوں میں ارینج کروائی تھی۔۔۔۔

جبروت نے ہی لاہور میں عبّاسی فیملی کی غصب شدّہ جائیداد اور کھوئی ہوئی ساکھ ان گزشتہ برسوں میں واپس بحال کروائی تھی اور اب وہ سب کچھ ایاز سنبھال رہا تھا۔۔۔۔

مہندی کی شام جے آر مینشن رنگ و نور کے سیلاب میں نہایا ہوا تھا۔۔۔ڈھولک کی مسلسل تھاپ رُکنے کا نام نہیں لے رہی

تھی۔۔۔۔

عبّاسی اور رئیسانی خاندان اکٹھے خوشی و شادمانی میں ڈوبے ہوئے شغل مستیوں میں گُم تھے۔۔۔۔

اسی اثنا میں ساتھ خوش رنگ گرم ملائم غالیچوں پر براجمان نفاست سے خود کو سجائے اپنی بہنوں سے بڑھ کر نندوں کی مہندی کو اپنے جوش و مسرّت سے چار چاند لگاتیں روحی اور عبیر جو مشعل اور عشال عبّاسی کیساتھ بیٹھی گیت گارہی تھیں کہ روحی کو سجّل اور آبدار کی کافی دیر سے غیر موجودگی کا احساس ہوا۔۔۔۔

"اللہ یہ دونوں شریر خرگوش بھی ناٹکتے نہیں ایک جگہ آرام سے۔۔۔گود سے اُتارا نہیں کہ نظروں سے اوجھل ہونے میں دیر نہیں لگاتے۔۔۔کہیں ادھر اُدھر ہوگئے تو۔۔۔۔میں ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔۔۔۔"

روحی نے پاس بیٹھی عبیر کے کان میں کہا تو وہ بھی کچھ فکرمند سی ہوگئی۔۔۔۔

"ٹھیک ہے دونوں چلتے ہیں پھر۔۔۔۔"عبیر بھی اسکے ساتھ اُٹھنے لگی۔۔۔۔

"آپی۔۔۔کدھر؟" ان سے ذرا فاصلے پر ہی عشال اور پارسا کے برابر میں بیٹھی دُرّے نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا تو روحی نے اُس کے پاس جاکر بتادیا۔۔۔

"ارے آپ دونوں بیٹھیں انجوائے کریں۔۔۔ہم ڈھونڈ کر لاتے ہیں اپنے ننھے منھے خرگوشوں کو۔۔۔"

اور پھر وہ روحی کے لاکھ منمنانے کے باوجود اُٹھ کر دونوں کو ڈھونڈنے کیلئے چلی گئی۔۔۔

"نایاب!"

کوریڈور میں ایہا کیساتھ کھڑی ردا نے اُسے جاتے دیکھ کر آواز لگائی تھی۔۔۔

"آتے ہیں بس۔۔۔۔"جاتے جاتے دُرّے نے جواب دیا۔۔۔

گھر میں ہر طرف دیکھ لینے کے بعد وہ دونوں کے پیچھے باہر نکلی تو یخ بستہ ہوا کے شریر جھونکے نے اسکی شریر لٹوں کو چہرے پر بکھیرا تھا۔۔۔

جھنجھلا کر چہرے سے لمبی گھنگریالی لٹیں ہٹاتیں وہ پورچ میں ہاشم رئیسانی کیساتھ کھڑے آہل رئیسانی کو مبہوت کرگئی تھی۔۔۔۔

وہ جو پچھلے کئی دنوں سے اسکی محض ایک جھلک دیکھنے کیلئے پل پل مر رہا تھا، آج اپنا دل بری طرح ہار گیا تھا۔۔۔

"کہاں کھو گئے ہو برخوردار! طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔۔وہاں کسے دیکھ رہے ہو یوں ٹکٹکی باندھے؟ کوئی بھی تو نہیں ہے اُدھر۔۔۔۔"

ہاشم نے اسکا کھویا ہوا انداز دیکھ کر ہنستے ہوئے پوچھا تو وہ جھرجھری لیکر اُنکی جانب متوجہ ہوا۔۔۔

"نہیں ماموں میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔۔بس وہاں سے ایک بہت خوبصورت مور گزرا شائی د۔۔۔اُسی کو دیکھتا رہ گیا۔۔۔"

وہ کسی طلسم کے زیرِ اثر بولا۔۔۔

"ہاں نا۔۔۔سفید مور ہے یہاں۔۔۔جبروت لیکر آیا تھا۔۔۔ماشاءاللہ اللہ رب العزت کی تخلیق بہت ہی لاجواب ہے۔۔۔وہ موروں کی ایک نایاب اور بیحد خوبصورت نسل سے ہے۔۔۔یہاں بہت خوش رہتا ہے اپنی مرضی سے کہیں بھی آتا جاتا رہتا ہے شائی د یہاں آگیا ہو گا۔۔۔"

ہاشم اپنی ہی دُھن میں بولے۔۔۔۔

"چلیں بھئی آپ اپنی انجمن میں جائیں ہم اپنے یاروں کی محفل کو چلتے ہیں۔۔۔"

ہاشم رئیسانی آہل کا کندھا تھپتپاتے ہوئے بولے اور پھر ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے ہجرے میں چلے گ ئے۔۔۔

آہل بے خود سا قدم اُٹھاتا اُسی سمت کو چل پڑا جہاں ابھی دُرّے گ ئی تھی۔۔۔

"آبی!لُولُو! بچے کہاں ہیں آپ۔۔۔"وہ ساتھ ہی دونوں کو پکار بھی رہی تھی۔۔۔

"چاچی!" مروان نے اچانک کسی جھاڑی سے کود کر دُرّے کو پکارا۔۔۔

"ارے۔۔۔مان تم بھی یہاں ہو۔۔۔؟" دُرّے نے اسے کندھوں سے تھام کر پیار سے کہا۔۔۔

"ہم بھی یہاں ہیں۔۔۔۔"ایک درخت کے پیچھے سے صنان اور ملیحہ نمودار ہوئے تھے۔۔۔۔

"ارے واہ۔۔۔آج کی محفل کے سارے ٹمٹماتے تارے تو یہاں آکر چھپے ہوئے ہیں۔۔۔۔"

دُرّے نے اُن دونوں کے گال تھپتپاکر کہا۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔محفل کے تارے یہاں ہیں تو محفل کا چاند یہاں کیا کررہا ہے؟"

اچانک اپنے پیچھے آہل کی آواز سُن کر وہ جلدی سے اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی مُڑی۔۔۔۔

"آپ یہاں کیسے؟ " دُرّے نے نرمی سے پوچھا۔۔۔

"میں تو ہاشم م ماموں کیساتھ تھا۔۔۔آپ کو اس طرف آتے دیکھا تو

چلا آیا۔۔۔کوئی پریشانی ہے کیا آپ بچوں کیساتھ یہاں اندھیرے میں کیا کررہی ہیں؟"

آہل نے قدرے اچھنبے سے پوچھا۔۔۔

"ہاں چاچی ہم تو یہاں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔۔۔آپ یہاں کیا کررہی تھیں؟ کچھ چاہیے تھا؟"

مروان نے اسکے دوپٹے کا کونہ پکڑ کر کہا۔۔۔۔

اسکے دُرّے کو چاچی کہنے پر آہل نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"ہاں بچے ہمیں اپنے ننھے خرگوش نہیں مل رہے سارا گھر چھان مارا ہے کہیں نہیں ہیں۔۔۔۔"

وہ منہ بسور کر بولی۔۔۔۔

"آپکے خرگوش؟ مگر وہ تو کب کے اپنے بل میں گھسے مزے سے سورہے ہونگے اب تو۔۔۔۔"

صنان معصومیت سے بولا تو دُرّے ہنس پڑی۔۔۔۔

"ارے نہیں ہم آبدار اور سجّل کی بات کر رہے ہیں۔۔۔وہ دونوں ننھے خرگوش کہیں غائب ہیں اور اندر اُنکی امّیاں ہلکان ہو رہی ہیں۔۔۔۔"

صنان کا گال چھوتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔۔۔۔

"ہاں وہ دونوں باہر آئے تھے۔۔۔پھر پارو آنی اُنہیں اندر سُلانے لے گ ئی یں۔۔۔وہ سو رہے ہونگے شائد۔۔۔۔"

ملیحہ کی اطلاع پر دُرّے نے ایک لمبی سانس کھینچ کر چھوڑی تھی۔۔۔

"لیجیے۔۔۔۔ہم اُنہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہے ہیں۔۔۔اور وہ دونوں نواب صاحبان مزے سے سو رہے ہونگے۔۔۔۔اور آپ لوگ بھی چلیں اندر بہت کھیل کود ہو گ ئی ہاں۔۔۔۔ٹھنڈ لگ گ ئی تو بیمار پڑ جاؤ گے۔۔۔۔"

اپنی صبیح پیشانی پر ہولے سے ہاتھ مارتے ہوئے دُرّے نے اُن تینوں سے کہا تو وہ تینوں بھی کھیل کُود سے تھکے ہوئے بخوشی اندر جانے لگے۔۔۔۔

دُرّے جو آہل کو یوں ہی خوار زار چھوڑ کر اُنکے پیچھے اندر جا رہی تھی جب ایک بے چین چھوٹا سا سیاہ دھاری دار سُفید خرگوش منہ میں لمبی گھاس دبائے درد سے بلبلاتا اپنی ٹانگ زور زور سے جھاڑتا ہوا تکلیف سے ادھر اُدھر بھاگتے ہوئے دُرّے کے سامنے آیا۔۔۔

دُرّے نے رُکتے ہوئے پنجوں کے بل بیٹھ کر اُسے نرمی سے اُٹھایا تو وہ درد سے اپنا سر زور زور سے ہلانے لگا۔۔۔۔

"کیا ہوا بچے اتنے پریشان کیوں ہو۔۔۔۔؟" اسکا سر نرمی سے سہلاتے ہوئے وہ بولی۔۔۔۔

"شائد اسکی ٹانگ میں درد ہورہا ہے۔۔۔"آہل نے خرگوش کی ٹانگ کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

دُرّے نے اسکی ٹانگ نرمی سے پکڑ کر دیکھی تو اس میں لوہے کی ایک لمبی سی کیل گھسی تھی۔۔۔۔

"اللہ تم نے پھر کبوتروں کے پنجرے کیساتھ شرارت کی ہے کوئی۔۔۔ٹانگ میں کیل گھسادی۔۔۔۔"

دُرّے پریشانی سے بولی۔۔۔

اسنے کیل نکالنے کی کوشش کی مگر خرگوش تکلیف سے بلبلاتا ہوا اسے کیل نکالنے ہی نہیں دے رہا تھا۔۔۔

"آہل! مدد کردیں پلیز۔۔۔"دُرّے نے آہل سے کہا تو وہ دھڑکتے دل کیساتھ آکر اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا۔۔۔

دُرّے نے خرگوش اسکے ہاتھوں میں دیا تاکہ وہ اسکا دھیان بٹانے کی کوشش کرے جبکہ وہ کیل نکالنے کی کوشش کرنے لگی جو خاصا

گہرائی میں چلا گیا تھا۔۔۔۔

دُرّے نے مہارت سے وہ کیل اُسکی ٹانگ سے نکالی تو اسکی ٹانگ سے خون نکلنے لگا۔۔۔۔

"اوہ نو! بینڈیج کرنا پڑے گا۔۔۔۔"نچلا لب دانتوں تلے دباکر وہ بولی۔۔۔

"ٹھہریں ہم پٹی لیکر آتے ہیں۔۔۔۔"وہ اُٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

"نن نہیں میرے پاس رومال ہے۔۔۔۔آپ اس سے باندھ لیں۔۔۔"

آہل نے جھٹ اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک خوبصورت نفیس سا رومال نکال کر دُرّے کے سامنے کیا۔۔۔

"نہیں نہیں یہ آپ کا ہے۔۔۔۔خراب ہوجائے گا ہم پٹی لیکر آتے ہیں۔۔۔۔"

وہ تیزی سے بول کر جانے لگی تھی۔۔۔

"دُرِّنایاب۔۔۔۔۔پلیز منع مت کریں۔۔۔اسی سے بینڈیج کردیں۔۔۔۔"

وہ مُصر ہوا تو دُرّے نے کچھ جھجھک کر وہ خوبصورت نیوی بلیو کلر کا رومال اسکے ہاتھ سے لیکر اسکے ہاتھوں میں بے چین سے خرگوش کی زخمی ٹانگ کو باندھنے لگی۔۔۔۔۔

"ہم معافی چاہتے ہیں ہمارے یہ خرگوش بہت ہی شریر ہیں۔۔۔۔آپکا اتنا پیارا رومال برباد کردیا۔۔۔۔لیکن ہمارے پاس ہے ایک۔۔۔۔ہم نے لندن میں سٹالرز خریدے تھے۔۔۔۔ہم آپکو وہ دے دیں گے۔۔۔۔"

ساتھ میں وہ بولتی جارہی تھی اور آہل مسکراتے ہوئے اسکا میٹھا لہجہ سُن رہا تھا۔۔۔۔

پٹی ہوتے ہی خرگوش آہل کے ہاتھوں سے کُود کر اُچھلتا ہوا اپنے ماں باپ کے پاس بِل میں جا گُھسا تو دُرّے اسکی پھرتی پر ہنس دی۔۔۔۔

"تھینک یو سو مچ آہل۔۔۔۔اب ہم چلتے ہیں مومی پریشان ہوجائیں گی۔۔۔۔"

وہ ملائی مت سے کہتی وہاں سے جانے لگی۔۔۔

"دُرِّنایاب عدن۔۔۔۔۔۔۔"آہل کے پکارنے پر وہ رُک کر پیچھے کی جانب پلٹی۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"نرمی سے جواب دیا گیا۔۔۔۔

آہل بہت ہمت کرکے لرزتے وجود کیساتھ قدم قدم چلتا ہوا اسکے پاس آیا تو اسکی بے خود میں بیحد قریب آجانے پر وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ کر سنجیدگی سے اُسے دیکھنے لگی۔۔۔۔

"میں آپکے سامنے ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"خشک گلا تر کرکے وہ بدقت بولا۔۔۔۔

"بولیں ہم سُن رہے ہیں۔۔۔۔۔"لہجہ سنجیدہ تھا۔۔۔۔

"دیکھیں مجھے غلط مت سمجھیے گا۔۔۔۔یہ سب میرے بس میں نہیں تھا۔۔۔۔میرا خود پر اختیار ہی نہیں رہا۔۔۔۔"

بولتے ہوئے اسکے ہاتھ لرز رہے تھے۔۔۔۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کھل کر بتائیں۔۔۔۔۔"اب کی بار دُرّے کا انداز بے لچک سا تھا۔۔۔۔۔

"میں آپ سے بہت مم۔۔۔۔۔"بولتے ہوئے وہ اُس سے بس دو تین قدم کے فاصلے پر تھا۔۔۔۔۔

"آہل! یہ کیا ہورہا ہے یہاں؟" اسی سمے گیتی آرا٦١ کی سخت آواز اُن دونوں کے کانوں میں پڑی تھی۔۔۔۔۔

آہل نے چونک کر دُرّے کے عقب میں کھڑی اپنی ماں کو دیکھا تو وہ تیز تیز قدم اُٹھاتی ان کے پاس آئی تھی۔۔۔۔

"اس اندھیرے اور تنہائی میں یہاں اس لڑکی کیساتھ تمہاری

موجودگی اور وہ بھی اتنی قربت کا سبب جان سکتی ہوں آہل؟"

دُرّے پر ایک کاٹ دار نظر ڈال کر گیتی نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔۔۔

"ممی یہ آپ کیسے بات کررہی ہیں؟" آہل نے شکایتی انداز میں ماں سے کہا تو گیتی آرا٦١ نے ایک تُند نظر بیٹے پر ڈالی۔۔۔۔

"آنی ہم۔۔۔۔۔" دُرّے جواب دینے لگی تھی کہ گیتی نے اُسے آنکھیں دکھائیں۔۔۔۔

"چُپ رہو تم۔۔۔۔تم سے نہیں پوچھا ہے میں نے۔۔۔۔۔"گیتی نے اُسے جھڑکتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہم یہاں سجّل اور آبدار کو ڈھونڈنے آئے تھے۔۔۔پتہ چلا کہ اُنہیں پارسا پہلے ہی یہاں سے لے جاکر سُلانے لے گ ئی ہے تو ہم جا ہی رہے تھے کہ ایک ننھے خرگوش کو اپنی زخمی ٹانگ کی وجہ سے پریشان دیکھا اور صرف اسکی ٹانگ کی بینڈیج کرنے میں انہوں نے ہماری مدد کی بس اتنی سی بات ہے اور کچھ نہیں۔۔۔۔"

دُرّے نے تحمل سے اپنی بات مکمل کی۔۔۔۔

"ہنہہ اچھی کہانی گھڑ لیتی ہو۔۔۔بلکل ایسے ہی آہل کے بابا کو قتل کرکے انکی لاش کے لاپتہ ہوکر خود کو اس گناہ سے بری الذمہ قرار دینے کا ڈھونگ رچایا تھا نا تم لوگوں نے۔۔۔۔میرے معصوم بھتیجے پر تہمت لگوا کر خود کو اسکے گلے کا طوق بنانے کے بعد اب آہل کے کردار کو داغدار کرنے کا ارادہ ہے؟"

گیتی آرا٦١ کے زہریلے الفاظ تیر بن کر اسکے دل میں پیوست ہوئے تھے۔۔۔۔

کیا یاد دلا گ ئی تھیں آخر۔۔۔۔۔ محض گیارہ سال کی عمر میں

افراسیاب نے اپنا گناہ چھپانے کی خاطر اس پر جبروت کیساتھ تعلقات ہونے کی تہمت لگاتے ہوئے دُرّے کے دادا جان مودود خان یوسفزئی کو جھوٹے اور فریبی ثبوت تک فراہم کر دیے تھے اور اپنے لاڈلے بیٹے مہابت خان اور بہو مہرالنسا٦ خان کے سفاکانہ قتل کی خبر کیساتھ یہ تہمت دُرّے کی دادی بدرِ جمال پر ایسا کار گر وار کر گ ئی کہ وہ جانبر ہی نا ہو سکیں۔۔۔۔۔

"ممی بس کریں پلیز۔۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔یہ تو یہاں بچوں کیساتھ تھیں میں انکے پیچھے آیا تھا۔۔۔۔۔آپ کب تک ایک ناکردہ گناہ کی سزا انہیں یوں ٹارچر کرکے دیں گی۔۔۔۔آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ دُرِّنایاب بے گناہ ہیں۔۔۔۔۔"

آہل نے اب کی بار احتجاجاً سخت لہجہ اپنایا۔۔۔۔۔

"خبردار جو اسکی حمایت میں ایک لفظ بھی کہا تو۔۔۔۔۔جبروت اپنی نیک دلی کے سبب ترس کھاکر اسکے اس زہریلے حُسن سے فریب کھاسکتا ہے مگر میں تمہیں اس دلدل میں گرنے نہیں دونگی۔۔۔۔اور تم لڑکی۔۔۔۔۔میرے بیٹے سے دور رہنا۔۔۔۔۔دوبارہ میں نے تمہیں اسکے ذرا سا بھی آس پاس منڈلاتے دیکھا نا تو اسی باغ میں تمہارا یہ حُسن منوں مٹی تلے خاک ہوجائے گا۔۔۔۔۔"

اُنگلی اُٹھاکر دُرّے کو وارن کرتی گیتی آہل کا ہاتھ پکڑ کر جیسے ہی مڑی تو سامنے جبروت کو دیکھ کر پل بھر کو تو انکے اوسان خطا ہوگ ئے تھے۔۔۔۔۔

جبروت نے آگے بڑھتے ہوئے آہل کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اسکے عقب میں موجود پیڑ کے تنے پر پٹخا۔۔۔۔۔

"آہل۔۔۔۔"گیتی نے فوراً آگے بڑھنا چاہا جب جبروت کی آنکھوں کی سُرخی نے اُنہیں روک دیا۔۔۔۔

"آنی کا درجہ میرے لئے میری ماں کے برابر ہے۔۔۔۔انکی تلخ زہر آلود الفاظ کا جواب ایک دن میں اپنے انداز میں ضرور دونگا لیکن تم۔۔۔۔آئندہ تم نے اپنی سوچ اور خواب و خیال میں بھی میری رابیل کے قریب ہونے کی کوشش کی تو ساری دنیا کے سامنے نشانِ عبرت بنا کر نذرِ آتش کردونگا۔۔۔۔آیا سمجھ میں؟"

جبروت اپنے ازحد میٹھے لب و لہجے کے برخلاف اس قدر شدّت سے دھاڑا تھا کہ ایک لمحے کو دُرّے کا دل بھی لرزا تھا۔۔۔۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے اب۔۔۔۔اور آج کے بعد تم گھر کے اندر قدم بھی مت رکھنا۔۔۔صرف کل کا دن باقی ہے اور اسکے بعد تم مجھے یہاں نظر آئے تو پہچاننے لائق نہیں رہوگے۔۔۔۔"

جبروت نے اسے کالر سے پکڑ کر جھٹکادیتے ہوئے کہا تو وہ اپنا لڑکھڑاتا وجود سنبھالتے ہوئے تیزی سے وہاں سے گیا تھا۔۔۔

"جاہ یہ تم کس طرح بات۔۔۔۔"گیتی آرا٦١ نے شاکڈ سے انداز میں کہنا چاہا تھا۔۔۔

"بس آنی۔۔۔۔رابیل کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں برداشت کرونگا۔۔۔۔بہت ہو گیا یہ تماشا۔۔۔۔آج کے بعد کسی نے بھی اسکی دل آزاری کی یا اُسے تکلیف پہنچانے کا سوچا بھی تو میں مزید لحاظ نہیں کرونگا۔۔۔۔۔"

جبروت سخت لہجے میں بولا تو گیتی آرا٦١ ایک سَتی ہوئی نظر اُس پر ڈال کر دُرّے کو کاٹ دار نظروں سے دیکھتی وہاں سے چلی گ ئی یں۔۔۔۔۔

اُنکے جانے کے بعد جبروت دُرّے کی طرف مڑا اور اُسے زور سے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔۔۔

"کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ تمہاری یہ مٹھاس اور خوش طبعی ہر کسی کی میراث نہیں ہے۔۔۔۔یہاں اس فانی فریبی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں مرض چھپے ہوئے ہیں۔۔۔وہ مرض کبھی ختم نہیں ہوتے بلکہ ناسور کی طرح پھیل کر بندے کی پاکیزگی کو نگل جاتے ہیں۔۔۔۔ایک غیر انسان کیل ئے کسی خاتون کی بے مروتی ہی دراصل اسکے ل ئے بہترین برتاؤ ہے۔۔۔"

وہ اسکے مضمحل چہرے پر نظریں گاڑھے ہوئے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔۔۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔"اب کی بار جبروت کی گرفت قدرے ڈھیلی پڑی تھی۔۔۔

دُرّے نے مُرجھائی سی نظریں اُٹھاکر اُسے دیکھا۔۔۔۔

"اونہوں۔۔۔مجھے ان نڈر آنکھوں کی مخالف کے وجود سے آرپار ہوکر للکارنے کی عادت ہے۔۔۔۔۔انہیں یوں کسی بھی آئے گ ئے کی بے جا باتوں پر نم ہوکر مُرجھانا تو نہیں سکھایا ہے

میں نے۔۔۔۔یہ آنکھیں عشق ہیں۔۔۔۔بے خودی ہیں۔۔۔۔دیوانگی ہیں۔۔۔۔سرمایہ حیات ہیں میری۔۔۔۔کوئی انہیں رُلانے آئے گا تو اُسے پہلے مجھ سے جنگ کرنی پڑے گی۔۔۔۔اور اپنی کسی بھی جنگ میں شکست کھانا میں سیکھا ہی نہیں۔۔۔۔"

جبروت اسکی آنکھوں میں گہرائی تک جھانکتا ہوا بولا تھا۔۔۔۔

شائد پہلی دفعہ تھا کہ وہ ایسی جرّات کر بیٹھا تھا ورنہ تو ادھر یہ آنکھیں اُس پر اُٹھیں اور اُدھر وہ منجمد سا ہوجاتا تھا۔۔۔

"شیرو! ہم کیا کرتے۔۔۔آپکے یہ ننھے خرگوش بہت شرارتی ہیں۔۔۔پرندوں کے پنجرے کی جان نہیں چھوڑتے کہیں سے نوکیلا کیل گھسادیا ٹانگ میں اور پھر تکلیف سے دوہرا ہورہا تھا۔۔۔۔کیل

تک نکالنے نہیں دی۔۔۔آہل بس اُسکو پکڑے ہوئے تھے تاکہ ہم آرام سے کیل نکال دیں۔۔۔۔ انکا نفیس سا خوبصورت رومال بھی خراب ہوگیا زخم کی پٹی کے چکر میں۔۔۔وہ تو واپس نہیں کرسکتے مگر ہمارے پاس کچھ سٹالرز ہیں جو ہم نے لندن میں خریدے تھے آپکے لئے،بابا اور باہی کیلئے۔۔۔۔ہم اُن میں سے ایک دے دیں گے۔۔۔گیتی آنی کہاں کا غصّہ کہاں نکال گئیں۔۔۔۔آپ نے بھی تو اتنی بری طرح سے ڈانٹا۔۔۔وہ کتنے ہرٹ ہوئے ہونگے جبکہ غلطی اُنکی بھی نہیں تھی۔۔۔۔"

وہ منہ بسورے بول رہی تھی اور وہ اسکی سادگی پر بس خاموشی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

"تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر مگر آہل کی طرفداری نہیں کروگی تم۔۔۔۔پہلے اسکے دادا نے کھلی چھوٹ دیکر بگاڑ دیا ہے اب تم بھی مزید اسکو ڈھیل دلوا کر سر پہ چڑھادو۔۔۔۔بس اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں اور ہاں۔۔۔۔کوئی سٹالر نہیں دینا تم نے میں خود اُسے ن مئے سٹالرز لے دونگا کل۔۔۔۔۔"

وہ بغیر کسی رعایت کے بولا تو دُرّے کا منہ بن گیا۔۔۔۔

"آپ اور آپکی بہنا۔۔۔۔بس پھڈے کرالو ہمارے سب سے۔۔۔۔جارہے ہیں ہم۔۔۔اس ہڑبونگ کے چکر میں کتنا سارا ہلّا گلّا مِس کردیا۔۔۔۔"

وہ ناک سکوڑ کر بولتی اپنے بازو چھڑا کر وہاں سے چلی گ ئی جبکہ پیچھے وہ قدرے تنے ہوئے تاثرات لیے کھڑا رہا۔۔۔۔

پھر اپنا فون نکال کر کسی سے سنجیدگی سے کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ جا ہی رہا تھا جب گھاس پر پڑی ایک خوبصورت سی پازیب اسکے جوتے کے نیچے آئی۔۔۔

اسنے پازیب اُٹھا کر ہاتھوں میں لی تو ایک دم سے لبوں پر دل آویز مسکراہٹ بکھری۔۔۔۔

اسے یاد آیا کہ یہ پازیب تو پارسا نے دُرّے کو پہنائی تھی۔۔۔

پازیب اپنی جیکٹ کی جیب میں ڈالتا ہوا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اذرنگ کے پاس جانے لگا۔۔۔۔

خوشیوں کے سنگ مہندی کی شام بیت جانے کے بعد اگلی صبح نہایت روشن اور پُرنور تھی۔۔۔۔

چونکہ نکاح پہلے ہی ہوچکے تھے صرف رُخصتی باقی تھی لہذا اسی دن ولیمہ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا اور رات کو بارات نے دونوں دُلہنوں کو انکے پیا دیس لیکر جانا تھا۔۔۔۔

سارا دن وہ دھمال مچا کہ لوگ عش عش کر اُٹھے اور آخر وہ گھڑی قریب آن پہنچی کہ جب رئیسانی خاندان کی دو شہزادیوں کو وداع ہوکر جانا تھا۔۔۔۔

دُرّے پارسا اور ردا کیساتھ کشمالہ اور نورین کیساتھ آخری لمحات بِتا رہی تھی جب سامنے عشال اور مشعل کو کچھ پریشانی میں پھرتے ہوئے زارا سے کچھ بات کرتے دیکھا۔۔۔۔

زارا نے انکی بات غور سے سُنی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے نظر ادھر اُدھر گھما کر سیج پر کشمالہ کے پاس بیٹھی دُرّے کو پاس بُلایا تو وہ اُٹھ کر اپنی لمبی میکسی سنبھالتی ہوئی ان کے پاس آئی۔۔۔۔

"نایاب! بچے صنان اور ملیحہ کہیں نہیں مل رہے۔۔۔رُخصتی کا وقت بھی قریب آرہا ہے۔۔۔تم نے دیکھا ہے کہیں انہیں؟"

زارا نے نرمی سے کہا۔۔۔

"جی مومی! ہم جانتے ہیں وہ دونوں کہاں ہیں۔۔۔دراصل وہ دونوں

ناموس سے مل کر جانا چاہتے تھے اسلیے مانی ہم سے پوچھ کر اُنہیں وہاں لیکر گیا ہے۔۔۔آپ پریشان نا ہوں ہم ابھی لیکر آتے ہیں اُنہیں۔۔۔۔"

دُرّے رسان سے کہتی ہوئی مسکرا کر صنان اور ملیحہ کو لینے چلی گئی۔۔۔۔

اس وقت پورچ میں فون پر کسی سے باتیں کرتے بیحد سنجیدہ تاثرات کیساتھ کھڑے جبروت کی نظر لان سے گزرتی دُرّے پر پڑی تو دور کہیں دل میں کسی خیال نے اُسے پریشان کیا تھا۔۔۔

"بھائی! اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے آجائیں تو بہتر ہو گا۔۔۔معاملہ ہاتھ سے باہر ہو گیا ہے۔۔۔۔حالات بگڑنے کا خدشہ ہے۔۔۔"

فون پر دوسری جانب گلزار کی تشویش سے بھری آواز اُبھری تھی۔۔۔۔

"ہاں میں بس پہنچ رہا ہوں ابھی تم سب وہیں رہنا۔۔۔۔کوئی تمہاری نظروں سے بچ کر نا جاپائے۔۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے فون کاٹ کر تیزی سے گھر کے اندر چلا گیا حالانکہ اس وقت اندر خواتین کا جھمگٹا تھا اور وہ صبح سے اندر نہیں گیا تھا۔۔۔

لاؤنج میں زارا کیساتھ کھڑے اُن سے بات کرتے جبروت کی وہ قیامت خیز وجاہت کئی نوخیز دلوں پر غضب ڈھاگئی تھی۔۔۔

"بچے! اپنے بابا کو بتادیا ہے نا؟ باہی کہاں ہے اُسے معلوم ہے؟"

زارا فکرمندی سے پوچھ رہی تھیں۔۔۔

"جی مومی اُن دونوں کو معلوم ہے اور میرے آنے تک وہ سب سنبھال لیں گے۔۔۔میں جلد آنے کی کوشش کرونگا۔۔۔اذرنگ اور صلاح بھائی بھی یہی ہیں۔۔۔آپ پریشان نا ہوں بس دعا کریں۔۔۔"

وہ زارا کے ہاتھ تھامے بول رہا تھا۔۔۔

پھر وہ بچتا بچاتا نورین اور کشمالہ کے پاس گیا،اُن سے کچھ دیر باتیں کرتا رہا اور پھر ردا کو اشارے سے پاس بُلاتے ہوئے وہاں سے سائیڈ پر چلا گیا۔۔۔

"کیا ہوا ادا جان! آپ اور یہاں مستورات کے انجمن میں۔۔۔؟سورج آج مشرق سے ہی طلوع ہوا تھا نا؟"

ردا شوخی سے بولی۔۔۔۔

"ہیر! بچے میری ایک بات غور سے سُننا بلکہ گانٹھ میں باندھ کر ہمہ وقت دھیان میں رکھنا۔۔۔میرا اس وقت ایک بہت ضروری کام سے جانا لازمی ہوگیا ہے۔۔۔میں جلد آنے کی کوشش کرونگا بس تب تک تم رابیل کا خیال رکھنا۔۔۔اُسے نظروں سے اوجھل مت ہونے دینا۔۔۔۔"

وہ اسکی شوخی پر ہولے سے مسکرا کر پھر سنجیدگی سے بولا اور کندھے پر اپنی شال دُرست کرتا فوراً باہر نکل کر پورچ سے گزرتا گیراج میں کھڑی اپنی سیاہ بلٹ پروف لینڈ کروزر میں براجمان ہوکر گیٹ کھلنے پر گاڑی نکال کر زن سے دوڑا لے گیا۔۔۔۔

ردا اسکی بات کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر آئی تو دُرّے کو پارسا کیساتھ مستیاں کرتے دیکھ کر مطمئن ہوگئی۔۔۔۔

کچھ وقت بعد رُخصتی کی گھڑی آن پہنچی تو ماحول سوگوار ہوگیا۔۔۔کچھ آنکھوں میں ملن کی خوشی کے دیے ٹمٹمارہے تھے تو کچھ آنکھیں جدائی کے غم میں نمناک تھیں۔۔۔

اپنے بابل پر آخری نظر ڈال کر اپنوں کی دُعائیں لیتی دو خوبصورت اپسرائیں اپنے لئے سجی گاڑیوں میں براجمان ہوگئیں تو آگے

پیچھے کئی گاڑیاں بالترتیب جے آر مینشن سے نکل کر اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہوگئی تو پیچھے روشنیوں میں نہایا گھر اپنے چراغاں کے باوجود سُونا اور خاموش سا ہوگیا۔۔۔

پارسا اور ردا کیساتھ پورچ میں کھڑی دُرّے جو اُداسی سے گاڑیوں کو جاتے دیکھ رہی تھیں جب یونہی اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا تو اپنا محبوب ترین کُن فیکون کا پینڈینٹ غائب پا کر وہ قدرے حواس باختہ سی ہوگئی۔۔۔

اِدھر اُدھر زمین پر اپنے لاکٹ کو تلاش کرتے ہوئے وہ بے چینی کی انتہا پر تھی۔۔۔۔

"دُر کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" پارسا نے اسکی پریشانی بھانپتے ہوئے اسکے پاس آکر پوچھا۔۔۔۔

"پارو ہمارا پینڈینٹ کھو گیا ہے۔۔۔۔"وہ ازحد پریشانی سے بول رہی تھی۔۔۔

"تم پریشان مت ہو ہم ڈھونڈتے ہیں تمہارے ساتھ۔۔۔۔"پارسا نے اسکے گال کو نرمی سے چھو کر کہا اور ساتھ ہی وہ اِدھر اُدھر زمین پر نظر دوڑانے لگی۔۔۔

دُرّے دوڑ کر اندر چلی گئی،جگہ جگہ لاکٹ ڈھونڈا، سب سے پوچھا مگر بے سودھ رہا۔۔۔

وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک کر اب اپنے ماتھے پر پریشانی سے ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔۔۔

"کہا جاسکتا ہے بھلا؟" وہ بے بسی سے بھڑبڑائی۔۔۔

"نایاب! تم صنان اور ملیحہ کو لینے گ ئی تھی نا بیک یارڈ کی طرف۔۔۔وہاں دیکھا؟"

ردا کو اچانک خیال آیا تھا۔۔۔

"آں ہاں نہیں وہاں تو نہیں دیکھا۔۔۔ہم دیکھ کر آتے ہیں۔۔۔"

وہ جلدی سے بول کر جانے لگی۔۔۔

"رُکو ہم ساتھ چلتے ہیں۔۔۔۔"پارسا اور ردا نے کہا۔۔

"نہیں تم آرام سے بیٹھو دونوں۔۔۔پہلے ہی کافی لاپروائی برت کر بے آرام ہوئی ہو۔۔۔ہم بس ابھی آتے ہیں نا۔۔۔"

وہ جاتے جاتے دونوں کو تنبیہ کر گ ئی۔۔۔۔

لان میں آکر ڈھونڈنے کے بعد وہ بیک یارڈ کے باغ میں چلی آئی۔۔۔

وہاں بھی کافی تلاش کے بعد کچھ نہیں ملا تو وہاں سے جاکر اصطبل پہنچ گ ئی۔۔۔۔

سوئچ بورڈ کے سارے بٹن آن کرکے اصطبل کو روشن کرتے ہوئے وہ بے صبری سے اپنا پینڈینٹ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ساتھ ہی اپنے کیبن میں کھڑے ناموس سے بھی باتیں کیے جارہی تھی۔۔۔

"بڈی! ہمارا پینڈینٹ کہیں کھو گیا ہے۔۔۔تم نے دیکھا ہے کہیں۔۔۔وہ ہمارے ل ئے بہت خاص ہے۔۔۔ سمجھو جیسے جن کی جان طوطے میں قید ہوتی ہے ہماری جان اُس پینڈینٹ میں بستی ہے۔۔۔شیر شاہ نے ہمیں پہلی بار ہمارے ختمِ قرآن پاک کے موقعے پر تحفہ دیا تھا۔۔۔اُس دن ہماری پہلی روزہ کُشائی بھی تھی۔۔۔۔۔۔اُس پینڈینٹ میں تو ہمارے مانسہرہ کا احساس چھپا ہے۔۔۔"

اس لمحے کوئی ہیولہ سا اسکے پیچھے سے گزرا تو ناموس اپنی تیز حِس سے کچھ خدشہ محسوس کرکے زور سے ہنہنایا تھا۔۔۔۔

"تمہیں بھی محسوس ہوا نا؟ وہ پینڈینٹ ہمارے لئے بہت خاص ہے۔۔۔وہ پینڈینٹ شیر شاہ نے ہمیں خود پہنایا تھا۔۔۔۔اب وہ

کھویا ہے تو ہماری جان گلے میں اٹکی ہوئی ہے۔۔۔اللہ اللہ مل بھی جاؤ اب خدا کے واسطے۔۔۔۔"

وہ اپنی دُھن میں ناموس کا اشارہ سمجھ نہیں پائی اور اس سے بات کرتے ہوئے آخر میں جھنجھلا گئی۔۔۔۔

"اس پینڈینٹ کی بات کررہی ہیں آپ؟" اچانک اپنے عقب سے آتی مانوس آواز سُن کر وہ مڑنے ہی والی تھی جب ایک نہایت تیز بُو والی بیہوشی کے سپرے سے مکمل بھیگا کپڑا کسی نے پیچھے سے اسکے منہ پر مضبوطی سے جماکر اسے سختی سے دبوچا۔۔۔۔

وہ کوئی عام لڑکی ہوتی تو تھوڑی سی مزاحمت کے بعد اسکے قابو میں آجاتی مگر وہ دُرِّنایاب عدن تھی جو مارشل آرٹس کی ماہر تھی۔۔۔۔

اُسنے پوری قوّت سے اپنی کہنی پیچھے حملہ آور کی پھسلیوں میں دے ماری جبکہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے اوپر کرکے مخالف کا سر اپنی اُنگلیوں میں دبوچ کر زور سے پیچھے کھردری دیوار پر دے مارا مگر وہ اپنی ہر چوٹ کی پرواہ کیے بنا آخر بڑی دقّتوں سے اس بپھری شیرنی کو بیہوش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔۔۔۔

ناموس اس بھگدڑ پر زور زور سے ہنہناتے ہوئے اپنی رسّی تڑانے کی کوشش کررہا تھا۔۔۔۔

نقاب پوش شخص بے سُدھ دُرّے کو گود میں اُٹھاکر اصطبل کی پچھلی جانب جاکر لوہے کی گیٹ کے پاس آیا جو زیرِ استعمال نا ہونے کی وجہ سے بند ہی رہتا تھا۔۔۔۔

یہاں سے نکل کر ایک پتلی سی سڑک آگے جاکر دو راستوں میں بٹ جاتی تھی۔۔۔ایک بل دار راستہ مارگلہ کی پہاڑیوں کی طرف جاتا

تھا جبکہ ایک راستہ قدرے عمودی ڈھلوان کی صورت اختیار کرتا،گھنے اونچے پیڑوں سے گزرتا نیچے سر سبز غیر آباد وادی کی طرف گیا تھا جو آگے جاکر پیر سوہاوہ گاؤں کی طرف گیا تھا۔۔۔۔۔

ڈھلوان کے دامن میں ایک سیاہ فراڈو اندھیرے میں کھڑی تھی۔۔۔۔

گیٹ پر موجود بڑا سا قفل توڑ کر کچی ،خزاں رسیدہ پتوں سے بھری فرش پر پھینک دروازہ دھکیلتے ہوئے وہ باہر نکلنے ہی لگا تھا جب اپنے پیچھے ایک نسوانی چیخ سُن کر چند لمحے کیلئے رُکا تھا مگر پھر لب بھینچ کر نقاب سے جھلکتی آنکھیں تکلیف سے میچ کر بیہوش دُرّے کو بازوؤں میں اُٹھائے باہر نکل گیا۔۔۔۔

ردا جو دُرّے کے کافی دیر کردینے پر پریشانی سے اُسکے پیچھے یہاں تک آئی تھی۔۔۔۔جب کسی اجنبی نقاب پوش کے بازوؤں میں اُسے جھولتے دیکھ کر اُس نے ایک چیخ ماری تھی۔۔۔۔۔

وہ بمشکل اسکے پیچھے دوڑتی ،ہانپتی ہوئی اصطبل کے احاطے کی طرف جاتی چند سیڑھیوں پر چڑھ رہی تھی جب اسکا پیر بری طرح رپٹا اور وہ سیڑھیوں سے نیچے لُڑھک کر گر گ ئی۔۔۔۔

اسے لگا اسکے وجود کا پور پور ایک دوسرے سے الگ ہورہا ہو۔۔۔شدید تکلیف کے باعث اسکی آواز بھی سینے میں دبتی سانسوں کیساتھ دھیمی ہوکر سرگوشی میں بدل گ‌ئی۔۔۔۔

اسکے گرتے ہی ناموس اپنی رسّی تڑا کر نقاب پوش کے پیچھے بھاگا تھا مگر وہ چند لمحوں کی دوری سے ہی ناموس کے غصّے سے بچ کر دُرّے کو فراڈو کی پچھلی نشست میں لٹا کر خود ڈرائی‌یونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے جیپ کو بھگا کر لے جاچکا تھا۔۔۔۔

ناموس نے اُس وقت اندھیری سُنسان سڑک پر گاڑی کا اپنی تیز

رفتاری سے پیچھا کیا مگر وہ کافی ریش ڈرائی‌یو کرتا گاڑی کو دوڑا رہا تھا۔۔۔۔

"پارو! نایاب کہاں ہیں وہ نظر نہیں آرہی۔۔۔"ضبور جو رُخصتی کے بعد گھر میں آیا تو سب لوگوں میں دُرّے کو غیر موجود پاکر اُسے ڈھونڈتا ڈھونڈتا پارسا کے پاس آیا جو صوفے پر دوزانوں بیٹھی اپنے سُوجھے ہوئے پیروں کا مساج کررہی تھی۔۔۔۔

"ہاں وہ دُر اپنا پینڈینٹ ڈھونڈنے گ‌ئی تھی بیک یارڈ میں۔۔۔اُسنے دیر کردی تو ہیر بھی اسکے پیچھے چلی گ‌ئی۔۔۔کافی دیر ہوگ‌ئی وہ دونوں ہی واپس نہیں آئی ہیں۔۔۔۔"

پارسا نے اپنا پیر دباتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"میں دیکھ کر آتا ہوں۔۔۔۔"ضبور کندھے اُچکاتا لاؤنج سے گزرتا کچن کے بیک ڈور کے راستے باہر نکل کر چھوٹے باغیچے میں آیا جہاں زارا اپنے شوق کے تحت ضرورت کی چھوٹی موٹی سبزیاں اُگایا کرتی تھیں۔۔۔۔

وہاں سے گزرتا ہوا وہ لان عبور کر باغ کے آخر میں لگی لکڑی کے چھوٹے سے دروازے کی کھواڑ کھول کر اصطبل کی جانب آیا۔۔۔

وہ جیسے ہی سیڑھیوں کی طرف آیا تو کچی خاک آلود فرش پر لمبے لمبے سانس لیتی مدھم آواز سے پکارنے کی کوشش کرتی ردا کو دیکھ کر وہ اک پل کو لرز کر رہ گیا اور اگلے ہی لمحے وہ اسکی طرف دوڑا۔۔۔۔

"ہیر! گڑیا کیا ہوا ؟ تم یہاں کیسے؟ تم ٹھیک ہو نا؟ بتاؤ کیسے ہوا یہ؟ "

اسکا سر گود میں رکھے وہ اسکے بیہوش ہوتے چہرے کو تھپتپاتا ہوا حواس باختگی سے بول رہا تھا۔۔۔۔

"بب۔۔۔۔با۔۔با۔۔۔۔ہی۔۔۔۔وو۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔نن۔۔۔نا۔۔۔۔یاب۔۔۔۔"وہ ٹوٹتے لفظوں کیساتھ بھاری ہاتھ بمشکل اُٹھاکر گیٹ کی طرف اشارہ کرکے بولی۔۔۔۔

"ہاں ہاں میں سُن رہا ہوں چندا بولو نا کچھ۔۔۔۔نایاب کہاں ہے؟ کس نے کیا ہے یہ؟"

اسکے ریت جیسے پھسلتے وجود کو بانہوں میں سمیٹے وہ سراسیمگی سے بولا مگر وہ مزید اپنے حواس برقرار نا رکھ سکی اور اسکے بازوؤں میں جھول گ‌ئی۔۔۔۔

"ہیر! نہیں پلیز آنکھیں کھولو۔۔۔۔"وہ چیخ کر بولا اور پھر اُسے گود میں اُٹھاتے ہوئے دوڑ کر اندر جانے لگا۔۔۔۔

جونہی وہ ردا کو لیکر اندر پہنچا تو اندر بھی بھگدڑ سی مچ گ‌ئی۔۔۔۔

زارا کے ہاتھ پیر پھولنے لگے تو روحی نے اُسے سنبھالا جبکہ اذرنگ نے فوراً آگے بڑھ کر ردا کی نبض ٹٹولی تو وہ بے ترتیب تھی۔۔۔۔۔

"باہی! اسے ہاسپٹل لیکر جانا ہو گا۔۔۔۔۔فوراً" اذرنگ کی بات سُنتے ہی وہ ردا کو بازوؤں میں اُٹھائے فوراً باہر کی طرف بھاگا تو ایہا رئیسانی بھی اپنا دل تھامے اسکے پیچھے بھاگی تھی۔۔۔۔۔۔

پچھلی نشست پر ردا کا سر انکی گود میں رکھ کر لٹاتے ہوئے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا جبکہ اذرنگ اسکے برابر والی سیٹ پر بیٹھا اور چوکیدار کے گیٹ کھولنے پر تیزی سے گاڑی باہر نکال کر ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔

ساحرہ صدمے کی سی کیفیت میں لیونگ روم میں بیٹھی تھی جبکہ فارینہ بانو اور گیتی آرا٦١ انکے پاس بیٹھی انہیں تسلّی دے رہی تھیں جبکہ زارا اب چینی سے لاؤنج میں چکر کاٹتے ہوئے جبروت اور حیدر کو فون ملا رہی تھی جو مسلسل بند جا رہے تھے۔۔۔۔۔۔

گھر میں صرف تحریم رئیسانی اس بات سے بے خبر تھیں کیونکہ وہ طبیعت کی ناسازی کے سبب جلدی اپنے روم میں چلی گ ئی تھیں۔۔۔۔

اس افراتفری میں کسی کا دھیان دُرّے کی گمشدگی کی طرف نہیں گیا۔۔۔۔۔

صرف مروان تھا جو بڑوں کی پریشانی سے بے خبر اپنی فیورٹ چاچی کو پورے گھر میں ڈھونڈتا آوازیں دے رہا تھا۔۔۔۔

اوپری منزل پر ایک ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ آنی آنی پکار رہا تھا جب ٹیرس میں کھلنے والی بالکنی میں کھوئی کھوئی سی کھڑی ونیزہ اسکی پکار پر اسکی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔۔۔

"مان! کیا ہوا کسے ڈھونڈ رہے ہو؟" ونیزہ نے نرمی سے آواز دی تو وہ ہانپتا ہوا آکر اسکے پاس آیا۔۔۔۔

"آنی! اگر آپ بُرا نا مانیں تو کچھ پوچھ سکتا ہوں؟" اپنی ہڑبڑی میں بھی اُسے ونیزہ کی دُرّے کیساتھ چپقلش یاد تھی۔۔۔

"ہاں کہو بیٹا میں کیوں برا ماننے لگی؟" وہ اُداس مسکراہٹ سے بولی۔۔۔۔

خبر تو اسے بھی معاملے کی نہیں تھی۔۔۔۔۔

"آنی! میں نے پورے گھر میں نایاب آنی کو ڈھونڈھا، پچھلے بیک یارڈ، سرونٹ کوارٹر ،انیکسی، اوپر نیچے مگر وہ کہیں نہیں ہیں۔۔۔۔"

وہ جس پریشانی سے بولا تھا،اپنی تمام تر ناگواری کے باوجود ونیزہ بھی ٹھٹک گ ئی تھی۔۔۔۔

"یہیں کہیں ہو گی کہاں جائی یگی۔۔۔۔ تھوڑا انتظار کرلو خود ہی آجائی یگی تمہارے پاس۔۔۔۔اسکا بھی تمہارے بغیر دل نہیں لگتا۔۔۔۔"

وہ خلافِ توقع نرم انداز میں کہہ رہی تھی۔۔۔۔

"آنی میں نے اُنہیں ڈھونڈنے میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی وہ کہیں نہیں ہیں نا میری پکار کا جواب دے رہی ہیں۔۔۔۔اوپر سے نیچے سب بہت ٹینسڈ بیٹھے ہیں پتہ نہیں کیا ہوا ہے کوئی کچھ بتا ہی نہیں رہا۔۔۔۔"

مروان کی بات پر اب وہ بھی ٹھیک ٹھاک پریشان ہوئی تھی۔۔۔

"چلو پھر دیکھتے ہیں۔۔۔۔"وہ اسکا ہاتھ پکڑے دُرّے کو ڈھونڈنے لگی مگر کافی تلاش کے بعد اُسے بھی مایوسی ہوئی۔۔۔

"بیٹا! گھر میں تو اور کوئی نہیں ہے۔۔۔اذی چاچو ہیں تمہارے؟"

ونیزہ نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کچھ سوچھ کر مروان سے پوچھا تو وہ بنا کچھ بولے سیڑھیوں کی جانب دوڑا اور پھر کچھ دیر بعد نیچے لان سے پریشانی میں ٹہلتے ،بار بار جبروت کو کال کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اَذور کو بنا کچھ بولنے کا موقع دیے ہاتھ سے پکڑ کر پچھلی جانب کی سیڑھیوں سے ٹیرس تک لے آیا۔۔۔۔

"مان! بچے کیا ہے ابھی نہیں۔۔۔ابھی مجھے جاہ لالا سے بات کرنے دو۔۔۔"

اَذور اسکے پیچھے گھسٹتا ہوا بولا۔۔۔۔

"اَذی اسے میں نے کہا تھا تمہیں بلانے کو۔۔۔۔ایک پریشانی ہے۔۔۔"

ونیزہ کے انداز کی سراسیمگی اُسے بھی چونکا گئی تھی۔۔۔

"کیوں کیا ہوا ہے؟" اَذور نے چونک کر پوچھا۔۔

"دُرِّنایاب عدن لاپتہ ہے۔۔۔۔سارا گھر چھان مارا لیکن وہ کہیں نہیں مل رہی نا ہی آواز دینے پر کوئی جواب دے رہی ہے۔۔۔۔۔"

وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے قدرے شش و پنج میں بول رہی

تھی۔۔۔۔

"کیا مطلب وہ کہاں جاسکتی ہے ایسے وقت میں؟ آخری بار کہاں دیکھا تھا اُسے جاتے ہوئے؟"

اَذور نے تعجب سے کہتے ہوئے مروان سے پوچھا۔۔۔۔

"پتہ نہیں وہ اپنا پینڈینٹ ڈھونڈنے بیک یارڈ گئی تھیں شائد۔۔۔۔میں نے اُنہیں وہاں بھی ڈھونڈا لیکن وہ وہاں نہیں ہیں۔۔۔۔۔"

مروان نے بتایا۔۔۔۔

"ہاں اور جاہ چاچو کا گھوڑا ناموس بھی نہیں ہے اپنی جگہ پر۔۔۔۔وہاں وہ بیک سائیڈ گیٹ بھی کھلا ہوا تھا۔۔۔۔۔میں نے ابھی دیکھا ہے"

مروان کے بتانے پر اَذور کا دل دھک سے رہ گیا۔۔۔۔

"یا میرے خدایا! کون بدبخت اتنی بڑی جرّات کرسکتا ہے؟"

وہ اپنا سر پکڑ کر بولا۔۔۔۔

"اَذی کیا ہوا ہے؟ گیٹ کھلا ہے ناموس اور دُرّے دونوں غائب ہیں نیچے گھر میں سب ٹینسڈ بیٹھے ہیں۔۔۔۔یہ پینِک سا کیوں ہے؟"

ونیزہ کا دل لرزا تھا۔۔۔۔

"مان! بچے تم جاؤ سجّل اور آبدار کے پاس بیٹھ کر اُنکا خیال رکھو۔۔۔ہم نایاب کو ڈھونڈتے ہیں۔۔۔۔"

اَذور نے حواس پر قابو رکھتے ہوئے مروان سے کہا۔۔۔

"پھر اُنہیں میرے پاس ضرور بھیجیے گا۔۔۔میں اُن سے لڑونگا۔۔۔ایسی چھپن چھپائی بھی کھیلتا ہے کوئی؟"

وہ معصوم خفگی سے کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

"ونیزے! مجھے لگتا ہے مہمانوں کی موجودگی میں ہماری بے خبری کا فائدہ اُٹھاکر کوئی نایاب کو اغوا کرکے لے گیا ہے۔۔۔۔ردا

شائد اسکے پیچھے ہی بھاگی تھی اسی لئے سیڑھیوں سے گر کر بیہوش ہوگئی۔۔۔۔"

اَذور نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تو ونیزہ نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھا۔۔۔

"کیا مطلب؟ردا کو کیا ہوا وہ ٹھیک تو ہے نا؟دُرّے کو کون اغوا کرکے لے جاسکتا ہے اتنی سیکیورٹی اور جبروت کی اتنے رعب و دبدبے کے باوجود؟"

وہ پریشان ہونے کیساتھ حیران بھی تھی۔۔۔۔

"باہر کا بندہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔۔لیکن گھر میں ایسا کون ہوگا جو یہ گھٹیا حرکت کرے گا؟"

اَذور بھنویں سکیڑے تفتیشی انداز میں بول رہا تھا۔۔۔۔

"آہل کہاں ہے؟ اُسے بھی نہیں دیکھا میں نے۔۔۔۔وہ بھی ہوتا تو ہم دونوں مل کر نایاب کو ڈھونڈ لیتے۔۔۔۔"

وہ اپنی چھوٹی سی سٹبل پر ہاتھ پھیر کر بولا۔۔۔

"پتہ نہیں وہ تو مہندی کی شام سے ہی غائب ہو گیا تھا اور پھر اُسے کہیں نہیں دیکھا۔۔۔مجھے لگا تمہارے ساتھ ہو گا۔۔۔"

ونیزہ سر کو خم دیتی ہوئی بولی۔۔۔

اسی وقت اَذور کا فون بجنے لگا تو جبروت کا نام دیکھ کر اسنے فوراً کال اٹینڈ کی۔۔۔

"اَذی! میں بس ابھی آرہا ہوں گھر۔۔۔کیا ہوا ہے؟ مومی اور تمہارے متعدد مِسڈ کالز آئی یں ہیں میرے فون پر۔۔۔سب ٹھیک ہے؟"

وہ ڈرائی یو کرتا ہوا بول رہا تھا۔۔۔۔

اَذور نے اسکے خاموش ہوتے ہی ساری بات جونہی ایک سانس میں

کہیں تو بے اختیار جبروت کے ہاتھ سے سٹیرنگ بے قابو ہوا تھا۔۔۔۔۔

سٹیرنگ پر قابو پاتے ہوئے اسکا پاؤں ایسے زور سے بریک پر پڑا کہ گاڑی جھٹکا کھا کر رُکی تھی۔۔۔۔

"تم گھر پر ہی رہنا میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔۔"پہلی بار اسنے جبروت کی آواز کو کپکپاتے ہوئے سُنا تھا۔۔۔۔

کال ڈسکنٹ کرکے دوسری کال فوراً گلزار کو ملا کر اسنے گاڑی کو پھر سے ریورس کرکے موڑا تھا۔۔۔

✿✿✿✿

وہ نقاب پوش تیز رفتاری کی آخری مقرّر حد سے بھی آگے گاڑی کو دوڑاتے ہوئے قریباً تین گھنٹے کی مسافت پر گجرات کے شہر کھاریاں میں واقع اپنے بڑے گھر پہنچا تھا جو اس وقت مکمل اندھیرے میں ڈوبا بلکل سُنسان تھا۔۔۔۔

کھاریاں کو مِنی ناروے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں کی ستّر فیصد سے زیادہ آبادی ناروے میں مقیم ہے اور سردیوں کی چھٹیاں یہاں گزارنے آتے ہیں۔۔۔۔

یہاں پر واقع متعدد حویلی نما گھر انکی امارت کا پتہ دیتے تو ہیں مگر خاموشی،تنہائی اور اُجھڑے پن کا احساس ان گھروں کی بلند دیواروں سے ٹپکتا ہوا صاف محسوس ہوتا ہے۔۔۔

وہ بھی ناروے میں پڑھ لکھ لینے کے بعد وہیں سیٹل ہونے جارہا تھا مگر دُرّے کے بغیر اب اسکی ایک سانس بھی اُس پر بھاری ہورہی تھی۔۔۔

اُسکے لئے دُرّے کا اپنے ساتھ ناروے لے جانا ناگزیر ہوگیا تھا اور

اسی لئے اُسے یہ انتہائی قدم اُٹھانا پڑا۔۔۔۔

اُسنے ابھی اپنی گاڑی گھر سے ذرا دور ایک کچی جگہ پر پارک کرکے دُرّے کو پچھلی سیٹ سے نکالنے دروازہ کھولا ہی تھا کہ اسکے سر کی پُشت پر کسی نے وزنی لوہے کی ایک راڈ سے ضرب لگائی تو وہ لڑکھڑا کر وہیں دروازے میں ڈھیر ہوکر گرا تھا۔۔۔۔

دو نقاب پوش آدمیوں نے اُسے ہاتھوں اور بازوؤں سے باندھ کر اسکے منہ کو کپڑے سے ڈھکتے ہوئے ایک سیاہ وریگنلر جیپ کی ڈگّی میں ڈال دیا جبکہ دوسرے دو نقاب پوشوں نے دُرّے کے ہاتھ پھیر باندھ کر اسکا منہ خالی کپڑے سے باندھتے ہوئے جیپ کی پچھلی نشست پر لٹا دیا۔۔۔۔

دو نقاب پوشوں نے ڈرائیونگ سیٹ اور اسکے برابر والی نشست سنبھالی جبکہ انکے باقی چار سے پانچ ساتھیوں دوسری جیپ میں سوار ہوگئے۔۔۔۔۔

وہ دونوں جیپ آڑے ترچھے،کچے پکّے راستوں سے ہوتے چھپتے چھپاتے، ایک دو دفعہ مختصر وقفے کے بعد قریباً بارہ گھنٹے کی مسافت کے بعد بلوچستان کے ضلع ڈیرہ بگٹی پہنچے تھے۔۔۔

ڈیرہ بگٹی بلوچستان کا ایک معروف اور سیاسی لحاظ سے اہم مگر خطرناک تصّور کیا جانے والے علاقہ ہے۔۔۔

جیپ ڈیرہ بگٹی میں اپنی منزل کو پہنچی تو صبح صادق کا پتہ دیتی سورج کی مدھم کرنیں ڈیرہ بگٹی کے سخت نوکیلے پہاڑوں پر سونے کے ذرّات جیسے بکھری پڑی دکھائی دے رہی تھیں۔۔۔

جیپ ایک نسبتاً کم بلندی والی پہاڑی نما جگہ کے سامنے رُکی تھی جہاں پتھروں کو تراش کر اُنکے اندر ایک وسیع گھر بنوایا گیا تھا۔۔۔۔

یہ خفیہ غار نما رہائ ش بگٹی قبیلے کے ایک بااثر اور صاحبِ ثروت مگر جرائ م کی دنیا کے سرکردہ رہنما سرور بگٹی کی ملکیت تھی جہاں اس وقت رہائ ش کی چھت پر ملفوف بالکنی کے دریچے کی منڈیر پر اپنے بازو رکھے ، سرور بگٹی کا بیٹا خاور بگٹی اپنی کھڑی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا معنی خیز مسکراہٹ سے اپنے مسلّح آدمیوں کو جیپ سے دو بے سُدھ وجود نکالتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔

ابھی وہ تمسخر بھری نظر اُن پر ڈال کر بالکنی سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ دُرّے پر نظر پڑ کر ٹھٹھک گیا۔۔۔۔

اسکا وہ مومی حُسن اسے ساکت کر گیا تھا۔۔۔۔وہ اُلٹے قدموں سے واپس ہوتا جلدی جلدی سیڑھیاں اُتر کر اُن آدمیوں کے پاس آیا تو اسکے پیچھے تین چار مسلّح افراد نے بھی آکر اُسے حصار میں لیا تھا۔۔۔

چاروں آدمی دُرّے اور اس نقاب پوش کو بازوؤں میں پکڑے تہہ خانے میں لے جارہے تھے جب خاور نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔۔۔

اسکے ماتحت حیران ہوئے تھے کیونکہ وہ ایسے کبھی براہ راست کسی کے سامنے نہیں آتا تھا اور آج وہ یوں انکے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔۔

دُرّے کے سراپے کو سر تا پیر غور سے دیکھنے کے بعد اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی۔۔۔۔۔

اسکی اُنگلیوں کا اشارہ پاکر دُرّے اور اس شخص کو تہہ خانے میں لے جایا گیا تو وہ بھی بذاتِ خود انکے پیچھے پیچھے چل پڑا۔۔۔۔۔۔

وہ جب دُرّے کو ایک تاریک کمرے میں بند کررہے تھے تو خاور نے اشارے سے منع کرتے ہوئے اُسے تہہ خانے میں ہی بنے اپنے زیرِ استعمال کمرے میں لے جانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اُس نقاب پوش کو بھی دُرّے کے ہمراہ وہاں لے جایا گیا۔۔۔۔۔

کمرا خاصا کشادہ،ہوا دار اور نیم روشن تھا۔۔۔دو سنگل بیڈز کے درمیان ایک چھوٹی سی میز پڑی تھی جبکہ ایک میز ان بیڈز کے سامنے رکھی تھی جس پر ایک لیمپ رکھا گیا تھا۔۔۔

ایک میز اور کُرسی کونے میں دیوار کیساتھ پڑے تھے جہاں سے کھڑکیوں کے ذریعے روشنی چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔۔۔۔

خاور کے حکم پر دُرّے کو ٹیک لگا کر ایک بیڈ پر بٹھایا تو اسکا سر بیڈ کی پشت پر ڈھلک گیا جبکہ دوسرے شخص کو اسی کمرے میں پڑی لکڑی کی کُرسی پر بٹھاکر کرسی کیساتھ رسی سے باندھ دیا گیا۔۔۔۔

خاور نے اپنے ایک آدمی کے کان میں کچھ کہا تو وہ سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا جبکہ باقی تین آدمی بھی اسکے اشارے پر وہاں سے نکل گئے۔۔۔۔۔

خاور ہاتھ سینے پر باندھے دُرّے کے پاس بیڈ کے سرہانے کھڑا ہوگیا اور غور سے اسکے اچھوتے حُسن کو دیکھنے لگا۔۔۔۔

ایسا ہوشربا اور جادوئی حسن اسنے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

اسکی شریر گھنگریالی لٹوں کو اسکے چہرے سے ہٹانے کے بعد اُسنے اپنا فون نکال کر دُرّے کی ایک تصویر لیتے ہوئے اپنے پاس محفوظ کی تھی۔۔۔۔

اسی سمے اسکے ایک ماتحت نے آکر ایک کارڈلیس فون اسکے حوالے کیا اور ساتھ ہی کچھ دیر قبل اسکا بھیجا ہوا آدمی ہاتھ میں مضبوط لمبی زنجیر تھامے نیچے بیسمنٹ میں آیا تھا۔۔۔۔

خاور نے اشارے سے اُسے دُرّے کے ہاتھ باندھنے کا کہہ کر فون کان سے لگایا تو دوسری طرف اسکے باپ سرور بگٹی کی آواز
کانوں میں پڑی تھی۔۔۔۔

"خاور! جیسا میں نے کہا تھا ویسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔۔عبّاس خان کے نواسے کو عبرت کا نشان بناکر اُنکی حویلی کی چوکھٹ پر چھوڑ آنا۔۔۔۔اور وہ لڑکی۔۔۔۔۔وہ وہاں نہیں رہنی چاہیے۔۔۔۔۔شکل و صورت دیکھ کر اسکا بھی کہیں انتظام کردیں گے۔۔۔۔"

سرور بگٹی بلوچی زبان میں عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا۔۔۔۔

اسکی آخری بات پر خاور نے ایک بھرپور نظر دُرّے پر ڈالی تھی۔۔۔۔۔

جونہی اسکے آدمی وہاں نکل کر واپس اوپر اپنی ڈیوٹی نبھانے چلے گئے تو اس نے گلا کھنکھارا۔۔۔۔۔۔

"بابا! عباس خان کا نواسا۔۔۔۔۔اسکا کام تمام ہوجائے گا لیکن۔۔۔۔"

وہ کچھ تذبذب سے بولا۔۔۔۔

"لیکن کیا۔۔۔۔خاور وہ لڑکی جو کوئی بھی ہے اُسے ڈیرہ بگٹی میں نہیں رکھ سکتے۔۔۔۔۔"

سرور قدرے برہمی سے بولا۔۔۔۔

"بابا! وہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔۔۔۔۔"وہ ایک خواب کی سی کیفیت میں بولا تھا۔۔۔۔۔

"ہماری بھلا سے وہ جو بھی ہو ہمارے لئے زیادہ اہم نہیں ہے۔۔۔۔۔اسکی چھال ڈھال اور صورت کی مناسبت سے اسے کسی کے حوالے کردیں گے۔۔۔۔"

سرور تڑخ کر بولا۔۔۔

"بابا آپ نے اُسے دیکھا نہیں ہے نا۔۔۔ تبھی ایسی بے نیازی سے کہہ رہے ہیں۔۔۔"

وہ خود سے بڑبڑایا مگر دوسری جانب سرور اسکی بڑبڑاہٹ سُن چکا تھا۔۔۔

"خاور! تمہارے اعصاب اتنے کمزور کب سے بن گ ئے جو ایک معمولی سی چھوکری تمہارے حواسوں پر چھاگ ئی ہے۔۔۔میں تم سے کام کی بات کررہا ہوں اور تمہاری سُوئی اس لڑکی پر ہی ٹکی ہے۔۔۔۔"

اس نے جواباً بیٹے پر طنز کیا۔۔۔

"بابا! میرا یقین کریں وہ کوئی عام انسانی دوشیزہ معلوم ہی نہیں پڑتی۔۔۔۔لگتا ہے یہ کم بخت جنت سے کوئی حُور چرا کر لایا ہے۔۔۔۔"

خاور نے ایک ناگوار سی نظر کُرسی پر بندھے بے سُدھ سے آدمی پر ڈالی تھی۔۔۔۔

"خوب! مجھے دکھا سکتے ہو؟ دیکھوں تو ایسا بھی کیا ہے لڑکی میں۔۔۔۔"

وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔۔۔۔

خاور نے اپنے فون سے باپ کو تصویر بھجوائی تو چند منٹ بعد

اسکی کال پھر آگ ئی۔۔۔

"تم جانتے ہو کہ یہ لڑکی کون ہے؟ کہاں سے لیکر آیا ہے اسے؟"

وہ اب تجسس سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

"نہیں ! اسنے مجھے بس اتنا بتایا تھا کہ یہ لڑکی اسکے خاندان سے نہیں ہے۔۔۔اور ہاں یہ لڑکی صرف سراپے میں بے مثال نہیں ہے بلکہ اسکی نڈر شخصیت اور جرّات بھی شاندار ہے۔۔۔کہہ رہا تھا کہ یہ بھاری گنز چلانا،گھڑ سواری اور تیر اندازی کرنا اور مارشل آرٹس بھی جانتی ہے۔۔۔۔چند سال جھل مگسی کی ہی ایک جیپ ریلی میں اسنے عبّاس خان رئیسانی کے نواسے آہل ندیم بزنجو کو بری طرح ہرایا تھا حالانکہ وہ اس ریس کو ہمیشہ جیتنے کیلئے مشہور تھا۔۔۔۔"

خاور پُرشوق نظروں سے دُرّے کو تکتے ہوئے اپنے باپ کو بتارہا تھا۔۔۔۔

"ہمم۔۔۔۔تو یہ دھان پھان سے چھوری جنگجو مزاج کی مالک ہے۔۔۔۔"

سرور نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔۔

"اسی لئے تو اسے زنجیروں سے باندھ دیا ہے۔۔۔۔عام رسیوں سے اسے قابو کرنا آسان نہیں لگتا۔۔۔۔"

خاور بولتے ہوئے اُس سے نظر ہٹا ہی نہیں پارہا تھا۔۔۔۔

"دیکھو خاور! یہ لڑکی بھلے ہی ایک نایاب ہیرے جیسی ہو مگر تم اپنی جذبات کی رُو میں بہہ مت جانا۔۔۔یہ لڑکی ہماری قسمت بدل سکتی ہے۔۔۔اسکے بدلے ہم ایک اٹوٹ قوّت اور اثر و رسوخ سمیت کثیر دولت حاصل کرکے اپنی دنیا کے حکمران بن سکتے ہیں۔۔۔مجھے پتہ ہے کہ اس کوہِ نور کی اصل قیمت کس جوہری

کے پاس ہے۔۔۔میری اگلی کال کا انتظار کرنا۔۔۔۔"

سرور بگٹی اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے بولا تو وہ خاصا بدمزہ ہوا تھا مگر باپ کے سامنے کچھ نہیں کہا۔۔۔۔

"ٹھیک ہے بابا۔۔۔"اسنے بے دلی سے کہتے ہوئے فون کان سے ہٹالیا۔۔۔۔۔

✿✿✿✿

جبروت پاگلوں کی طرح ساری رات ایاز اور گلزار سمیت اپنے باقی ساتھیوں کے ہمراہ دُرّے کو ڈھونڈتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ وہ ضبور سے بھی رابطے میں رہا جو ہاسپٹل میں موجود تھا کیونکہ ردا کا آپریشن چل رہا تھا اور اسکی کنڈیشن کریٹیکل تھی۔۔۔۔

حیدر دیگر آرمی آفیشلز کے ساتھ مل کر دُرّے کی تلاش میں مصروف تھے۔۔۔۔

گھر میں موجود سب لوگ بنا پلک جھپکے دُعائیں مانگ رہے تھے۔۔۔۔

صبح کے سات بج رہے تھے۔۔۔جبروت اپنی سیاہ ہائیلکس میں براجمان تھا جسے گلزار ڈرائیو کررہا تھا۔۔۔

اسی سمے اُسکے مسلسل بزی فون کی سکرین روشن ہوئی تو اُس پر مسرور کا نام دیکھ کر جبروت نے فوراً کال اٹینڈ کی۔۔۔

"ادا جان! مجھے آپکو بہت ضروری بات بتانی ہے۔۔۔۔ابھی ابھی صبح تقریباً پانچ بجے سرور بگٹی کے آدمی ایک لڑکی اور ایک نوجوان شخص کو ڈیرہ بگٹی لیکر آئے ہیں۔۔۔میں بمشکل بس چند سیکنڈ کیلئے ہی اُنہیں دیکھ سکا کیونکہ اُنہیں تہہ خانے میں قید کردیا گیا ہے مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی اَدّی ہی ہیں اور وہ نوجوان شخص۔۔۔۔ہاں اسکا چہرہ ڈھکا ہوا تھا مگر میں نے کسی

سے اسکا نام سُنا۔۔۔وہ آہل بزنجو ہے۔۔۔۔آپکے کزن۔۔۔ادا جان ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔۔۔جتنی جلدی ہوسکے آپ رات ہونے سے پہلے ڈیرہ بگٹی پہنچ جائیں۔۔۔یہ لوگ آہل کو مار کر اَدّی کو یہاں سے غائب کرنے والے ہیں۔۔۔۔"

جونہی مسرور نے بنا اُسے کچھ کہنے کا موقع دیے عجلت میں ساری بات دبی سرگوشی میں بتادی تو اسکا ہمیشہ ٹھنڈا رہنے والا دماغ غم و غصّے کی شدّت سے اُبلنے لگا۔۔۔۔

"مسرور! جب تک میں نا پہنچوں۔۔۔اپنی اَدّی کو اُن بدبختوں کے سائے سے بھی دور رکھنا۔۔۔۔میں آرہا ہوں ان کو دریا بُرد کرنے۔۔۔۔"

وہ غرّا کر بولا اور کال ڈسکنکٹ کرتے ہوئے گلزار کو فوراً ڈیرہ بگٹی چلنے کا کہا تو اسنے بغیر کوئی لفظ کہے گاڑی کی رفتار تیز کردی۔۔۔۔

نواب مسرور بگٹی، بگٹی قبیلے کے اصل اور حقدار تمن دار یعنی سردار نواب شہباز بگٹی کا اکلوتا بیٹا اور رشتے میں سرور بگٹی کا بھتیجا اور خاور بگٹی کا چچا زاد بھائی تھا۔۔۔۔۔

گوکہ سرور بگٹی مسرور کے والد شہباز بگٹی کے سیکنڈ کزن تھے مگر اُنہوں نے اُسے ہمیشہ بھائیوں سے بڑھ کر عزیز جانا تھا۔۔۔۔

نواب شہباز خان بگٹی ،نوابزادہ میر محمد عبّاس خان رئیسانی کے گہرے دوست،ایک محبِّ وطن ،انسان دوست،کھرے،سچے، مخلص ، ایماندار اور نیک سیرت انسان تھے۔۔۔

چونکہ سرور بگٹی دل میں عباس خان رئیسانی کیلئے شروع ہی سے شدید بغض پالے ہوئے تھا اور شہباز خان کی ان سے دوستی

اور تعلق کے سبب وہ بھی اسکی نظروں میں کھٹکتے تھے لہذا عبّاس خان رئیسانی کی مستونگ میں شہادت کے بعد جب شہباز خان رئیسانی تفتیشی کارروائی میں حکومتی کمیٹی کو اپنی بھرپور خدمات پیش کررہے تھے،تب سرور بگٹی کے سر پر گرفتاری کا خطرہ منڈلانے لگا اور اپنی راہ کی اس بڑی رُکاوٹ کو بھی اس نے نہایت چالاکی اور سفاکی سے مٹایا تھا۔۔۔

شہباز خان بگٹی کی شہادت کے بعد اُنکی جواں سال بیوہ پر بدکرداری کا جھوٹا الزام لگوا کر اُسے کاری قرار دیکر موت کی گھاٹ اُتارا گیا اور اسکی کم سِن بیٹی دربدر کی ٹھوکریں کھا کھا کر آخرکار جسم فروشوں کے چنگل سے بھاگتے ہوئے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں مرگئی۔۔۔

مسرور بگٹی،اسکا اکلوتا بچ جانے والا بیٹا جسے جبروت نے دوسرے نوعمر لڑکوں کیساتھ انسانی سمگلرز کے چنگل سے بازیاب کروایا تھا، اب اسکی سرپرستی میں ایک ماہر جنگجو بن چکا تھا۔۔۔

جبروت اسکے لئے سب کچھ تھا اور وہ بار ہا اسکے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال چکا تھا۔۔۔

ڈیرہ بگٹی میں اپنے چچا کی خفیہ رہائش کی خبر بھی اسنے ہی جبروت تک پہنچائی تھی اور جبروت کی ھدایت پر وہ پچھلے ایک مہینے سے وہاں موجود جاسوسی کررہا تھا۔۔۔

✿✿✿✿

ڈیرہ بگٹی، بلوچستان:

شام کے نیلگوں سائے ڈیرہ بگٹی کی خشک ریگستانی سرزمین پر بکھر رہے تھے۔۔۔

دبے پاؤں سرکتی ہوئی سہہ پہر کی دھوپ میں پتھریلی بلند چٹان دیوہیکل ہیولوں جیسے نظر آرہے تھے۔۔۔

ریتیلی ہوا کی رفتار میں بھی خاصی تیزی آچکی تھی۔۔۔

چہار سُو اک ہُو کا سا عالم تھا جہاں بس فقط بھاری مردانہ بوٹس کی دھمک زندگی کا پتہ دے رہی تھی جو بگٹی قبیلے کے تمن دار سرور بگٹی کی رہائ ش گاہ پر پہرہ دے رہے تھے۔۔۔۔

تہہ خانے کے سب سے اونچے اور خوبصورت نفیس کشادہ کمرے میں قید وہ پری جانے کب کی جاگی چُپ کا روزہ رکھے دریچوں سے اندر جھانکتی چراغوں کی ملگجی روشنی کو خالی نظروں سے تک رہی تھی۔۔۔

اسکے سامنے موجود کُرسی پر بیٹھا، رسیوں سے بندھا کڑیل خوبصورت مرد جو زندگی میں صرف اپنے باپ کی موت پر رویا تھا، آج اسکے سامنے معافی مانگتے ہوئے رو رہا تھا مگر وہ جیسی بہری ہوگ ئی تھی۔۔۔۔۔

"دُرِّنایاب! پلیز مجھے معاف کردیں۔۔۔میں اپنے جنون میں اندھا ہوچلا تھا۔۔۔اس بدبخت پر بھروسہ کرلیا، اسے اپنا مخلص جانا۔۔میں نہیں جانتا تھا کہ اسکے دل میں فتور ہے۔۔۔اسکے من میں اتنا بغض اور کینہ بھرا پڑا ہے۔۔۔۔میں تو اس پر مکمل بھروسہ کرنے کے باوجود بھی آپکو اسکے

حوالے کرنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔میں جاہ لالا کے ڈپٹنے پر پاگل ہو گیا تھا۔۔۔مجھے سمجھ ہی نہیں آیا کہ میں کیا کر رہا تھا۔۔۔"

وہ ہچکیوں کیساتھ بول رہا تھا جب دُرّے نے ایک بیگانی سی نظر اُس پر ڈالی۔۔۔

"معافی؟کیسی معافی؟ آپکو تو ہم سے محبت ہوگئی تھی نا؟

کسی کی منکوحہ ہونے کے باوجود ہمیں اُٹھا لے جانا تو آپکا حق تھا کیونکہ ہم آپکی محبت تھے۔۔۔اُس کے دل میں فتور تھا تو آپکے دل میں کیا تھا آہل؟ محبت؟ ایسی بے حیا ہوتی ہے محبت؟ ایسی بے لحاظ ہوتی ہے محبت؟"

اسکا سرد لہجہ نیزہ بن کر آہل کے دل میں پیوست ہوا تھا۔۔۔

"دُردانہ امّاں۔۔۔۔ہاں وہ ہماری دادو بدرِ جمال کی پکّی سہیلی تھیں۔۔۔روز ان سے ملنے آتی تھیں۔۔۔وہ کہا کرتی تھیں کہ شفق کا حُسن بہت ہی فتنہ پرور ہے۔۔۔یہ بہت بڑے فساد برپا کر سکتا ہے۔۔۔۔بدر۔۔۔اسے دنیا والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا۔۔۔۔"

وہ کھوئے ہوئے سے لہجے میں بول رہی تھی۔۔۔۔

" جب تک ہم صرف شیر شاہ کی نظر میں تھے۔۔۔تب ہم محفوظ تھے۔۔۔کیونکہ وہ دُنیا والوں میں سے نہیں ہیں۔۔۔آپ محبت کی بات کرتے ہیں نا؟ وہ عشق کرکے بھی ایسے بیباک نہیں ہیں۔۔۔انکے جنون و دیوانگی نے کبھی ہماری حیا کا دامن چاک نہیں ہونے دیا۔۔۔۔کبھی بچپن میں بھی اُنہوں نے ہمیں نظر اُٹھاکر نہیں دیکھا کہ کہیں کوئی ہم پر اُنگلی نا اُٹھا سکے۔۔۔۔کبھی ہم سے

بے تکلف نہیں ہوئے کہ کہیں کوئی اور ہمیں اپنی جاگیر سمجھنے کی غلطی نا کرے۔۔۔۔سب کی محبت اُنکے جیسے پاکباز اور باحیا کیوں نہیں ہے آخر؟ وہ ہم سے کہتے رہے کہ ہم آپ سے دور رہیں مگر ہم نے اُنکی نہیں مانی۔۔۔آپ نے تو ہمیں ہماری ہی نظروں میں گرادیا آہل۔۔۔"

دُرّے نے دُکھ سے کہتے ہوئے بے رُخی سے منہ پھیر لیا۔۔۔۔

"ہم جانتے ہیں ہمارا پینڈینٹ آپکے پاس ہے۔۔۔ہمارے شیر شاہ

کی نشانی ہمیں واپس کردیں۔۔۔"

اُسنے بنا آہل کو دیکھے رکھائی سے کہا تھا۔۔۔

"اوہ! تو یہ پینڈینٹ آپکے لئے اتنا خاص ہے۔۔۔"خاور پینڈینٹ کی پلاٹینم چین کو اُنگلیوں میں گھماتا ہوا اندر داخل ہوا تو دُرّے نے بے چینی سے پینڈینٹ کو دیکھا۔۔۔

"ویسے بجا فرمایا ہے آپکی دادی کی سہیلی نے۔۔۔۔آپکا حُسن واقعی فتنہ پرور ہے۔۔۔دیکھو تو کیسا فساد برپا کرگیا۔۔۔۔یہ لونڈا جو بہت سخت جان ہوا کرتا تھا۔۔۔آج یوں زنانیوں کی طرح رویا ہے تو صرف آپکے سامنے۔۔۔۔اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ کئی نوخیز کلیوں کے دل اسے دیکھ کر ضرور کٹے ہونگے مگر اسکی روح صرف آپکا طواف کرتی ہے۔۔۔۔۔"

بڑے غور سے دُرّے کو دیکھتے ہوئے خاور نے ایک تمسخر بھری معنی خیز نگاہ آہل پر ڈال کر کہا۔۔۔۔

اسی سمے ہاتھ میں موجود فون پر باپ کی کال آنے پر اُسنے ریسیو کرکے کان سے لگایا۔۔۔۔

"خاور! اس لڑکی کا بندوبست کر دیا ہے۔۔۔تمہیں کل صبح کسی طرح تھائی لینڈ کیلئے روانہ ہونا ہے۔۔۔۔وہاں سے ایک بندہ اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔۔۔۔اسکی تصویر اُن کو بھجوادی ہے اور وہ اب اُسے حاصل کرنے کو پاگل ہوئے جارہے ہیں۔۔۔میں نے تم سے کہا تھا نا کہ یہ لڑکی ہماری قسمت بدل سکتی ہے۔۔۔۔دیکھ لو میرا صرف کہنا تھا اور اسنے بدل بھی دی۔۔۔۔۔"

سرور بگٹی اپنی دُھن میں بول رہا تھا۔۔۔۔۔

"بابا! اتنی جلدی بھی کیا ہے آخر؟" وہ قدرے جھنجھلا کر بولا۔۔۔

"پاگل مت بنو خاور! اُسے یہاں رکھنا انتہائی خطرناک ہے۔۔۔میں نے پتہ لگوایا ہے اسکا۔۔۔وہ حیدر کرار رئیسانی کی ایڈاپٹڈ بیٹی ہے۔۔۔۔جانتے ہو نا کون ہے وہ؟ وہ زندہ زمین میں گاڑھ دے گا تمہیں۔۔۔۔"

سرور نے اُسے ڈراوا دیا تھا۔۔۔۔

"بابا! اس جگہ کا پتہ تو خود ہمارے آدمیوں کو نہیں ہے اُنکے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہو گا۔۔۔۔وہ چُپ چاپ سوتی ہوئی جتنا غضب ڈھارہی تھی نا؟ اب جاگ کر بولتی ہوئی اور بھی زیادہ دلنشین ہے۔۔۔۔وہ ہمارے ساتھ رہ کر بھی تو ہمارے لئے ہما کا سایہ بن سکتی ہے نا۔۔۔۔اسے ان غیروں کے حوالے کرنا ضروری تو نہیں۔۔۔۔"

خاور اب اپنے اعصاب پر قابو کھو رہا تھا۔۔۔۔

اپنے باپ سے بات کرتے ہوئے اسنے دیکھا کہ دُرّے کا خاک آلود دوپٹہ اسکے سر سے سرکا تو اسکی شرارتی لٹیں اسکے چہرے پر آکر اودھم مچانے لگیں۔۔۔۔۔

ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے وہ دُرّے کے چہرے سے شریر گھنگریالی لٹ ہٹانے کیلئے آگے بڑھا تھا۔۔۔۔۔

"خاور! دور رہو ان سے۔۔۔۔۔"آہل خود کو رسیوں سے چھڑانے ک کوشش کرتے ہوئے اس پر چیخا تھا۔۔۔۔

"شش! آہستہ۔۔۔۔بہرا نہیں ہوں میں۔۔۔۔۔دیکھ نہیں رہے۔۔۔۔وہ پریشان ہورہی ہیں۔۔۔۔۔" وہ پیچھے آہل کی طرف مڑ کر بدمزگی سے بولا اور پھر دُرّے کی طرف متوجہ ہوکر جونہی اسنے ہاتھ ذرا سا آگے بڑھایا تو دُرّے نے

فوراً اپنی دونوں ٹانگوں کو لچک دے کر اپنے پہلو کے بل مڑتے ہوئے ایک ضرب اسکی گردن اور دوسری سیدھی دل پر لگا کر اُسے سامنے کی دیوار کے ساتھ لگی میز پر پھینکا تھا۔۔۔۔

آہل سمیت وہاں موجود سب اس اچانک حملے پر ششدر رہ گئے تھے۔۔۔۔۔

"خاور! یہ سب کیا ہورہا ہے؟" سرور نے ہڑبڑا کر پوچھا مگر وہ جواب دینے کے قابل نہیں بچا تھا۔۔۔۔

ٹیبل کے خاور کے اوپر گرنے کی تیز آواز پر چار پانچ بندے پھُرتی سے اس کمرے میں آئے تھے۔۔۔۔۔

"قیصر کہاں ہے؟ اسے بلاؤ۔۔۔کہو کہ بات سُنے میری۔۔۔۔"سرور بگٹی کی قہر آلود آواز خاور کے ہاتھ سے چھوٹ کر بیڈ پر گرے فون کی سپیکر سے برآمد ہوئی تھی۔۔۔

"جی جی مالک بولیے۔۔۔"انکا خاص آدمی قیصر فوراً دوڑا دوڑا آکر گھبراہٹ میں بولا۔۔۔

"خاور کہاں ہے؟ کیا ہورہا ہے اُدھر اور یہ شور کیسا ہے۔۔۔؟"

سرور غصّے سے بولا تھا۔۔۔۔

" بزدل انسان تمہاری سامنے آنے کی جرّات نہیں تو پیٹھ پیچھے ایسے بیغیرتوں کی طرح وار کررہے ہو۔۔۔۔۔"

آہل نے خود کو رسیوں سے چھڑانے کی بھر پور کوشش کرتے ہوئے غرّا کر بولا تھا اور خود کو چھڑانے میں وہ کامیاب بھی ہوگیا تھا۔۔۔۔

مضبوط رسیاں اسکے کسرتی بازوؤں کی سخت جلد کو چھیرتی ہوئی اسکی زور آزمائی سے پھٹی تو وہ رسیوں کا بوجھ پھینکتے ہوئے دُرّے کے پاس بڑھتے آدمی پر جھپٹا تھا۔۔۔۔

آہل نے پہلے اُس آدمی کو پیٹا اور پھر اسکے پیچھے آتے دوسرے آدمیوں سے اُلجھ پڑا۔۔۔۔۔

سرور بگٹی فون پر چیخ چیخ کر اُسے گالیاں دے رہا تھا جب اسی سمے سرور بگٹی کا چھوٹا بھائی اور خاور کا چچا یاور بُگٹی پھنکارتا ہوا اندر کئی اسلحہ بردار آدمیوں کیساتھ آیا اور اسکے آدمیوں نے مل کر آہل کو بمشکل قابو کیا۔۔۔۔

یاور بگٹی غصّے سے دُرّے کی طرف بڑھا اور اُسکے چہرے پر تھپڑ رسید کرنا چاہا مگر خاور بمشکل اُٹھ کر اپنی گردن پر ہاتھ رکھے دُرّے کے سامنے کھڑا ہوا۔۔۔۔

"ہٹو تم۔۔۔اس ٹانگ برابر چھوکری کی ہمت کیسی ہوئی کہ یہ ہم سے زور آزمائی کرے۔۔۔۔اسکا تو میں دماغ ٹھکانے پر لاتا ہوں۔۔۔۔"

یاور غصّے سے بولا۔۔۔

"آپ انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔۔انکی کوئی غلطی نہیں ہے۔۔۔"

خاور سخت لہجے میں بولا تو یاور نے اسکی طرفداری پر چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔۔

"ہوش میں تو ہو؟ لگتا ہے دماغ پر اثر پڑ گیا ہے تمہارے۔۔۔۔تم اسکی حمایت کر رہے ہو؟ ارادہ کیا ہے تمہارا۔۔۔۔؟"

یاور بگٹی نخوت سے بولا۔۔۔۔

"بس بہت ہو گیا چچا۔۔۔۔کب تک رئیسانی خاندان کے خون کے پیاسے رہیں گے آپ اور بابا؟ مجھ سے کہا گیا تھا کہ انہیں صرف قیدی بنا کر رکھنا ہے تاکہ میرے بھائیوں کو فوج کی قید سے چھڑوایا جاسکے پھر انہیں آزاد کر دیں گے۔۔۔۔مگر یہاں تو آپ لوگوں کے ارادے ہی اتنے شیطانی ہیں۔۔۔۔مجھے بتائیں ان دونوں کا

کیا قصور ہے جو آپ ان پر ظلم کر رہے ہیں۔۔۔اگر اتنے ہی آپ سچے اور مظلوم ہیں تو عدالت میں جائیں اور قانون کے مطابق انصاف حاصل کریں۔۔۔آپ ناجائز تشدد کیوں کر رہے ان بے

گناہوں پر؟۔۔۔مسرور بھی تو ہمارا بھائی تھا۔۔۔اُسے کہاں روپوش کروادیا ہے آپ لوگوں نے؟ وہ تو ہمارا خون تھا نا؟ اُسے کیوں دربدر کیا؟ اسکی اماں جان۔۔۔ہماری سائی رہ تائی۔۔۔سب جانتے ہیں کہ وہ بیگناہ تھیں،باکردار تھیں۔۔۔آپ نے ہی اُن کیساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تھی اور پھر ان ہی پر بدکرداری کا الزام لگوا کر کاری قرار دے دیا؟ مہر بانو۔۔۔میری اور مسرور کی چھوٹی بہن آپکی وجہ سے مری ہے۔۔۔آپکی وجہ سے وہ ان درندوں کے ہتھے چڑھی تھی۔۔۔آپ کہتے ہیں کہ آپکے ساتھ ظلم ہوا ہے؟آپکی حق تلفی ہوئی ہے؟ میرے بھائی جیل میں ہیں تو بے وجہ تو نہیں ہونگے نا۔۔۔وہ بھی آپ ہی کی طرح مجرم تھے اس قوم کے اس زمین کے۔۔۔آپ مزید ان معصوموں پر ظلم نہیں کریں گے۔۔۔یہ ابھی اور اسی وقت اپنے گھر واپس جائینگے سمجھے آپ۔۔۔۔"

خاور اپنے چچا پر پھٹ پڑا تھا۔۔۔

خاور فطرتاً ایک انسان دوست،رحمدل اور اچھا انسان تھا۔۔۔اسکی خمیر میں گندھی انسانیت اسکی ماں وردہ بگٹی کی تربیت سے ودیعت ہوئی تھی جو اپنے شوہر کے برعکس بہت نیک،ملنسار،رحمدل اور بہترین خاتون تھیں۔۔۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے لڑکے۔۔۔دور ہوجاؤ میری نظروں سے۔۔۔تم سے تو بعد میں حساب لیتا ہوں۔۔۔قیصر! لیکر جاؤ اسے یہاں سے۔۔۔"

یاور بگٹی نے تنفر سے بولتے ہوئے قیصر کی دیکھا تو وہ جو بمشکل

آنکھوں کی نمی چھپارہا تھا،فوراً حکم کی تعمیل میں خاور کی طرف بڑھا مگر اُسنے ہاتھ اُٹھا کر قیصر کو آگے بڑھنے سے روکا اور خود دُرّے کے ہاتھوں سے زنجیریں کھولنے لگا۔۔۔۔

یاور بگٹی نے بھتیجے پر جھپٹ کر اُسے کالر سے پکڑتے ہوئے پیچھے کھینچ کر اپنے آدمیوں کے حوالے کیا اور کمرے کے ایک کونے میں پڑے سٹڈی ٹیبل پر پڑے پین ہولڈر سے ایک تیز نوک والی پینسل نکال کر دُرّے کی جانب بڑا جو بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔۔۔

خاور اور آہل دونوں بپھرے بیلوں کی طرح خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے یاور کے پیچھے جارہے تھے جب قیصر پیچھے سے یاور پر جھپٹا تھا۔۔۔۔

"ہمت کیسی ہوئی تیری میری اَدّی کو ہاتھ لگانے کی ہاں۔؟"

قیصر نے یاور کے چہرے کو مٹھی میں دبوچ کر اسکا سر دیوار پر مارنا شروع کیا۔۔۔

عین اسی سمے ہڑبڑاتے ہوئے ایک مسلّح آدمی نے قیصر پر فائیر کھولا تو دو گولیاں اسکے کندھے اور بازو میں پیوست ہوئی تھیں مگر وہ پھر بھی یاور کو گردن سے دبوچے دیوار پر اسکا سر پٹخ رہا تھا۔۔۔۔

دُرّے زور لگا کر اپنے بازو چھڑوانے کی کوشش کررہی تھی مگر اس کوشش میں اسکی کلائیاں زخمی ہوکر خون آلود ہوگئیں تھیں۔۔۔۔

ایک اور گولی آکر قیصر کی پنڈلی میں گھسی تو اسکی گرفت یاور پر کمزور پڑتے ہی وہ لڑکھڑا کر فرش پر گرا تھا۔۔۔۔

یاور اپنا سر تھامتے ہوئے قیصر کے وجود کو نفرت سے ٹھوکر مارتے ہوئے پھر سے لوہے کی راڈ کی طرف بڑھا اور جیسے ہی اسنے راڈ

اُٹھا کر دُرّے کے چہرے پر مارنا چاہا تو اسی سمے دروازے پر کھڑے شخص کو گردن سے مروڑ کر منہ کے بل گراتے ہوئے جبروت گلزار اور ایاز کے ہمراہ آندھی کی طرح اندر داخل ہوا تھا۔۔۔۔

جبروت نے یاور کے ہاتھ میں پکڑی راڈ دبوچ کر چھینتے ہوئے زمین پر پھینکی اور اسکے گلے میں اپنی اُنگلیاں پیوست کرکے اپنی پوری قوت سے اُسے اوپر اُٹھاکر واپس زمین پر دے مارا۔۔۔

انکے پیچھے آرمی کے کئی جوان اندر داخل ہوکر مسلّح آدمیوں کو قابو کر چکے تھے جبکہ خاور اور آہل کو بھی چھڑوا کر تحویل میں لے لیا گیا تھا۔۔۔۔

گلزار فوراً زمین پر خون میں لت پت پڑے قیصر کی طرف بڑھا اور اُسے سنبھال کر اپنے کندھوں پر اُٹھاتے ہوئے ایک آرمی آفیسر کی مدد سے وہاں سے باہر لے گیا جبکہ ایاز نے پھرتی سے دُرّے کے زنجیروں میں بندھے ہاتھ چھڑوائے جو خاصے زخمی ہوچکے تھے۔۔۔۔

جبروت اس وقت وحشیوں کی طرح یاور کو پیٹ رہا تھا جب دُرّے کے کرّاہنے کی آواز پر اسنے پہلے دُرّے کو دیکھا اور پھر اسکے زخمی ہاتھوں پر نظر پڑتے ہی وہ مزید پاگل ہوگیا۔۔۔

"بھائی! چھوڑ دیں پلیز مر جائیگا یہ۔۔۔اسے زندہ گرفتار کرکے لے جانا ہے۔۔۔۔"

ایاز بڑی مشکل سے یاور کو اس سے چھڑوا کر گردن سے دبوچتے ہوئے باہر لے گیا جہاں اسے گرفتار کرکے آرمی کی گاڑی میں سوار کرایا گیا۔۔۔۔

جبروت نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے آگے بڑھ کر دُرّے کو نرمی سے بازوؤں سے پکڑ اپنے سامنے کیا تو وہ خاموش اشکوں سے روتی

اسکے سینے سے لگی تھی۔۔۔۔۔

جبروت نے اپنے چوڑے مضبوط بازو اسکے گرد پھیلا کر اسے اپنے فراخ حصار میں لیا تھا۔۔۔۔

اُن دونوں کو ایسے دیکھ کر جانے کیوں خاور کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی تھی۔۔۔۔۔

دُرّے کو خود سے لگائے جبروت نے اب کی بار ایک شعلہ بار نگاہ آہل پر ڈالی تو وہ لرز سا گیا۔۔۔۔۔

"ان کو لیکر جائیں۔۔۔۔میں آتا ہوں ان کا حساب کرنے۔۔۔۔۔"

وہ سرد لہجے میں بولا تو اسکے جونئیر آفیسرز آہل اور خاور کو لیکر باہر گئے تھے۔۔۔۔۔

جبروت نے دُرّے کی کلائیاں آہستگی سے سے ہاتھوں میں لیکر نرمی سے دبائی تو وہ ہلکا سا کرّاہ کر رہ گئی۔۔۔۔۔

جبروت نے فوراً اسکے ہاتھ دھیرے سے چھوڑ کر اسکے اُلجھے ہوئے دوپٹے کو اسکے سر پر برابر کیا اور پھر اپنے کندھوں سے شال اُتار کر اُسے اوڑھاتے ہوئے باہر لاکر گاڑی کی پچھلی نشست پر بٹھادیا۔۔۔۔۔۔

خود اپنے ساتھ موجود آفیسرز سے کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد دُرّے کیساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا جبکہ ایاز نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی روانہ کردی۔۔۔۔۔

گلزار قیصر یعنی مسرور کیساتھ ہی ہاسپٹل چلا گیا جبکہ خاور اور آہل کو باقی مجرموں کیساتھ فوجی ٹرک میں سوار کرکے ان کے پیچھے روانہ کردیا گیا۔۔۔۔۔

جبروت بھی دُرّے اور ایاز کے ہمراہ مسرور کیساتھ ہاسپٹل آیا جہاں مسرور کو فوراً آپریشن تھیٹر منتقل کر دیا گیا جبکہ دُرّے کی زخمی

کلائیوں کی پٹی جبروت نے خود کی تھی۔۔۔۔

جبروت ساتھ ہی ضبور سے فون پر بات کرتے ہوئے ردا کی صورتحال سے خود کو لمحہ بہ لمحہ باخبر رکھ رہا تھا۔۔۔۔

ایاز اور گلزار ہاسپٹل کی کوریڈور میں کھڑے دل ہی دل میں اپنے بہترین ساتھی کیلئے دُعا گو تھے۔۔۔۔۔

دُرّے جبروت کے برابر میں اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے بلکل چُپ چاپ بیٹھی خالی نظروں سے فرش کو گھور رہی تھی۔۔۔۔

جانے کتنے گھنٹے بعد آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کے اوپر جلتی بتی بُجھی اور قریباً آدھے گھنٹے بعد مسرور کو آئی سی یُو میں شفٹ کر دیا گیا۔۔۔۔۔

جب اُسے ہوش آیا اور اُسے جنرل روم میں شفٹ کیا گیا تو اُسنے سب سے پہلے جبروت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔۔۔۔۔

جبروت دُرّے کے گال نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اُٹھ اسکے برابر سے اُٹھ کر مسرور کے پاس چلا گیا اور کافی وقت تک مسرور کیساتھ بیٹھا اُس سے باتیں کرتا رہا۔۔۔۔

ایاز کے فون پر ضبور کی کال آنے لگی تو اُسنے ریسیو کرکے اُس سے کچھ دیر بات کرنے کے بعد دُرّے کے پاس آکر فون اسکے سامنے کیا۔۔۔۔

"اَدّی! باہی کا فون ہے۔۔۔آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"

ایاز نے دھیرے سے کہا تو دُرّے نے اسکے ہاتھ سے فون لیکر کان سے لگایا مگر خاموش ہی رہی۔۔۔

ایاز اور گلزار وہاں سے ہٹ گ ئے تھے تاکہ وہ کھل کر ضبور سے بات کرسکے۔۔۔

"نایاب۔۔۔۔"اسکی خاموشی محسوس کرکے ضبور نے نرمی سے اُسے پکارا۔۔۔۔

"جی لالا۔۔۔۔"گلے سے ایک مُردہ آواز نکلی تھی۔۔۔

"کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔باہی کا چہکتا بُلبل؟" وہ ملائمت سے بولا۔۔۔

"ہم۔۔۔۔ٹھیک ہیں۔۔۔"وہی مُردنی سا لہجہ۔۔۔

"نایاب! اتنا چُپ کیوں ہو؟ لالا سے بات کرو نا۔۔۔مسکراؤ کھکھلاؤ۔۔۔"

ضبور کی آواز اُداس ہوگ ئی تھی۔۔۔دُرّے کے گالوں سے شفاف موتی ٹوٹ کر گرے تھے۔۔۔۔

اسی وقت جبروت مسرور سے مل کر اُسکے پاس آیا تو اسکے خاموش بہتے آنسو دیکھ کر اسکے پاس بیٹھا اور اسکے آنسو ہولے سے صاف کرتے ہوئے اسکے کندھوں کے گرد اپنا بازو پھیلایا۔۔۔

دُرّے نے فون اسکے سامنے کیا تو جبروت نے فون اسکے ہاتھ سے لیکر کان سے لگایا اور ضبور سے بات کرنے لگا۔۔۔۔

اُسے ضبور نے جو بھی بتایا تھا،سُن کر اسکی کنپٹیوں کی رگیں غصّے سے اُبھر آئی یں اور آنکھوں میں سُرخ ڈورے تیرنے لگے۔۔۔۔

ضبور کی کال کٹ جانے کے بعد جبروت نے ایاز کو بلا کر فون اسکے حوالے کیا اور پھر خاموشی سی دُرّے کے پاس بیٹھ کر اپنا ہاتھ اسکی گود میں رکھے ہاتھوں کے پیالوں میں رکھا تو دُرّے نے کانپتی مگر مضبوط گرفت سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔۔

مسرور کی حالت قدرے سنبھلی تو اسے آرمی ہیلی کے ذریعے راولپنڈی سی ایم ایچ منتقل کر دیا گیا جبکہ جبروت بھی دُرّے کو لیکر واپس اسلام آباد پہنچ گیا۔۔۔

ایاز اور گلزار نے ضد کرکے جبروت کو واپس گھر بھجوایا تھا جبکہ وہ دونوں خود مسرور کیساتھ رہ گ ئے۔۔۔۔

دُرّے کے گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے زارا نے آگے بڑھ کر اُسے خود میں بھینچا اور پھر اسکا سر چومتے ہوئے رو پڑیں۔۔۔

جانے کون کون اسکے پاس آکر چلا گیا۔۔۔۔دُرّے کے شل اعصاب نے کسی کو پہچانا ہی نہیں۔۔۔۔

وہ بس چُپ چاپ ساکت مجسمے کی طرح بیٹھی رہی۔۔۔۔

پارسا نے اُسے کمرے میں لے جاکر بیڈ پر بٹھایا اور خود سرہانے پر اسکے قریب بیٹھ کر اُسے خود میں بھینچ کر اُسے تسلّی دینے لگی۔۔۔۔

ردا کو بھی ہاسپٹل سے چھٹی مل گ ئی تھی مگر جو قیامت اُس پر گزری تھی۔۔۔اُسے اس خسارے کا کوئی ہوش نہیں تھا۔۔۔

ہوش میں آتے ہی وہ پینِک ہوکر دُرّے کا نام پکارتی رہی تھی۔۔۔

آج جب وہ تین دن بعد گھر واپس آئی تو بھی بس دُرّے کے بارے میں پوچھتی رہی۔۔۔۔

"مما! نایاب کہاں ہے؟وہ ٹھیک ہے نا؟وہ اُسے لیکر جارہا تھا۔۔۔۔"

وہ بے صبری سے اپنی ماں ایہا رئیسانی سے پوچھ رہی تھی اور وہ نم آنکھیں لیے اُسے بہلانے کی کوشش کررہی تھی۔۔۔

پارسا دُرّے کو کندھوں سے تھامے ردا کے بیڈروم میں آئی اور اُسے لیکر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ردا کے پاس لے گ ئی۔۔۔۔

"چاچی! چلیں آپ بہت تھک گ ئی یں ہیں ریسٹ کرلیں پلیز۔۔۔ان دونوں کو کچھ دیر کیلئے اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔"

پارسا نے ایہا کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے پارسا کیساتھ روم سے باہر چلی گ ئی۔۔۔۔

دُرّے بیڈ کے قریب سٹول پر بیٹھی ردا کے کندھے پر سر رکھے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی جبکہ ردا اپنے کینولا لگے ہاتھ سے اسکے اُلجھے ہوئے بے ترتیب بالوں کو ہولے ہولے سہلا رہی تھی۔۔۔

ساحرہ جمال آج دُرّے سے شرمندہ تھیں اور بھاری دل سے بدقت اسکے پاس وہاں آئی یں تو انہوں نے دُرّے کو ردا کے کندھے پر سر رکھے روتے ہوئے دیکھا۔۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے دبے پاؤں روم میں داخل ہوئیں اور گھسٹتے قدموں کیساتھ قدم قدم چلتی اُن دونوں کے پاس آکر اپنے لرزتے ہاتھ اُن دونوں کے سر پر رکھے تو ردا نے حیرت سے اُنہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

دُرّے نے بھی اپنے سر پر ایک نرم مشفق لمس محسوس کرکے سر اُٹھایا تو ساحرہ کو دیکھتے ہی وہ چونک کر اُٹھی تھی۔۔۔۔۔

تلافی:

ساحرہ نے اسکے حیران سے چہرے کو اپنے ملائم ہاتھ سے چھوا تو متحیّر سی دُرّے نے اپنے چہرے پر دھرے انکے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا۔۔۔

ساحرہ نے بیڈ کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دُرّے کو اپنے پاس بٹھانا چاہا تو دُرّے نے زخمی سا مسکرا کر فرش پر اُن کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے انکے گھٹنے پر اپنا گال ٹکایا۔۔۔۔

ساحرہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے اسے دیکھ رہی تھیں اور ردا اپنے غم کے باوجود مسکرا کر ان دونوں کو دیکھنے میں مصروف تھیں۔۔۔۔

"بچے! ہم سب تم سے شرمندہ ہیں۔۔۔۔ہم اچھے محافظ نہیں ہیں نا۔۔۔ہمیشہ اپنوں کو کھو دیتے ہیں۔۔۔انکی رکھوالی نہیں کرپاتے۔۔۔ہم انکی قدر جاننے میں اتنی دیر لگادیتے ہیں کہ وہ روٹھ کر

ہم سے دور چلے جاتے ہیں۔۔۔مگر میں اللہ رب العزت کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے تمہیں بحفاظت واپس ہمارے پاس لوٹادیا۔۔۔۔"

ساحرہ دھیمی کمزور سی آواز میں بولیں تو دُرّے نے اپنا سر اُٹھا کر نم آنکھوں سے اُنہیں دیکھا۔۔۔

"نہیں دادو! کسی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔۔۔ہمیں اللہ نے جسکے ذریعے بچایا وہ بھی تو آپ ہی سے ہیں۔۔۔آپکی محبت اور پروا میں کوئی کمی نہیں ہے۔۔۔جو اللہ تعالٰی کے تھے۔۔۔اللہ تعالٰی نے اپنی امانت واپس لے لی بس اتنی سی بات ہے۔۔۔ہاں ایک انسان نے بڑی سنگین لاپرواہی برتی ہے۔۔۔بلکہ شائد ہمیشہ سے ہی لاپرواہ ہے۔۔۔ہم۔۔۔۔شیر شاہ نے ہمیشہ ہمیں دنیا کی نظروں سے دور رکھا۔۔۔وہ ہمیشہ ہمیں پوشیدہ رکھا کرتے تھے مگر ہم اپنی لاپرواہی میں خود کو ظاہر کربیٹھے۔۔۔دُردانہ امّاں کی بات سچ ثابت ہوئی۔۔۔۔کہ شفق کی صورت بڑی فتنہ پرور ہے۔۔۔۔دادو یہ سُن کر ڈر جاتیں اور ہمہ وقت ورد کرتی ہم پر دم کیا کرتی تھیں مگر ہم کبھی سمجھ ہی نہیں پائے۔۔۔۔"

دُرّے کھوئے ہوئے سے لہجے میں بولتی ساحرہ اور ردا کا دل ڈوبا رہی تھی۔۔۔۔

"بیٹے! ہمیں تم سے بھلے ہی کتنی شکایتیں ہوں مگر ہم تمہارے ساتھ ہوئی بدسلوکی کا مکمل حساب لینگے۔۔۔میں نے تمہارے شیرو سے کہہ دیا ہے کہ جب تک آہل اپنے کیے کی مکمل سزا نہیں پالیتا،وہ اُسے ذرّہ برابر رعایت بھی نا دے۔۔۔"

ساحرہ نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے دُرّے کے بالوں کو سنوارا اور اسکے گال تھپک کر ردا کا سر چومتے ہوئے کمرے سے نکل گ ئیں کیونکہ انکے ل ئے اپنا ضبط مزید قابو کرنا مشکل ہورہا تھا۔۔۔۔

یوں اُداسی کے وہ گراں لمحے سُست روی سے اس خاندان کے اوپر بیتتے رہے۔۔۔۔

ردا گرنے کے سبب ریڑھ کی ہڈی پر لگنے والی چوٹ سے تقریباً ڈیڑھ مہینے کیل ئے عارضی طور پر چلنے پھرنے سے معذور ہونے کے بعد بالا آخر اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں کامیاب ہوگ ئی تھی اور اس پورے وقت میں کسی نے بھی اسکا ساتھ لمحے بھر کیل ئے چھوڑنا گوارا نہیں کیا تھا۔۔۔۔

ضبور تو باقاعدہ اُسے ہمہ وقت گود میں لیے پھرا کرتا تھا۔۔۔۔

اُن دونوں نے اپنا بیٹا بھی کھو دیا تھا اور ڈاکٹرز کے مطابق اب ردا کا پھر سے ماں بن جانا ناممکن سا تھا۔۔۔

جبروت نے ایک ایک کرکے اس نقصان کے تمام ذمہ داران سے سود سمیت حساب وصول کرلیا تھا۔۔۔۔

یاور بگٹی تو اپنے تمام گناہوں کی بدولت تاحیات جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا تھا جبکہ خاور کو بڑی مشکل سے مسرور نے منت کرکے اور کچھ دُرّے کے ذریعے سفارش کروا کر جبروت کے غصّے سے بچالیا تھا۔۔۔

اسکا گناہ فقط اپنے باپ اور چچا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے کا تھا۔۔۔۔

آبائی شہر زیارت میں جبروت نے میر رئیسانی حویلی میں سب کے سامنے آہل کو اتنا پیٹا کہ وہ جاں بہ لب ہوگیا تھا مگر پھر بزنجو

قبیلے کے بڑے بزرگوں نے منت سماجت کرکے آہل کو اس شرط پر معافی دلوائی تھی کہ وہ آئندہ اپنی صورت بھی نہیں دکھائے گا۔۔۔۔

"میرے لئے تم اور اَذور بلکل باہی کی طرح تھے۔۔۔جانتے ہو نا میرے بھائی میرے لئے کیا ہیں؟ میرے بازو ہیں،میری طاقت،میرا مان میرا غرور ہیں میرے بھائی۔۔۔تم ان سب سے بڑھ کر میرے لاڈلے تھے۔۔۔تمہارے بابا چلے گئے تو میں ہمیں شہ کوشش کی کہ کبھی تمہیں انکی کمی محسوس نا ہو،تمہاری ہر غلطی معاف کرتا رہا،بار بار منع کیا تھا نا کہ تم رابیل سے بے تکلف ہونا چھوڑ دو۔۔۔اپنی انا میں تم اتنے گر گئے کہ تمہیں اسکی عزت تک کا پاس نہیں رہا؟ "

جبروت اُسے کالر سے پکڑتے ہوئے دُکھ سے بولا تھا اور آہل کے زخمی گالوں پر گرم آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔۔۔۔۔

"تمہاری وجہ سے میری بہن موت کے دہانے پر پہنچ گئی، میرے بھائی کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی سے محروم کردیا تم نے۔۔۔۔بتاؤ کیسے ازالہ کروگے اس نقصان کا؟"

جبروت نے اسکا کالر جھٹک کر اُسے فرش پر دے مارا۔۔۔

پارسا کیساتھ کھڑی ردا کے وہیل چئیر کو تھامے دُرّے بس سرد نظروں سے روتے بلکتے آہل کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"آج تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں تو صرف آنی کی وجہ سے۔۔۔۔دفع ہوجاؤ یہاں سے۔۔۔۔دوبارہ کبھی تمہارا سایہ بھی اِدھر نظر آیا تو سکون کی سانس لینے کو ترسوگے تم۔۔۔۔جاؤ"

جبروت اُس پر دھاڑ کر غصّے سے وہاں سے چلا گیا تو گیتی آرا٦١ اور ونیزہ فوراً دوڑ کر اسکے پاس آئی اور اسے سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے

اندر لے گ ئی یں۔۔۔۔۔

حیدر اور زارا آہل پر سخت غصّہ تھے مگر پھر بھی اُنہوں نے آہل کو اشف رئیسانی سمیت اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ ہاسپٹل لے جاکر اسکی دیکھ بھال کی اور پھر اسے ناروے بھیج کر وہاں سیٹل کروادیا۔۔۔۔۔

✿✿✿✿

:Few months later

زیارت،بلوچستان:

میر رئیسانی حویلی کے عقبی لان میں سہہ پہر کے وقت گھاس پر ملگجی سی دھوپ بڑی سُہانی معلوم ہورہی تھی۔۔۔

نرم بھکی سی میٹھی مٹکتی ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہوئی پیڑ پودوں کی شاخوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔۔۔۔

لان میں خوبصورت منقش مخملیں غالیچے بچھائے ردا اور پارسا اُن پر براجمان تھیں۔۔۔۔

ردا اپنے لیپ ٹاپ پر اپنے ایرو سپیس پراجیکٹس سے متعلق کچھ ضروری کام نبٹا رہی تھی جبکہ پارسا اپنے سکیچیس کو فائی نل ٹچ دینے کے بعد اب نمکین مونگ پھلیاں کھاتے ہوئے لیپ ٹاپ پر ڈزنی اینیمیشن بیوٹی اینڈ دا بیسٹ بڑے انہماک سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

"کونسے پلاؤ پک رہے ہیں دماغ میں جو بتیسی اندر ہی نہیں ہو رہی تمہاری؟"

ردا نے کام کرتے ہوئے ایک اُچٹتی نظر اُس پر ڈال کر شرارت سے کہا تو پارسا کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ سمٹی تھی۔۔۔۔

"پلاؤ کیوں پکیں گے بھئی ابھی تو لنچ میں کھا کر آئے ہیں۔۔۔اور ہاں بتیسی کوئی میری باہر نہیں پڑی صرف مسکرا ہی رہی تھی میں تو۔۔۔۔۔"

جھینپ کر کہتے ہوئے آخر میں وہ منہ بنا کر بولی۔۔۔۔

"بھئی کچھ تو ہے جو تمہارے رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے ہیں پچھلے آدھے گھنٹے سے۔۔۔۔۔دکھاؤ ذرا کیا دیکھ رہی ہو؟"

ردا نے مشکوک انداز میں بھنویں سکیڑ کر اُسے دیکھتے ہوئے ذرا سا لیپ ٹاپ کی طرف جھک کر دیکھا تو مووی کے آخری سین چل رہے تھے جس میں بیسٹ زخمی ہو کر بیل کی گود میں سر رکھے ہوئے تھا۔۔۔۔۔

"پارو! کونسے تصوّرات میں کھو گئی ہو یہ دیکھ کر؟"

ردا نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"ارے نہیں توبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ۔۔۔۔"وہ فوراً ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی تھی۔۔۔۔

"تمہاری ہڑبڑی سے لگ رہا ہے کہ کچھ تو راز و نیاز ہورہا تھا۔۔۔۔"

ردا باز نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔

"نہیں نا۔۔۔۔۔بس میں سوچھ رہی تھی کہ کیا حقیقت میں بھی ایسا کوئی انوکھا کپل ہوسکتا ہے بلکل بیل اور بیسٹ کی طرح؟"

وہ ردا کو دیکھ کر اشتیاق سے بولی۔۔۔۔۔

"تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے محترمہ؟ اپنے اور جاہ لالا کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟ جاہ لالا کے ڈر سے تو لوگوں کو بیسٹ بھی پیارا ہی لگے اور تم تو رئیل لائف ڈزنی پرنسز ہو پھر کیا سوچنا؟"

ردا نے کندھے اُچکا کر کہا تھا۔۔۔۔۔

"اونہوں۔۔۔۔۔۔ہم دونوں کہاں؟" پارسا کی نفی پر ردا نے آبرو اُچکا کر سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔۔۔۔۔

"رابیل شیر شاہ۔۔۔۔۔"پارسا کے مزے سے کہنے پر جیسے ردا کو بچھو نے ڈنک ماردیا تھا۔۔۔۔۔

وہ حیرت سے پارسا کے اطمینان کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

"ہیں۔۔۔۔۔کیا مطلب؟" ردا نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔۔۔۔

Yeah,they exactly depicts a real couple like beauty and the beast, aren't "
"?they

ردا کو پارسا کے انداز میں کوئی غیر معمولی پن نظر نہیں آیا تھا۔۔۔۔

ابھی وہ اُس سے کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ٹیرس سے آتے دوپہر کے اس سمے ایک سُریلی مدھر آواز نے دونوں کو ہی متوجہ کرلیا تھا۔۔۔۔

وہ دُرّے کی آواز تھی جو امیر خسرو کا کلام چھاپ تلک پڑھ رہ تھی۔۔۔۔

ٹیرس کا وہ حصّہ چونکہ لان سے قریب تھا اسلیۓ آواز بیحد واضح اور صاف، دل کے اندر اُترہی تھی۔۔۔۔

جبروت جو اس وقت سجّل کو گود میں لیے اس سے باتیں کرتا حویلی کے سب سے اوپری منزل پر موجود ٹیرس کی طرف جاتے کاریڈور سے گزر رہا تھا جب اپنے خوش الحان بُلبل کی آواز پر وہ ٹھہر گیا۔۔۔۔۔

"تن من باجی لاگی رے
دھن دھن مورے بھاگ باجی لاگی رے
لاگی لاگی سب کہیں

لاگی ، لاگی ، لاگی
لاگی لاگی سب کہیں

لاگی لگی نا انگ

لاگی تو سب جانی ئے

جب رہے گُرو کے سنگ

مولا۔۔۔۔او جی۔۔۔۔مولا۔۔۔۔

خسرو باجی پریم کے

جو میں کھیلی پی کے سنگ

جیت گ ئی تو پیا مورے

جو میں ہاری پی کے سنگ

چھاپ تلک سب چھین لی رے

موسے نیناں ملائی یکے

نیناں ملائی یکے

موسے نیناں ملائی یکے

موسے بول نہ بول

موسے بول نہ

موسے بول نہ بول

میری سُن یا نا سُن

میں تو توہے نہ چھاڈونگی اے سانورے

موسے نیناں ملائی یکے۔۔۔

ملائی یکے نیناں ،نیناں ملائی یکے

چھاپ تلک سب چھین لی رے

موسے نیناں ملائی یکے

متواری کر دینی رے موسے نیناں ملائی یکے

چھاپ تلک سب چھین لی رے موسے نیناں ملائی یکے

رینی چڑھی رسول کی

رنگ مولا کے ہاتھ

جسکی چنری رنگدی

دھن دھن اسکے بھاگ

چھاپ تلک سب چھین لی رے

موسے نیناں ملائی یکے

خسرو نجام کے بل بل جی ئے

موہے سہاگن کی رے

موسے نیناں ملائی یکے

چھاپ تلک سب چھین لی رے

موسے نیناں ملائی یکے"

دُرّے نے کلام ختم کرکے اپنے سامنے بیٹھی ٹکٹکی باندھ کر خود کو دیکھتی ساحرہ کو دیکھا تو دونوں اکٹھے ہنس پڑی تھیں۔۔۔۔۔

ان دونوں کی گہری دوستی ہوگ ئی تھی اور گرمیوں کی چھٹیوں میں ساحرہ نے ضد کرکے اُن سب کو اسلام آباد سے بلوچستان بلوایا تھا۔۔۔۔

لنچ کے بعد دُرّے اُنکے ساتھ ٹہلتے ٹہلتے ٹیرس پر آگ ئی تو وہیں انکے ساتھ براجمان ہوگ ئی۔۔۔۔

یہ کلام ساحرہ کا فیورٹ تھا جسے وہ کبھی عبّاس خان رئیسانی کے سامنے انکے لئے گنگنایا کرتی تھیں اور آج انکی فرمائش پر دُرّے نے وہ کلام اُنہیں سُنایا تو وہ مبہوت سی ہوکر سُنتے ہوئے بلکل گم ہی ہوچکی تھیں۔۔۔۔۔

جبروت دُرّے کے خاموش ہونے پر ایک سرد آہ کھینچ کر ہولے سے

مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر ٹیرس پر جانے کا ارادہ ترک کرکے سیڑھیاں اُتر کر نیچے آیا تو وہاں آنگن کے درمیان بنے ہرے بھرے چمن کی گھاس پہ اذرنگ گھوڑا بنا آبدار کو پیٹھ پر بٹھائے سواری کرارہا تھا۔۔۔۔۔

جبروت مسکراتے ہوئے برآمدے میں رکھے لکڑی کے نفیس صوفوں پر براجمان ہوا اور سجل کو اپنی گود میں بٹھا کر اُسکے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے ہوئے اسکی باتیں سُننے لگا جبکہ آبدار کی نظر جانے کیسے گھر بھر میں اپنی فیورٹ انسان سجّل پر پڑی تو فوراً اودھم مچا کر باپ کی پیٹھ سے اُترتے ہوئے اُچھلتا

کودتا گرتے پڑتے جبروت کے پاس آیا اور اسکی دوسری ٹانگ پر چڑھ کر سجل کے برابر میں بیٹھ گیا۔۔۔

جبروت نے دونوں بچوں کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بناکر اُنہیں خود میں بھینچتے ہوئے پیار کیا جبکہ اذرنگ اپنے کپڑوں سے سبز گھاس کے تنکے جھاڑتا آکر صوفے پر اسکے برابر میں بیٹھ گیا۔۔۔۔

وہ دونوں بچوں کیساتھ کھیلتے ہوئے باتیں کیے جارہے تھے جب ساحرہ اور دُرّے کو ہاتھوں میں ہاتھ دیے کسی بات پر اکٹھے مسکراتے ہوئے سیڑھیاں اُترتے دیکھا تو اذرنگ نے خوشی سے جبروت کے دمکتے چہرے کو دیکھا اور پھر ہلکے سے ٹھوکا مار کر اسکی توجہ ہٹائی۔۔۔۔

"میاں تاڑنا تو بند کر۔۔۔نظر لگائے گا کیا رب کی بنائی جوڑی کو؟"

جبروت اذرنگ کی بات پر ہنس پڑا تھا۔۔۔

وہ بہت کم ہی کبھی ایسے کھل کر ہنستا تھا مگر آجکل مسکراہٹ زیادہ تر اسکے لبوں سے چمٹی رہتی تھی۔۔۔۔

کچن کے پاس کھڑی خانساں ماں کو ہدایات دیتی فارینہ بانو نے ایک

اُچٹتی نظر اپنی لاڈلی پھپھو اور ساس ساحرہ کے برابر میں کاریڈور سے گزر کر اپنی طرف آتی دُرّے کو دیکھا تھا۔۔۔۔

اُنہوں نے کبھی کھل عام دُرّے کی مخالفت نہیں کی تھی مگر وہ دُرّے سے ہمیشہ بیزاری برتتی آئی تھی اور آجکل تو دُرّے کو دیکھ دیکھ کر ہی اُنہیں تپ چڑھتی تھی کیونکہ گزشتہ تمام عرصے سے گیتی

آرا٦١ سمیت پورے بزنجو خاندان نے ناراضگی میں حویلی آنا ہی چھوڑ کر گویا رئی یسانی رئی یسانی خاندان کا بائی یکاٹ ہی کرلیا تھا اور خود وہ بھی ایک عرصے سے اپنے خاندان کو دیکھنے کیلئے ترس گئی تھیں۔۔۔۔۔

ساحرہ دُرّے کو فارینہ بانو کے پاس کھڑی خانساں ماں کے پاس لے آئیں اور اُسے ھدایت دی کہ دُرّے اپنی فرمائش پر جو کچھ بھی بنوانا چاہتی ہے وہ اسکے لئے بنوادیا جائے مگر دُرّے اُن سے اجازت لیکر خود ہی خانساں ماں کیساتھ کچن میں جاکر ڈنر کیلئے لوازمات کی تیاری میں لگ گئی جہاں روحی اور عبیر تو پہلے سے ہی موجود تھیں جبکہ ردا نے بعد میں آکر انہیں جوائن کیا تھا۔۔۔۔

ابھی مغرب کی نماز پڑھ کر وہ سب کچن میں کھڑیں خوش گپیوں میں مشغول رات کے کھانے کیلئے بننے والے لوازمات کو آخری ٹچ دے رہی تھیں جب اُنہیں برآمدے سے کسی کی تیز آواز سُنائی دی تھی۔۔۔۔

وہ چاروں کچن سے نکل کر جیسے ہی برآمدے میں آئیں تو گیتی آرا٦١ کو زارا سے تیز آواز میں بات کرتے دیکھا جبکہ ونیزہ اُنہیں روکنے کی کوشش کررہی تھی۔۔۔

"مما بس کردیں آپ مامی پہ کیوں چیخ رہی ہیں؟"

ونیزہ ماں کو روکتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

"چُپ۔۔۔ایک لفظ بھی مت بولنا آج۔۔۔۔ثمر کہاں ہے تمہارا بیٹا؟"

گیتی آرا٦١ بیٹی کو جھڑک کر سخت انداز میں زارا سے بولیں۔۔۔

"بجیا آپ بیٹھ تو جائیں آرام سے بات کرتے ہیں نا وہ آجائیگا ابھی نماز سے فارغ ہوکر۔۔۔۔"
زارا اُنہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ تو ہتھے سے ہی اُکھڑ گئیں۔۔۔۔۔

"آرام؟آرام چھوڑا ہے تم نے، تمہاری اُس چہیتی اور اب تمہارے بیٹے نے ہماری زندگی میں؟ بابا جان،ادا جان پھر ندیم اور اب آہل۔۔۔۔کب سے ہمارا کلیجہ چھیر رہی ہے وہ لڑکی اور کتنا خون باقی رہ گیا ہے جو اُسکی یہ وحشی پیاس ختم ہی نہیں ہورہی؟ "
گیتی آرا٦ تڑخ کر بولی۔۔۔۔۔

ردا آگے بڑھ کر اُن سے کچھ کہنے لگی تھیں مگر روحی نے بازو سے پکڑ کر خاموش رہنے کی تنبیہہ کی۔۔۔۔

"گیتی آرا٦۔۔۔۔۔یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟ آرام سے بات نہیں کرسکتی؟"
ساحرہ جمال شور سُن کر نماز کے بعد اپنی تسبیح ہاتھ میں لیے برآمدے میں آئیں تو بیٹی کے تیور دیکھ کر خشمگیں انداز میں بولیں۔۔۔۔۔۔

"امی۔۔۔۔۔مجھے بس میرا بیٹا ہر حال میں چاہیے۔۔۔۔کسی بھی قیمت پر۔۔۔۔اُس لڑکی سے کہیں کہ جاہ سے بات کرے کیونکہ میری بات تو وہ سُننے لائق نہیں سمجھتا۔۔۔۔اس لڑکی کی وجہ سے وہ تو اب ہمیں دو کوڑی کی عزت دینا بھی گوارا نہیں کرتا۔۔۔۔یہ دن بھی اسکی وجہ سے دیکھنے کی نوبت آرہی ہے کہ بھکاریوں کی طرح اپنے ہی بھتیجے سے بھیک مانگنی پڑرہی ہے وہ بھی

اس کی زبان کی سفارش پر۔۔۔۔۔"

گیتی آرا۶۱ ضدّی انداز میں بول رہی تھیں۔۔۔۔

"غلط گمان مت پالو گیتی۔۔۔۔۔جاہ تمہاری عزت اب دل و جان سے کرتا ہے بیٹا۔۔۔۔۔وہ اکثر تمہارا پوچھتا ہے کہ آنی حویلی کیوں نہیں آتیں۔۔۔۔جس ہتک عزت کی بات تم کررہی ہو وہ تمہارے اپنے لاڈ پیار سے بگاڑے بیٹے کے طفیل ہے۔۔۔۔اس جاہ اور نایاب کا کیا قصور ہے؟ مت بھولو کہ جاہ اگر اُسکی جان بخش کر یہاں سے جانے کو نہیں کہتا تو وہ کاری قرار دے دیا جاتا۔۔۔۔۔"

ساحرہ جمال سنجیدگی سے بولیں تو دُرّے کیلئے انکی حمایت پر گیتی نے حیرت سے انہیں دیکھا۔۔۔۔

"امّی آپ ایک غیر لڑکی کیلئے اپنے نواسے کو گنہگار کہہ رہی ہیں؟میں حیران ہوں کہ آپ اس کی حمایت کیسے کرسکتی ہیں؟آپ بھول گئی ہیں ہمارے زخم جنہیں یہ بھرنے نہیں دیتی؟ناسور بنادیا ہے ہمارے روگوں کو۔۔۔۔کس بنیاد پر اُسے کاری قرار دیتے ہاں؟ سراب بھی تو خود کو پانی ظاہر کرکے پیاسے کو فریب دیتا ہے نا۔۔۔کسی نے اس فریب سے کیوں نہیں پوچھا کہ آہل بزنجو جس نے لاتعداد پیشکشوں کے باوجود کسی لڑکی کو نظر اُٹھاکر نہیں دیکھا،وہ یوں لمحوں میں اسکا اسیر کیوں ہوا؟ کیا یہ لڑکی اس سے ہنس کر بات نہیں کرتی تھی؟ اُسے لگا ہوگا کہ اسکے من میں بھی کوئی نرم گوشہ ہے۔۔۔کوئی اشارہ تو دیا ہوگا نا تبھی اس نے اتنا انتہائی قدم اُٹھایا۔۔۔۔اتنا پارسا تو کوئی نہیں ہوتا کہ اُس سے ذرا سی پوچھ گچھ بھی نا کی جائے ورنہ گیارہ سال کی عمر میں کس پر نامحرم کیساتھ تعلقات کا الزام لگتا ہے؟"

گیتی آرا۶۱ بیٹے کی محبت میں پاگل ہوکر دُرّے سمیت وہاں موجود

سب کے دل اپنے نوکیلے لہجے سے گھائل کر چکی تھی۔۔۔۔

" نہیں تھی وہ نامحرم۔۔۔۔۔منکوحہ تھی میری۔۔۔۔۔آپکے شوہر کے قتل کے بدلے میں ونی بن کر نہیں آئی ہے وہ میرے زندگی میں۔۔۔۔اُسے رب نے پیدا ہی میرے مقدر میں لکھے جانے کیلئے کیا تھا۔۔۔۔۔وہ اس سے پہلے بھی میرا جہان تھی وہ اب بھی میری حیات ہے اور آخری دم میرے وجود میں سانس بن کر رہے گی۔۔۔۔۔"

گیتی آرا٦ اسکی آواز پر سُن سی ہوگئی تھیں۔۔۔۔

باقی لوگ بھی اس انکشاف پر دم بخود کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔

"میری رابیل بدکردار نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ ہمیشہ سے ایک شفاف پاکیزہ موتی رہی ہے جسے خدا نے حیا اور تقدس کی سیپی میں پوشیدہ رکھ کر محفوظ رکھا ہے تب بھی جب وہ میری نظر سے اوجھل تھی اور تب بھی جب وہ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے۔۔۔۔۔جس نے رابیل پر وہ گھناؤنا الزام لگوایا تھا دراصل اندھوں کے شہر میں آئینہ لیکر اپنا اصل غلیظ روپ دکھارہا تھا سب کو اور اُن نابینا غیرت مندوں کو صرف وہی کیچڑ رابیل کے دامن پہ نظر آیا تھا۔۔۔۔"

جبروت کی گرجدار اور بارعب آواز نے ہر طرف سنّاٹا برپا کردیا تھا۔۔۔۔۔

"اپنے بیٹے کی محبت میں اتنی بے حس ہوسکتی ہیں آپ کہ کسی پاکدامن پر تہمت لگاتے ہوئے آپ کو ذرا سا بھی خوفِ خدا نہیں ہے؟جسے آپ فریب کہہ رہی ہیں وہ آپکے بیٹے کے من کا فتور تھا۔۔۔اسکی نظروں کا بے لگام ہونا میں نے دیکھا ہے۔۔۔۔آپ ایک معصوم انسان کو اپنی بے جا

نفرت کی بھینٹ چڑھارہی ہیں جسے معلوم تک نہیں تھا کہ آپکا بیٹا اُسے کن نظروں سے دیکھتا ہے؟ میں نے آہل کو بار ہا متنبہہ کیا تھا کہ وہ اپنی بے راہ روی

سے باز آجائے مگر اُس نے میری بات کو سُننا بھی گوارا نہیں کیا شائی د۔۔۔۔آپ کو اپنا بیٹا چاہیے لیکن۔۔۔اس کا سایہ بھی مجھے یہاں دکھائی دیا تو وہی ڈیرہ بگٹی میں زندہ زمین میں گاڑھ دونگا جہاں اسنے ہمارے بدخواہوں کیساتھ گٹھ جوڑ کرنے کی غلطی کی۔۔۔۔صرف آوارگی ہی نہیں غدداری کی کوشش بھی اسکا گناہ ہے اور اسکے لئے اسے قطعی معافی نہیں مل سکتی۔۔۔۔"

جبروت خشک لہجے میں بولا تھا۔۔۔۔

پیچھے برآمدے میں ستون کیساتھ کھڑی دُرّے کی دزدیدہ نظر جبروت سے ٹکرائی تو جبروت نے سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔۔۔۔

وہ نظر چُرا کر وہاں سے جا ہی رہی تھی جب برآمدے کی طرف دوسری منزل سے آنے والی سیڑھیوں پر پارسا کو ساکت سا دیکھا۔۔۔۔

ماحول پر چھایا سنّاٹا قدرے چھٹا تو پارسا جو خود کو سنبھالتی سیڑھیوں پر اُتر کر انکی جانب آ رہی تھی جب جبروت اور دُرّے دونوں ہی اسکے قدموں اور وجود کی لڑکھڑاہٹ دیکھ کر فوراً اسکی طرف دوڑے تھے۔۔۔۔

پارسا آخری سیڑھیوں پر بدقت جبروت کے بازوؤں پر گر کر سنبھلی تھی۔۔۔

جبروت کو اسکے وجود کی لرزش صاف محسوس ہوئی تھی۔۔۔

کچھ اسکی طبیعت بھی خراب تھی اور پھر یہ انکشاف۔۔۔۔اسکا سر گھومنے لگا تھا۔۔۔۔۔

"ہالہ۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے آپ ٹھیک ہیں؟" جبروت نے نرمی سے کہتے ہوئے اسکے گرد اپنے بازو پھیلا کر سنبھالا۔۔۔۔

پارسا نے سر اُٹھاکر مُرجھائی نظروں سے اُسے دیکھا تو جبروت کے تاثرات میں اسکے لئے صرف فکر تھی۔۔۔۔۔

"دادو۔۔۔۔۔کک۔۔۔۔پپ۔۔۔۔پاس لے جائیں۔۔۔۔"خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ ہکلا کر بولی تھی۔۔۔۔۔

جبروت نے کچھ دیر اسکے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا اور پھر اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے ریت کی طرح اسکے پھسلتے وجود کو لئے ساحرہ کے پاس آیا جو ڈوبتے دل کیساتھ پوتی کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

پارسا آنگن میں رکھی لکڑی کی خوبصورت چارپائی پر بچھی نرم گدے پر بیٹھ گئی اور جبروت کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ایک طرف بٹھایا جبکہ دُرّے کو اشارے سے پاس بُلا کر اپنے دوسری جانب بٹھایا اور اپنے سامنے کھڑی ردا کو اشارے سے اپنے پاس آنے کا کہا تو وہ تیزی سے آکر اسکے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔

پارسا نے اپنے دونوں ہاتھ جبروت اور دُرّے کے ہاتھوں میں دیے ہوئے تھے جو بخار کی شدت سے خاصے گرم اور ٹھنڈ لگنے سے کانپ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

"دادو۔۔۔بب بیٹھیں مجھے آپ سے۔۔۔ان سب سے کچھ کہنا ہے۔۔۔"

پارسا نے خالی نظروں سے ساحرہ کو دیکھ کر کہا تو وہ آکر اسکے سامنے والی چارپائی پر براجمان ہوگئی یں۔۔۔

"پتہ نہیں میں کیسے اپنی بات کروں۔۔۔کیا کہوں۔۔۔کہاں سے شروع کروں۔۔۔میں یہ بات آپ سب کو نہیں سمجھا سکتی کہ میرے دل میں یہ بات کیوں اور کیسے خواہش بن کر اُسی دن سے بیٹھ گئی تھی جب میں نے پہلی دفعہ دُرّے اور جبروت کو اکٹھے

دیکھا تھا۔۔۔میں جانے کتنے عرصے سے یہ بات ان دونوں سے کہنا چاہ رہی تھی مگر ہمت نہیں ہوئی۔۔۔۔"

پارسا کا لہجہ بلکل بے ریا اور صاف گو تھا۔۔۔۔

اسنے کسی معصوم بچے کی طرح جبروت کو یوں دیکھا جیسے بچہ کنفیوز سا ہوکر ماں کو دیکھ کر اپنی اُلجھن کا حل مانگتا ہے۔۔۔۔

جبروت نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی چھو کر آبرو سوالیہ انداز میں آبرو یوں اُٹھائے جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ بنا بولے بھی اسکی ہر بات سمجھ رہا ہے۔۔۔۔

"آپ کو پتہ ہے۔۔۔میں نے کبھی آپکو دیکھا نہیں تھا مگر جب پہلی بار مما سے بچپن میں آپکا نام اپنے نام کیساتھ جڑا ہوا سُنا تھا تب سے ذہن پر نقش ہوگیا تھا۔۔۔لیکن جب میں پہلی بار یہاں حویلی میں آکر دُرّے سے ملی اور پھر آپ دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تب ہی سے مجھے آپ دونوں ایک

ساتھ ہی اچھے لگنے لگے تھے۔۔۔۔مجھے ہمیشہ سے ایک ڈر نے اپنے گھیرے میں لیے رکھا کہ کسی دن دُرّے کو کوئی اور اپنے آنگن کی مہک بناکر نا لے جائے۔۔۔گزشتہ تمام عرصے میں جانے کتنی دفعہ میں نے آپ دونوں سے یہ بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر ہر دفعہ ہمت ہار جاتی۔۔۔پتہ ہے میں نے آج اللہ سے بہت دعا کی تھی کہ وہ کسی طرح میرے دل کی بات آپ تک پہنچادیں اور اُنہوں نے کتنے حیرت انگیز انداز میں میری دُعا سُن لی۔۔۔۔زندگی میں شائد ہی اس بڑھ کر کوئی انکشاف مجھے اتنا حسین اور میٹھا لگا ہو۔۔۔۔"

پارسا کے لہجے کا اطمینان دیکھ کر تو خود جبروت اور دُرّے بھی چونک پڑے تھے۔۔۔۔

"آپ نے میری ہر بات مانی ہے نا۔۔۔میرے ہر خوف اور اِن

سیکیورٹی کو کھرچ کر میری زندگی سے دور پھینکا ہے نا۔۔تو آج مجھے اس ڈر سے بھی نجات دلادیں جو کب سے میری جان کھائے جارہا ہے۔۔۔۔مجھ سے وعدہ کریں کہ دُرّے کو ہم سے دور کبھی نہیں جانے دینگے۔۔۔کوئی اور اگر اُسے ہم سے دور کرنے یا چھیننے کی کوشش کرے تو آپ اُسے بخشیں گے نہیں۔۔۔۔مجھے ضمانت دیں کہ کبھی کسی کو اپنے بیٹے کی بڑی امّی کو چرا کر لے جانے کی اجازت نہیں دینگے نا۔۔۔۔"

جبروت کی آنکھوں میں جھانک کر کہتی پارسا کا آخری جملہ شرارت میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔۔

جبروت نے پہلے قدرے حیرت سے جھٹکا کھا کر اُسے دیکھا اور بے اختیار ہولے سے ہنس پڑا۔۔۔

"وعدہ؟" پارسا نے ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی تو جبروت نے ایک نظر اسکے پاس بیٹھی دُرّے کو دیکھا۔۔۔۔

"دادو سے پوچھیں۔۔۔۔۔"یہ جبروت کی عقیدت اور احترام تھا۔۔۔

انہی کے مان کے خاطر تو وہ اس پُل صراط سے گزرا تھا۔۔۔۔

"دادو! کوئی خالی خولی اجازت نہیں۔۔۔۔۔آپ حکم کریں کہ دُرّے کو بلکل ویسے ہی عزت و اکرام کیساتھ حویلی لائی یں گی جو اسکا حق تھا۔۔۔۔"

پارسا نے مُصر انداز میں کہا تو ساحرہ نے نم پلکوں کو جُنبش دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا تو زارا اور ایہا سمیت باقی سب کی آنکھیں خوشی سے ٹمٹمانے لگیں جبکہ گیتی آرا٦١ اور فارینہ بانو بے یقینی سے ساحرہ کو دیکھ رہی تھیں جو پچھلے کچھ وقت سے دُرّے کیساتھ کی گ ئی تمام بدسلوکیوں کا مداوا کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔۔۔۔۔

اور پھر پارسا نے ضد کرکے اُن سے اپنی ایک اور خواہش بھی منوالی جو یہ تھی کہ دُرّے کو دھوم دھام سے جبروت کے حوالے کیا جائے اور انکی شادی کے سارے ایونٹس وہ خود آرگنائی ز کرے گی۔۔۔۔۔

ڈنر کے بعد جب سب لڑکیاں ٹیرس پر موجود کھلے آسمان تلے نرم غالیچوں پر بیٹھیں شادی کی تقریبات سے متعلق تمام پہلو ڈسکس کررہی تھیں تو ونیزہ جو کافی دیر سے اپنے سامنے پارسا اور ردا کے درمیان میں بیٹھی آبدار اور سجل کو گود میں بٹھائے اُن سے کھیلتے ہوئے دُرّے کو محویت سے تک

رہی تھی جب دُرّے نے یونہی کچھ محسوس کرکے اُسے دیکھا تو اسنے گڑبڑا کر نظروں کا رُخ روحی کی جانب کرلیا جو عبیر کیساتھ ان سب سے تقریبات پر رائے لیتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔۔

دُرّے کو اسکی وہ نرم نظریں بھاگ ئی تھی مگر ہولے سے مسکراتے ہوئے وہ پھر سے بچوں کی طرف متوجہ ہوگ ئی تو ونیزہ نے پھر چوری چوری اُسے دیکھنا شروع کردیا۔۔۔۔۔

رات گ ئے انکی محفل برخاست ہوئی تو ٹیرس سے اُتر کر وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلی گ ئی یں جبکہ ونیزہ جو سب سے آخر میں سیڑھیوں پر اُتری تھی، کاریڈور میں اسکا سامنا جبروت سے ہوگیا تو وہ سر جھکائے اسکے برابر سے گزرنے لگی۔۔۔۔

"ونیزے!" جبروت کی پکار نے اسکے قدم جھکڑ لیے تھے۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔۔"آواز میں ادب خود بخود رچ گیا تھا۔۔۔۔

"میری ایک بات مانیں گی؟" جبروت بنا اُسے دیکھے بولا۔۔۔

"بولیں۔۔۔۔۔"دھیما سا جواب موصول ہوا۔۔۔۔۔

"میں جانتا ہوں آپ خود کو اتنی اذیت کیوں دیتی ہیں۔۔۔۔محبت کے

احساس سے کیوں بھاگتی ہیں۔۔۔۔اس میں آپکا کوئی دوش نہیں ہے۔۔۔۔غلطی انکی ہے جنہوں نے آپکے معصوم اور پاک ذہن میں ایک ایسے امر بیل کا بیج بویا جس نے تناور پیڑ بنتے بنتے آپکی جان عذاب کرڈالی۔۔۔۔آپ کو مجھ سے شکوہ ہے نا کہ میں آپکو ہیر ،مشک اور نوری جیسی توجہ کیوں نہیں دیتا؟آپ سے اتنی بے مروتی کیوں برتتا ہوں؟ایسا نہیں ہے۔۔۔آپ بھی ان سب کی طرح میرے

دل کے بہت قریب اور مجھے عزیز ہیں کیوں کہ آپ ہمارا حصّہ ہیں۔۔۔ہمارے جگر کا ٹکڑا۔۔میں بھلا اپنے خون سے ناپسندیدگی کیسے رکھ سکتا ہوں؟ میں نے صرف اتنا چاہا کہ آپکو جس غلط سمت کی راہ دکھائی گ ئی آپ اس جانب چل کر اپنی زندگی برباد نہ کریں۔۔۔میں آپکو کوئی ایسی غلط اُمید کے سہارے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جسکے ٹوٹنے پر آپ خود ٹوٹ جاتی۔۔۔"

وہ نرمی سے بول رہا تھا اور وہ حیران تھی کہ اُسے سب پتہ تھا بس انجان بنا رہا۔۔۔

"صرف اتنی ریکویسٹ ہے کہ آپ میرے بھائی کی محبت کو سمجھنے کی بس ایک دفعہ ہی صحیح کوشش تو کرکے دیکھ سکتی ہیں نا۔۔۔وہ سب کچھ جانتے ہوئے اب بھی دیوانوں کی طرح آپکو چاہتا ہے۔۔۔پلیز خود کو تکلیف مت دیں ، دستک دیتی خوشیوں کو گلے لگا کر تو دیکھیں نا ایک دفعہ۔۔۔۔۔"

جبروت واقعی التجائیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔۔۔

ونیزہ نے آنکھیں میچ کر اپنے لب کاٹے تھے اور پھر جب اُسنے آنکھیں کھولیں تو اُنگلیاں مروڑتے ہوئے اُسنے جھجھک کر جبروت کو ہاں کہہ دی تو وہ جیسے خوشی سے پاگل ہو گیا۔۔۔

وہ اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا جبکہ ونیزہ کے دل

سے گویا کسی نے پہاڑ جیسا بوجھ سرکا دیا تھا۔۔۔

وہ کھسیانی سی مسکراہٹ کیساتھ ساحرہ کے بیڈروم کی طرف جانے لگی کیونکہ وہ آج دُرّے کے پاس سونا چاہتی تھی جو آجکل ساحرہ کی فرمائش پر انکے روم میں انکے ساتھ سوتی تھی۔۔۔۔

ونیزہ نے ہلکا سا دروازے پر دستک دی تو کچھ لمحے بعد دھیرے دھیرے ذرا سے کھلتے دروازے کے پیچھے سے دُرّے کا سر برآمد ہوا۔۔۔

"میں اندر آجاؤں گوہر(بہن)؟" ونیزہ نے اسکے متحیّر چہرے کو دیکھ کر قدرے خجالت سے کہا۔۔۔

"آجائیں۔۔۔"دُرّے نے خوشگوار حیرت سے کہا اور اسکے لئے راستہ چھوڑ دیا تو وہ کمرے کے اندر چلی گئی۔۔۔

ساحرہ ماسٹر بیڈ پر ایک طرف اپنے داہنے پہلو پر قبلہ رو ہوکر لیٹی سورہی تھیں۔۔۔

وہ دونوں دبے پاؤں آکر بالکنی میں بیٹھ گئیں جہاں لان میں لگیں لائٹس کی مدھم روشنی آرہی تھی۔۔۔

"آپ سوئی نہیں ونیزہ؟" دُرّے نے اسے دیکھ کر ملائمت سے پوچھا۔۔۔

"نہیں بس نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔"ونیزہ کی آواز سرگوشی بن کر لبوں سے خارج ہوئی تھی۔۔۔

"آپ پریشان ہیں؟" دُرّے نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"ہاں نا۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔"ونیزہ جیسے بجھ سی گئی تھیں۔۔۔

"ہمیں بتانا چاہیں گی؟ ہم سُن رہے ہیں۔۔۔خیر ہے اگر وہ ہماری شکایت ہی کیوں نا ہو۔۔۔"

دُرّے نے اسکی ٹھوڑی کو اپنی اُنگلیوں کی پوروں سے چُھوا۔۔۔

ونیزہ کچھ دیر خاموشی سے اس بیحد مہربان لڑکی کو دیکھتے ہوئے بالآخر اسکی طرف جھکتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی۔۔۔۔

"سوری۔۔۔۔۔"وہ معافی کا چھوٹا سا لفظ ونیزہ کے دل کی گہرائیوں سے نکل گر اسکی آنکھیں نم کر گیا تھا۔۔۔۔۔

"اشکالی ندارہ عزیزم.....(It's ok my dear)"

دُرّے نے اسکے گرد بازو لپیٹ کر پیار سے کہا۔۔۔۔۔

"ایسی پشتو مانسہرہ میں بولتے ہیں؟ اسکا کیا مطلب ہوا؟"

ونیزہ نے نا سمجھی سے پوچھا تو دُرّے ہنس پڑی۔۔۔۔

"مطلب کوئی بات نہیں ہماری جان۔۔۔۔۔فارسی میں کہا۔۔۔۔۔"

دُرّے نے ہنستے ہوئے وضاحت کی تو ونیزہ بھی ہنس پڑی۔۔۔۔

ونیزہ پھر دُرّے سے باتیں کرتے کرتے اسکے پاس ساحرہ کے بیڈروم میں ہی سو گ ئی تھی۔۔۔۔۔

اگلی صبح سے جو تیاریوں کا آغاز ہوا تو ایک ہفتے بعد ستمبر کی پہلی تاریخ کو کہیں جاکر سلسلہ تھما کیونکہ اس دن دُرّے اور جبروت تیسری مرتبہ نکاح کے بندھن میں بندھ گ ئے تھے۔۔۔۔

انکی شادی کی تقریبات کا سلسلہ نکاح سے پہلے گیارہ دن تک چلا تھا اور یہ بلاشبہ ایک بہت پُر تعیش اور یادگار شادی تھی۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اپنی بیگم ارین کیساتھ لندن سے اس شادی میں شرکت کرنے پاکستان آئے تو بس پھر یہی کے ہو کر رہ گ ئے۔۔۔۔

اُنہوں نے اسلام آباد کے پوش علاقے میں گھر خرید کر یہاں مستقل رہائ ش پذیر ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ انہیں پاکستان بے انتہا پسند آگیا تھا۔۔۔۔۔

شادی کے چند دن بعد ہی وہ لوگ واپس اسلام آباد پہنچ گ ئے تھے۔۔۔۔

زندگی کے مسرور لمحوں میں گُم اُن میں سے کون جانتا تھا تھا کہ ایک سانحہ انکا سکون تہہ و بالا کرنے والا تھا۔۔۔۔

*****

جے آر مینشن،اسلام آباد:

ملگجی شام کے اس پہر شہرِ اقتدار کی فضا میں جاتی گرمیوں کی عجب سی رسیلی نم ہوا دم بہ دم خزاں کے رُت میں ڈھلتے گھنے اونچے پیڑوں کے زرد پڑتے پتوں سے سر ٹکراتی ہر چند لمحے بعد مدھم سا شور مچاکر شرارت سے گزرتی جارہی تھی۔۔۔۔

کچھ سمے پہلے کی ہوئی ہلکی رِم جھم سے تر سڑکوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت مناسب رفتار سے رواں دواں تھی۔۔۔۔

دامنِ کوہ کے قریب ہی مارگلہ ہلز سے کچھ فاصلے پر واقع جبروت رئیسانی کے ذاتی مینشن کے در و دیوار سے مسرّت ٹپک رہی تھی۔۔۔۔چہل پہل نے ماحول کو خوشگوار بنا رکھا تھا۔۔۔۔

زیارت سے خاندان کے کئی افراد اسلام آباد آکر جے آر مینشن میں ٹھہرے اپنی خوش گپیوں اور کھکھلاہٹوں سے ماحول میں گھلی مسرّت و انبساط کو جلا بخش رہے تھے۔۔۔

ونیزہ کی طرف سے آذور کی زندگی میں شامل ہونے کیلئے گرین سگنل ملنے پر جبروت نے گھر کے بڑوں کے سامنے ساحرہ جمال سے اس بارے میں بات کی تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائی یں۔۔۔۔

اس سلسلے میں واحد رُکاوٹ گیتی آرا٦١ تھیں جو دُرّے کیلئے اپنے شدید غم و غصّے کی بنا٦ پر اسکی اور جبروت کی شادی کے یادگار موقعے پر کسی بھی فنکشن میں شریک نا ہوئی یں اور شادی کے فوراً بعد ونیزہ کو زبردستی اپنے ساتھ گھر واپس کوئی ٹہ لے جانے

پر بضد تھیں مگر ونیزہ اُنکے سامنے ڈٹ گئی یں۔۔۔

ونیزہ کو بخوبی علم تھا کہ ایک بار وہ انکے ساتھ چلی گئی تو وہ زندگی بھر اُسے اپنے ننھیال کی شکل دیکھنے کو ترسا دینگیں جو اُسے قطعی منظور نہیں تھا کیونکہ اپنا ننھیال اُسے بیحد پیارا تھا۔۔۔۔۔

اب تو آذور سے دوری بھی اُسے ڈرانے لگی تھی۔۔۔۔گیتی آرا٦١ نے اُسے ساتھ لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرلی لیکن جب وہ نہیں گئی تو زبردستی پر اُتر آئی یں مگر اس بار ساحرہ جمال نے اپنی لاڈلی بیٹی کے بے جا ضد کی حمایت کے بجائے اپنی نواسی کیلئے سٹینڈ لیا اور انکے رعب کے سامنے

گیتی آرا٦١ بے بس ہوکر غصّے سے بل کھاتی ونیزہ کو اَذور سے شادی کرنے پر ہمیشہ کیلئے دُھتکارنے کی دھمکی دے کر واپس کوئٹہ چلی گئی یں۔۔۔۔

ونیزہ اُنکے یوں چلے جانے پر غم سے نڈھال ہوکر کہیں کونے میں قید ہوگئی تھی۔۔۔۔
اپنی لاڈلی نواسی کو یوں تکلیف میں دیکھ کر ساحرہ سے رہا نہیں گیا تو وہ خود جاکر گیتی کو منانے کوئٹہ گئی یں مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہی رہیں۔۔۔
ناصرف وہ بلکہ اُنکے سُسر اور ساحرہ کے لاڈلے چھوٹے بھائی محمود بزنجو نے بھی ساحرہ سے منہ موڑا تو انکی ضدی طبیعت کو بھی جوش آگیا اور زیارت واپس آکر اُنہوں نے ایک ہفتے کے اندر اندر ونیزہ کو اَذور کی دُلہن بنانے کا اپنا اٹل فیصلہ سُنادیا۔۔۔۔۔

حیدر اور زارا رئیسانی تو پہلے سے ہی ونیزہ کو اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے،اپنے خاندان کی طرف سے یوں دُھتکارے جانے پر اُسکا ٹوٹ جانا اُن سے دیکھا نہیں گیا تو اُنہوں نے ساحرہ سے ونیزہ کو اپنے ساتھ اسلام آباد لے جانے اور وہی سے رُخصت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔۔۔

ساحرہ کو کچھ تامل ہوا تو جبروت اور ضبور نے اُنہیں مناکر ہی دم لیا اور بلا آخر اُنکی اجازت پر ونیزہ حیدر اور زارا سمیت باقی سب کیساتھ اسلام آباد آگئی۔۔۔۔

اسلام آباد آتے ہی ونیزہ کی لاکھ حیل و حجت کے باوجود اسکی شادی کے ہر پل کو خاص بنانے کیلئے دُرّے اور ردا انتظامات میں جُتھ گ ئی یں۔۔۔۔۔

کشمالہ بھی لاہور سے انکے پاس اسلام آباد آچکی تھیں اور کچھ دنوں بعد میر رئیسانی حویلی کے باقی لوگ بھی اسلام آباد پہنچ گ ئے تو گویا رونق و شادمانی کا ایک سماں بندھ گیا۔۔۔۔

اس وقت مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد لیونگ روم میں بیٹھے حیدر رئیسانی دُرّے کیساتھ شطرنج کھیل رہے تھے۔۔۔۔
ایک دوسرے کیساتھ شطرنج کھیلنا ان دونوں کا پُرانا اور محبوب مشغلہ تھا۔۔۔
شطرنج کھیلتے ہوئے وہ دونوں ہی ارد گرد کی سرگرمیوں سے بے نیاز ہوجاتے اور اس وقت بھی کچھ یہیں کیفیت تھی۔۔۔۔

زارا رئیسانی تو اپنی سنگی سہیلی ایہا رئیسانی کیساتھ کچن میں گھسی ڈنر کی تیاری کررہی تھیں۔۔۔۔

ساحرہ جمال اپنی دونوں بڑی بہوؤں انیسہ بیگم اور فارینہ بانو کیساتھ بیک یارڈ سٹنگ ایریا میں بیٹھیں باتوں میں مشغول تھیں جبکہ روحی اور عبیر ونیزہ کے برائیڈل ڈریسز اور جیولری کو آخری ٹچ دینے میں مصروف تھیں۔۔۔۔۔

کشمالہ ردا اور ونیزہ کیساتھ بیٹھی لاہور اور اپنے گھر کے قصّے سُنانے میں لگی تھی اور پارسا اُنکے برابر میں صوفے پر پیر اوپر کیے لیپ ٹاپ پر کچھ دیکھنے میں محو تھی۔۔۔

حیدر رئیسانی کے بھائیوں میں صرف اشف رئیسانی اس وقت انکے برابر میں بیٹھے دُرّے کیساتھ انکے سنسنی خیز مقابلے سے لطف اندوز ہوتے ساتھ میں تبصرے کیے جارہے تھے۔۔۔

ہاشم رئیسانی تو تحریم کی صحت کے پیش نظر اُن کو لیکر دُرّے اور جبروت کی شادی سے پہلے ہی کینیڈا واپس جاچکے تھے جبکہ بابر رئیسانی بھی لندن واپس چلے گئے تھے۔۔۔۔

اذرنگ اس وقت زیارت سی ایم ایچ میں اپنی ڈیوٹی کی وجہ سے اسلام آباد نہیں آیا تھا اور دُلہے راجا اَذور رئیسانی جو ایف آئی اے میں آفیسر تھے، اپنے ادارے کی طرف سے ملے کچھ اہم

معاملات و فرائض نبٹھانے کی غرض سے جامشورو میں تھا۔۔۔

جبروت اس سے مینشن کے عقبی جانب بنے اصطبل میں اپنے گھوڑے ناموس کی زین سنبھالے اسکے ساتھ واک کرتے ہوئے اپنے برابر میں چلتے ضبور سے محوِ گفتگو تھا۔۔۔

"باہی! کچھ اندازہ ہے کہ کب جانا ہے تم نے؟" جبروت کے پوچھنے پر اُنگلیاں باہم ملائے گھاس کو تکتے ضبور نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

"ہمم۔۔۔شائد کچھ ہی دن بعد۔۔۔باقی کام تو یہاں سے بھی ہورہا ہے لیکن بذاتِ خود حاضری دینے میں ابھی کچھ دن ہیں۔۔ونیزے کے نکاح میں شرکت تک رُکا ہوں ابھی۔۔۔وعدہ جو کیا تھا اُس سے۔۔۔"

ضبور نے رسان سے بتایا۔۔۔

"ہوں۔۔۔"

جبروت نے ایک گہری سانس بھری۔۔۔

اپنا خیال رکھنا باہی۔۔۔جن کے درمیان تم جارہے ہو نا۔۔۔وہ بھوکے درندوں کی طرح موقعے کی تاک میں منہ کھولے بیٹھے ہیں اور آجکل تو اُنہیں کچھ زیادہ ہی تپ چڑھی ہے۔۔۔ہمارے ہاتھوں انکا نہایت ہی ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔۔۔اُنہیں خود کو ایک خراش

تک پہنچانے کی اجازت بھی مت دینا۔۔۔"

بڑے بھائی کے لہجے کو اپنے لئے تفکر اور محبت سے چور دیکھ کر ضبور مسکرایا تھا۔۔۔

"راجر باس۔۔۔ان شاء اللہ" وہ سعادتمندی سے بولا۔۔۔

"ویسے کشمیر کیا کرنے گئے تھے دو دن پہلے؟" جبروت جو اب ناموس کو واپس اصطبل میں لے جاکر اسکے گلے میں بندھی رسی کو ستون سے باندھ رہا تھا،ضبور کے پوچھنے پر اسکی طرف دیکھ کر نچلا لب کاٹا۔۔۔۔۔

"رابیل کی ایک امانت ہے میرے پاس۔۔۔اسکے بابا کا فارم ہاؤس۔۔۔وہ فارم ہاؤس اُنہوں نے اپنی زندگی میں میرے نام کردیا تھا لیکن جب پہلی مرتبہ رابیل میرے نکاح میں آئی تھی تب وہ فارم ہاؤس میں نے اُسکے حقِ مہر میں لکھوادیا تھا۔۔

میں چاہتا ہوں رابیل کو اسکی امانت سپرد کردوں۔۔۔کیا خبر زندگی مزید کتنی سانسوں کی اسیر ہو؟"

اسکا مخصوص دھیما لہجہ۔۔۔۔

اسکی آخری بات پر ضبور نے جھرجھری سی لی تھی۔۔۔

"وادی نیلم کا مقام اور رتبہ میرے دل میں کہیں بہت بلند تر ہے۔۔۔

میں اس جگہ کو کبھی فراموش نہیں کرپایا باہی۔۔۔"

وہ ایک جذب سے بولا تو ضبور نے چونک کر اُسے دیکھا۔۔۔۔

"پتہ ہے باہی۔۔۔۔نیلم ہی وہ مقام ہے جہاں میں نے پہلی مرتبہ رابیل کو دیکھا تھا جب اسکی عمر محض تین دن تھی۔۔۔"

ضبور نے دُرّے کے ذکر پر جبروت کے لبوں پر ایک مبہم دل آویز سی مسکراہٹ اُبھر کر غائب ہوتی دیکھی تھی۔۔۔۔

جبروت نے کبھی کسی کے سامنے دُرّے کیلئے خود کو یوں مبہوت ہونے نہیں دیا تھا مگر آج اسکے لہجے میں کچھ تھا جو ضبور کو حیران کررہا تھا۔۔۔۔

"غالباً وادی نیلم ہی وہ پڑاؤ ہے جہاں دریائے نیلم کے بے رحم موجوں میں رابیل کو گرتے دیکھ کر شیر شاہ خون آشام بن گیا تھا۔۔اک تاریک اور سیاہ دنیا کے بے تاج حکمران نے جنم لیا تھا۔۔" ضبور نے اسکی بڑی بڑی آنکھوں میں جھانک کر گہرے لہجے میں کہا تو جبروت کے تاثرات ایک لمحے کو سپاٹ ہوئے تھے۔۔۔

پُرزور دریا کے بہتے پانی کے سرکش شور اور اُس میں گرتی دُرّے کی روتی تڑپتی چیخ کی آواز پھر سے اسکے کانوں میں گونجی تو دماغ میں ایک آتش فشاں پھوٹا تھا۔۔۔

"جاہ! سرور بگٹی انتہا کا گھٹیا اور کمینہ انسان ہے۔۔۔۔وہ سانپ

تم سے اپنے پانچ بدنامِ زمانہ بیٹوں کی بیک وقت پھانسی اور ہر طرف سے اپنی بربادی کا بدلہ ضرور لے گا۔۔۔۔افراسیاب سہگل بھی ابھی تک مفرور ہے۔۔۔وہ اپنی فریبی چال کبھی بھی چل سکتا

ہے۔۔۔اب تو بابا جان کے ڈی جی آئی ایس آئی بننے کی خبر انکی نفرت اور بغض کے تابوت میں آخری کیل ٹونک چکی ہوگی۔۔۔۔ملک کے اندر شرپسندی ایک طرف مگر اب تو وہ بیرونی جانب سے بھی فساد پھیلانے کیلئے پیشرفت کرنے کی کوشش کررہے ہونگے۔۔۔میں چلا بھی جاؤں تب بھی دل تم میں اٹکا رہے گا۔۔۔"

ضبور سنجیدہ فکرمند لہجے میں بولا۔۔۔۔

اسکے اضطراب کو محسوس کرکے جبروت نے اسکے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ جماکر مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور پھر کھینچ کر گلے سے لگایا۔۔۔

"اب وقت انکا حامی نہیں رہا میرے بھائی۔۔۔۔"جبروت کے لہجے میں ایک پُراسرار سا ٹھہراؤ تھا۔۔۔

اسکے مطمئن سے انداز پر ضبور نے ایک گہری سانس کھینچ کر اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت مزید مضبوط کی۔۔۔

اِدھر لیونگ روم میں حیدر دُرّے سے چیس کا سنسنی خیز مقابلہ ہار کر اب اُسے دیکھ کر مسکرائے جارہے تھے جبکہ اشف رئیسانی بھی اُسے داد دے رہے تھے۔۔۔۔

"ادھر آؤ بابا کی جان۔۔۔"حیدر نے اُسے محبت سے پاس بُلایا تو وہ کھکھلا کر انکے پاس جا بیٹھی۔۔۔

دُرّے حیدر اور اشف رئیسانی کے پاس بیٹھی دونوں کیساتھ گپیں مار رہی تھی کہ لیونگ روم کے دروازے سے ضبور کے ہمراہ اندر داخل ہوتے خود کو دلچسپی سے تکتے جبروت پر نظر پڑتے ہی وہ دھیمی پڑ گئی۔۔۔
جبروت اور ضبور حیدر کے برابر میں بیٹھنے لگے تو دُرّے سمٹ کر اُٹھتے ہوئے تھوڑے فاصلے پر کشمالہ اور ردا کیساتھ بیٹھی ونیزہ کے پاس جاکر اسکے برابر میں بیٹھی۔۔۔

ونیزہ اسکی جانب متوجہ ہوکر مسکرائی اور پھر اپنا بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلا کر اسکے گھنگریالے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے گال کو ہلکے سے چھوا تو دُرّے مسکرا دی۔۔۔ونیزہ چند ہی دنوں میں اس سے بیحد مانوس اور بے تکلف ہوگئی تھی۔۔۔

دُرّے نے چور سی نظر اُٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے جبروت کو دیکھا جو حیدر کی بات غور سے سُنتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

وہ ابھی اسکی نظروں میں قید تھی جب کسی اور کی بھی نظریں خود پر محسوس کرکے دُرّے نے گردن گھمائی تو پارسا لیپ ٹاپ کی سکرین سی نظریں ہٹائے اُسے دیکھتی شرارت سے مسکرارہی تھی۔۔۔

دُرّے قدرے گڑبڑا کر پارسا سے نظریں ہٹاتے ہوئے کشمالہ کی جانب متوجہ ہوئی جو ردا اور ونیزہ کو لاہور کے اَن گنت قصّے سُنارہی تھی۔۔۔۔

پارسا نے زیرِ لب مسکرا کر پھر سے لیپ ٹاپ کی روشن سکرین پر نمودار ہوتی پشاور پر مبنی ڈاکیومینٹری دیکھنے لگی۔۔۔۔

اسی سمے دُرّے کو ازکٰی کا فون آیا تو رنگ ٹون بجنے پر وہ متوجہ ہوکر فون کان سے لگاتے ہوئے وہاں سے چلی گ‌ئی۔۔۔

جبروت حیدر کے پاس سے اُٹھ کر پارسا کے برابر میں آکر بیٹھا تو لیپ ٹاپ سکرین پر مہابت خان مسجد کو دیکھ کر کچھ لمحے بغور خاموشی سے پارسا کو دیکھنے لگا۔۔۔

پارسا نے جب سے دُرّے سے پشاور کے قصّے سُنے تھے تب سے وہ اس شہر اور اس سے جڑی ہر چیز کی کچھ زیادہ ہی شیدائی ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

پشاور پر مبنی تقریباً ہر ڈاکیومینٹری اس نے دیکھ رکھی تھی اور پچھلے کچھ دنوں سے کئی بار جھجھکتے ہوئے باقاعدہ اصرار کرکے پشاور جاکر اس شہر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی فرمائش بھی جبروت سے کرچکی تھی۔۔۔۔۔

جانے کیوں پارسا کے والہانہ انداز پر اسکا دل ڈوبنے لگتا تھا۔۔کچھ تھا جو اُسے بے چین کررہا تھا۔۔۔

وہ اُسکی طبیعت کے پیش نظر نرمی سے ٹال جاتا کہ جب وہ مکمل صحتیاب ہوجائے گی تو وہ اُسے لے جائے گا مگر پارسا کا اصرار غیر محسوس طور پر ضد میں بدل رہا تھا۔۔۔

کچھ تھا جو اُسے اپنے پاس شدّت سے بُلارہا تھا اور وہ خود کو روک نہیں پارہی تھی۔۔۔پچھلے ایک ہفتے سے وہ مسلسل پشاور کی گلیاں، مسجد مہابت خان اور ہزار خوانی پشاور میں موجود رحمان بابا کے مزار کے دُھند میں لپٹے مناظر خواب میں دیکھ رہی تھی۔۔۔

کچھ ایسا ہی حال جبروت کا بھی تھا مگر اسکے اعصاب بے انتہا مضبوط تھے۔۔۔

مگر جیسے کوئی الہام سا تھا جو اس کے خیالوں میں اودھم مچائے ہوئے تھا۔۔۔۔

پارسا نے اسکی توجہ محسوس کرکے مسکرا کر آنکھوں میں کسی معصوم بچّے کی طرح آس لیے اُسے دیکھا تو جواباً جبروت نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تھپتپاتے ہوئے پلکوں کو اثبات میں جنبش دی۔۔۔۔

جبروت کے ہامی بھرنے پر پارسا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔۔۔اسکے ملیح چہرے کی تمتماہٹ دیکھ کر وہ اُسے ٹال ہی نہیں پایا

کیونکہ ان دنوں وہ ایک نازک کیفیت سے گزر رہی تھی اور کوئی بھی خلش اسکی صحت میں مزید بگاڑ پیدا کرسکتی تھی۔۔۔۔۔

ردا گردن پیچھے موڑے لیونگ روم کے دروازے سے باہر لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے فون کان سے لگائے سنجیدگی سے ازکٰی کی بات سُنتی دُرّے کو کچھ دیر تشویش سے تکنے کے بعد دھیرے سے اُٹھ کر لیونگ روم سے نکلتے ہوئے اسکی جانب بڑھی۔۔۔۔

"نایاب! سب ٹھیک ہے؟" جونہی دُرّے نے دوسری جانب سے کال منقطع ہونے پر فون کان سے ہٹایا تو ردا اسکے چہرے پر تفکر بھرے تاثرات دیکھ کر اسکے قریب ہوتے ہوئے دھیرے سے بولی۔۔۔۔۔

دُرّے نے براہراست اسکی آنکھوں میں دیکھ کر اسکے ہاتھ تھامتے ہوئے ہلکا سا دبا کر چھوڑ دیے۔۔۔۔۔

"اللہ تعالٰی سب بہتر کرینگے ان شاء اللہ" وہ پُراُمید لہجے میں بولی مگر ردا کو اسکی آواز میں لرزش محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔۔

عشا٦ کی نماز کی ادائیگی کے کچھ ہی دیر بعد ڈنر سرو کیا گیا تو پارسا نے لاڈ سے دُرّے کو ڈائی ننگ ٹیبل پر لاڈ سے اپنی برابر والی کُرسی پر بٹھایا۔۔۔۔۔

پارسا نے پہلا نوالہ اپنے ہاتھ سے بناکر اسکے منہ کے قریب کیا تو دُرّے اسکے صبیح چہرے پر بکھری نرم مبہم سی مسکراہٹ میں پل

بھر کو کھو سی گ ئی۔۔۔۔۔

کبھی کبھی اُسے پارسا کی صورت میں اپنی ممّا مہرالنسا٦ خان نظر آتی تھیں۔۔۔۔۔۔

"دُر۔۔۔کھاؤ نا چندا۔۔۔"پارسا نے دھیرے سے کہہ کر نوالہ اسکے اَدھ کھلے لبوں سے ٹکرایا تو وہ جیسے حال میں واپس آئی۔۔۔

دُرّے نے پارسا کے ہاتھ تلے اپنا ہاتھ رکھ کر اسکے ہاتھ سے نوالہ کھایا تو پارسا مسکرا کر واپس ٹیبل کی طرف مڑی۔۔۔

سربراہی کُرسی پر بیٹھی ساحرہ کی ان دونوں پر نظر پڑی تو انکے لب مسکراہٹ میں ڈھل گ ئے۔۔۔۔

پارسا دُرّے کو خود کھانا کھلانا چاہتی تھی مگر وہ متانت سے ٹالتے ہوئے پارسا کے ل ئے ڈشز نکالنے لگی۔۔۔

دُرّے اور جبروت اپنا ہر ضروری امر بالائے طاق رکھے پارسا کی نگہداشت میں مصروف تھے جبکہ زارا اور حیدر بھی اسکی ہر چیز پر توجہ دے رہے تھے۔۔۔۔

ڈنر کے بعد دُرّے پارسا کو باہر لان میں واک کروانے لے گ ئی تو باقی پلٹون بھی انکے ساتھ ہولی۔۔۔۔

وہ سب کافی دیر تک چہل قدمی کرتے ،باتیں کرتے ہوئے ساتھ میں ونیزہ کیساتھ بھی چھیڑ خانیاں کررہے تھے اور وہ مارے شرم کے دُہری ہورہی تھی۔۔۔۔۔

سنان اور ملیحہ چونکہ کشمالہ کیساتھ ہی لاہور سے اسلام آباد آئے تھے لہذا مروان کی ان دونوں کیساتھ خوب شغل مستیاں جاری تھیں جبکہ ننھا آبدار خود سے دو سال بڑی سجل کے آگے پیچھے گھومتا اسکے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔۔۔۔۔

کافی دیر بعد تھک ہار کر آخر وہ سب سونے چلے گ ئے۔۔۔۔۔

اگلی صبح اپنے بھرپور جوبن پر نمودار ہوتی جے آر مینشن میں خوب گہما گہمی لیکر آئی تھی۔۔۔۔
آج ونیزہ اور اَذور کی شینڈی کی تقریب تھی اور اَذور میاں کو صبح سویرے جامشورو سے اسلام آباد پہنچنے پر گھر کے لونڈوں نے اُچھک کر اسکی ٹانگ کھچائی کر کر کے خوب دُرگت بنادی تھی۔۔۔۔۔

فروفیسر آرنلڈ اپنی بیگم فروفیسر ارین کیساتھ بڑے دل سے خوب اہتمام کرکے اس مشرقی شادی میں شریک ہونے آئے تھے اور بے پناہ خوش تھے۔۔۔۔

ارسلان کشمالہ کی ضد پر صبح سویرے صہبا عبّاسی اور اپنی دونوں بہنوں مشعل اور عشال کو لیکر اسلام آباد پہنچا تو کشمالہ سمیت باقی سب نے بھی انکا پُرتپاک استقبال کیا۔۔۔

شیندی کی ہی شام ونیزہ کو اَذور کے نکاح میں دے دیا گیا تو اسکے دل کا موسم ہی کچھ اور تھا۔۔۔

عجیب سا میٹھا درد تھا جو دل کو کسی طور چین نہیں لینے دے رہا تھا۔۔۔
اور پھر اگلے دن ونیزہ پیا دیس سُدھار کر واپس زیارت چلی گ ئی۔۔۔۔

شادی کا پُرمسرّت سماں اختتام پذیر ہونے کے کچھ دن بعد فروفیسر آرنلڈ اپنی بیگم فروفیسر ارین کو لیکر واپس لندن اپنی بیمار والدہ کے پاس چلے گ ئے جبکہ ضبور بلوچستان کے باغی اور کالعدم تنظیموں کے خلاف اپنے مشن پر روانہ ہوگیا۔۔۔۔

ردا کو ایرو ناٹیکل کمپلیکس کامرہ کی طرف سے پاکستان ائیر فورس کیلئے بطور ایرو سپیس انجینئیر کام کرنے کی پیشکش موصول ہوئی تو اُسنے حیدر اور جبروت کی صلاح پر قبول کرلی اور یوں وہ بھی ضلع اٹک میں واقع ٹاؤن، کامرہ چلی گئی۔۔۔۔

کشمالہ نے لندن سے فارنزک سائیکالوجی میں اپنی پوسٹ گریجویشن مکمل کرکے عشال کیساتھ لاہور میں واقع ادارے "ہر سُکھ" کو جوائن کرلیا تھا۔۔۔۔

✿✿✿✿

شہر گُل ،پشاور:

پھولوں کے شہر پشاور کے آسمان کو بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔۔۔ہوا کبھی خاموش سرسراہٹ تو کبھی سرکش سا شور پیدا کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔۔۔

ایسے میں اسلام آباد سے آتی ایم ون موٹروے کو عبور کرکے ایک سیاہ ہائیلکس پشاور کے حدود میں داخل ہوئی تھی۔۔۔۔

اسکے پیچھے ایک اور سیاہ ورینگلر جیپ ایک مخصوص فاصلے پر اسکے پیچھے رواں دواں تھی۔۔۔

سیاہ ہائی لیکس کی ڈرائی یونگ سیٹ پر دُرّے براجمان نہایت اطمینان اور کمالِ مہارت سے ڈرائی یو کر رہی تھی جبکہ اسکی برابر والی سیٹ پر کسی ننھے بچے جیسا اشتیاق لیے کھڑکی پر بازو رکھ کر اُن پر اپنی ٹھوڑی جمائے پارسا باہر کے مناظر دیکھنے میں مگن تھی۔۔۔۔۔

آج سے ٹھیک دو دن پہلے کی ایک دوپہر کو جب دُرّے خاموش سی گھر کے عقبی لان کے قریب بنے پول کے پانی میں اپنے پیر ڈالے خالی نظروں سے اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی تو فون پر درّہ آدم خیل میں موجود مسرور سے بات کرتے لان میں ٹہلتے ہوئے جبروت کی نظر اُس دُشمنِ جاں کے ملالی حُسن پر ٹھہر گ ئی۔۔۔۔۔

آج ہی وہ دن تھا جب سری لنکا میں آصف عبّاسی کے وِلا کے تاریک بیسمنٹ میں حبسِ بے جا کے دوران آصف عبّاسی کی حبشی

النسل ماتحت اور تہہ خانے میں اسکی نگرانی کرنے والی بے رحم خاتون میلانیا نے ارسلان کے بیہوش ہوکر کومہ میں چلے جانے پر دُرّے کو مورودِ الزام ٹھہرا کر اُسے آصف عبّاسی کے کہنے پر بُری طرح پیٹا تھا اور اُسی دن شام کو اُسے وہ دل چھیرتی ہوئی خبر سُنائی گ ئی کہ اسکے والدین کو ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے فنا کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔

جبروت نے آصف عبّاسی اور اسکی فوری مافیا فیملی سمیت میلانیا کو عبرتناک انتقام کے بعد صفحہ ہستی سے ایسا غائب کروایا تھا کہ انکے نشان تک ڈھونڈنے سے نہیں ملے تھے مگر وہ اپنی نورِ نظر کے روح پر لگے وہ زخم آج ملال کی صورت اسکے چہرے پر نمودار ہوتے دیکھ کر بے چین ہوگیا تھا۔۔۔

"بھائی! آپ آئی نگے نا؟" مسرور کے پوچھنے پر جبروت پل بھر کو خاموش ہوا تھا۔۔۔
تقدیر نے اُسے اُلجھن میں ڈال دیا تھا۔۔۔۔

ایک طرف ملک تھا،فرض تھا اور دوسری جانب وہ تھی۔۔۔اسکی رگِ جان۔۔۔۔

"میں آرہا ہوں مسرور۔۔۔"اُسنے پل بھر کو آنکھیں میچ کر لب کاٹنے کے بعد مسرور سے کہا۔۔۔۔

"جی بہتر۔۔۔"مسرور نے سعادتمندی سے کہتے ہوئے فون ڈسکنکٹ کیا۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔وہ جاتے جاتے بھی اسکے لبوں کی مسکراہٹ لوٹا سکتا تھا۔۔۔اُسے پشاور یعنی اپنے پسندیدہ شہر بھجوا کر۔۔۔۔

صرف دُرّے کی ہی خوشی کیا۔۔۔اسنے پارسا سے وعدہ کیا تھا اور وہ اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑتا تھا۔۔۔

دُرّے اسکی متاع حیات تھی تو پارسا بھی اسکے لئے بہت خاص اور قابلِ احترام تھی۔۔۔۔
اور اب تو اسکے دل میں کوئی اور بھی تخت نشین ہونے آرہا تھا۔۔۔۔۔

کچھ دن پہلے جب وہ اوغوز خان سے ملنے پشاور گیا تھا تو انکی طبیعت پہلے جیسی بشاش نہ تھی مگر اپنے لاڈلے درویش کو دیکھ کر اپنی ساری ہمت مجتمع کرکے اسکے ہمراہ نماز باجماعت پڑھنے کے بعد اپنی پسندیدہ جگہ یعنی رحمان بابا کے مزار چلے گئے۔۔۔۔۔

وہ کہنے سے ہچکچا رہے تھے مگر جبروت نے بھانپ لیا تھا کہ انکا دل اب مزید اپنی نواسی سے دوری پر راضی نہیں ہے۔۔۔

جبروت اُن پر کچھ ظاہر کیے بغیر ہی جب واپس اسلام آباد پہنچا تو اسی دن شام کو حیدر اور زارا نے بھی اُس سے کہا تھا کہ وہ دُرّے کو اپنے نانا نانی سے ملوانے لے جائے کیونکہ وہ آجکل اپنے والدین کی یاد میں بہت چُپ چُپ رہنے لگی تھی۔۔۔

پارسا گو کہ اب پشاور جانے کی ضد نہیں کرتی تھی مگر جبروت اسکے دل میں بسے پشاور دیکھنے کے آرمان سے واقف تھا۔۔۔۔۔

اُس دن رات کو جبروت نے اپنی پسندیدہ اور خاص گن کیساتھ اپنی ذاتی جیپ کی چابی دُرّے کے حوالے کرکے اُسے پشاور جانے کا کہا تھا۔۔۔۔۔

"ہم خود ڈرائیو کرکے جائیں گے؟اور یہ گن کس لئے؟" دُرّے کے لہجے میں حیرت اور بے یقینی سی تھی۔۔۔۔

کیونکہ جبروت اُسے کبھی اکیلے نا تو ڈرائیو کرنے کی اجازت دیتا اور نا ہی گنز چلانے کی۔۔۔۔ وہ بچپن سے ہی اسکا رکھوالا تھا۔۔۔۔

"یہ تمہارے بچپن کے وہ غیر معمولی آرمان تھے جو میں نے سنبھال کر رکھے تھے۔۔۔۔آج تمہارے حوالے کررہا ہوں۔۔۔۔"

وہ ایک جذب سے بولا تو دُرّے کے دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی۔۔۔۔

"مگر ہم اور پارو آپکے ساتھ جانا چاہتے ہیں شیر شاہ۔۔۔"دُرّے کے لہجے میں نا چاہتے ہوئے بھی احتجاج در آیا تھا۔۔۔۔

"تم مجھ سے نہیں ہو کیا؟ پوری دنیا کہتی ہے کہ رابیل شیر شاہ کا

عکس ہے۔۔۔اسکی شبیہ اسکی ہمزاد ہے۔۔۔ تمہیں لگتا ہے میں تم سے جدا رہا ہوں کبھی؟ اور تم پارو کیساتھ رہو گی تو مجھے یہ تسلّی رہے گی کہ گویا میں خود اسکے ساتھ ہوں۔۔۔"
دُرّے کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر پیشانی سے لگاتے ہوئے وہ گہرے لہجے میں بولا تو دُرّے بس خاموشی سے اُسے دیکھتی ہی رہ گ‌ئی۔۔۔

آج وہ پارسا کو لیکر خود اکیلے ڈرائیو کرتی اسلام آباد سے پشاور پہنچی تو اسکے پیچھے پیچھے ایاز اور گلزار بھی سیاہ ورینگلر میں اسکی گاڑی کے پیچھے رواں تھے۔۔۔۔

پشاور پہنچتے ہی پارسا کے پر عجب سا سُرور چھاگیا تھا۔۔۔
اسکی ذات میں جیسے کوئی خلا تھا جو پُر ہوگیا تھا اور اسکے لبوں پر ایک دائمی سی مسکراہٹ جم گ‌ئی تھی۔۔۔۔۔

مگر روح تھی کہ ہزار خوانی کی طرف ہمک رہی تھی اور شائد تقدیر کی یہیں بساط تھی۔۔۔۔
اجل اپنی بانہیں کھول رہا تھا۔۔۔۔۔

اس وقت پشاور کی گرم دوپہر دبے پیر سرکتے ہوئے سہہ پہر میں ڈھل رہی تھی۔۔۔۔

پھولوں کے اس شہر کی رونقیں اور گہما گہمی اپنے عُروج پر تھے۔۔۔۔

کہیں پر وہاں کے مقامی باشندے اپنی سادہ زندگی پر نازاں تھے تو کہیں باہر سے آئے سیّاح یہاں کی مہمان نوازی،تاریخ و ثقافت سے متاثر ہوئے بنا رہ نہیں پارہے تھے۔۔۔۔۔

دُرّے نے پارسا کی پشاور قصّہ خوانی بازار کے مشہور زائقہ چاؤل اور پھر مشہور پشاوری قہوہ سے ضیافت کروائی۔۔۔۔

وہاں سے وہ دونوں اندر شہر مارکیٹ جاکر وہاں کے مشہور بیش قیمت پتھر جو ان دونوں کی کمزوری تھی،لینے کے بعد مہابت خان مسجد دیکھنے چلی گ ئیں اور وہاں کے بزرگ امام صاحب جو اوغوز خان کے علاوہ مودود خان اور انکے پورے خاندان سے واقف اور انکے گہرے شناسا تھے۔۔۔۔۔

اُنہیں جب پتہ چلا کہ وہ چھوٹی سی بچی جسکا برسوں پہلے اُنہوں نے اسی مسجد میں نکاح پڑھایا تھا، آج اتنی بڑی ہوکر اُنکے سامنے مجسم کھڑی ہے تو وہ خوشی و حیرت سے آبدیدہ ہوگئے۔۔۔۔

اُنہوں نے دُرّے اور پارسا کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور انکی فرمائش پر اُنہیں پوری مسجد دکھادی۔۔۔۔

اسکے بعد وہ خود انکے ساتھ ہزار خوانی میں واقع رحمان بابا کے مزار تک آئے اور وہاں کے منتظمین سے انکا تعارف کروایا تو وہ بھی انکی آمد پر بہت خوش ہوگئے۔۔۔۔

امام صاحب واپس مسجد چلے گئے جبکہ دُرّے پارسا کو سنبھالے اُسے رحمان بابا کا مزار دکھانے لگی۔۔۔۔

ایاز اور گلزار ایک دوسرے سے الگ الگ اُن دونوں سے فاصلے پر موجود انکی نگرانی کررہے تھے مگر انکا لاکھ چوکنا ہونا تقدیر کے فیصلے کے آگے بے بس تھا۔۔۔

آسمان پر سیاہ بادلوں نے ڈیرا جمالیا تھا۔۔۔۔عصر کی آذانوں میں بس چند ساعتیں باقی تھیں۔۔۔

مزار کے اندر بنی لائبریری میں پھرنے کے بعد دُرّے پارسا کے ہمراہ فاتحہ خوانی کرکے باہر آئی تو مزار کے احاطے کے اندر کھڑے درخت تلے بنے چبوترے کو دیکھ کر دُرّے کے لبوں پر ایک موہوم سی مسکراہٹ اُبھری تھی۔۔۔۔

یہ چبوترہ اوغوز خان اور انکے لاڈلے درویش شیر شاہ خان یعنی جبروت رئیسانی کی پسندیدہ جگہ تھی۔۔۔۔

بچپن کی کئی یادیں اسکی ذہن کے پردے پر اُجاگر ہوئیں تھیں اور وہ مبہوت سی ہوکر پارسا کو لیے اس درخت کے پاس چلی گئی۔۔۔۔

پارسا کو چبوترے پر بٹھاکر وہ اسکے برابر میں بیٹھی اور آنکھیں بند

کرکے سانس لینے لگی جب اسکے کانوں کو ایک بیحد مہربان اور مانوس مشفق آواز سُنائی دی تھی۔۔۔

"شفق۔۔۔۔"وہ اوغوز خان تھے جو اپنی تمام تر ناتوانی کے باوجود دُرّے کی آمد کے اطلاع پر اُس سے ملنے یہاں آئے تھے۔۔۔۔

دُرّے نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں اور ایک طویل عرصے بعد اپنے نانا کو یوں اپنے سامنے مجسم دیکھ کر وہ پتھرا گ ئی۔۔۔۔

جبروت نے اُسے نہیں بتایا تھا کہ وہ پشاور اوغوز خان سے ملنے جارہی ہے مگر اوغوز خان کو اسکی آمد کی اطلاع صبح ہی صبح پہنچا دی گ ئی تھی۔۔۔۔۔

وہ اسی درخت کے عین سامنے والے چھوٹے سے دروازے کے پار کھڑے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہے تھے اور وہ جیسے اپنی جگہ جم گ ئی تھی۔۔۔۔۔

"شفق۔۔۔۔میرے بچے۔۔۔۔"وہ قدرے لڑکھڑاتے ہوئے اسکی جانب بڑھنے لگے تو دُرّے کے بے جان قدموں میں جیسے بجلی دوڑی اور وہ تیزی سے اُنکی طرف بڑھی۔۔۔۔

درخت کے ایک جانب چند میل کے فاصلے پر لوہے کے جنگلوں کے پار کچھ پیروں کی قبریں بنی تھیں جہاں سر پر ٹوپی اور پشاور کے گرم موسم میں بھی بڑی سی چادر پہنے بظاہر حُلیے اور چال ڈھال

سے پاگل نظر آنے والا ایک بڑی بڑی داڑھی والا شخص جو کچھ دیر پہلے قبروں کے پاس دُعا مانگتا نظر آرہا تھا،اب غیر محسوس طور پر پاس موجود درخت کے پیچھے جانے لگا۔۔۔۔

درخت تلے چبوترے پر بیٹھی دُرّے کو اپنے نانا کی جانب بڑھتے دیکھتی پارسا کی چھٹی حِس نے کچھ محسوس کیا تو اسکی نظر دُرّے سے ہٹتی مزار کے سفید ماربل کے فرش پر پیدل آتے جاتے لوگوں سے ہوتی اپنی داہنی طرف بنی قبروں اور پھر اُس عجیب سے حُلیے والے شخص پر پڑی جو دُرّے کو نہایت عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے مزید درخت کی اوٹ میں ہوتا اب اپنی پھٹی ہوئی شلوار میں اُڑسا کچھ نکالنے لگا۔۔۔

پارسا دُرّے پر جمی اسکی تُند نظروں پر ٹھٹک کر سیدھی ہوتے ہوئے چبوترے سے جونہی اُٹھی تو اُسی سمے ایاز نے بھی اُس شخص کو دیکھ لیا۔۔۔۔

اسکے ہاتھ میں ایک ویلروڈ گن تھی جو اسنے چادر میں چھپا کر دُرّے پر تانی تھی۔۔۔

پارسا اپنے بھاری وجود کو سنبھالتی دُرّے کی جانب تیزی سے بڑھنے لگی۔۔۔

"دُر۔۔۔۔اَدّی ہٹیں وہاں سے۔۔۔۔۔"اُن دونوں کی بیک وقت چیخ پر دُرّے جو بس ابھی ہی اوغوز خان تک پہنچی تھی،اسکی نگاہ فوراً

پہلے اپنے پیچھے ایاز اور پارسا اور پھر اُنکی نظروں کے تعاقب میں اپنے داہنے جانب گریل کے پار لگے درخت کی اوٹ میں چھپے خود پر عنقریب حملہ آوار ہونے والے شخص پر پڑی اور اگلے ہی لمحے وہ فوراً اوغوز خان کو اپنے پیچھے کرکے اپنے کُرتے کے اندرونی جیب سے گن نکال کر اُس شخص کے کندھے پر فائیر کرچکی تھی۔۔۔۔۔

وہ درد سے بلبلاتا ہوا درخت سے ٹکرا کر زمین پر گھسٹتا ہوا گرنے لگا تو گلزار نے فوراً اسکی جانب دوڑ کر اسے گریبان سے دبوچ کر قابو کیا تھا۔۔۔۔۔

اسی لمحے جب پارسا دُرّے سے بس دو قدم دور تھی اور دُرّے جو ہانپتی ہوئی پارسا کو سنبھالنے کیلئے آگے بڑھی ہی تھی کہ مزار کے احاطے سے باہر بنے چھوٹے چھوٹے گھروں کی چھتوں پر تاک میں بیٹھے دو شارپ شوٹرز نے بیک وقت سنائیپر سے اُن پر فائیر کیا۔۔۔۔۔

ایک گولی دُرّے کے بائیں بازو میں لگی تو اسے لگا اسکا بازو کٹ کر کہیں دور جاگرا ہے مگر اسکی اپنی اذیت اُس وقت فراموش ہوگئی جب اسے بچانے کیلئے آگے بڑھی پارسا کے سینے میں دل کے مقام پر گولی اسکے جسم کے آرپار ہوگئی۔۔۔۔

"پارو۔۔۔۔"دُرّے کے منہ سے چیخ ایک سرسراہٹ کی صورت میں نمودار ہوئی اور وہ فوراً پارسا کے گرتے وجود کو سنبھالنے کیلئے دوڑی۔۔۔۔۔

اوغوز خان لمحوں میں رونما ہونے والے اس سانحے پر حواس باختہ سے ہوکر دُرّے کے زخمی بازو میں جھولتی پارسا کی طرف لپکے جبکہ ایاز چشمِ زدن میں دروازے سے باہر چھتوں کو پلانگ کر بھاگتے اُن شارف شوٹرز کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔

گلزار نے اس آدمی کی کھوپڑی پر کُہنی کا زور دار وار کرکے اُسے بے سُدھ کردیا۔۔۔۔۔

اسی بھگدڑ میں نماز کیلئے مسجد جاتے ہوئے نمازی اور مزار کے اندر موجود چند لوگ وہاں پہنچے اور اُس شخص کو قابو کیا۔۔۔۔۔

لوگوں نے تو اس شخص کو پیٹ پیٹ کر اَدھ موا کرنے کے بعد پولیس کے حوالے کر دیا جبکہ دُرّے اپنے زخمی بازو میں جھولتی پارسا کو بدقت سنبھالے گلزار اور اوغوز خان کی مدد سے مزار کے باہر کھڑی گاڑی تک لے گ ئی۔۔۔

پچھلی نشست پر براجمان ہوکر پارسا کا سر اپنی گود میں رکھے وہ مسلسل اسکا چہرہ تھپتپا کر اُسے جگائے رکھنے کی کوشش کررہی تھی۔۔۔۔۔

گلزار گاڑی کو بجلی کی طرح سڑک پر دوڑا رہا تھا جبکہ اوغوز خان اسکی برابر والی سیٹ پر بیٹھے مسلسل زبان پر کلمات کا وِرد جاری رکھے پارسا اور دُرّے پر پھونک رہے تھے۔۔۔۔۔

"پارو۔۔۔آنکھیں بند نہیں کرنی۔۔۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔۔۔"دُرّے کی آواز لرزش کے باعث بند ہورہی تھی۔۔۔۔

"بچے حوصلہ رکھو۔۔۔اللہ تعالٰی سب ٹھیک کردیں گے۔۔۔۔"اوغوز خان اُسے تسلّی دینے لگے۔۔۔۔

گاڑی جب پشاور سی ایم ایچ کے ایمرجنسی میں پہنچی تو حالات کی سنگینی کا ادراک ہونے پر فوراً سٹریچر لاکر پارسا کو اس پر لٹا کر آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا جبکہ دُرّے جو مسلسل خون بہنے پر نقاہت سے گرنے لگی تھی کہ وہاں موجود نرسوں نے اُسے فوراً سنبھالا اور اپنے ساتھ لے گئیں۔۔۔۔

گلزار پریشان حال سے اوغوز خان کو آپریشن تھیٹر کے دروازے سے بمشکل ہٹاکر بٹھانے کے بعد اب دیوانہ وار جبروت کو کالز کررہا تھا مگر اسکا فون مسلسل بند جارہا تھا۔۔۔۔

پھر اُسنے جبروت کیساتھ درّہ آدم خیل میں موجود مسرور کو فون کرنے کی کوشش کی مگر بے سُود رہا۔۔۔۔

قریباً تین گھنٹے بعد دُرّے بازو پر پٹی لپیٹے بغیر اپنے پیچھے بھاگتی نرس کے مسلسل منع کرنے کے باوجود دوڑتی ہوئی گلزار کے پاس آئی تھی۔۔۔۔

"بب۔۔۔بھائی۔۔۔۔ششش۔۔۔شیر۔۔۔شاہ۔۔۔کک۔۔۔کہاں ہیں۔۔۔۔وہ آرہے تت۔۔۔تھے نا یہاں۔۔۔۔اور۔۔۔۔ڈڈڈ۔۔۔۔ڈاکٹرز نن۔۔۔نے کچھ کہا کک۔۔۔کیا؟" وہ ہانپتی کانپتی اٹکتے ہوئے بولی۔۔۔

"اَدّی۔۔۔وہ آجائی نگے آپ پریشان مت ہوں پلیز سٹریس نا لیں آپکی طبیعت خراب ہورہی ہے۔۔۔۔پارسا اَدّی کا آپریشن چل رہا ہے۔۔۔وہ ٹھیک ہوجائی نگیں۔۔۔۔"
گلزار نے بدقت اُسے سنبھالنے کی کوشش کی۔۔۔۔

"نن۔۔۔۔نہیں۔۔۔شیرو کو فون کیجیے۔۔۔اُن سے بات کروائی یں ہماری۔۔۔۔وہ اتنے لاپرواہ نہیں ہیں۔۔۔۔"
وہ ضدی لہجے میں بولی تو گلزار بے بسی سے اُسے دیکھنے لگا۔۔۔۔

اسی سمے اوغوز خان نے آکر بدقت دُرّے کو شانوں سے تھام کر اپنے پاس کُرسی پر بٹھایا اور اسکے گرد بازو لپیٹ کر اپنی کمزور گرفت سے اسکے جھٹکے کھاتے سسکتے وجود کو سنبھالنے لگے۔۔۔۔

گلزار نے آخر تھک ہار کر راولپنڈی میں موجود حیدر کو فون کرکے صورتحال سے آگاہ کیا تو وہ فوراً سب چھوڑ چھاڑ کر پشاور کیلئے روانہ ہوئے تھے۔۔۔۔

گلزار آپریشن تھیٹر کے سامنے گھٹنوں کے بل دیوار سے ٹیک لگائے اپنے بال مٹھیوں میں جھکڑے ہوئے تھا جب اپنے فون کی گھنٹی بجنے پر ہڑبڑا کر فون کان سے لگایا۔۔۔۔

"گلزار! تمہاری بھائی سے بات ہوئی ؟ وہ کہاں ہیں اس وقت؟ "

ایاز جو حملہ آوروں کا پیچھا کرکے اُنہیں زخمی حالت میں پکڑاوانے کے بعد واپسی پر خوفزدہ پریشان سی آواز میں گلزار سے پوچھ رہا تھا۔۔۔۔

"اُن کا فون بند ہے۔۔۔۔مسرور بھی فون نہیں اُٹھارہا۔۔۔"گلزار کی آواز میں بے بسی بھرا غصّہ تھا۔۔۔۔

"میرے اللہ۔۔۔۔۔"ایاز نے بے اختیار سہمی ہوئے انداز میں کہا۔۔۔

"ایاز۔۔۔۔بھائی آرہے تھے نا آج پشاور۔۔۔۔اب تک تو پہنچ بھی جانا چاہیے تھا۔۔۔سب ٹھیک ہے نا؟"

گلزار نے فوراً ٹھٹھک کر سراسیمگی کی سی کیفیت میں پوچھا۔۔۔

"اَدّی کا خیال رکھنا گلزار۔۔۔۔۔میں درّہ آدم خیل جارہا ہوں۔۔۔۔بس دُعا کرنا۔۔۔۔خیریت ہو۔۔۔۔۔سب ٹھیک ہوجائے۔۔۔۔۔"

ایاز کے انداز پر گلزار مضطرب ہوکر سیدھا ہوتے ہوئے اُس سے مزید کچھ کہنے لگا تھا مگر کال ڈسکنکٹ ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

لمحے کسی بھاری سِل کی طرح دُرّے کے اعصاب پر ہتھوڑا بن کر گزر رہے تھے۔۔۔۔۔
اُسے کسی ماہی بے آب کی طرح کسی کروٹ چین نہیں تھا۔۔۔۔

مغرب کی آذان کی آواز ابھی فضا میں گونجی ہی تھی کہ آپریشن تھیٹر کی بتّی گُل ہونے پر دُرّے اور اوغوز خان فوراً OT
کے دروازے کے باہر پہنچے اور قریباً دس منٹ بعد ایک سرجن دروازے سے باہر نمودار ہوا۔۔۔۔۔

ابھی دُرّے بیتابی سے کچھ پوچھنے ہی والی تھی کہ سرجن کی آواز کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اُن تینوں کی سماعتیں سُن کر گ‌ئی تھیں۔۔۔۔۔

پارسا سانسوں کی مالا کو ٹوٹنے سے بچانے کیلئے طویل جدوجہد کے بعد زندگی کی بازی ہار گئی مگر دائی می نیند کی بانہوں میں جا سمانے سے پہلے ایک ننھی تخلیق کو زندگی کا تحفہ بخش کر اس دنیا میں لے آئی تھی۔۔۔۔۔

سرجن ایک تاسف بھری نگاہ دُرّے پر ڈال کر ساکت سے کھڑے اوغوز خان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔

دُرّے اپنے سُن وجود کو گھسٹتی کُرسیوں کے پاس گئی اور ایک کُرسی پر کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح گر سی گئی۔۔۔۔۔

آس پاس کیا ہورہا تھا اُسے کچھ ہوش نہیں تھا۔۔۔۔اُسے پتہ ہی نہیں چلا کب حیدر رئیسانی ہاسپٹل پہنچ کر فوراً انکے پاس آئے تھے اور اب خاموش سے دُرّے کے برابر میں اوغوز خان کے پاس بیٹھے تھے۔۔۔۔۔

وہ چاروں ہی گم صم تھے۔۔۔۔۔ہاسپٹل سے رات دیر گئے جب پارسا کی نعش کو اسلام آباد لے جایا گیا تو جے آر مینشن کے دیو قامت مضبوط در و دیوار پہلے سے ماتمی اور نوحہ کناں تھے۔۔۔۔۔

ابھی قیامت تھمی نہیں تھی۔۔۔ابھی تقدیر کی درشتی مزید باقی تھی۔۔۔

گھر پہنچ کر لاؤنج میں لگے دیوار گیر ایل ای ڈی سے نکلتی نیوز اینکر کی چیختی ہوئی آواز میں دُرّے بس اتنا ہی سُن پائی تھی کہ درّہ آدم خیل میں واقع جبروت کی سالوں کی محنت سے وہاں کے لوگوں کے اسلحہ سازی کے ہنر کو اپنی اصل قدر و قیمت اور عالمی سطح پر پہچان دلانے کیلئے بنائی گئی پاکستان کی سب سے بڑی اسلحے کی فیکٹری میں جان لیوا دھماکے نے سب کچھ خاکستر کر دیا تھا۔۔۔۔

"جاہ لالا کا کچھ اتا پتہ نہیں۔۔۔۔انکی گاڑی کو آخری فیکٹری ہی کے اندر دیکھا گیا تھا۔۔۔۔ملبے کے ڈھیر میں انکی موجودگی کا پتہ کرنے کوشش جاری ہے مگر ابھی تک بے سُود ہے۔۔۔۔"

وہ شائد جبروت کے ذاتی اور قریبی ڈرائیور شبیر بابا تھے جو پورچ میں کھڑے آبدیدہ آواز میں بول رہے تھے۔۔۔۔

ہر سُو ایک آہ بکا اور فریاد تھی جو سینہ چھیر رہی تھی۔۔۔

زیارت خبر پہنچنے پر وہاں تو کہرام مچ گیا تھا۔۔۔۔گویا برسوں پہلے کی قیامت نے ایک بار پھر جھلک دکھا دی تھی۔۔۔۔

ردا کامرہ سے واپس آکر بس یک ٹک سفید کفن میں لپٹی پارسا کے نورانی چہرے کو گھمبیر خاموشی سے تکے جارہی تھی۔۔۔۔

زارا رئیسانی صدمے سے چُور بے حال سی جنازے کے بستر سے لپٹی تھی اور دُرّے۔۔۔۔وہ بے زبان ہوگئی تھی۔۔۔۔جنازے کے بستر کو تکتے وہ سامنے والی دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی۔۔۔۔۔

ساری رات یونہی ہر دل و جان نے تڑپ کر گزار دی۔۔۔۔۔اور صبح سویرے فجر کی نماز کی ادائیگی کیساتھ ہی پارسا کی نمازِ جنازہ ادا کرکے اُسکی نعش زیارت کیلئے روانہ کردی گئی۔۔۔۔۔

زیارت پہنچتے پہنچتے شام کے گہرے سایے آسمان پر بکھر ان غم سے نڈھال لوگوں کو ٹکٹکی باندھ کر تک رہے تھے۔۔۔۔

مغرب کی نماز کے فوری بعد پارسا کو زیارت میں اپنے دادا شہید عباس خان رئیسانی اور تایا شہید کرنل آبدار خان رئیسانی کے

پہلو میں سُپرد خاک کر دیا گیا۔۔۔۔

ابھی تدفین کے بعد قبرستان سے واپسی بھی نا ہوئی تھی کہ بدحال اور اَن گنت زخموں پر لگی پٹیاں لگے مسرور سُرخ آنکھیں لیے قبرستان آکر سیدھا حیدر سے لپٹ کر رو پڑا تھا۔۔۔۔

اسکے پاس جبروت کی گھڑی،اسکا ٹوٹا پھوٹا فون اور ٹوٹی ہوئی تسبیح بھی تھی جو اُسے ملبے سے ملی تھی مگر جبروت کا کہیں پتہ نہیں تھا۔۔۔

حیدر قبرستان سے گھر واپس آئے تو پوری حویلی جو چند دن پہلے نئی دُلہن کے استقبال میں شادمانیوں اور کھکھلاہٹوں سے منور تھی،آج وہاں صرف ماتم بھرا سناٹا تھا۔۔۔۔

یوں بیتتے بیتتے ایک ماہ گزر گیا جب ایک دن حیدر آب پارہ میں تھے تب اُنہیں فوری طور ملٹری ہاسپٹل پہنچنے کا کہا گیا اور جب وہ وہاں پہنچے تو اپنے چھوٹے بیٹے ضبور رئیسانی کو آئی سی یو میں وینٹی لیٹر پر پٹھیوں میں جھکڑے موت سے لڑتے دیکھا۔۔

ضبور رئیسانی۔۔۔۔جس نے مسلسل ڈیڑھ ماہ تک اپنی جان کے درپے دُشمنوں کے درمیان وقت گزار کر اُن کو ہر طرف سے تباہ کر دیا تھا،تب اپنا آخری کارگر وار کرکے بلوچ بریشن فرنٹ کے ہیڈ کمانڈر کو مستونگ میں کاری زخم دیکر گرفتار کرواتے ہوئے خفیہ آپریشن کے اختتام پر خود اپنے جسم پر بیک وقت سترہ گولیوں کو

تمغوں کی طرح سجا کر مٹی کے تقدّس کو پامال ہونے سے بچا آیا تھا۔۔۔۔۔

اپنے ہنستے مسکراتے ہر دم چہکتے بیٹے کو اس وقت کومہ میں دیکھ کر حیدر رئیسانی نڈھال سے ہو کر فرش پر گھٹنوں کے بل گرے تو انکے ماتحت آفیسرز نے اُنکو سنبھالا۔۔۔۔۔

رئیسانی خاندان کی آب و تاب کو سرور بگٹی اور افراسیاب سہگل کی دشمنی سمیت بلوچ لبریشن فرنٹ کے لامتناہی کدورت نے گرہن لگا دیا تھا۔۔۔۔۔

ابھی پچھلے زخم بھرے نہیں تھے کہ جبروت رئیسانی کی غیر موجودگی میں اسکے تمام مخالفین اور کٹر دُشمنوں کے پر پُرزے نکل آئے اور اُنہوں نے گہری سازش کے ذریعے ناصرف جبروت بلکہ پاکستان کو بھی دنیا بھر میں دہشتگردی،سمگلنگ،بردہ فروشی اور جانے جانے کون کون سے الزامات لگوا کر بدنام کرانے کا پروپیگنڈہ رچایا۔۔۔۔

ازکٰی نے تو پہلے ہی اپنا کُل وقت اور تمام تر توجہ دُرّے اور ہو بہو جبروت کی کاربن کاپی نوابزادہ میر محمد روح القدوس رئیسانی کیلئے وقف کردی تھی۔۔۔۔

روح جو کسی بھی رضائی ماں کی شیر کو قبول نہیں کررہا تھا اور اسکی وجہ سے اسکی صحت بھی تیزی سے متاثر ہورہی تھی تب ازکٰی نے دُرِّنایاب عدن جو کسی پل اُسے خود سے الگ نہیں

کرتی تھی۔۔کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ چاہے تو روح القدوس کی بڑی امی ہونے کیساتھ اسکی رضائی ماں بھی بن سکتی ہے۔۔۔۔

دُرِّنایاب عدن نے اسکی پیشکش قبول کی اور اسکے علاج کیلئے حیدر رئیسانی نے اُسے خود زارا کے ہمراہ لندن بھجوایا تھا جہاں مخصوص قسم کی ہارمونل تھراپی کے بعد وہ روح القدوس کو دودھ پلانے کے قابل ہوگئی تھی۔۔۔

وہ تو تب سے اسکی اولاد بن چکا تھا جب اسنے پہلی بار اسکی دنیا میں آمد کی خبر سُنی تھی۔۔۔۔
وہ اسکی دُعاؤں کا ثمر تھا۔۔۔۔اور اب اسکی حیات کا محور بھی۔۔۔۔

✿✿✿

چار سال بعد:

اسلام آباد انٹرنیشنل ائیرپورٹ:

ائیر پورٹ پر لوگوں کا ہجوم خوب تھا۔۔۔ایسے میں دُرّے چار سالہ روح القدوس کو گود میں اُٹھائے ایک ہاتھ سے اپنا لگیج گھسیٹتی ہوئی جیسے ہی لابی سے باہر آئی تو ردا اور ضبور سمیت ونیزہ اور اَذور کو اپنا بے صبری سے منتظر پایا۔۔۔۔

وہ دھیرے سے مسکراتی ہوئی ان کی جانب بڑھی تو وہ چاروں بھی والہانہ انداز میں اسکی طرف بڑھے تھے۔۔۔

"ویلکم بیک سرجن صاحبہ۔۔۔۔" اَذور نے مسکراتے ہوئے کہا تو دُرّے نے دھیرے سے سر کو خم دیا اور روح القدوس کو ضبور کی گود میں دیتے ہوئے ونیزہ اور ردا سے گلے ملیں۔۔۔۔

اسکی آواز آج بھی غائب تھی۔۔۔چار سال پہلے کی بیتی قیامت کا صدمہ اسکی کھنکتی آواز چھین کر لے گیا تھا۔۔۔۔

وہ شکاگو اپنی ہائیر سٹڈیز کیلئے جاتے ہوئے روح کو بھی ساتھ لے گئی تھی اور آج چار سال بعد ایک کامیاب اورل اینڈ میگزیلوفیشل سرجن بن کر لوٹی تھی۔۔۔۔۔

وہ بھلے ہی اب بولتی نہیں تھی مگر اسکی شخصیت ،اسکا سراپا اور خاص طور پر اسکی وہ فیروزی آنکھیں ہر خاص و عام اپنی گونج سے خاموش کرانے کا دم رکھتی تھیں۔۔۔۔۔
اُسے معلوم نہیں تھا کہ آج تقدیر نے بھی بلاآخر رحم کھاکر اس پر مہربان ہوتے ہوئے اسکے استقبال کیلئے کچھ خاص انتظام کررکھا تھا۔۔۔۔۔

روح القدوس اپنے بابا جبروت کے خاموش مزاج کے برعکس اپنی شخصیت کی شگفتگی اور ہنس مکھ پن میں دُرّے کی شبیہہ معلوم ہوتا تھا۔۔۔۔

وہ خاموشی سے اور روح خوب رونق جما کر جب گھر واپس پہنچا تو دروازے پر اپنے انتظار میں آس لگائے حیدر اور زارا کے ہمراہ کھڑے اُن دو انسانوں کو دیکھ کر دُرّے کے وجود میں گویا جان باقی نہیں رہی۔۔۔۔۔

وہ دونوں مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان تھے۔۔۔ہاں وہ دونوں زندہ صحیح سلامت اسکے سامنے کھڑے بیتابی سے اسے گلے لگانے کے منظر تھے۔۔۔۔۔

وہ مرے مرے قدموں سے انکی طرف بڑھتی جونہی انکے سامنے گ ئی تو انہوں نے روتے ہوئے اسے گلے سے لگا کر سینے میں چھپا لیا۔۔۔۔

رو تو وہ بھی رہی تھی مگر اسکے آنسو بے زبان تھے۔۔۔۔

مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان جب ہچکیوں کیساتھ اُس سے الگ ہوئے تو روح القدوس کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔۔

مہابت خان گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھے اور اسکے خوبصورت چہرے کو ہاتھوں میں تھاما۔۔۔۔

"شیر شاہ۔۔۔۔۔"بے اختیار انکے لبوں سے ایک سرگوشی برآمد ہوئی۔۔۔۔

روح القدوس کو دیکھ کر اُنہیں شیر شاہ کا بچپن یاد آگیا تھا۔۔۔۔

وہ شیر شاہ کا مجسم عکس تھا۔۔۔۔

مہرالنسا٦ خان نے جھک کر اُسے گود میں اُٹھاتے ہوئے خود میں بھینچا اور اسکا سر چومتے ہوئے آبدیدہ ہوگئی۔۔۔۔

دُرّے نے سوالیہ نظروں سے حیدر اور زارا کو دیکھا تو اُنہوں نے اُسے اپنے پاس بلایا۔۔۔۔

زارا نے اُسے گلے سے لگا کر پیار کیا اور حیدر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔۔

دُرّے باقی سب کیساتھ اندر گئی تو زیارت سے سب لوگ اس سے ملنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔۔۔۔

دور کہیں کونے میں گیتی آرا٦ بھی شرمندہ سی کھڑی تھیں۔۔۔

اُن سب سے ملنے کے بعد آخر میں ساحرہ کے پاس بیٹھی انکی باتیں سُنتی دُرّے کی نظر اُن پر پڑی تو وہ سر جھکائے دھیرے دھیرے چلتی آکر اسکے گھٹنوں میں بیٹھ گئی۔۔۔۔

دُرّے نے فوراً اُٹھ کر انہیں شانوں سے پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے گلے سے لگایا تو وہ روتے ہوئے اس سے معافی مانگنے لگی۔۔۔

دُرّے نے اُن سے الگ ہوکر سر نفی میں ہلاتے ہوئے اشارے سے

انہیں منع کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ اُسے اُن سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔۔۔۔۔

اسکی آمد کی خوشی میں ایک پُر تکلف عشائیے کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں اوغوز خان بھی اپنی فیملی سمیت شریک تھے۔۔۔۔۔۔
ان سب کی جو محفل جمی تو رات گۓ تک جاری رہی۔۔۔۔۔

✿✿✿✿

دُرِّنایاب عدن روح القدوس کو خود سے لگائے نیند کی وادیوں میں گم تھی جب کسی نرم شناسا لمس نے نیند میں بھی اسکی دھڑکنوں کو بے ربط کردیا تھا۔۔۔۔۔

وہ کسمسا کر جاگی تو اندھیرے میں بالکنی سے چھن چھن کر اندر آتی ملگجی چاندنی میں کوئی ہیولہ سا اُسے بیڈ پر اپنے پاس بیٹھا نظر آیا۔۔۔۔۔۔

اسکی مانوس کلون کی مہک ہی اسکی پہچان کرواگئی تھی۔۔۔۔

دُرّے نے ہاتھ بڑھا کر اندھیرے میں اس ہیولے کا چہرہ ٹٹولنے کی کوشش کی اسکی ہلکی سی بڑھی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہی دل میں ایک ٹھیس سی اُٹھی تھی۔۔۔۔

وہ سر جھکا کر لب کاٹتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

"کیا ہوا؟ ڈانٹ نہیں پلاؤ گی کیا؟ میں تو مار تک کھانے کو تیار بیٹھا تھا بیگم۔۔۔"
جبروت کی ہلکی سی شوخ آواز نے ماحول کے سکوت کو چھیرا۔۔۔۔۔

"ششش۔۔۔۔۔ شششش۔۔۔۔شییر۔۔۔۔شیر شاہ" دُرّے نے بمشکل اپنی پوری ہمت مجتمع کرکے بولنے کی کوشش کی تو اسکا گلا دُکھنے لگا مگر اسکی آواز واپس لوٹ آئی تھی۔۔۔۔

وہ آواز جو پچھلے چار سالوں سے غائب تھی، آج اُس بازیگر نے لوٹا دی تھی۔۔۔۔۔

"جی قربان شاہزادہ خانم" وہ محبت سے بولا تھا۔۔۔۔۔

وہ پہلے تو حیرت سے اپنے گلے پر ہاتھ رکھے اپنی آواز کے لوٹنے پر یقین کرنا چاہ رہی تھی اور اپنے سامنے بیٹھے اپنی رگِ جان جیسے اُس شخص کی سچ مچ موجودگی کا ادراک ہونے پر وہ بے اختیار اسکے گلے لگ گ ئی۔۔۔۔

بے لگام آنسوؤں کا ریلہ سا اسکے چہرے کو تر کرتا ہوا جبروت کی قمیض کو بھی بگھو گیا تھا۔۔۔۔

"آپ کہاں چلے گ ئے تھے شیر شاہ ہم سے دور؟آپ یوں بنا بتائے ہم سے دور جانے کی عادت کب چھوڑیں گے؟ "

وہ اُس سے الگ ہوکر اسکے ہاتھ تھامے ہوئے خفگی سے کہہ رہی تھی۔۔۔۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے کہ میں تم سے دور تھا؟" جبروت نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں تھام کر دوسرے ہاتھ سے روح القدوس کے نرم سلکی گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے معنی خیز انداز میں دُرّے سے کہا۔۔۔۔

جبروت کا اشارہ روح القدوس کا اپنی کاربن کاپی ہونے کی طرف تھا۔۔۔۔

"روح صرف سراپے اور خدوخال میں آپ پر گیا ہے۔۔۔۔۔مزاج سے وہ ہمارا بیٹا ہے۔۔۔۔۔بات کا رُخ نا موڑیں۔۔۔۔۔بتائیں کیوں چلے گئے تھے؟"

دُرِّے کا اسے بخشنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔۔۔۔

جبروت نے ایک لمبا سانس لیا اور اسکے سامنے سے اُٹھ کر اب اسکے سرہانے بیٹھتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے روح القدوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ان گزرے تمام ماہ و سال کی داستان سُنانے لگا۔۔۔۔۔

جب وہ محض چار سال کا تھا تب ہی سرور بگٹی نے عباس خان رئیسانی کی دشمنی میں اُسے ایک دن اغوا کرکے دریا میں پھینک دیا تھا جہاں سے تقدیر اسے مہابت خان یوسفزئی کی چوکھٹ پر

لے آئی اور جب وہ واپس جاکر اپنے خاندان سے ملا تو اپنے باپ اور تایا کے نقش قدم پر چلتا ہوا پاک فوج کا حصّہ بن گیا مگر اسکی منزل مارخوروں کی دنیا تھی اور اسکے مقدر نے ہی اُسے ایک مارخور بنا دیا تھا۔۔۔۔۔

پاکستان کے دفاع کی آخری لکیر کہلانے والی آئی ایس آئی کا حصّہ بننے کے بعد وہ انڈر ورلڈ کی سیاہ دنیا کا باسی بنا اور کچھ ہی سالوں میں وہاں کا ایسا بے تاج حکمران بنا جسکی موجودگی سب کو خوف میں مبتلا رکھتی مگر اسکی ذات کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔۔۔

اس دن جب اسنے اپنی گن اور جیپ کی چابیاں دُرّے کے حوالے کی تھیں تب اُسے مسرور نے فون پر درّہ آدم خیل میں کچھ مشکوک کارروائیوں کی اطلاع دی تھی جنکا تعلق افراسیاب اور سرور بگٹی کے اسکے خلاف گٹھ جوڑ سے تھا۔۔۔

وہ اگر اُس دن وہاں نا جاتا تو اسکی جان سے پیاری مٹی ان دو کمینہ صفت درندوں کے ہاتھوں ایک بہت بڑی تخریب کاری کا شکار بن جاتی۔۔۔۔

اسکی اسلحہ ساز فیکٹری پر تو برسوں سے بیرون ملک دشمن عناصر کی کینہ توز نظریں جمی تھیں اور اُس دن اسکے خلاف رچی گئی سازش کے تحت ہی اس فیکٹری میں دھماکہ کروایا گیا مگر وہ اس سے پہلے ہی فیکٹری کے حدود سے نکل چکا تھا اور فیکٹری کے

ورکرز کو بھی وہاں سے نکال کر لے گیا تھا۔۔۔۔۔

دھماکے میں اپنی ہلاکت کا تاثر بھی اسنے ہی دنیا کو دیا تھا۔۔۔کیونکہ جب اسکی موت کا سب کو یقین ہوا تب وہ سارے ملکی و غیر ملکی تخریب کار جو اسکے ڈر سے دبکے ہوئے اپنی کوئی سرگرمی جاری رکھنے کے قابل نہیں تھے،انکی سرکشی بھی سر اُٹھانے لگی تھی۔۔۔۔

جونہی وہ سارے شرپسند عناصر اپنی طاقت کے نشے میں اپنے حواس کھو بیٹھے تب جبروت اُن پر قہر بن کر ٹوٹا اور ایک ایک کو چُن چُن کر اسکے انجام تک پہنچانے کے بعد اسنے سرور بگٹی اور افراسیاب سہگل کا جینا اس قدر حرام کردیا کہ اُن دونوں نے خود ہی گرفتاری دے دی۔۔۔۔

جبروت جسے ہمیشہ سے یقین تھا کہ مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان زندہ ہیں اور وہ انکو ڈھونڈنے کیلئے نگر نگر کی خاک چھانتا ہوا برسوں سے خوار ہوتا رہا تب اوپر والے کو اسکی تڑپ پر رحم آگیا اور پاکستان اور ایران کے بارڈر تفتان کے راستے افغانستان سے انسانوں کی ایک بڑی سمگلنگ اسنے ناکام بنائی تو اُن سینکڑوں یرغمال قیدیوں میں اُسے نا صرف مہابت خان اور مہرالنسا٦ خان سمیت گیتی آرا٦ کے شوہر محمود بزنجو بھی مل گئے جنہیں افراسیاب نے جھوٹ بول کر مرا ہوا ثابت کرکے افغانستان سمگل کروا دیا تھا جہاں وہ تینوں برسوں کی مشقت اور ظلم و جبر جھیل کر بالا آخر پھر سے اپنوں سے آ ملے تھے۔۔۔۔۔

اُسے پارسا کی موت کی خبر اُسی وقت پہنچ گ ئی تھی جب اسکی نعش ہاسپٹل سے گھر واپس لائی جارہی تھی اور وہ اسکے جنازے میں بھی شریک ہوا تھا مگر ہر سُو اشک بار جمِ غفیر میں وہ خود کو پوشیدہ رکھنے میں کامیاب رہا تھا۔۔۔۔

پارسا کی موت پر وہ بری طرح رویا تھا اور ہر سال وہ زیارت جاکر اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کیلئے ضرور جایا کرتا تھا۔۔۔۔

اپنے بیٹے روح القدوس میں اسکی جان تھی۔۔۔وہ اسکے وجود کا حصّہ تھا۔۔۔اسکادل تھا جو اسکی آنکھوں کے سامنے پھرتا رہا اور وہ شکاگو میں ہوکر بھی اسکے پاس نہیں جاپایا۔۔۔۔

اگر دُرّے کی آواز چھن گ ئی تھی تو دھڑکنیں جبروت کے دل سے بھی روٹھ گ ئی یں تھیں۔۔۔۔

وہ ایک ہاتھ روح القدوس کے بالوں میں پھیرتا دوسرے ہاتھ کے پیالے میں دُرّے کے گال کو تھامے اسکی خود پر جمی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولتا رہا جب اسکی نظر دُرّے سے ہٹ کر یونہی روح القدوس پر پڑی تو وہ اُسے جاگتے ہوئے خود کو تکتا پاکر جبروت چونک کر سیدھا ہوا تھا۔۔۔۔

روح القدوس اسکے چونکنے پر مسکرایا اور اُٹھ کر دُرّے سے لپٹا۔۔۔

"روح۔۔۔۔بچے آپ سوئے نہیں۔۔۔۔۔"جبروت نے اسکے گال کو ہلکا

سا چھو کر نرمی اور قدرے تعجب سے پوچھا۔۔۔

"نہیں نا۔۔۔۔ہم سو جاتے تو مامونی سے ملنے آنے والے ویمپائیر کو کیسے دیکھتے؟ باہی چاچو نے بتایا تھا کہ ایک ویمپائیر بچپن سے مامونی کا دوست ہے اور اُن سے ملنے بھی آتا ہے۔۔۔ہمیں بس اُسے دیکھنا تھا سو ہم نے دیکھ لیا۔۔۔۔اب ہم سوئینگے آپ مامونی سے باتیں کریں کیونکہ وہ کسی اور سے بات نہیں کرتیں۔۔۔۔"

روح القدوس معصومیت سے بولا تو جبروت اور دُرّے دونوں ہنس پڑے۔۔۔۔

"آپکے باہی چاچو نے آپ کو نہیں بتایا کہ آپکی مامونی کے دوست آپکے کیا لگتے ہیں؟"

جبروت نے اسکے بال بگاڑ کر ہنستے ہوئے پوچھا۔۔۔

"بتایا ہے نا۔۔۔۔مامونی کے دوست ہمارے بابا جانی لگتے ہیں۔۔۔"

وہ سر ہلا کر اپنی دُھن میں بولا تو جبروت نے جوشِ محبت سے ہاتھ بڑھا کر اُسے بازوؤں میں اُٹھایا اور اسکا ماتھا چھوم کر اپنے سینے پر لٹاتے ہوئے اسکی کمر تھپکنے لگا جبکہ دُرّے بھی جبروت کے سینے پر سر رکھے آنکھیں بند کرکے زیرِ لب مسکرانے لگیں۔۔۔

موتی کو اپنی سیپ مل گئی تھی۔۔۔۔۔

ختم شد